اضافہ شدہ جدید ایڈیشن
اکابرِ علماءِ دیوبند رحمہم اللہ
برِصغیر پاک و ہند کے ۱۵۸ ممتاز اکابر علماءِ دیوبند
کے حالات و کمالات اور خدماتِ جلیلہ کا جامع تذکرہ
تألیف
حافظ محمد اکبر شاہ صاحب بخاری
ادارہ اسلامیات
لاہور — کراچی

اکابرِ علماءِ دیوبند رحمہم اللہ

برِصغیر پاک و ہند کے ۵۸ ممتاز اکابر علماءِ دیوبند
کے حالات و کمالات اور خدماتِ جلیلہ کا جامع تذکرہ

تالیف

حافظ محمد اکبر شاہ صاحب بخاری

ادارہ اسلامیات
پبلشرز، بک سیلرز، ایکسپورٹرز

★ —— دینا ناتھ مینشن، مال روڈ، لاہور
فون ۷۲۴۳۴۱۲-۷۲۳۲۷۸۵، فیکس ۹۲-۴۲-۷۲۳۲۷۸۵

★ —— ۱۹۰، انارکلی، لاہور، پاکستان
فون —— ۷۲۴۲۹۹۱ - ۷۳۵۳۲۵۵

★ —— الرحمن بلڈنگ، موہن روڈ
چوک، اردو بازار، کراچی، فون ۷۷۲۲۴۰۱

نام کتاب ——————— اکابر علماءِ دیوبند

باہتمام ——————— اشرف برادران سلمہم الرحمٰن

طباعت جدید ——————— رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ - جنوری ۱۹۹۹ء

مصنف ——————— مولانا حافظ محمد اکبر شاہ بخاری

ناشر ——————— ادارہ اسلامیات ۱۹۰ - انارکلی لاہور ۲

فون ۷۲۲۳۹۹۱ - ۷۳۵۳۲۵۵

ملنے کے پتے

ادارہ اسلامیات ۱۹۰ - انارکلی لاہور ۲

دارالاشاعت اردو بازار کراچی ۱

مکتبہ دارالعلوم جامعہ دارالعلوم کورنگی کراچی ۱۴

ادارۃ المعارف ڈاک خانہ دارالعلوم کراچی ۱۴

ادارۃ القرآن لسبیلہ چوک - گارڈن ایسٹ کراچی

فہرست

"اکابر علماءِ دیوبند"

پیش لفظ

از مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا الشیخ مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی نور اللہ مرقدہٗ

بانی دارالعلوم کراچی

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ دارالعلوم دیوبند برصغیر کی وہ عظیم علمی درسگاہ ہے جس نے گذشتہ صدی میں عالم اسلام کی مایۂ ناز شخصیتیں پیدا کیں اور ملت کی فکری اور عملی رہنمائی کر کے مسلمانوں کی تاریخ پر گہرے اور دور رس اثرات مرتب کیے، دارالعلوم کی ابتداء ۱۵ محرم الحرام ۱۲۸۴ھ مطابق ۳۰ مئی ۱۸۶۷ء کو ایک انار کے درخت کے سائے میں ہوئی تھی، کسے معلوم تھا کہ یہ یہاں ایک چشمۂ فیض جاری کیا جا رہا ہے جس نے برصغیر کی تاریخ کا رخ موڑ کر رکھ دیا اور پھر اس درسگاہ سے علم و فضل کے ایسے آفتاب و ماہتاب پیدا ہوئے جنہوں نے ایک دنیا کو جگمگا کر رکھ دیا۔ درسگاہیں دنیا میں بہت سی قائم ہوئی ہیں اور دینی درسگاہوں کا بھی کسی دور میں فقدان نہیں رہا، لیکن اللہ تعالیٰ نے دارالعلوم دیوبند کو جو فضیلت و امتیاز بخشا ہے بہت کم علمی اداروں کے حصے میں آتا ہے۔ میرے والد ماجد حضرت مولانا محمد یٰسین صاحبؒ دارالعلوم کے قرن اول کے طلباء میں سے تھے وہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے دارالعلوم دیوبند کا وہ زمانہ دیکھا ہے جب اس کے ایک چپراسی سے لے کر صدر مدرس اور مہتمم تک ہر ہر شخص صاحب نسبت ولی کامل تھا۔ دن کے وقت یہاں علوم و فنون کے چرچے ہوتے اور رات کے وقت اس کا گوشہ

گوشہ اللہ کے ذکر اور تلاوتِ قرآن سے گونجتا تھا چنانچہ اس دور میں جو شخصیتیں دارالعلوم دیوبند سے تیار ہوئیں۔ انہوں نے عبادات، معاملات اخلاق و معاشرت، سیاست اور اجتماعی امور میں ایسے ایسے تابناک کردار پیش کئے ہیں کہ آج اس کی نظیر ملنا مشکل ہے، اُن میں سے ہر شخص اسلام کی مجسّم تبلیغ تھا، وہ جہاں بیٹھتا گیا ایک جہان کو سچا مسلمان بنا کر اٹھا۔ علم اگر روحِ عمل سے خالی ہو تو عموماً انسان میں خود پسندی اور پندار پیدا کر دیتا ہے۔ لیکن دارالعلوم دیوبند کا علم چونکہ روکھا پھیکا علم نہ تھا بلکہ اس میں اخلاق و عمل اور عشق و محبت کا سوز و ساز بھی شامل تھا اس لئے اس کی یہ خصوصیت رہی کہ اس کا پورا ماحول تواضع اور سادگی اور بے تکلفی کا ماحول تھا، وہاں ہر شخص علم و عمل کا آفتاب ہونے کے باوجود عبدیت اور تواضع کا پیکر تھا، اس جماعت کے افراد ایک طرف علمی وقار، استغناء اور خودداری کے حامل تھے اور دوسری طرف فروتنی خاکساری اور ایثار و زہد کے جذبات سے معمور تھے،

دارالعلوم کے بانی حُجّۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ہر علم و فن میں یکتائے روزگار تھے اور ان کی تصانیف آج بھی ان کے علوم کی شاہد ہیں لیکن ان کی سادگی کا یہ عالم تھا کہ ان کے پاس کبھی کپڑوں کے دو سے زائد جوڑے جمع نہیں ہوئے دیکھنے والا پتہ بھی نہ لگا سکتا تھا کہ یہ وہی مولانا محمدؒ قاسم ہیں جنہوں نے مسلمانوں ہی سے نہیں، غیر مسلموں اور مخالفوں سے بھی اپنے علم و عمل و فضل کا لوہا منوایا ہے، دارالعلوم کے سب سے پہلے صدر مدرس حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ ہیں جو حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے ہم سبق اور ہر کام میں رفیق، حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے خلیفہ اور استاذ الکل حضرت مولانا مملوک علی صاحبؒ کے صاحبزادے تھے، مزاج شاہانہ، مگر سادگی کا عالم یہ تھا کہ بعض اوقات کمر بند نہ ملا تو رسّی ہی سے کام لیا، حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانیؒ دارالعلوم کے پہلے مفتیٔ اعظم تھے لیکن مجھے ذاتی طور پر

علم ہے کہ وہ محلّے کی بیواؤں، یتیموں اور بے کس افراد کا سودا سلف خود اپنے ہاتھوں سے لا کر انہیں پہنچایا کرتے تھے، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ جنہیں آج دنیا اس صدی کے عظیم رہنما کی حیثیت سے جانتی ہے اور جنہوں نے ڈیڑھ ہزار کے قریب تصانیف چھوڑی ہیں۔ ایک امیر گھرانے کے چشم و چراغ تھے لیکن دارالعلوم میں طالب علمی کی زندگی اس طرح بسر کی کہ مدرسے کے قریب ایک چھوٹی سی مسجد میں رہتے تھے اور طالب علمی ہی کے زمانے میں اوقات کے نظم و ضبط کا یہ عالم تھا کہ ان کی مصروفیات کو دیکھ کر وقت معلوم کیا جا سکتا تھا زمانہ امتحان کا ہو یا عام تعلیم کا ہمیشہ عشاء کے بعد سو جاتے اور آخر شب میں تہجد کے لئے بیدار ہو جاتے اس معمول میں کبھی فرق نہیں آیا بہرحال یہاں سے علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، مولانا سید اصغر حسین دیوبندیؒ، مولانا اعزاز علی امروہیؒ، علامہ محمد ابراہیم بلیاویؒ، علامہ ظفر احمد عثمانیؒ اور مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ جیسے ہزاروں علم و عمل کے آفتاب و ماہتاب پیدا ہوئے اور دارالعلوم دیوبند درحقیقت ان ہی عظیم شخصیتوں اور اسی طرزِ فکر کا نام ہے۔ عزیزم مولوی حافظ محمد اکبر شاہ بخاری سلمہٗ نے دارالعلوم سے پیدا ہونے والی انہی چند بے مثال شخصیتوں کا مختصر مگر جامع تذکرہ مرتب کیا ہے جنہوں نے دنیا میں علم و عرفان کے چشمے جاری کئے ہیں اور جو اپنی اپنی ذات میں ہر ایک انجمن کی حیثیت رکھتا ہے، بس اور زیادہ کیا لکھوں، قویٰ کا خاتمہ ہو چکا ہے لکھنے پڑھنے سے تقریباً معذور ہو چکا ہوں۔ اسی پر اکتفا کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ عزیز سلمہٗ کو جزائے خیر عطا فرمائے، اور اس مختصر تذکرے کو نافع و مفید بنائے۔ آمین۔"

بندہ محمد شفیع

دارالعلوم کراچی

تقریظ

از شیخ الحدیث حضرت مولانا محمدؒ مالک کاندھلوی صاحب مدظلہم العالی

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہِ الکریم ۝

دین اسلام اللہ تعالیٰ کا آخری پیام ہے جو پورے عالم کی ہدایت اور پوری انسانیت کی اصلاح وفلاح ونجات کے لئے آیا ہے۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبیؐ ہیں جن کے دائرہ نبوت کو ہر زمان ومکان پر محیط اور ابد الآباد تک مستمر کر دیا گیا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے اس کار رسالت کی ادائیگی اور اپنے دین کی دعوت وپیام کو عام کرنے کے لئے جن فرائض نبوت سے نوازا ہے ان کا تذکرہ قرآن کریم میں کئی مقامات پر کیا گیا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے اس آخری پیام کو پہنچانے کا پورا پورا حق ادا فرمایا اور عالم کو ہدایت سے بقعۂ نور بنا دیا اور اُمت کو نیابۃً یہ فرائض سونپ کر تشریف لے گئے اور ہر زمانہ میں نسلاً بعد نسل امت ان فرائض کو ادا کرتی رہی، کاشانۂ اسلام کی رونق انہیں فرائض سہ گانہ نبوت کے لئے جد وجہد سے قائم تھی اور قرون اولیٰ سے لے کر اب تک دین کی سرسبزی واشاعت انہیں فرائض کی بجاآوری کے لئے جہد وجہاد سے باقی وقائم رہی، غربت کدہ ہند میں اسلام کے قدم صحابہؓ کے عصر سعادت میں پہنچ چکے تھے۔ غزنوی وغوری، کہ خانوادوں کی ترکتازیوں اور ایبک والتمش کی معرکہ آرائیوں نے

اقصائے ہند تک سلطنت اسلامیہ کا پرچم لہرا دیا تھا دوسری طرف علماء وصوفیاء کرام کی کاوشوں نے ساکنان ہند کے لئے اسلام میں داخلے کا دروازہ کھول دیا تھا، اسلام کے ظاہری و باطنی استیلاء کو خاندان مغلیہ کے بعض فرمانرواؤں کی غلط سیاست واقدامات سے زک پہنچی اور اسلام کا بڑھتا ہوا سیلاب تھم گیا لیکن رحمت حق کو جوش آیا اور اللہ تعالےٰ کی حکمت بالغہ نے سیاسی کوتاہیوں کے مداوا کے لئے گیارہویں صدی ہجری میں قطبیت تشریعیہ کا مرکز زمین ہند کو قرار دیا اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی احمد سرہندیؒ نور اللہ مرقدہٗ سے ہدایت اور نیابت نبوت کا وہ کام لیا جس کی مثال قرون متاخرہ میں نہیں ملتی، اس کے بعد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے دورۂ تجدید سے دین کی بقاء فروغ ونیابت، فرائض رسالت کی بجاآوری انہیں کے منتسبین کے سپرد رہے، دار العلوم دیوبند بھی اسی سلسلے کی وہ سنہری کڑی ہے جسے من حیث الجماعۃ فرائض سہ گانہ نبوت کی ادائیگی اور جہد وجہاد فی سبیل اللہ کی سعادت اور تصلب دینی اور احقاق حق اور ابطال باطل، اشاعت اسلام اور ردّ بدعات کی دولت نصیب ہوئی۔ کفر واستعمار کے مقابلہ میں دیوبند ایک عظیم قلعہ ثابت ہوا اور گزشتہ ایک سو سال سے دیوبند میراث نبوت کا حامل وامین اور داعی ہے جو نہ صرف برصغیر پاک وہند میں بلکہ پورے عالم اسلام میں ہمہ جہتی، فرائض نبوت کا وارث، دعوت وارشاد، جہد وجہاد، حفاظت علوم رسالت، تعلیم ودعوت کتاب وسنت تدریس واشاعت فقہ و کلام تزکیۂ قلوب وتربیت وتصفیۂ نفوس کا علمبردار ہے دار العلوم دیوبند کو بر ملا قاسم العلوم والخیرات، دام الغول والنوابغ، کہا جاسکتا ہے جس کے فیوض عامہ سے بحمد اللہ تعالیٰ نہ صرف پورا ہند وپاک سیراب ہے بلکہ اس کا سایۂ برکت ونور اور ظل سعادت ورحمت اقصائے عالم پر محیط ہے، ذالک من فضل اللہ علینا وعلی الناس ولکن اکثر الناس لا یشکرون اور یہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم اور بانیان

دارالعلوم کا اخلاص و تقویٰ ہے جس نے اس شجرہ طیبہ کو اصلها ثابت و فرعها فی السماء تؤتی اکلها کل حین باذن ربها ، کا مصداق بنا دیا ہے۔

کعبہ را ہر دم تجلّی می فزود
زانکہ از اخلاصات ابراہیمؑ بود

احقر کے نزدیک دارالعلوم نرا ایک جامعہ ، درسگاہ یا مرکز تعلیم و تربیت نہیں بلکہ ایک مستقل تحریک و دعوت و مدرسۂ فکر ہے، آج دیوبندیت کا اطلاق نہ صرف دارالعلوم دیوبند پر ہوتا ہے بلکہ وہ تمام مدارس و ادارے جو دیوبند کے رنگ میں رنگ چکے ہیں اور مسلک دیوبند کے ترجمان بن چکے ہیں انہیں دارالعلوم دیوبند کی شاخ قرار دیا جائے گا۔ اس اعتبار سے دیوبندی مدرسۂ فکر کے دائرہ میں مظاہر العلوم سہارنپور، جامعہ اسلامیہ ڈابھیل، دہلی و میرٹھ اور بنگلہ دیش کے مدارس و ادارے، پاکستان میں دارالعلوم کراچی، جامعہ اشرفیہ لاہور، خیر المدارس ملتان، دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈو الہیار، جامعہ رشیدیہ ساہیوال اور دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک اور ہند و پاک کے دیگر بیشمار ادارے و مدارس آجاتے ہیں، جن کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے۔

جس طرح درخت کا اپنی جڑ کی مضبوطی و استواری پر انحصار ہوتا ہے اور وہ اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے اسی طرح کوئی دینی ادارہ یا جماعت اپنے بانیوں کے اخلاص و تقویٰ کے بقدر پھلتا پھولتا اور قائم رہتا ہے اور اس کے تربیت یافتہ افراد سے اس کی کارکردگی، کمال و خوبی کا اندازہ ہوتا ہے، اس معیار پر جب ہم دارالعلوم دیوبند کو جانچتے ہیں، تو اس کی بنیادوں کو اٹھانے والی وہ قدسی الصفات ہستیاں دکھائی دیتی ہیں، جن کی پیشانیاں علم و تقویٰ، زہد و قناعت، خلوص و للّٰہیت، تعلق مع اللہ، محبت الٰہی، خشیت الٰہی، حبّ اللہ

کے نور سے چمکتی تھیں جو سنت کے کمال اتباع کے ساتھ متصف اور حبّ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈوبے ہوئے، دین کی محبت و حفاظت کے نشے میں سرشار اور کفر و ضلالت، الحاد و معصیت کے ہر ذرّہ سے بیزار تھے جو اسلام کی متاع میں جان کی بازی لگائے ہوئے جہاد و قتال فی سبیل اللہ کے عملی میدانوں میں سرگرم عمل رہ چکے تھے جو دنیاوی جاہ و منصب، مال و دولت، عزت و شہرت، نام و نمود، ذاتی آرام و آسائش سے کنارہ کش اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے جذبہ میں مگن ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین کا پیکر تھے اگر ان کے ظاہری اعمال و کردار احکام الٰہی اور سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مزیّن تھے تو ان کے سینے علوم نبوت سے معمور اور ان کے دل معرفت الٰہیہ، حب الٰہی اور حبّ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے منور تھے گویا ان کے ظاہری و باطنی اعمال سیرتِ طیبہ محمدیہ کے انوار کا آئینہ، ہدایت الٰہیہ کا گنجینہ اور فیوض نبویہؐ کا خزینہ تھے، فیضانِ نبوت محمدیہؐ کے ظاہری و باطنی سوتوں سے ان کی ذواتِ عالیہ سیراب اور منہاجِ نبوت پر استقامت ان کا امتیاز تھا وہ ظاہر و باطن کے جامع علم و عمل کے سنگم، مدرسیت و خانقاہیت کی یکجائی کے مظہر و مرج البحرین یلتقیان، معقولات و منقولات کے بیک وقت بحرِ ذخار، رات کو عابد شب زندہ دار، دن کو فارع حق میں تیغِ آبدار، تدریسِ علوم کے وقت ان سے یعلمھم الکتاب والحکمۃ کی جلوہ ریزیاں نمایاں اور تربیتِ نفوس کے وقت یزکیھم کی نور افزائیاں ہویدا تھیں گویا ان میں سے ہر ایک بیک وقت کمالاتِ دینی کا مجمع البحار تھا۔ الغرض دارالعلوم دیوبند نے جن اعاظم رجال اور اساطینِ علم و عمل اور نفوسِ قدسیہ کو وجود بخشا، قرونِ متاخرہ میں اس کی مثال شاذ ہے، زیر نظر کتاب میں محترم حافظ محمد اکبر شاہ بخاری صاحب نے اپنے انہی چند ممتاز اکابر دیوبند کا بڑی محنت و عرق ریزی سے تذکرہ پیش کیا ہے جو یقیناً دیوبندی مکتبِ فکر کے تمام افراد کیلئے انمول تحفہ ہے، ہم خلوص دل سے حافظ صاحب کو مبارکباد پیش کرتے ہیں اور دعا

کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حافظ صاحب کی اس محنت و کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت بخشنے اور اسے انکے لئے ذریعۂ نجات بنائے آمین۔ محمد مالک کاندھلوی شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور

اکابرِ دیوبند

خدا یاد آئے جن کو دیکھ کر وہ نور کے پُتلے

نبوت کے یہ وارث ہیں یہی ہیں ظلِّ رحمانی

یہی ہیں جن کے سونے کو فضیلت ہے عبادت پر

انہیں کے اتقاء پر ناز کرتی ہے مُسلمانی

انہیں کی شان کو زیبا نبوّت کی وراثت ہے؛

انہیں کا کام ہے دینی مراسم کی نگہبانی

رہیں دنیا میں اور دنیا سے بالکل بے تعلّق ہوں

پھریں دریا میں اور ہرگز نہ کپڑوں کو لگے پانی

اگر خلوت میں بیٹھے ہوں تو جلوت کا مزا آئے

اور آئیں اپنی جلوت میں تو ساکت ہو سخندانی

"اکابرِ علماءِ دیوبند"

مشاہیر کی نظر میں

مفتیٔ اعظم حضرت مولانا مُفتی جمیل احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

عزیزم حافظ محمد اکبر شاہ بخاری سلمہٗ کی تالیف "اکابر علماءِ دیوبند" کا مطالعہ کیا۔ ماشاءاللہ عزیز موصوف نے اکابر سے عقیدت و تعلق کا پورا پورا حق ادا کیا ہے۔ کتاب نہایت دلچسپ، عام فہم، جامع اور معلومات افزا ہے۔ حق تعالےٰ عزیز سلمہٗ کو اس کی جزائے خیر عطا فرمائیں۔ آمین!

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک رحمۃ اللہ علیہ

"اکابر علماءِ دیوبند" کو دیکھ کر دلی مسرت ہوئی۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ اکابر سے متعلق یہ کتاب نہایت جامع اور دلچسپ ہے۔ حافظ محمد اکبر شاہ بخاری سلمہٗ نے اسے بڑی محنت و جانفشانی سے مرتب کیا ہے۔ ہم تہہ دل سے اس کی قدر کرتے ہیں۔ حق تعالےٰ مصنف کو حسنِ خاتمہ کی دولت نصیب فرمائے۔

آمین!

حضرت مولانا محمد متین خطیبؒ کراچی

عزیزِ گرامی حافظ محمد اکبر شاہ بخاری کی نئی تالیف "اکابر علماء دیوبند" نظر سے گزری۔ دل باغ باغ ہوگیا۔ ماشاء اللہ آن کا طریقۂ تالیف نہایت خوبصورت ہے۔ سمندر کو کوزہ میں سمیٹ لینے کی بخوبی صلاحیت ہے۔ بڑی ضرورت تھی کہ اکابر علماءِ دیوبند کی بڑی بڑی سوانح عمریوں کو مختصر کیا جائے اور یکجا کیا جائے۔ یہ سعادت ماشاء اللہ عزیز موصوف کو حاصل ہوئی اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ کام عزیز موصوف سے بہتر انجام دینے والا اس وقت پاکستان میں موجود نہیں ہے۔ اس پر میں عزیز موصوف کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

فقیہہ العصر حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی مدظلہ

آپ کی کتاب "اکابر علماءِ دیوبند" موصول ہوئی۔ پڑھ کر دل کو اعدڈکر نعمان ان ذکرہ ھو المسك ما کررتہ یتضوع کا مزہ آگیا اور ہجوم مشاغل کے باوجود بالکل خلافِ معمول پہلی ہی نشست میں کتاب کا کافی حصہ دیکھنے کے بعد دوسرے مشاغل کا ہوش آیا۔

جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

حضرت مولانا سید نجم الحسن تھانوی علیہ الرحمہ

آپ کی قابلِ قدر تالیف "اکابر علمائے دیوبند" نظر سے گزری جو نہایت دلچسپ، جامع اور مفید ہے۔ کتاب کا ہر ہر لفظ غذائے روح اور سرمایۂ نجات ہے۔ حق تعالے آپ کو سلامت باکرامت رکھے۔ آمین!

حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری

آپ کی تصنیف "اکابر علماءِ دیوبند" اور دیگر تصانیف کو دیکھ کر دلی مسرت ہوئی ہے۔ اپنے اکابر و اسلاف سے آپ کی والہانہ محبت و عقیدت قابلِ تحسین اور قابلِ تقلید ہے۔ اور اس بارے میں آپ کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ حق تعالٰی نے آپ کو اس سلسلہ میں منفرد مقام عطا فرمایا ہے۔ حق تعالےٰ اجرِ عظیم عطاء فرمائیں۔ آمین!

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی مدظلہ

محترم و مکرم جناب برادرم مولانا حافظ محمد اکبر شاہ بخاری صاحب کا نام علمی حلقوں کے لئے غیر معروف نہیں ہے۔ اکابر علماء سے متعلق ان کے سینکڑوں مضامین ملک بھر کے رسائل و مجلات میں شائع ہو چکے ہیں۔ موصوف کی متعدد کتابیں ان کے قلم سے منظرِ عام پر آچکی ہیں جن میں "تحریک پاکستان اور علمائے دیوبند" ایک مستند عظیم تاریخی شاہکار ہے اور ان کی یہ کوشش لائقِ تحسین و ستائش ہے۔ جسے علمی و ادبی حلقوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے۔

اس کے علاوہ "سیرتِ عثمانی"، "ذکرِ طیّب"، "سوانح خلیل"، "تذکرہ خطیب الامتؒ"، "مفتیٔ اعظم پاکستان"، "ذکر متین"، "حیاتِ احتشام"، "خطباتِ احتشام"، "سیرتِ بدرِ عالم"، "حیاتِ مالک"، اور "ذکرِ خیر محمدؒ" قابلِ قدر تصانیف ہیں۔

زیرِ نظر کتاب "اکابر علماءِ دیوبند" موصوف کی ایک نہایت ہی جامع، دلچسپ اور مفید تصنیف ہے۔ جسے انہوں نے بڑے سلیقے سے مرتب کیا ہے۔ حق تعالےٰ شانہٗ مولانا موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائیں۔ آمین!

شیخ الحدیث مولانا محمد مالک کاندھلوی رح

آپ کی کتاب "اکابر علماءِ دیوبند" چند روز قبل موصول ہوئی۔ جزاکم اللہ۔ یہ آپ کی بہت بڑی خدمت ہے۔ اس میں میرا نام صرف آپ کا اخلاص اور جذبۂ محبت ہے ورنہ میں کہاں اور اکابر علمائے دیوبند کا مقام کہاں؟ میں تو نہایت ہی ناقص و نکما ہوں۔ اللہ تعالےٰ آپ کی اس خدمت کو شرفِ قبولیت عطا فرمائیں۔ آمین!

حضرت مولانا سید نور الحسن بخاری رح

آپ کی تالیفِ لطیف "اکابر علماءِ دیوبند" نظر سے گزری ہے۔ آپ کی محبت و محنت و جانفشانی قابلِ قدر ہے۔ اس زمانہ میں ایسی بلند پایہ تالیف مرتب فرما کر آپ نے چھپوائی ہے۔ یہ آپ کی کرامت ہے ورنہ ایسی عظیم تالیف کا مدتوں سے انتظار تھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت آپ کی مقدر میں رکھی تھی۔ اللہ تعالےٰ اجرِ عظیم عطا فرمائیں۔ آمین!

حضرت مولانا فاضل حبیب اللہ رشیدی رح

"اکابر علماءِ دیوبند" کی تعارفی ضمانت کے لئے یہی کافی ہے کہ پیش لفظ لکھنے والے مفتیٔ اعظم پاکستان اور تقریظ لکھنے والے شیخ الحدیث ہیں۔ یہ کتاب اکابر کے حالات و خدمات کا جامع مرقع ہے۔ حافظ محمد اکبر شاہ بخاری صاحب نے خوب محنت سے اکابر کے حالات و سوانح و کوائف جمع فرمائے ہیں۔ حافظ صاحب موصوف کا اکابر سے خوب تعلق ہے اور متعدد تصانیف منظرِ عام پر آچکی ہیں۔ بہت سے مقالات و مضامین مختلف جرائد و رسائل میں شائع ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے اور سعادتِ دارین سے نوازے۔ آمین!

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی سید عبد الشکور ترمذی مدظلہ

(مہتمم جامعہ حقانیہ ساہیوال ضلع سرگودھا)

اسلام کے قرنِ اول اور زمانۂ سلف صالحین سے یہ معمول چلا آرہا ہے کہ علمائے دین اور اکابرینِ سلف کے سوانح اور تذکروں کو شائع کیا جارہا ہے۔ بہت سے علماء و صلحاء اور اولیاء کے حالات و واقعات لکھے گئے اور لکھے جارہے ہیں، اور حضرات علماءِ کرام و مشائخِ عظام اپنے مستفیدین اور طالبینِ راہِ سلوک کو ہمیشہ سے ایسے تذکروں اور سوانح کے پڑھنے اور سننے کی تاکید فرماتے رہے ہیں۔ علماء و صلحاء کے حالات اور سیرت و کردار کے مطالعہ میں اصلاح و اخلاق اور عزم و استقلال کی پختگی اور ثباتِ قلوب کی خاصیت رکھی گئی ہے۔ اور قرآن کریم میں انبیاء علیہم السلام کے قصص و حالات کے بیان کرنے کی یہی حکمت بیان فرمائی گئی ہے۔

اسی معمولِ سلف کے مطابق دورِ حاضر میں ہمارے عزیز مکرم حافظ محمد اکبر شاہ بخاری سلمہٗ نے علماءِ اُمت کے حالات و کمالات اور تذکرہ نگاری کا معمول اپنایا ہوا ہے۔ اور یہ آں عزیز کا خاص موضوع اور محبوب مشغلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آں موصوف کو سیرت نگاری اور سوانح حیات کے لکھنے کا خصوصی ذوق اور ملکہ عطا فرمایا ہے۔ علماء و مشائخ کے ساتھ حد درجہ عشق و محبت اور خصوصی نسبت کی بناء پر وہ اس سلسلہ میں ہر طرح کی محنت و مشقت اور عرق ریزی کو خوشی خوشی برداشت کرنے کے عادی ہو چکے ہیں۔

عزیز موصوف حضرتِ اقدس مفتیٔ اعظم پاکستان سیدی مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے آخری دور کے متوسلین میں سے ہیں اور حضرتؒ سے انتہا درجہ عشق و تعلق قائم رہا ہے۔ زیرِ نظر کتاب "اکابر علماءِ دیوبند" عزیز موصوف کا قابلِ صد تحسین و آفرین کارنامہ ہے۔ اس کے علاوہ بھی متعدد

تصانیف منظرِ عام پر آئی ہیں۔ حق تعالےٰ عزیز موصوف کی اس خدمت کو شرفِ قبولیت بخشیں اور اس کی جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین!

محقق العصر، شیخ الاسلام حضرت علاّمہ

جسٹس مُفتی محمد تقی عُثمانی صاحب مدظلہم العالی

ہمارے محترم دوست جناب حافظ محمد اکبر شاہ صاحب بخاری کو اللہ تعالیٰ نے تمام عُلمائے کرام سے والہانہ عقیدت و محبت کا تعلق عطا فرمایا ہے۔ ان کو حضراتِ علماء کے سوانح و حالات و خدمات جمع کرنے کا خاص ذوق ہے اور اس موضوع پر اُن کی متعدد تصانیف سامنے آئی ہیں اور ملک کے تقریباً ہر رسالے اور جریدے میں اُن کے مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں۔ علمی و دینی حلقوں میں ان کا نام یقیناً محتاجِ تعارف نہیں ہے۔

زیرِ نظر کتاب "اکابر علماءِ دیوبند" میں حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ بانی دارالعلوم دیوبند سے لے کر موجودہ دَور تک کے جیّد علماءِ کرام کا تذکرہ اختصار مگر جامعیت اور خوش اسلوبی کے ساتھ جمع فرمایا ہے جس کے مطالعہ سے ان علمائے کرام کے حالات و خدمات کا ایک اجمالی خاکہ سامنے آجاتا ہے۔

حافظ صاحب موصوف نے یہ کتاب مرتّب کر کے بڑی مفید خدمت انجام دی ہے۔ اُمید ہے علمی و ادبی حلقوں میں اس کی قدردانی کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ موصوف کو اس کی جزائے خیر عطا فرمائے۔ اور اسے مقبولِ عام فرمائے۔ آمین!

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رح

قصبہ نانوتہ، کاندھلہ، دیوبند، گنگوہ اور تھانہ بھون مشہور علمی مراکز ہیں یہاں خاندان شیوخ، فاروقی عثمانی، صدیقی اور انصاری آباد تھے اور یہ قصبے ہمیشہ سے بزرگوں اور مشائخ کے مسکن رہے ہیں۔ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کا مولد اور وطنِ عزیز قصبہ نانوتہ ضلع سہارنپور ہے جو دیوبند سے بارہ میل مغربی جانب واقع ہے۔ آپ کا سلسلۂ نسب سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے آپ کا تاریخی نام خورشید حسین اور تاریخ پیدائش شعبان یا رمضان ۱۲۴۸ھ ہے والد صاحب کا نام شیخ اسد علی بن غلام شاہ ہے جو نہایت پرہیزگار اور صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے۔

آپ بچپن سے ہی ذہین، طبّاع، محنتی اور سعادت مند تھے تعلیم کے دوران ہمیشہ اپنے ساتھیوں میں نمایاں رہے بہت چھوٹی عمر میں قرآن مجید پڑھ لیا تھا۔ آپ نے قصبہ دیوبند میں فارسی، عربی کی ابتدائی تعلیم حاصل کی اس کے بعد مولانا مملوک علی صاحبؒ کے ہمراہ ۱۲۶۰ھ میں دہلی پہنچے اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے چھوٹے صاحبزادے حضرت شاہ عبدالغنی دہلویؒ سے علوم حدیث کی تکمیل کی فراغتِ تعلیم کے بعد آپ نے کتابت کا کام شروع کیا اور سب سے پہلے مولانا احمد علی صاحب سہارنپوریؒ کی بخاری شریف کی تصحیح اور کتابت فرمائی اور کافی عرصہ میرٹھ اور دہلی میں کتابت کا کام کرتے رہے اس کے ساتھ ساتھ تدریس و درس کا سلسلہ بھی آپ نے شروع کر دیا تھا اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ

حضرت مولانا احمد حسن صاحب امروہیؒ حضرت مولانا حکیم محمد صدیق مراد آبادیؒ اور حضرت مولانا فیض الحسن صاحب گنگوہیؒ کو آپ نے میرٹھ اور دہلی کے زمانہ کتابت میں حدیث پڑھائی ہے، اسی دوران آپ نے شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر مکیؒ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور سلوک و تصوف کے منازل طے کرنے کے بعد خلعتِ خلافت سے نوازے گئے، آپ نے جوانی ہی میں اپنے آپ کو نیکی اور تقویٰ کے سانچے میں ڈھال دیا تھا اور اپنی زندگی کو ایک خاص نہج پر استوار کر لیا تھا۔ آپ کے مرشد حضرت حاجی صاحبؒ کا ارشاد ہے۔ کہ :۔

"ایسے لوگ کبھی پہلے زمانہ میں ہوا کرتے تھے اب مدتوں سے نہیں ہوتے"

ایک مرید کے لئے مرشد کا یہ خراجِ تحسین کچھ کم نہیں ہے، آپ خوش مزاج اور عمدہ اخلاق کے مالک تھے اور حد درجہ منکسر المزاج بھی تھے، شہرت سے گریزاں بڑائی سے نفور اور ریا سے کوسوں دور رہتے تھے، مسئلہ خود کبھی نہ بتاتے، کسی کے حوالے سے بیان کرتے، فتویٰ پر نام لکھنا اور مہر لگانا آپ کو ناپسند تھے، امامت سے گھبراتے اور ہمیشہ مقتدی بن کر نماز ادا کرتے تھے، علم و عمل زہد و تقویٰ کے پہاڑ تھے بہت بڑے مناظر، مجاہد اور جفاکش تھے باطل فرقوں کے پادریوں سے بہت سے مناظرے کئے اور ہمیشہ کامیاب رہے۔ جب سے انگریز نے ہندوستان میں قدم جمائے اور مختلف ہتھکنڈوں سے دوسرے مذاہب کو پامال کرنے اور عیسائیت کو پھیلانے کے لئے کوششیں شروع کیں تو اس کی مدافعت اور مزاحمت کے لئے مسلمانوں کی ایک انقلابی جماعت تیار کی گئی۔ اس جماعت میں باقاعدہ امامت کا نظام تھا، تیسرے امام شاہ عبد الغنی دہلویؒ مقرر ہوئے ان کے انتقال کے بعد ۱۸۴۶ء میں حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ امام مقرر ہوئے اور جب ۱۸۵۷ء کی ابتداء ہوئی تو انقلابی

جماعت بھی حرکت میں آگئی، حضرت حاجی صاحبؒ کے رفقائے کار میں مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ، مولانا شیخ محمد تھانویؒ اور حافظ ضامن تھانوی شہید شامل تھے۔ جہادِ حریت کے سلسلے میں تبادلۂ خیال ہوا تو مولانا شیخ محمد محدث تھانویؒ نے بے سرو سامانی کا ذکر کر کے جنگِ آزادی میں بھرپور حصہ لینے سے گریز کی تجویز پیش کی تو مولانا نانوتویؒ نے اس تجویز کی مخالفت کی اور کہا کہ کیا ہم اصحابِ بدر سے بھی زیادہ بے سر و سامان ہیں؟

حضرت حاجی صاحبؒ نے یہ فقرہ سُنا تو تڑپ اٹھے اور فرمایا کہ :۔

"الحمد للہ انشراح ہو گیا" اور جہاد کی تیاری شروع کر دی گئی، حاجی امداد اللہ امیر، مولانا نانوتویؒ سپہ سالار، مولانا گنگوہیؒ قاضی مقرر ہوئے اور قصبہ تھانہ بھون دارالاسلام قرار پایا۔ میرٹھ کے بعد دہلی اور ہندوستان کے مختلف مقامات پر جنگ چھڑ چکی تھی۔ آپؒ نے اپنے امیر کی قیادت میں جنگ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ تھانہ بھون بھی اس شدید جنگ کی لپیٹ میں تھا، قتل و غارت کا بازار گرم تھا، مکانات پر مٹی کا تیل چھڑک کر آگ لگا دی گئی غرض دیکھتے ہی دیکھتے قصبہ تھانہ بھون خاکستر کا ڈھیر بن گیا۔

آپ اور آپ کے رفقائے کار پر الزام تھا کہ تھانہ بھون کے فساد میں آپؒ اور آپ کے رفقاء پیش پیش تھے اس بناء پر آپ کے وارنٹ گرفتاری جاری کر دیئے گئے اور اس طرح آپ نے راہِ حق میں سنتِ یوسفی کو زندہ کیا۔

اس دور میں مسلمانوں پر جو جو مظالم توڑے گئے ان کا تصور آج بھی لرزہ طاری کر دیتا ہے، علماء کو تختۂ دار پر لٹکوانا، بدن پر گرم استریاں پھیرنا، سرگرم کارکنوں کی جبری جلاوطنی، عورتوں کی عصمت دری، بچوں کے ساتھ انتہائی ظالمانہ سلوک اور بوڑھوں کو جگر پاش تشدد، یہ سب کچھ آج بھی ہماری تاریخ کا حصہ ہے اور ناقابلِ تردید ہے

ظلم وستم کا ایک نمونہ یہ بھی تھا کہ مسلمانوں کو خنزیر کی کھالوں میں سی دیا گیا اور قتل کرنے سے پہلے ان کے بدن پر خنزیر کی چربی مل گئی اور انہیں جلا دیا گیا۔

ان شدائد و مصائب کا مقصد مسلمانوں کا خاتمہ اور انہیں بزور عیسائیت میں داخل کرنا تھا لیکن نتیجہ صفر رہا اور کسی بھی طرح انگریز مسلمانوں کی حمیتِ دینی پست نہ کر سکا اور نہ ہی ان کے ایمان و عقیدہ کے ایوان میں ہلکا سا ارتعاش پیدا کر سکا جب یہ چال بُری طرح ناکام ہوگئی تو پھر دوسرے طریقے آزمانے شروع کر دیئے، ذہنوں کی تبدیلی، سوچ اور فکر کی تبدیلی اور اس کے لئے علمی اور نفسیاتی حربے، تاریخ شاہد ہے کہ ایسے حربے اکثر مؤثر اور بیشتر کارگر ثابت ہوئے ہیں، اس خطرے کا احساس کرتے ہوئے انتہائی نازک اور نامساعد حالات میں مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے نتیجہ رس دماغ اور سیماب کی طرح بیقرار دل نے فیصلہ کیا کہ اس حربے کا توڑ بھی ایسا ہونا چاہیئے چنانچہ یہ احساس محرک بنا اور ۱۸۶۷ء میں دارالعلوم دیوبند کا قیام عمل میں آیا جو اسلام کا محفوظ قلعہ اور مسلمانوں کا ناقابلِ شکست حصار ثابت ہوا۔ دارالعلوم دیوبند آپ کا زندہ جاوید کارنامہ ہے اور صدقہ جاریہ ہے جو انشاء اللہ رہتی دنیا تک قائم رہے گا اور جس نے آپ کی شخصیت کو بھی لازوال بنا دیا، جب مدرسہ کے افتتاح کی خبر آپ کے مرشد حاجی امداد اللہ صاحب کو مکہ مکرمہ میں پہنچی اور کہا گیا کہ حضرت! ہم نے ایک مدرسہ قائم کیا ہے تو حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ:

> "سبحان اللہ! آپ فرماتے ہیں ہم نے مدرسہ قائم کیا ہے
> یہ خبر نہیں کہ کتنی پیشانیاں اوقاتِ سحر میں سربسجود ہو
> کر گڑگڑاتی ہیں کہ خداوندا! ہندوستان میں بقاء اسلام اور
> تحفظ علم کا کوئی ذریعہ پیدا کر۔ یہ مدرسہ ان ہی سحر گاہی
> دعاؤں کا ثمر ہے"

بلاشبہ دیوبند اسلام کا حصار اور بقائے اسلام کا مؤثر ذریعہ ثابت ہوا ہے دارالعلوم دیوبند

نے جو خدمات اسلام اور تحفظ اسلام، علوم قرآن و حدیث کی نشر و اشاعت، مسلمانوں کی عملی تربیت کے سلسلہ میں سرانجام دی ہیں وہ تاریخ کا ایک ایسا روشن باب ہے جو آئندہ نسلوں کے لئے باعث فخر ہے اور اس سے علم و عمل کی دنیا میں روشنی نظر آتی ہے، دارالعلوم سے منسلک افراد اپنے دور کے یگانۂ روزگار عالم، محدث، مفسر، محقق، فقیہ اور مصنف ہیں اور اپنے اپنے دور کے ممتاز علماء مانے گئے ہیں، دارالعلوم کے سرپرستوں میں آپ کے بعد مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، مولانا اشرف علی تھانویؒ اور مولانا شاہ عبدالرحیم رائپوریؒ شامل ہیں۔ اور دارالعلوم کے فضلاء میں شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ، علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی، مفتی محمد شفیعؒ، مولانا عبیداللہ سندھیؒ، مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوریؒ اور مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ جیسے ہزاروں مشاہیر علماء شامل ہیں جن کے علم و عمل اور زہد و تقویٰ کی مثالیں اب نہیں ملتیں۔

بہرحال حضرت نانوتویؒ اپنے دور کے عظیم محدث اور محقق تھے اور سچے عاشقِ رسولؐ تھے تواضع و انکساری اور فنائیت کا یہ عالم تھا کہ لوگ مولوی صاحب کہہ کر پکارتے مگر آپ نہ بولتے۔ کوئی نام لے کر پکارتا تو آپ بہت خوش ہوتے اور عزت و احترام سے بولتے تھے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:-

> "حضرت مولانا نانوتویؒ کی شان عالمانہ تھی نہ درویشانہ تھی
> بلکہ عاشقانہ شان تھی اور آپ کی مجلس دوستانہ ہوتی تھی
> گاڑھے کے کپڑے پہنتے تھے ایک مرتبہ دیوبند سے نانوتہ تشریف
> لے جاتے ہوئے ایک جولاہے نے بوجہ سادگی کے اپنا ہم قوم
> سمجھ کر پوچھا کہ سوت کا آج کیا بھاؤ ہے۔ مولانا نے جواب
> دیا کہ بھائی آج بازار جانا نہیں ہوا" (قصص الاکابر)

آپ کو سرزمین عرب سے ایسا تعلق تھا کہ جس کی مثال اس دور میں ملنی مشکل ہے چنانچہ جب

آپ حج کے لئے تشریف لے جاتے تو اپنا جوتا اتار لیتے تھے اور عرب کی حدود میں پہنچتے پاؤں پھرتے رہتے تھے فرماتے تھے کہ :۔

"جس زمین اور گلی کوچوں میں پیغمبر آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک لگے ہوں وہاں میں جوتے پہن کر چلوں۔"

کیا محبت و عشق ہے اپنے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ بہرحال آپ روحانیت و علمیت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے درس و تدریس اور تبلیغ و ارشاد کے علاوہ آپ نے متعدد تصانیف لکھی ہیں جو اپنے مرتبہ کی آپ ہی ہیں حضرت حکیم الامت تھانویؒ ان کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ اگر ان کی کتابوں کا ترجمہ عربی میں کر دیا جائے اور نام نہ بتایا جائے تو یہی کہا جائیگا کہ یہ کتابیں امام رازیؒ یا امام غزالیؒ کی لکھی ہوئی ہیں آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں،

تقریر دلپذیر، تحذیر الناس، آب حیات، انتصار الاسلام، تصفیۃ العقائد، حجۃ الاسلام، قبلہ نما، تحفۃ الحمیہ، مباحثہ شاہجہان پور، جمال قاسمی، توثیق الکلام اور اجوبہ اربعین وغیرہ اگرچہ مذکورہ کتابیں اردو زبان میں ہیں لیکن ان کا سمجھنا عوام تو عوام بعض علماء کے بس کا بھی نہیں ہے۔ الفاظ اور زبان نہایت سہل ہے مگر علوم نہایت عالمانہ اور مشکل مذکور ہیں۔

آپ نے دو حج کئے پہلا حج مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ کی معیت میں ۱۲۷۷ھ میں کیا دوسرا حج ۱۲۹۴ھ میں مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور دوسرے اکابرین امت کے ساتھ کیا اور آخر کار علم و عمل کا یہ آفتاب ۴ جمادی الاول ۱۲۹۷ھ بروز جمعرات ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے ؎ بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا!

(تفصیل کے لئے پڑھیئے انوار قاسمیؒ مؤلفہ پروفیسر انوار الحسن شیرکوٹی)

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ

گنگوہ ضلع سہارنپور کا قدیم قصبہ ہے، عرصہ قدیم سے بڑے بڑے اولیاء اللہ کا مولد اور مدفن ہے، سہارنپور سے تقریباً سولہ میل اور تھانہ بھون سے تیرہ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت قصبہ گنگوہ محلہ سرائے متصل خانقاہ حضرت شاہ عبدالقدوس صاحب گنگوہیؒ، مولانا ہدایت احمد صاحب کے گھر میں ۶ ذی قعدہ ۱۲۴۴ھ بروز شنبہ بوقت چاشت ہوئی آپ کے والد ماجد کا نام مولانا ہدایت احمد صاحب بن قاضی پیر بخش صاحب ہے۔ اور آپ کا سلسلہ نسب حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔

ابتدائی تعلیم گنگوہ کے ایک میاں جی صاحب سے حاصل کی پھر عربی و فارسی مولانا عنایت صاحب اور مولانا محمد تقی صاحب سے پڑھی بعد ازاں ۱۲۶۱ھ میں تحصیل علم کے لئے دہلی کا سفر کیا اور چند دن قاضی احمد الدین پنجابی سے کچھ کتابیں پڑھیں اور پھر اسی سال حضرت مولانا مملوک علی صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہاں دلجمعی سے پڑھنا شروع کیا، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ ۱۲۶۰ھ میں دہلی پہنچ چکے تھے اور شروع سے مولانا مملوک علی صاحب کی خدمت میں رہتے تھے تھوڑے دنوں بعد علم و فضل کے یہ دونوں شمس و قمر ایک ساتھ ہو گئے اور تا حیات ساتھ رہے، یہ دونوں شمس و قمر مولانا مملوک علی صاحب کی خدمت میں عرصہ تک پڑھتے رہے، معقولات کی مشکل اور اونچی کتابیں صدرا، شمس بازغہ، میرزاہد قاضی وغیرہ ایسے پڑھا کرتے تھے۔ جیسے حافظ منزل یاد کرتا ہے، ذکاوت و ذہانت میں یہ دونوں حضرات دہلی میں مشہور ہو گئے تھے اسی وجہ

سے اساتذہ خصوصاً مولانا مملوک علی صاحب کو ان دونوں سے بہت زیادہ محبت تھی۔ اگر طبیعت ناساز ہوتی تو عیادت فرماتے اور قیام گاہ پر جا کر ان حضرات کو پڑھاتے تھے علمِ حدیث آپ نے ہندوستان میں خاندان ولی اللّٰہی کے آخری چشم و چراغ حضرت شاہ عبد الغنی محدّث دہلوی سے حاصل کیا ہے شاہ صاحب علم ظاہر و باطن میں شہرہ آفاق ہیں۔ الحاصل حضرت گنگوہیؒ ۲۱ سال کی عمر میں تمام علوم و فنون سے مکمل ہو گئے اور واپس وطن تشریف لے گئے اسی سال آپ کا نکاح آپ کے بڑے ماموں مولانا محمد تقی صاحب کی صاحبزادی سے ہوا جو آپ کے استاد بھی تھے اور بڑے پاکباز بزرگ تھے حضرت گنگوہیؒ جب دہلی سے واپس تشریف لائے اور وطنِ عزیز میں قیام پذیر ہوئے تو بمقتضائے طبیعت آپ کو شوق ہوا کہ کوئی طالب علم دین مل جاتا تو اس کو پڑھانا ہی شروع کر دیتے اللہ تعالیٰ نے اس خواہش کو پورا کیا اور ایک صاحب سید مومن علی صاحب کو بھیج دیا ان ہی ایام میں ایسا اتفاق ہوا کہ حضرت مولانا شیخ محمد صاحب تھانویؒ کی تحریر دربارہ مسئلہ روضۂ اقدس سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم میں جو جگہ ایک قبر کے لئے افتادہ ہے اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام مدفون ہوں گے شیخ صاحب نے حکم لگایا تھا کہ یہ امرِ قطعی ہے اور اس کا منکر ایسا ہے ویسا ہے، یہ تحریر کسی نے حضرت گنگوہیؒ کی خدمت میں پیش کر دی آپ نے اس پر تحریر فرمایا کہ سارا ثبوت باحادیث اخبار آحاد ہے اس لئے اس سے علم ظنی حاصل ہوگا، قطعیت کا ثبوت دشوار ہے۔

یہ جواب جس وقت حضرت شیخ صاحبؒ کی نظر سے گزرا تو جوش و غضب میں بھر گئے اور پھر کیا تھا طرفین سے سوال و جواب شروع ہو گئے۔ بالآخر مولانا گنگوہیؒ نے بغرض مناظرہ ایک بارات کے ساتھ تھانہ بھون کا سفر اختیار کیا اور بارات کے متعلق امورِ نکاح وغیرہ سے فارغ ہو کر حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بعد استفسار آنے کا منشاء ظاہر کیا تو حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ نے یہ کہہ کر کہ وہ ہمارے بڑے ہیں" مناظرے سے منع فرمایا، چنانچہ آپ نے حضرت حاجی صاحب کی بات مان لی اور

مناظرے سے باز آئے اور اپنا ارادۂ بیعت ظاہر کیا تب حضرت حاجی صاحبؒ نے باصرار و بسفارش حضرت حافظ ضامن شہید بیعت کر لیا۔ بیعت ہونے کے بعد آپ نے بموجب ارشاد حضرت حاجی صاحب ذکر و شغل شروع کیا اور بقول خود "کہ پھر تو میں مر مٹا"۔ چنانچہ حضرت حاجی صاحبؒ نے آٹھویں دن فرمایا۔

"میاں رشید احمد جو نعمت حق تعالیٰ نے مجھے دی
تھی وہ آپ کو دیدی آئندہ اس کو بڑھانا آپ کا کام ہے"

جب آپ کو بیالیس دن رہتے ہوئے ہو گئے تب آپ نے وطن عزیز رخصت ہونے کی اجازت چاہی، حضرت حاجی صاحب نے گنگوہ کے لئے رخصت کرتے وقت خلافت اور اجازت بیعت ان الفاظ کے ساتھ عنایت فرمائی۔

"اگر تم سے کوئی بیعت کی درخواست کرے تو بیعت کر لینا"

خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھئے حال
کہ آگ لینے کو جائیں پیغمبری مل جائے

اس خدائی نعمت کو (جس کے لئے دَر دَر کی خاک چھانی جاتی ہے) پا کر جب آپ گنگوہ تشریف لائے تو خانقاہ شاہ عبد القدوس گنگوہیؒ کو جو تین سو سال سے ویران اور خراب و خستہ پڑی تھی مرمت کر کے آباد کیا اور رات دن ذکر و فکر الٰہی میں مشغول رہتے، راتوں کو رویا کرتے تھے اور جو لحاف آپ اوڑھا کرتے تھے بارانِ اشک سے داغدار ہو گیا تھا،

شبِ وصل بھی کیسی شب ہے الٰہی
نہ سوتے کٹے ہے نہ روتے کٹے ہے

غرضیکہ ذکر الٰہی کی خوشبوؤں نے جب گنگوہ کے کوچہ و بازار اور خانہ و صحرا کو معطّر کرنا شروع کیا تو ایک نیک بخت خاتون نے حضرت گنگوہیؒ سے بیعت کی درخواست کی لیکن آپ نے انکار فرما دیا، اتفاق سے چند دن بعد حضرت حاجی صاحب تشریف لے

گئے اور خاتون موصوفہ نے موقعہ کو غنیمت جان کر بتوسط حضرت حاجی صاحبؒ پھر درخواست
کی بالآخر حضرت حاجی صاحب کی تعمیلِ حکم میں آپ نے بیعت فرمالیا بسلسلۂ بیعت
میں داخل ہونے والی یہ سب سے پہلی خاتون تھیں۔

معمولات پہ مداومت اور استقامت مشائخ دیوبند کی خصوصی شان ہے اور
حقیقتہً یہی کمال ولایت اور علامت عبدیت ہے چنانچہ ان مشائخ کے یہاں جو چیز
روز اول معمولات میں داخل ہوگئی اس کو ہمیشگی اور دوام حاصل رہا ان حضرات نے
احب الاعمال عند اللہ ادومہا کو دل نشین کر کے اعمال میں شان محبوبیت پیدا کی اور
تقربِ و ولایت کے اعلیٰ منازل کو طے کیا چنانچہ حضرت گنگوہی قدس سرہ کے مجاہدات
ریاضات کا پیرانہ سالی میں یہ عالم تھا کہ دیکھنے والوں کو رحم آتا تھا۔ دن بھر صائم رہتے
اور بعد مغرب ۶ رکعت نوافل کی بجائے بیس رکعت صلوٰۃ الاوابین پڑھا کرتے تھے
جس میں تقریباً دو پارے قرآن شریف تلاوت فرماتے تھے، نماز سے فارغ ہو کر
جب دولت کدہ برائے تناول طعام تشریف لے جاتے تو اثنا راہ اور
گھر پہنچنے کے وقفہ میں کئی کئی پارہ تلاوت فرما لیتے تھے اور بعد نماز عشاء تھوڑی
دیر تک استراحت فرماتے اور دو بجے تہجد کے لئے کھڑے ہو جاتے، بعض نے
آپ کو ایک بجے بھی وضو کرتے دیکھا ہے، اور ڈھائی تین گھنٹے صلوٰۃ اللیل میں مشغول
رہتے اور صبح کی نماز سے فارغ ہو کر ڈاک و جوابات استفتاء میں مصروف ہوتے اور
دوپہرہ کو قیلولہ فرما کر بعد نماز ظہر تا عصر تلاوت کلام پاک میں مشغول رہتے، رمضان
شریف میں تو آپ کے یہاں دن رات مساوی ہوتے تھے۔

آپ اپنے وقت کے فقہ و حدیث کے امام تھے اور تمام علوم کے بحر ذخار
تھے لیکن حدیث و فقہ سے آپ کو بہت زیادہ شغف تھا، آپ نے چودہ مرتبہ سے زیادہ
ہدایہ کو پڑھایا ہے اور تقریباً صحاح ستہ کی تمام کتابیں آپ نے پڑھائی ہیں۔ غرضیکہ

آپ کے علمی و روحانی کمالات کا احاطہ کرنا بہت مشکل ہے صرف اتنا عرض کر دینا کافی
ہے کہ آپ کے فیض صحبت اور کفش برداری سے شیخ الہند مولانا محمود الحسن حضرت مولانا
خلیل احمد سہارنپوریؒ، حضرت مولانا عبدالرحیم رائپوریؒ اور حضرت مولانا حسین احمد
مدنیؒ جیسے حضرات فلک ہند کے نیر اعظم ہوئے ہیں۔ آپ کے علمی و روحانی
کمالات کے متعلق حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ آپ کے شیخ طریقت کا خراج
عقیدت ہی کافی ہے وہ فرماتے ہیں کہ:۔

"جو آدمی اس فقیر امداد اللہ سے محبت و عقیدت و
ارادت رکھتا ہے وہ مولوی رشید احمد سلمہ، اور
مولوی محمد قاسم صاحب سلمہ، کو جو تمام کمالات علوم
ظاہری اور باطنی کے جامع ہیں بجائے میرے بلکہ
مجھ سے بھی بڑھ کر شمار کرے اگر معاملہ برعکس ہے
وہ بجائے میرے اور میں بجائے ان کے ہوتا، ان
کی صحبت غنیمت جاننی چاہیئے کہ ان جیسے آدمی اس
زمانہ میں نایاب ہیں۔" (ضیاء القلوب)

حضرت حاجی صاحب قدس سرہ، کا ایک ملفوظ ہے کہ:۔

"اگر حق تعالیٰ مجھ سے دریافت کرے گا کہ امداد اللہ
کیا لے کر آیا تو میں مولوی رشید احمد صاحب اور
مولوی محمد قاسم صاحب کو پیش کر دوں گا کہ یہ لے
کر حاضر ہوا ہوں" (تذکرۃ الرشید)

جب ۱۸۵۷ء کا ہولناک حادثہ ختم ہوا تو حکومت برطانیہ نے ہر اس آدمی کو تختہ دار
پر لٹکا دیا یا گولی کا نشانہ بنا دیا جس کے متعلق ذرا بھی شبہ تھا، چنانچہ حضرت

حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور مولانا گنگوہیؒ کے نام وارنٹ گرفتاری جاری کیے گئے، حضرت حاجی صاحب مکہ مکرمہ ہجرت فرما گئے، مولانا محمد قاسم صاحب اور مولانا گنگوہیؒ روپوش رہے لیکن مخبر کی خبر رسانی سے آپ کو گرفتار کیا گیا اور سہارنپور جیل کی کال کوٹھڑی میں رکھا گیا بالآخر جب حکومت کو کوئی ثبوت آپ کے متعلق نہ ملا تو رہا کر دیا گیا۔

چونکہ اللہ نے آپ سے دین کا کام لینا تھا اس لئے حکومت آپ کا بال بھی بیکا نہ کر سکی، آپ نے زندگی میں تین دفعہ حج کی سعادت حاصل کی اور تمام عمر دین کی خدمت میں مصروف رہے۔ فتاویٰ رشیدیہ آپ کا علمی شاہکار ہے اس کے علاوہ کئی تصانیف لکھی ہیں اور ہزاروں علماء و مشائخ آپ کے فیض علمی و روحانی سے مستفید ہوئے ہیں۔

۹ جمادی الثانی ۱۳۲۳ھ مطابق ۱۱ اگست ۱۹۰۵ء کو واصل بحق ہو گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

آئے عشاق گئے وعدہ فردا لے کر
اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر

(تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمایئے "تذکرۃ الرشید" مؤلفہ مولانا عاشق الٰہی میرٹھی)

• دنیا اہل اللہ کو بھی ملتی ہے اور امراء کو بھی مگر اتنا فرق ہے کہ اہل اللہ کو عزت کے ساتھ ملتی ہے اور ان کو ذلت کے ساتھ، مگر اس استغناء کا حاصل اپنی عزت کی حفاظت ہے نہ کہ امراء کی تحقیر کیونکہ کسی کی تحقیر بہت بری بات ہے۔" (حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ)

حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ

آپ کا اسم گرامی مولانا محمد یعقوب صاحب اور تاریخی نام منظور احمد ہے آپ کی ولادت ۱۳ صفر ۱۲۴۹ھ کو مولانا مملوک علی صاحب نانوتویؒ کے گھر ہوئی آپ کا سلسلۂ نسب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور آپ کی عمر میں صرف چھ یا سات ماہ کا فرق تھا، مولانا محمد قاسم صاحب آپ سے چھ یا سات ماہ بڑے تھے اور دونوں حضرات ہم زلف تھے۔

ابتدائی تعلیم دونوں نے نانوتہ کے مکتب میں حاصل کی ہے اس کے بعد مولانا مملوک علی صاحبؒ ۱۲۵۹ھ میں دونوں حضرات کو اپنے ساتھ دہلی لے گئے، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کو کافیہ شروع کرائی اور آپ کو گلستان اور میزان الصرف شروع کرائی، حضرت مولانا مملوک علی صاحب استاذ المشائخ ہیں، دہلی کے عربی کالج میں ہیڈ ماسٹر تھے۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور دیگر اکابرین ہند کے استاذ ہیں مفتی صدر الدین آزردہ اور شاہ عبد الغنی دہلویؒ کے معاصرین میں سے ہیں عربی فارسی اور اردو کے بہترین ادیب اور شاعر تھے یہ وہ زمانہ تھا جبکہ دہلی میں خواجہ میر درد، مومن، غالب اور ذوق وغیرہ اساتذہ سخن کی مجالس شعر گرم رہتی تھی آپ بھی ان میں شرکت فرماتے تھے۔

مولانا محمد یعقوب صاحب نے حدیث شریف شاہ عبد الغنی دہلویؒ سے پڑھی ہے اور معقولات و منقولات غرضیکہ تمام علوم و فنون میں آپ اپنے دونوں ساتھیوں یعنی مولانا

قاسم نانوتویؒ اور مولانا گنگوہیؒ سے کم نہ تھے، ذکاوت اور ذہانت اللہ تعالیٰ نے بدرجہ اتم عنایت فرمائی تھی اس پر طرہ یہ کہ طلب علم کا بے انتہا شوق تھا آپ کا ارشاد گرامی ہے کہ

"میاں اگر گالیوں کی کتاب بھی ہو تو اس کو بھی دیکھ لینا چاہیئے اور کچھ نہیں تو دو چار گالیاں ہی یاد ہو جائیں گی"

(قصص الاکابر صفحہ ۳۲)

آپ بڑے بڑے پیچیدہ مسائل کو ہنسی مذاق میں حل فرمادیتے تھے چنانچہ کسی صاحب نے آپ سے مسئلہ پوچھا کہ حضرت ! مردے کو اس کی لاش جلانے سے کیا تکلیف ہوتی ہے؟ ارشاد فرمایا جی ہاں ایسی تکلیف ہوتی ہے جیسی تمہیں اپنی رضائی جلنے سے ہوتی ہے۔" ادب شعر و شاعری کا بھی آپ کو شوق تھا اور بڑے اچھے شعر کہتے تھے تحصیل علم سے فارغ ہو کر آپ اجمیر شریف تیس روپیہ ماہوار پر مدرس ہو کر تشریف لے گئے اجمیر کے پرنسپل نے آپ کی ذکاوت و ذہانت دیکھ کر آپ کے لئے ڈپٹی کلکٹری کا عہدہ منظور کرایا لیکن آپ نے انکار کر دیا، بعد ازاں سو روپیہ ماہوار پر آپ کو بنارس بھیج دیا گیا وہاں سے پھر ڈیڑھ سو روپیہ ماہوار ڈپٹی انسپکٹری کے عہدہ پر ضلع سہارنپور تشریف لائے، کچھ عرصہ بعد ۱۸۵۷ء کا انقلاب ہوا تو آپ گھر ہی پر موجود تھے، اسی ہنگامہ میں مولانا محمد قاسم نانوتوی کے اشتباہ میں پولیس نے آپ کو گرفتار کر لیا تو آپ نے فرمایا کہ منجانب اللہ مجھے متنبہ کیا گیا ہے کہ تو شریک کیوں نہیں ہوا بالآخر آپ کو چھوڑ دیا گیا۔

ایام غدر کی چھ ماہ کی تنخواہ آپ کو پیش کی گئی تو آپ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ جب میں نے کام نہیں کیا تو تنخواہ کیوں لوں، جب دار العلوم دیوبند قائم ہوا تو چالیس روپے مشاہرہ پہ دار العلوم کے صدر مدرس آپ ہی مقرر ہوئے، مفتی اعظم ہند مولانا عزیز الرحمٰن عثمانی حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ، شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ اور محدث وقت مولانا خلیل احمد سہارنپوری وغیرہ آپ کے ممتاز ترین تلامذہ میں سے ہیں۔ مختلف

مضامین کے علاوہ سوانح مولانا محمد قاسم نانوتویؒ آپ کی مشہور تصنیف ہے۔ آپ مرید و خلیفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے ہیں۔ حالات جذب آپ پر بہت زیادہ طاری رہتی تھی اسی وجہ سے اپنے زمانہ کے مجذوب و سالک مشہور تھے، آپ کو کشف بہت زیادہ ہوتا تھا اور اس کو بلا دریغ بیان فرمادیا کرتے تھے۔

جس زمانہ میں ملکہ کی تاجپوشی کا جلسہ ہوا اس زمانہ میں مولانا محمد یعقوب صاحب دلّی میں تھے اور اکثر غائب رہتے تھے کسی نے دریافت کیا حضرت آپ کہاں غائب رہتے ہیں فرمایا مجھے حکم ہوا ہے کہ دلّی میں جس جس جگہ تمہارا قدم جائے گا اس جگہ کو آباد کردیں گے اس لئے شہر اور حوالی شہر میں گشت کیا کرتا ہوں تاکہ ویران مقامات آباد ہو جائیں چنانچہ ایسا ہی ہوا جہاں جہاں آپ کا قدم گیا دلّی آباد ہو گئی۔ (امیر الروایات)

جس زمانہ میں مولانا احمد حسن صاحب امروہیؒ مدرسہ شاہی مراد آباد میں پڑھاتے تھے آپ امتحان کے لئے تشریف لے گئے، ایک عورت اپنے نابینا بچے کو لے کر حاضر ہوئی اور عرض کیا حضرت اس کو اچھا کر دیجئے آپ نے فرمایا نعوذ باللہ میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام نہیں جو اندھوں کو بینا اور مبروصوں کو تندرست کر دوں اور چل دیئے تھوڑی دور چلے تھے کہ آپ کو الہام ہوا کہ تو کون عیسیٰ کون اور موسیٰ کون جا اور اس کے منہ پہ ہاتھ پھیر دے ما میکنم ما میکنم پس آپ واپس ہوئے اور ما میکنم ما میکنم کہتے جاتے تھے اور اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرتے جاتے تھے کہ فوراً ہی بچہ سوانکھا ہو گیا (امیر الروایات)

جس وقت دیوبند کے مدرسہ پر چھپر پڑے ہوئے تھے آپ نے خواب میں دیکھا کہ جنت میں مکان کچے ہیں اور ان پہ چھپر پڑے ہوئے ہیں جب بیدار ہوئے تو فرمایا۔ کہ الحمد للہ مدرسہ کے یہ مکانات مقبول ہیں۔

باوجود ان کمال مکشوفات و کرامات کے آپ نہایت درجہ متواضع تھے ایک مرتبہ آپ گنگوہ تشریف لے گئے تو پاجامہ میں کمر بند کی بجائے بان ڈال رکھا تھا، حضرت گنگوہیؒ

نے دریافت کیا کہ یہ کیا؟ ارشاد فرمایا کہ جلدی کی وجہ سے کمر بند ہاتھ نہ آیا تھا اس وجہ سے اس کو ڈال لیا تھا۔ غرضیکہ بڑے صاحب کمال جاہ و جلال اور ہمہ صفت موصوف بزرگ تھے، طبیعت میں بہت زیادہ جاہ و جلال تھا ریاضت سے جذب کی کیفیت طاری رہتی تھی آپ کے سینکڑوں مرید ہندوستان، کابل اور بخارا میں تھے غرضیکہ آپ کے اخلاق و عادات اور کشف و کرامات کے متعدد واقعات مشائخ دیوبند کی زبانی منقول ہیں جو کہ اکابرین دیوبند کی تصانیف میں بکثرت پائے جاتے ہیں، امیر الروایات اور قصص الاکابر میں بکثرت حکایات آپ کے متعلق موجود ہیں۔

آپ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے ہمعصر اور قریبی ساتھی ہمیشہ ان کے ساتھ رہے اور حجوں میں بھی شریک رہے، ۱۳۰۲ھ یکم ربیع الاول کو شب شنبہ میں آپ ہیضہ میں مبتلا ہوئے اور شب دوشنبہ کو تقریباً ایک بجے وفات پائی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

نانوتہ میں باغ نو میں لب سڑک آپ کا مزارِ مقدس ہے اللہ تعالیٰ شانہ روز آپ کے مراتب علیہ میں ترقی فرمائے اور قبر مبارک کو نور سے منور کرے۔ آمین۔

(تفصیل کے لئے پڑھیئے "سیرت یعقوب و مملوک" مؤلفہ پروفیسر انوار الحسن شیرکوٹی مرحوم)

حضرت مولانا شاہ رفیع الدین دیوبندیؒ

آپ دار العلوم دیوبند کے دوسرے مہتمم تھے۔ آپ کے والدِ ماجد مولانا فرید الدین دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ ایک جید عالمِ دین تھے۔ آپ عثمانی خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور حضرت شاہ عبد الغنی مجددی مہاجر مدنی قدس سرہٗ سے بیعت تھے اور ان ہی سے اجازت و خلافت حاصل تھی۔ آپ نے حضرت حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر مکی قدس سرہٗ سے بھی اکتسابِ فیض کیا تھا۔ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی رحمۃ اللہ علیہ آپ ہی کے بلند پایہ خلیفہ مجاز تھے۔ حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب قاسمی فرماتے ہیں کہ :-

"حضرت حاجی عابد حسین دیوبندیؒ کے بعد حضرت اقدس مولانا شاہ رفیع الدینؒ دیوبندی عہدۂ اہتمام پر فائز ہوئے۔ آپ طریقت و حقیقت کے ایک بلند پایہ شیخ اور حضرت شاہ عبد الغنی دہلویؒ کے ارشد خلیفہ تھے۔ حضرت شاہ صاحب آپ پر فخر کیا کرتے تھے۔ موصوف بہت سے اکابرِ دار العلوم دیوبند مثل مفتیٔ اعظم مولانا عزیز الرحمٰن عثمانیؒ اور مولانا سید مرتضیٰ حسنؒ چاند پوری کے شیخ طریقت تھے۔ دار العلوم کی معنوی ترقیات میں حضرت ممدوح کی تربیت و صرفِ ہمت کا اسی طرح حصہ ہے جس طرح حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کا تھا۔ آپ اوّلاً شعبان ۱۲۸۴ھ مطابق ۱۸۶۸ء تا ۱۲۸۵ھ، ۱۸۶۹ء اور ثانیاً ذی قعدہ ۱۲۸۸ھ م ۱۸۷۲ء تا ۱۳۰۶ھ م، ۱۸۸۹ء دار العلوم دیوبند کے مہتمم رہے اور ۱۳۰۸ھ میں بمقام مدینہ منورہ وصال فرمایا اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ حق تعالیٰ درجاتِ عالیہ نصیب فرمائیں۔ آمین!

(تاریخ دار العلوم دیوبند)

❖

حضرت مولانا محمد مظہر نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت مولانا محمد مظہر نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ بن حافظ لطف علی بن محمد حسن صدیقی حنفی نانوتویؒ فقہ وحدیث کے اکابر علماء میں سے تھے۔ آپ ۱۸۲۳ء میں نانوتہ ضلع سہارن پور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وحفظِ قرآن اپنے والد ماجد سے کیا۔ پھر تحصیلِ علم کے لئے دہلی کا سفر کیا۔ مولانا مملوک علی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ صدرالدین، شیخ رشید الدینؒ اور حدیث کی بعض اہم کتابیں شیخ اجل حضرت شاہ محمد اسحاق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں تحصیلِ علم کے بعد اجمیر کالج میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ پھر آگرہ کالج میں استاذ رہے۔

جب ۱۲۸۳ھ میں مولانا سعادت علی سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مدرسہ سہارن پور میں جاری کیا تو آپ ہی سب سے پہلے اس کے صدر مدرس مقرر ہوئے اور آپ ہی کے نام پر اس مدرسہ کا تاریخی نام "مظاہر العلوم" رکھا۔ پھر آخر عمر تک آپ مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور ہی میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔

آپ کے ممتاز تلامذہ میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ جیسے اکابر علماء شامل ہیں۔ آپ نے ۱۲۷۷ھ میں پہلا حج حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ کے ہمراہ کیا۔ پھر ۱۲۹۵ھ میں دوسرا حج کیا۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ذکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ :۔

"حضرت مولانا محمد مظہر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے، حضرت مولانا

محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے بڑے گہرے تعلقات تھے۔ آپ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے گو عمر میں بڑے تھے لیکن حضرت گنگوہیؒ کے خلفاء اور محبوب خدام میں سے تھے، بلکہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے جانثار اور عاشق جانباز تھے۔ فقہ وحدیث میں بڑا ادراک رکھتے تھے۔ نہایت متقی، پرہیزگار، منکسر المزاج اور نیک نفس بزرگ تھے۔"

آپ نے ۲۴ر ذی الحجہ ۱۳۰۲ھ مطابق ۱۸۸۵ء کو رحلت فرمائی۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝

(تاریخ مظاہر العلوم)

حضرت مولانا احمد علی محدّث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ ۱۲۲۵ھ میں سہارنپور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام شیخ لطف اللہ بن شیخ محمد جمیل تھا۔ حفظِ قرآن اور ابتدائی تعلیم کے بعد مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں مولانا سعادت علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عربی کی کتابیں پڑھیں۔ پھر دہلی جا کر مولانا مملوک علی نانوتویؒ، مولانا وجیہ الدین اور مولانا شیخ وجیہ الدین سہارنپوریؒ سے درایات کی اعلیٰ کتب پڑھیں۔ دورۂ حدیث حضرت شاہ محمد اسحاق دہلویؒ سے پڑھا۔ تحصیل علم کے بعد درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ بعد ازاں دہلی میں اپنا "مطبع احمدی" قائم کیا۔ اور متعدد حدیث کی کتب شائع کیں۔ بخاری شریف کا حاشیہ لکھا لیکن آخری پانچ پاروں کا حاشیہ مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے لکھوایا۔ کئی رسالے لکھے۔ ہنگامہ آزادی ۱۸۵۷ء کے بعد آپ سہارنپور آ گئے اور ۱۸۶۷ء کے بعد مظاہر العلوم سہارنپور میں درسِ حدیث دینے میں مشغول ہو گئے۔ آپ نے بلا معاوضہ درس دیا اور مدرسہ کی سرپرستی فرمائی۔ طلباء کا کھانا آپ کے ہاں مقرر تھا۔ سالانہ جلسۂ انعامی میں بخاری شریف کے کبھی پانچ نسخے، کبھی تین اور کبھی دو نسخے طلباء کو مرحمت فرماتے تھے۔ مدرسے کی اعانت خود بھی فرماتے اور دوسروں کو بھی ترغیب دیتے تھے۔

بہرحال آپ ساری زندگی درسِ حدیث اور دینی اشاعت میں مصروف رہے اور بالآخر ۶ جمادی الاوّل ۱۲۹۷ھ بروز شنبہ کو رحلت فرمائی اور اپنے جدّی قبرستان متصل عیدگاہ میں تدفین ہوئی۔

(تاریخ مظاہر العلوم سہارنپور)

حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ

شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۶۸ھ مطابق ۱۸۵۱ء کو بریلی میں پیدا ہوئے کیونکہ ان ایام میں آپ کے والدِ ماجد مولانا ذوالفقار علی صاحب بریلی میں انسپکٹر مدارس تھے وہ ایک جیّد عالم اور صاحب تصانیف کثیرہ اور باقبال بزرگ تھے۔ حضرت شیخ الہند کا سلسلۂ نسب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے آپ کی تعلیم کا آغاز چھ سال کی عمر میں ہوا، قرآن مجید کا کچھ حصہ اور فارسی کی ابتدائی کتابیں مولانا عبداللطیف سے پڑھیں۔ ابھی آپ قدوری تہذیب وغیرہ پڑھ رہے تھے کہ حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے دیوبند میں ایک مدرسہ ۱۵ محرم الحرام ۱۲۸۳ھ کو قائم کیا اس مدرسہ کا آغاز دیوبند کی مشہور مسجد چھتہ میں ہوا، آپ اس مدرسہ کے پہلے طالبعلم تھے۔ ۱۲۸۴ھ میں آپ نے کنز، مختصر معانی کا امتحان دیا آئندہ سال مشکوٰۃ ہدایہ پڑھیں اور ۱۲۸۶ھ میں کتب صحاح ستہ کی تکمیل کی اور فارغ التحصیل ہوئے، ۱۹ ذیقعدہ ۱۲۹۰ھ میں آپ کے دستار فضیلت باندھی گئی حدیث میں مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ کے علاوہ قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا شاہ عبدالغنی دہلویؒ سے بھی اجازت حاصل ہے۔

آپ جامع شریعت اور طریقت تھے علم میں بقول حضرت گنگوہیؒ علم کا کھٹلہ تھے حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ آپ کو شیخ العالم کہتے تھے مولانا عاشق علی میرٹھیؒ آپ کو شریعت و طریقت کا بادشاہ کہتے تھے اور مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ علم شریعت

اور طریقت کا ناپید کنار سمندر کہتے تھے۔ بہرحال آپ کو فارغ التحصیل ہونے سے پہلے ہی ۱۲۸۸ھ میں دارالعلوم دیوبند کا معین مدرس بنا دیا گیا تھا اس وقت آپ کے سپرد ابتدائی تعلیم پڑھانے کا کام کیا گیا لیکن رفتہ رفتہ آپ کی علمی استعداد اور ذہانت ظاہر ہونے لگی اور اوپر کی کتابیں بھی پڑھانے کے مواقع ملتے گئے ۱۲۹۲ھ میں آپ نے ترمذی شریف، مشکوٰۃ شریف اور ہدایہ وغیرہ کی تدریس دینا شروع کی پھر ۱۲۹۵ھ میں مسلم شریف اور بخاری شریف بھی پڑھانے لگے۔ آپ کا حلقۂ درس نہایت مہذب اور شائستہ ہوتا تھا دوسرے مدارس کے فارغ شدہ اور بڑے بڑے ذہین طالبعلم نہایت مؤدب طریقہ سے حاضر خدمت رہتے اور آپ کمالِ عزت و وقار سے درس دیتے، حلقۂ درس دیکھ کر سلف صالحین و اکابر محدثین کے حلقہ تحدیث کا نقشہ نظروں میں پھر جاتا تھا الحاصل آپ نے چالیس سال تک مسلسل دارالعلوم دیوبند میں درسِ حدیث دیا اور زمانۂ اسیریٔ مالٹا اور مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں بھی درس دیا اس طرح آپ کا زمانۂ تدریس چالیس سال سے زائد ہوتا ہے اس وجہ میں اطراف واکناف عالم میں آپ کے تلامذہ پھیل گئے جن کی تعداد ہزاروں سے تجاوز کر گئی ہے آپ کے ممتاز تلامذہ میں مولانا اشرف علی تھانویؒ، علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا حسین احمد مدنیؒ، مفتی کفایت اللہ دہلویؒ، مولانا اصغر حسین دیوبندیؒ، مولانا عبید اللہ سندھیؒ، مولانا اعزاز علی دیوبندیؒ، مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی اور مولانا عبدالسمیع دیوبندیؒ جیسے مشاہیرِ علم و فضل شامل ہیں۔

بہرحال آپ کا مقام بہت بلند ہے اور آپ شروع ہی سے نیک طینت اور نیک فطرت تھے اس کے ساتھ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی محبت اور صحبت اور مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی توجہات نے روحانیت کے عرش پر آپ کو بٹھا دیا تھا شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہٗ نے آپ کے کمالاتِ علمیہ و روحانیہ سے خوش ہو کر دستارِ خلافت اور اجازت نامہ بیعت عنایت فرمایا اور پھر دربار رشیدی سے بھی

آپ کو یہ نعمتِ عظمیٰ حاصل ہوئی اور حاصل یہ کہ آپ علم نبوتؐ، شریعت، طریقت اور روحانیت کے مجمع البحرین ہی نہیں بلکہ مجمع البحار تھے آپ اگرچہ اکثر اوقات تعلیم و تعلم اور تصنیف و تالیف اور مطالعۂ کتب میں مصروف رہتے لیکن اوراد و وظائف ذکر و مراقبہ اور صلوٰۃ اللیل پر بھی ہر حالت، سفر و حضر حتیٰ کہ مالٹا کی طوفانی برف باری میں بھی آپ کے معمولات میں فرق نہیں آتا تھا، کتمانِ حال کا یہ عالم تھا کہ اگر رات کو یہ معلوم ہو جاتا کہ کسی آدمی نے دیکھ لیا تو نماز پڑھتے پڑھتے لیٹ جاتے تاکہ دیکھنے والے کو یہ معلوم ہو کہ آپ سو رہے ہیں۔ مولانا محمد جلیل صاحب مدرس دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں کہ

"جب میں بچہ تھا اور شیخ الہند کے زنانخانے میں آتا تھا تو ایک دن میں نے حضرت کے کمرہ کے کواڑوں کے جھروکوں سے جھانک کر دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت کے جسم کے تمام اعضاء سر دھڑ علیحدہ علیحدہ پڑے ہیں میں یہ دیکھ کر گھبرا گیا اور بھاگ آیا اور باہر آکر مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے بیان کیا تو مولانا نے فرمایا خاموش رہو کسی سے نہ کہنا کوئی فکر کی بات نہیں ہے۔"

(بحوالہ تذکرہ مشائخ دیوبند)

آپ ہر جمعرات کو سبق پڑھا کر گنگوہ تشریف لے جاتے تھے اور جمعہ کی نماز پڑھ کر اپنے پیر و مرشد کی صحبت سے فیضیاب ہو کر دیوبند تشریف لاتے آپ نے اپنے استاذ کی اس قدر خدمت کی ہے کہ عقل حیران رہ جاتی ہے چنانچہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ ایک مرتبہ بیمار ہوئے، برسات کا موسم تھا شفیق استاذ نے دیوبند آنے کی خواہش ظاہر کی آپ نے استاذ کی کمر کو سہارا دیا اور دیوبند تک چودہ میل کا سفر اسی حالت سے پورا کر دیا یہ ہے مشائخ دیوبند کا سلوک و تصوف، لنگوٹ دھاری تصوف دنیا داروں اور نفس

پرستوں کا ہوتا ہے۔

نہ کتابوں سے نہ مکتب سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

جب تک آپ کے مُرشد حضرت گنگوہی حیات رہے آپ نے کسی کو بیعت نہیں کیا کیونکہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ بڑوں کی موجودگی میں اس قسم کا سلسلہ جاری کرنا سوءِ ادب اور گستاخی ہے۔ بہرحال آپ کی علمی و روحانی خدمات بہت ہیں اس کے علاوہ سیاسی خدمات بھی تاریخ کا ایک اہم باب ہیں، انگریزوں کے خلاف ۱۸۵۷ء میں شروع کی گئی تحریک آزادی کے مشن کو آپ نے کافی بڑھایا آپ نے تحریک کا مرکز کابل کو بنایا اور آپ کی تحریک ریشمی رومال کے نام سے مشہور ہے آپ بھی کئی دوسرے مُسلم اکابرین کی طرح عسکری بنیادوں پر مسلمانوں کو منظم کر کے انگریزوں کے خلاف جہاد کرنا چاہتے تھے لیکن اپنوں کی سازشوں اور ریشہ دوانیوں سے انگریزوں کے خلاف یہ تحریک بھی کامیاب نہ ہوسکی لیکن اس نے ہند و پاک کے مُسلمانوں میں بیداری کی نئی رُوح پھونک دی۔ اس سلسلے میں آپ نے ۱۳۳۳ھ میں حجازِ مقدس کا سفر کیا ۱۳۳۴ھ تک وہاں رہے ۱۳۳۵ھ کے آغاز میں آپ کو گرفتار کر کے مالٹا پہنچا دیا گیا۔ ۱۳۳۸ھ کو وہاں سے رہا ہوئے اور ہندوستان پہنچے ان دنوں ہندوستان میں تحریک خلافت کا زور تھا آپ نے عمر کی زیادتی نقاہت اور بیماری کے باوجود بھرپور حصّہ لیا۔ مالٹا کی اسیری کے دوران ہی آپ زیادہ بیمار ہو گئے وطن واپسی پر بیماری میں افاقہ نہ ہوا بیماری کے باوجود تحریک خلافت میں آپ کی بھرپور جدوجہد اور مشقت سے صحت پر کافی اثر پڑا اور ۱۸ ربیع الاوّل ۱۳۳۹ھ کو دیوبند میں رحلت فرمائی آپ نے درس و تدریس اور مشاغل سیاسی کے باوجود کئی کتب تصانیف فرمائی ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین

(تفصیل کے لئے حیات شیخ الہند پڑھیے)

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ

آپ کا آبائی وطن صوبہ یُوپی کا سب سے زیادہ مشہور ضلع سہارنپُور کا ایک قصبہ انبیٹھہ ہے جو حضرت شاہ ابو المعالیؒ کا مسکن اور قیام گاہ تھی، آپ قصبہ انبیٹھہ کے مشہور و ممتاز خاندان ایّوبی کے ایک نمایاں فرد تھے، آپ کا سلسلۂ نسب دسویں پُشت پر اپنے روحانی باپ و مُرشد قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے ننھیالی نسب سے جا ملتا ہے۔ آپ اواخر صفر ۱۲۶۹ھ مطابق اوائل دسمبر ۱۸۵۲ء میں اپنے ننھیالی قصبہ نانوتہ ضلع سہارنپور میں پیدا ہوئے، آپ کی والدہ ماجدہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ کی حقیقی بہن اور استاذ الکل مولانا مملوک علی صاحبؒ کی صاحبزادی تھیں آپ کے والد ماجد شاہ مجید علی صاحب ملازمتِ ریاست کی بناء پر برسوں میں وطن تشریف لاتے تھے اس لئے آپ کی رضاعت اور ابتدائی تربیت زیادہ تر آپ کے ننھیال میں ہوئی۔

عمر شریف کے پانچویں سال آپ کے نانا مولانا مملوک علی صاحبؒ نے بہ نفس نفیس آپ کو بسم اللہ شریف پڑھا کر قاعدہ شروع کرا دیا، آپ فطرۃً ذکی اور ذہین تھے اس لئے ناظرہ قرآن شریف جلد ختم کر لیا اور اردو پڑھنا شروع کر دیا مولانا نے قرآن مجید اور ابتدائی کُتب اردو فارسی کی تعلیم انبیٹھہ اور نانوتہ میں مختلف اساتذہ سے پائی پھر رجب ۱۲۸۳ھ میں دارالعلوم دیوبند کے قیام کی خبر سُنی اور یہ معلوم ہوا کہ دارالعلوم میں صدر مدرس آپ کے ماموں مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ قرار پائے ہیں تو آپ والدین سے اجازت لے کر دیوبند تشریف لے گئے اور کافیہ کی جماعت میں مولانا محمد یعقوب صاحب نے آپ کو شریک

کر دیا۔ دار العلوم دیوبند کے قیام کے چھ ماہ بعد سہارنپور شہر میں مدرسہ مظاہر العلوم کا افتتاح ہوا اور مولانا محمد مظہر صاحب نانوتوی صدر مدرس تجویز ہوئے، اگرچہ آپ اپنے ماموں مولانا محمد یعقوب صاحب کے زیر سایہ بہتر نظم کے ساتھ تعلیم حاصل کر رہے تھے مگر قدرت کو منظور تھا کہ جس ذاتِ گرامی کے ہاتھوں مظاہر العلوم کو منازلِ ترقی طے کرنا ہے وہ اپنی تعلیم کے سلسلہ میں مظاہر العلوم ہی کا مرہونِ منت اور احسانمند ہو، اس کے باوجود کہ مولانا محمد یعقوب صاحب سے آپ کی رشتہ داری زائد قریب تھی مگر دیوبند میں آپ کا دل نہ لگا اور آخر کار آپ مظاہر العلوم تشریف لے آئے اور قلبی سکون و اطمینان سے اپنے مقصد کے حصول کے لئے مشغول رہے اور حدیث و تفسیر اور فقہ کی اکثر کتب مولانا محمد مظہر صاحب سے پڑھیں اور منطق و فلسفہ، ہیئت اور ریاضی کی کتابیں مدرسہ کے دیگر مدرسین سے پڑھیں اس طرح ۱۲۸۸ھ میں انیس سال کی عمر میں آپ نے درسِ نظامی سے فراغت پائی بعد ازاں علومِ ادبیہ میں مہارت کا شوق آپ کو مشہور ادیب اورنٹیل کالج لاہور کے پروفیسر اور علوم شرقیہ کے استاذ اعظم مولانا فیض الحسن سہارنپوری کی خدمت میں لاہور لے گیا اور آپ نے خاطر خواہ علوم ادبیہ کی تکمیل فرمائی

اگرچہ آپ تمام علومِ عقلیہ و نقلیہ میں مہارت تامہ رکھتے تھے مگر طبع مبارک کو جو اُنس اور مناسبت فقہ اور حدیث سے تھی وہ خود اپنی مثال ہے چنانچہ آپ کے فتوی کی چار جلدیں اور آخر عمر کا زریں کارنامہ "بذل المجہود فی حل ابی داؤد" اس کے ثبوت میں پیش کیا جاسکتا ہے۔ بذل المجہود کے سلسلہ میں یہ عرض کر دینا ضروری ہے کہ ابو داؤد شریف کی شرح "منہل" جو مصر کے ایک مشہور عالم علامہ الازہر ابو محمد محمود کی شہرہ آفاق ہے اور مصر میں طبع ہوئی ہے یہی نہیں کہ بذل المجہود سے ماخوذ ہے بلکہ اکثر و بیشتر نصف صفحہ کی پوری پوری عبارتیں بغیر تبدیلیٔ الفاظ نقل کی گئی ہیں اور پوری کتاب میں صرف ایک جگہ ہی بذل المجہود کا حوالہ دیا گیا ہے۔

آپ کا تعلیمی سلسلہ اُستاد حجۃ اللہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی تک پہنچتا ہے علاوہ ازیں آپ نے اپنے پہلے حج کے زمانہ میں مکۃ مکرمہ میں شیخ المشائخ مولانا الشیخ احمد دحلان مفتی شافعیہ سے اجازتِ حدیث حاصل کی اور مدینہ منورہ میں شاہ عبد الغنی مہاجر المجددی النقشبندی سے اجازتِ حدیث حاصل کی ہے۔

۱۲۸۸ھ میں جبکہ آپ کی عمر انیس سال کی تھی اور آپ تعلیم و دینیات سے فارغ ہو کر علوم ادبیہ کی تکمیل کے لئے لاہور تشریف لے گئے تھے اسی وقت آپ کو مظاہر العلوم میں معین المدرسین بنا دیا گیا تھا، بعد ازیں آپ کو آپ کے ماموں مولانا محمد یعقوب صاحب نے دس روپیہ ماہوار پر قاموس کا ترجمہ کرنے کے لئے منصوری پہاڑ پر بھیج دیا تھا ابھی منصوری میں چند ماہ قیام ہوا تھا کہ منگلور کے عربی مدرسہ میں مدرس کی ضرورت پیش آئی اور آپ بحیثیت صدر مدرس وہاں تشریف لے گئے اس کے بعد آپ بھوپال، سہارنپور، بریلی اور [illegible] دیوبند میں مدرس رہے، آخر ۱۳۱۴ھ میں آپ کی عمر شریف پینتالیس سال تھی کہ چالیس روپیہ ماہوار مشاہرہ پر صدر مدرس ہو کر مظاہر العلوم تشریف لے گئے یہاں آپ نے اپنے اُستاذ محترم مولانا محمد مظہر صاحب کے لگائے ہوئے باغیچہ کو تمام تر موانع کے باوجود اس جانفشانی اور تندہی سے سینچا کہ جس کا اظہار مظاہر العلوم کا ہر طاق و محراب اور ہر در و دیوار اور عظیم و منتخب نادر و کمیاب کتب سے بھرپور خزانہ علمی کتب خانہ زبانِ حال سے کر رہا ہے۔

اس کے باوجود کہ آپ درسِ نظامی سے فارغ ہو کر علوم ادبیہ کی تکمیل خاطر خواہ فرما چکے تھے مگر آپ کی فطرتِ سلیم اس معرفت الٰہیہ کی جستجو میں تھی جو قال کو حال اور علم کو سراپا عمل بنا دیتی ہے چنانچہ اس مقصود کے حصول کے لئے آپ کی نظر انتخاب قطب عالم امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ پر پڑی، حضرت گنگوہی کی طرف کی کشش اور جذبہ کے لئے یہ چیز بھی سبب ہوئی کہ آپ کے اُستاد حضرت مولانا محمد مظہر صاحب

نانوتویؒ تمام تر کمالاتِ قدسیہ اور تبحرِ علمی کے باوجود نیز عمر میں بھی بڑے ہونے کے باوجود عقیدتمندانہ حاضرِ خدمت اقدس ہُوا کرتے تھے، چنانچہ آپ نے اس مقصدِ عظیم کے حصول کے لئے اپنے ماموں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ سے سفارشی خط حضرت گنگوہیؒ کے نام لکھوایا کیونکہ حضرت گنگوہیؒ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کا اُستاد زادہ ہونے کی بناء پر بہت زیادہ احترام فرمایا کرتے تھے آپ وہ خط لے کر آستانۂ رشیدیہ پر حاضر ہوئے، حضرت قطب الارشاد مولانا گنگوہی کی طبع غیور چونکہ اس بات پر جمی ہوئی تھی کہ جب تک طالب کے دل میں سچی طلب نہ ہو اس وقت تک رسمی بیعت بے سُود ہے اس لئے اُستاد زادہ کا خط پڑھ کر اس طرح رکھ دیا کہ جیسے کوئی بات ہی نہیں ہے اور فرمایا کہ میاں تم خود پیرزادہ ہو تمہیں کسی کے مرید ہونے کی کیا ضرورت؟ مگر آپ نے اپنی خداداد قابلیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے جواباً عرض کیا:۔

"حضرت کیسی پیرزادگی میں تو اس دربار کے کتوں کے برابر بھی
نہیں ہوں، میں بیعت کا حاجت مند ہی نہیں بلکہ سراپا احتیاج
ہوں اور چھاتی سے لگایئے یا دھکے دیجئے میں تو حضرت کا
غلام بن چکا۔"

ادھر آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے ادھر حضرت پیرو مُرشد نے فرمایا بس بس! بہت اچھا اور فوراً بیعت فرمالیا چنانچہ اس کے بعد آپ ایک لطیف رُوح کے ساتھ آستانۂ رشیدیہ سے واپس ہوئے، اوقات درس و تدریس کے علاوہ ذکر و اذکار اور اپنے مولیٰ کے ساتھ راز و نیاز میں مشغول رہا کرتے، ادائیگی معمولات میں آپ جس عزیمت و استقامت کی طبیعت رکھتے تھے اس کی نظیر شاید یہ مشکل ہی سے مل سکے، سفر ہو یا حضر، بیٹی یا بیٹے کے انتقال کا وقت ہو یا کسی اور حادثۂ جانکاہ آپ کے معمولات میں کبھی کمی نہ آئی تھی، بہتر سال کی عمر تک تمام جسمانی کمزوریوں کے باوجود تراویح میں قرآن پاک خود سناتے رہے۔ اللہ تعالیٰ

بہتر جانتے ہیں کہ آپ نے راہ سلوک کو کس ترتیب سے طے کیا، شیخ کی طرف سے کیا تعلیم ہوئی۔ اور راہ طریقت کے سفر میں کیا کیا مناظر پیش آئے البتہ آپ نے صرف ایک مرتبہ فرمایا۔

"مجھے نہ زیادہ واردات پیش آئے اور نہ آخر تک میں سمجھا کہ
نسبت سلسلہ کیا چیز ہے بس ایک حالت تھی جو گزر رہی تھی"

حتیٰ کہ جب آپ دوسرے حج کے لئے مکہ مکرمہ روانہ ہوئے تو حضرت امام ربانی مولانا گنگوہیؒ نے اپنے پیر و مرشد شیخ العرب والعجم اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکّی قدس سرہٗ کی خدمت اقدس میں تحریر فرمایا "مولوی خلیل احمد حاضر خدمت ہوئے ہیں حضرت ان کی حالت پر مطلع ہو کر مسرور ہوں گے" چنانچہ جب آپ حاضر خدمت ہوئے تو حضرت حاجی صاحبؒ آپ کی کیفیت باطنی کے مشاہدہ سے نہایت خوش ہوئے اور جب آپ رخصت ہوئے تو چھاتی سے لگالیا۔ اور اپنی دستار مبارک اپنے سر سے اتار کر آپ کے سر پر رکھ دی اور حضرت گنگوہیؒ کے نام مبارکباد کا خط اور آپ کے نام خلافت نامہ مزین بمہر آپ کو عطا فرما کر رخصت کیا، آپ نے اس عطیۂ شاہی کو نہایت احترام سے قبول فرمایا اور دستار مبارک کی اس بندش کو جو اعلیٰ حضرت کی باندھی ہوئی تھی جگہ جگہ سے سی لیا تاکہ اس کے بل کھل نہ جائیں، ہندوستان واپس آکر گنگوہ حاضر ہوئے اور امام ربانی کی خدمت میں اعلیٰ حضرت حاجی صاحبؒ کا گرامی نامہ پیش فرما کر دونوں عطیات سامی بھی خدمت اقدس میں پیش کر دیئے۔

سبحان اللہ! کیا ادب اور تواضع تھی، حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا:۔

"مبارک ہو، یہ تو اعلیٰ حضرت کا عطیہ ہے"

آپ نے جواب میں فرمایا:۔

"بندہ تو اس لائق نہیں یہ حضور کی بندہ نوازی ہے اور میرے
لئے تو وہی مبارک ہے جو آنحضرت کی طرف سے عطا ہو۔"

نیز یہ بھی عرض کیا "اجازت نامہ" درحقیقت شہادت ہے کسی مسلمان کے ایمان کی۔ لہٰذا وہ

مقبول شہادتیں ثبت ہوں گی تو ہر شخص کے نفسی نفسی پکارنے کے وقت بارگاہ خداوندی میں پیش کر سکوں گا۔"

حضرت گنگوہیؒ اس حسنِ ادب سے بے انتہا مسرور ہوئے اور خلافت نامہ پر دستخط فرما کر مع دستار آپ کے حوالے فرمادیا۔ ۱۶ر شوال المکرم ۱۳۴۴ھ کو آپ ڈیڑھ سال کی رخصت بوضع تنخواہ لے کر مدینہ منورہ روانہ ہوئے آپ کی معیت میں حجاز مقدس جانے والوں کا بہت بڑا قافلہ تھا، آپ نے یہاں سے روانگی کے وقت ایک دم نہیں بلکہ ایک عرصہ کے بعد ہجرت کا عزم فرمایا، اس کی تصدیق ان واقعات سے ہوتی ہے کہ آپ نے ۱۵ر ذی قعدہ ۱۳۴۶ھ کو سرپرستانِ مدرسہ مظاہر العلوم کو تحریر فرمایا تھا کہ جب میں سہارنپور سے رخصت ہوا تھا تو میں نے ہجرت کی نیت نہیں کی تھی اور نہ اب تک ہجرت کی نیت کی ہے کیونکہ مجھے معلوم نہیں حق تعالیٰ شانہٗ کے نزدیک میں اس مقدس ارض کے قابل ہوں یا نہیں؟ اگر حق تعالیٰ شانہٗ کو میرے جیسے ناکارہ کا قیام اس مقدس سرزمین میں منظور نہ ہوا تو اپنے سیاہ اعمال کے ساتھ واپس ہو جاؤں گا لیکن ابھی تک مجھ کو بحمد اللہ یہاں دل بستگی ہے اور یہاں سے واپسی کے لئے مضطر نہیں ہوا ہوں لہذا یہاں کے قیام سے کسی طرح برداشتہ خاطر نہیں ہوا ہوں اگر خدانخواستہ یہاں نہ ٹھہر اگیا اور واپسی ہوئی تو بھی میں اس قابل نہیں رہا ہوں کہ مدرسہ کی کوئی خدمت بعوض تنخواہ بجالاسکوں اس لئے جو انتظامات مدرسہ کے عارضی کئے گئے تھے ان سب کو مستقل کیا جائے مگر اس کے چند ماہ بعد جب آپ اپنے رفقاء کو ہندوستان بھیج چکے تو ہجرت کی نیت پختہ کرلی اور ایک دن گھر میں تشریف لاکر متعلقین سے فرمایا کہ اب مجھے اپنے قیام کا یقین ہوگیا ہے لہذا میں تو ہجرت کی نیت کرچکا۔ چنانچہ بقیہ ایام جتنے بھی گذرے وہ مہاجرانہ اقامت کے گذرے۔ اسی زمانہ میں آپ بعض علماء مدینہ کے اصرار پر ابوداؤد شریف پڑھانا شروع کردی جس میں مولانا سید احمد صاحب برادر حضرت مولانا

سید حسین احمد مدنیؒ قاری بنے اور مولانا عمری صاحب مدرس حرم شریف سامع، مگر مدرس علوم شرعیہ میں درس کا یہ سلسلہ صرف دو روز رہا، کیونکہ درس کا یہ آغاز آپ کی وفات سے چار پانچ یوم قبل ہی ہوا تھا۔ بذل المجہود کی تالیف کا سلسلہ مدینہ منورہ میں بھی جاری تھا چنانچہ جب بذل کی تالیف سے فراغت پائی تو آپ نے فرمایا:۔ کہ

حق تعالیٰ سے تین دعائیں مانگی تھیں، دو قبول ہو چکیں ایک باقی ہے۔

(۱) مکہ مکرمہ میں پر امن حکومت اسلامی شرعیہ اپنی آنکھوں سے دیکھ سکوں۔

(۲) بذل المجہود کی تالیف مکمل ہو جائے۔

(۳) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جوار میں دفن ہونا نصیب ہو جائے۔

بحمد للہ وہ مقبول ہو چکیں، پُرامن حکومت اسلامیہ شرعیہ مکہ مکرمہ میں قائم ہو چکی، بذل المجہود کی فراغت سے ٹھیک سات ماہ اور چوبیس دن بعد ۱۵ر ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ یوم چہار شنبہ کو بعد عصر وصال فرمایا اور قبہ اہل بیت کے متصل دفن ہوئے، ایک عجیب اتفاق ہے کہ جامعہ مظاہر العلوم سہارنپور سے ڈیڑھ سال کی حاصل کردہ رخصت ہی آپ کی حیات دنیویہ کی مدت تھی کہ اس میں نہ ایک دن کم ہوا اور نہ زیادہ، یہ رخصت کا زمانہ ۱۶ر ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ کو ختم ہوا اور سورج غروب ہونے میں ایک گھنٹہ بھر باقی تھا کہ آفتاب علم و عمل غروب اور جامعہ مظاہر العلوم کا چراغ ایک دم گل ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

اسی طرح یہ آپ کی تیسری دعا جوار نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں وفات پانے اور دفن ہونے کی بھی مقبول ہوئی علاوہ ازیں صدہا دعائیں آپ کی مقبول ہوئیں جن کا تجربہ آپ کے متوسلین بارہا کر چکے ہیں جب کوئی پریشانی لاحق ہوئی خدمت والا میں عرض کیا آپ نے دعا فرمائی اور خدام فوراً قبول کا مشاہدہ کرتے۔ اور آپ کے کمالات و مقامات کا اندازہ اسی سے لگایا جا سکتا ہے کہ شیخ العرب والعجم حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے اپنے ایک مکتوب میں آپ کو تحریر فرمایا کہ

"تم میرے سلسلہ کے فخر ہو مجھے تم سے بہت خوشی اور مسرت ہے"

اللہ اکبر جدِ سلسلہ کا یہ ارشاد کتنا وزن رکھتا ہے کہ جس کا ادراک ہم جیسوں سے ناممکن ہے۔
شیخ الاسلام حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ:۔

"پانچویں حج میں آپ طواف قدوم کے لئے حرم شریف میں داخل ہوئے تو مولانا محب الدین صاحب خلیفہ حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا "دیکھو حرم میں کون آیا کہ پورا حرم منور ہو رہا ہے، جب آپ طواف سے فارغ ہو کر ان کے پاس گئے تو مولانا محب الدین صاحب نے فرمایا "آہا آپ ہی تھے کہ جن کی وجہ سے پورا حرم منور تھا۔" (تذکرۃ الخلیل)

بہر حال آپ وقت کے عظیم محدث، فقیہ اور شیخ کامل تھے آپ کے خلفاء اور تلامذہ میں فضائل و کمالات کی حامل ہستیاں ہوئی ہیں حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلویؒ، حضرت مولانا عبد اللہ گنگوہیؒ، مولانا فیض الحسن گنگوہیؒ، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ، مولانا حافظ فخر الدین صاحبؒ، مولانا مفتی جمیل احمد تھانویؒ، مولانا بدر عالم میرٹھیؒ اور مولانا محمد زکریا کاندھلوی جیسی عظیم شخصیتیں آپ کے خلفاء و تلامذہ میں شامل ہیں، اللہ تعالےٰ ہمیں آپ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وہ جو بیچتے تھے دوائے دل
وہ دکان اپنی بڑھا گئے

(تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے "تذکرۃ الخلیل" مؤلفہ عاشق الٰہی میرٹھیؒ)

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانیؒ

آپ قصبہ دیوبند کے خاندانِ عثمانی کے چشم و چراغ تھے اور آپ کے والد ماجد مولانا فضل الرحمٰن عثمانیؒ اپنے زمانہ کے عالم و فاضل، اردو ادب کے ماہر اور ڈپٹی انسپکٹر مدارس تھے۔ اور حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے قریبی احباب اور دوستوں میں سے تھے اور دار العلوم دیوبند کے بانیوں میں ان کا شمار کیا جاتا ہے۔ امام الفقہاء حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۷۵ھ میں دیوبند میں پیدا ہوئے۔ تاریخی نام ظفر الدین رکھا گیا تھا اور آپ کے دوسرے بھائیوں میں فخر العلماء حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ مولانا مطلوب الرحمٰن عثمانیؒ سعید الرحمٰن عثمانیؒ، بابو فضل حق عثمانیؒ اور شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ ہیں اور مولانا فضل الرحمٰن عثمانیؒ کی براہ راست اولاد میں مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانیؒ، مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ اور علامہ شبیر احمد عثمانی اپنے اپنے وقت میں علم و دین کے افق پر آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے ہیں۔

حضرت مفتی صاحبؒ کی تعلیم و تربیت اکابرین دیوبند کی آغوش میں ہوئی اور حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ سے بیشتر کتابیں پڑھیں اور ۱۲۹۸ھ میں تمام علوم و فنون سے فارغ التحصیل ہو گئے جن حضرات کے ساتھ دار العلوم دیوبند میں آپ کی دستار بندی ہوئی اُن میں مولانا احمد سکندر پوری، مولوی محمد اسحاق فرخ آبادی، مولوی منفعت علی دیوبندی، مفتی رحیم بخش شیر کوٹی اور مولوی سراج الحق صاحب دیوبندی شامل ہیں۔ ۱۲۹۹ھ میں دار العلوم دیوبند میں آپ اور مولانا حافظ محمد احمد قاسمی بلا تنخواہ مدرس مقرر ہوئے اس کے بعد آپ بسلسلہ تعلیم و تدریس مدرسہ عالیہ رام پور تشریف لے گئے

اور ۱۳۰۹ھ تک آپ وہاں بمشاہرہ دس روپیہ ماہوار پر تدریسی خدمات انجام دیتے رہے وہاں کافی حضرات آپ کے فیوض علمی و روحانی سے مستفید ہوئے پھر ۱۳۰۹ھ میں دارالعلوم دیوبند کی طلب پر آپ دوبارہ دیوبند تشریف لائے اور نیابت اہتمام کا منصب آپ کے سپرد کیا گیا۔

دارالعلوم دیوبند کی شہرت و مقبولیت چونکہ عام تھی اس وجہ سے دور دراز کے مقامات سے استفتاء بکثرت آتے تھے اور مدرسین دارالعلوم کو کارِ تعلیم سے اس قدر فرصت نہیں ہوتی تھی کہ بلا حرج تعلیم ان کے جوابات دے سکیں اور دارالعلوم جس مقصد کے لئے قائم ہوا تھا اس کی بناء پر اس کے فرائض میں یہ بات بھی داخل تھی کہ بعنوان افتاء بھی عوام کی خدمت کی جائے گی اس لئے ابتدائی سالوں میں اساتذۂ دارالعلوم بالخصوص عارف باللہ مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ حسب ضرورت و موقع فتاویٰ تحریر کرتے رہے لیکن کام کی ذمہ داری نوعیت و اہمیت نے اس بات پر مجبور کر دیا کہ کسی صاحب شخصیت کو باقاعدہ مفتی نامزد کر کے دارالافتاء کو مستقل حیثیت میں قائم کیا جائے لہٰذا ۱۳۱۰ھ میں قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ نے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اس عظیم منصب اور اہم ذمہ داری کے لئے منتخب فرمایا پھر اسی وقت سے ۱۳۴۶ھ یعنی ۳۶ سال تک بدستور بحیثیت صدر مفتی دارالعلوم دیوبند بلکہ مفتی اعظم ہند خدمت افتاء انجام دیتے رہے لیکن افسوس یہ ہے کہ اٹھارہ سال تک افتاء کی نقل نویسی نہ ہوئی اور ۱۳۲۹ھ سے طلباء نے نقل شروع کی پھر ۱۳۳۳ھ میں مولانا قاضی مسعود احمد صاحبؒ کا تقرر آپ کے معاون کی حیثیت سے ہوا، اس وقت سے رجسٹر میں مستفتی کے سوالات اور ان کے جوابات کی نقل موجود ہے جن کی تعداد مجموعی طور پر اڑتیس ہزار سے زائد بنتی ہے علاوہ ازیں کچھ ایسے حضرات بھی ہوں گے جن کے فتاویٰ عجلت کی وجہ سے رجسٹر میں درج نہ ہوئے ہوں نیز ایک مستفتی کئی کئی سوالات ایک کاغذ میں لکھتے ہیں کہ اگر اوسطاً تین سوالات مان لئے جائیں

تو فتاویٰ کی مجموعی تعداد تقریباً سوا لاکھ ہوتی ہے اور یہ تعداد بھی ان فتاویٰ کی ہے جو رجسٹر میں درج ہوئے اس سے پہلے کی جب کہ نقل افتاء کا انتظام نہیں تھا اتنی ہی تعداد فرض کر لی جائے تو اس طرح حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کے فتوے کم و بیش ڈھائی لاکھ ہوتے ہیں۔ ان فتاویٰ کا یہ بے نظیر مجموعہ اور مسائل فقہیہ کا یہ بے مثال ذخیرہ عام نظروں سے اوجھل تھا اس لئے سب سے پہلے آپ کے علمی جانشین اور شاگرد رشید مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا الشیخ مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے فتاویٰ بنام "عزیز الفتاویٰ" شائع کئے تھے جو بہت مختصر اور غالباً ایک دو سال کے فتاویٰ کا مجموعہ تھا چنانچہ حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ قاسمی مہتمم دارالعلوم دیوبند نے آپ کے تمام فتاویٰ کو جدید ترتیب سے شائع کرنے کا پروگرام بنایا اور اس کام کے لئے مولانا ظفیر الدین صاحب کو مامور کیا انہوں نے غیر معمولی جانفشانی اور تندہی سے ترتیب فتاویٰ کا کام حسن اسلوب سے انجام دیا جن کی نو دس جلدیں شائع ہو چکی ہیں اور ابھی کام جاری ہے غرضیکہ آپ کی علمی اور فقہی خدمات بہت زیادہ ہیں جن کا احاطہ بہت مشکل ہے آپ کو فن افتاء سے اس قدر مہارت تھی کہ مشکل ترین سوالات پر بھی برجستہ فتاویٰ تحریر فرما دیتے تھے۔

حضرت مفتی صاحبؒ کا علمی و روحانی مقام بہت بلند ہے اور بڑے بڑے علماء و مشائخ نے آپ کی جامع شخصیت اور علمی مقام کا اعتراف کیا ہے۔ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ جنہیں آج دنیا اس صدی کے مجدد اعظم کی حیثیت سے جانتی ہے اور جنہوں نے ڈیڑھ ہزار سے زائد تصانیف ورثے میں چھوڑی ہیں اور جن کا ہر خلیفہ مجاز ایک آفتاب اور ماہتاب بن کر چمکا ہے وہ بھی آپ کے فتاویٰ پر مکمل اعتماد کرتے تھے۔

"قطب الارشاد حضرت گنگوہیؒ بھی آپ کی علمی شان کے معترف تھے اور اسی لئے آپ کی نظر انتخاب بعہدہ صدر مفتی دارالافتاء دارالعلوم دیوبند حضرت مفتی صاحبؒ پر ہی پڑی"
امام العصر علامہ محمد انور کشمیریؒ حضرت مفتی صاحبؒ کے بارے میں ارشاد فرمایا

کرتے تھے کہ اب سے ایک صدی پہلے تک اس شان کا فقیہ النفس علماء کی جماعت میں نظر نہیں آتا۔"

شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحب دیوبندیؒ فرماتے ہیں۔ کہ :-

جس وقت میں کنز الدقائق کے حاشیہ سے فارغ ہوا تو مسودہ بغرض اصلاح حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں پیش کیا، حضرت مفتی صاحبؒ نے تمام حاشیہ کو نشان لگا کر رنگین کر دیا اور فرمایا کہ اس جگہ فلاں کتاب کے فلاں صفحہ کی فلاں عبارت درج ہونی چاہیے بلاشبہ حضرت مفتی صاحب کی رگ رگ میں فقہ رچا ہوا تھا اگر وہ زمانہ سابق میں ہوتے تو فقہ میں صاحب مسلک ہوتے لیکن باوجود فقیہ النفس ہونے کے امام اعظمؒ کی تقلید کا قلادہ گردن میں ڈالے ہوئے تھے اور اس پر فخر کیا کرتے تھے"۔

(تذکرۃ مشائخ دیوبند)

حضرت مفتی صاحبؒ کو جس طرح علوم ظاہری پر درک تھا اسی طرح روحانیت و تصوف اور اخلاق باطنی میں بھی بلند مقام حاصل تھا، حضرت مولانا رفیع الدین صاحبؒ مہتمم اول دارالعلوم دیوبند سے بیعت و خلافت حاصل تھی، کرامات و تصرفات کے بہت سے واقعات آپ کی طرف منسوب ہیں جن کے جاننے اور دیکھنے والے آج بھی بحمد اللہ پاک و ہند میں موجود ہیں حضرت مولانا رفیع الدین صاحبؒ پر چونکہ نقشبندیت کا غلبہ تھا اس وجہ سے آپ کے مریدین خصوصاً حضرت مفتی صاحبؒ پر بھی نقشبندیت کا غلبہ تھا، آپ کے خلفاء اور مریدین کا حلقہ وسیع ہے خاص طور پر مولانا قاری محمد اسحاق میرٹھیؒ جو بہت معروف تھے جن کے خلیفہ مجاز مولانا سید بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنیؒ ہیں۔ آپ کے ممتاز تلامذہ میں مفتی اعظم حضرت مولانا محمد شفیع صاحب شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، مولانا بدر عالم میرٹھی، مولانا

مناظر احسن گیلانیؒ، مولانا مفتی عتیق الرحمن عثمانی، مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی، مولانا حفظ الرحمن سیوہارویؒ اور مولانا قاری محمد طیب صاحب خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

آپ کے مزاج میں بے حد سادگی تھی، تواضع انکساری اور زہد و تقویٰ میں آپ کو کمال حاصل تھا، تواضع اس قدر کہ باوجود تلامذہ کے اور خدام کی موجودگی کے اپنے گھر کا کام خود اپنے ہاتھ سے کرتے تھے، اپنا اور پڑوسیوں کا سامان بازار سے خرید کر دامن میں لایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی یہی طرز عمل تھا چنانچہ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں کہ :-

"حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن عثمانی قدس سرہٗ کے علم و فضل کا یہ عالم تھا کہ آج ان کی تصنیف "عزیز الفتاویٰ" عہد حاضر کے تمام مفتیوں کے لئے ماخذ بنی ہوئی ہے۔ اور فتویٰ کے ساتھ شغف کا یہ حال تھا کہ وفات کے وقت بھی ایک استفتاء ہاتھ میں تھا جسے موت ہی نے ہاتھ سے چھڑا کر سینے پر ڈال دیا تھا، لیکن سادگی و تواضع اور خدمت خلق کا یہ مقام تھا کہ یہ کوئی کیسے سمجھے کہ یہ بھی کوئی بڑے عالم یا صاحب کرامت صوفی اور رضائے حق نسب شیخ ہیں جب کہ غایت تواضع کا یہ عالم ہو کر بازار سے سودا سلف نہ صرف اپنے گھر کا بلکہ محلے کی بیواؤں اور ضرورت مندوں کا خود لاتے، بوجھ زیادہ ہو جاتا تو بغل میں گھڑی دبا لیتے اور پھر ہر ایک کے گھر کے سودا مع حساب کے اس کے گھر پہنچاتے تھے، کبھی تو اس سودا سلف لانے میں ایسا بھی ہوتا کہ جب آپ کسی عورت کو سودا دینے کے لئے جاتے تو وہ دیکھ کر کہتی کہ مولوی صاحب یہ تو سودا آپ غلط لے آئے ہیں میں نے تو یہ چیز اتنی نہیں اتنی منگائی تھی چنانچہ یہ فرشتہ صفت انسان دوبارہ بازار جاتا اور اس عورت کی شکایت دور کرتا"

(مقدمہ فتاویٰ دار العلوم دیوبند)

اسی طرح باوجود تبحر علمی اور فقیہ النفس ہونے کے زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ نماز و وضو کے مسائل کتاب دیکھ کر بتلاتے اور فرماتے تھے کہ یہ طریقہ اس وجہ سے

اختیار کئے ہوئے ہوں کہ ممکن ہے کبھی مجھ سے سہو ہو جائے اور مسئلہ دھوکے میں غلط بتا دوں، لیکن کتاب دیکھ کر بتانے میں ذمہ داری میرے اوپر سے اٹھ جاتی ہے اور کتاب والے پر یہ ذمہ داری آجاتی ہے۔"

اسی طرح ظاہری و باطنی شکوک و شبہات میں آپ ہمیشہ حضرت گنگوہی رح کی طرف رجوع کرتے تھے اور آپ کے قول کو قول فیصل جانتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ آپ کو۔ "لیس الانسان الا ماسعیٰ" آیت کے متعلق ایک شبہ ہوا کہ جب انسان کو اس کی سعی کا اجر ملتا ہے تو ایصال ثواب بعد مرنے کے دوسروں کی سعی ہے، مردے کو کیوں پہنچتا ہے تمام دن اسی کشمکش میں گزر گیا رات ہوگئی مگر اشکال رفع نہ ہوا دل میں خیال پیدا ہوا کہ اگر آج رات انتقال ہوگیا تو قرآن پاک کی ایک آیت کے متعلق دل میں ایک شک لے کر جاؤں گا بس پھر کیا تھا رات ہی کو پیادہ پا عازم گنگوہ ہوئے، صبح ہوتے ہی آستانہ رشیدیہ پر موجود تھے اسی وقت حضرت گنگوہی قدس سرہٗ وضو فرما رہے تھے پوچھا کون صاحب ہے، حضرت مفتی صاحب نے عرض کیا۔ "عزیز الرحمٰن" اس کے بعد اپنا اشکال پیش کیا تو حضرت گنگوہی قدس سرہ نے ارشاد فرمایا کہ:۔

"یہاں سعی سے مراد سعی ایمانی ہے، یعنی کسی کا ایمان کسی کے کام نہ آئے گا باقی ایصال ثواب ایک دوسرے کے ضرور کام آئیں گے۔"

اس واقعہ سے حضرت مفتی صاحبؒ کے بہت سے کمالات باطنیہ کی طرف بھی اشارہ ہوتا ہے ایک مرتبہ اسی طرح حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی رح کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مولانا مرادآبادیؒ نے آپ کو بہت زیادہ عنایت سے نوازا تھا بہر حال حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ اپنے ظاہری و باطنی علمی و روحانی کمالات میں اپنی نظیر آپ تھے ساری زندگی درس و تدریس اور خدمت افتاء میں مصروف رہے، ۱۳۴۴ھ میں آپ دارالعلوم

دیوبند سے مستعفی ہو کر ڈابھیل تشریف لے گئے اور وہاں کچھ دن قیام فرما کر واپس دیوبند تشریف لے آئے اور تھوڑے عرصہ بعد ۱۷ جمادی الثانی ۱۳۴۷ھ کو آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور قبرستان قاسمی میں آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

آپ کی اولاد میں مولانا مفتی عتیق الرحمٰن رکن مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند اور مولانا قاری جلیل الرحمٰن صاحب استاذ تجوید دارالعلوم دیوبند قابل فخر فرزند ہیں اور اس دور کے جید علماء میں شمار ہوتے ہیں۔ مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانیؒ حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ کے قابل فخر فرزند اور دارالعلوم دیوبند کے ہونہار فاضل ہیں۔ علامہ انور شاہ کشمیری رح کے تلامذہ میں سے ہیں، درسیات سے فراغت کے بعد دارالعلوم کے درس و تدریس کے سلسلے میں لگ گئے تھے پھر دارالافتاء میں اپنے والد مکرم کی زیر تربیت افتاء نویسی کی مشق کی اور دارالافتاء میں بحیثیت نائب مفتی کام شروع کیا اور فتویٰ نویسی میں مہارت حاصل کی۔ ایک عرصہ تک حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی معیت میں جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں مدرس کی حیثیت سے کام کیا پھر ایک عرصہ دراز تک کلکتہ میں مقیم رہے اور وہاں کے لوگوں کو علم اور دین سے مستفید کیا اس کے بعد دہلی آکر ادارہ ندوۃ المصنفین قائم کیا جو وقت کا ایک بہترین معیاری ادارہ ہے جس نے علوم و فنون کی بہت سی قابل قدر تصانیف ملت کے سامنے پیش کیا۔ آپ اس وقت دہلی کے مشاہیر علم و فضل میں شمار کئے جاتے ہیں بہت سے علمی و دینی اداروں کے ممبر ہیں اور مرکزی حج کمیٹی کے صدر ہیں گورنمنٹ ہندوستان آپ سے بہت متاثر ہے اور قومی کاموں میں آپ کا خاص حصہ ہے۔ تحریک آزادیٔ ہند کے سپاہیوں میں سے ہیں اور جمعیت علمائے ہند کے صدر ہیں۔ اور دارالعلوم کی مجلس شوریٰ کے مؤثر ممبروں میں سے ہیں۔ جری اور شیر دل مقرر ہیں، بیرونی ممالک میں بھی آپ کی آمد و رفت رہی ہے اور مجموعی حیثیت سے دارالعلوم دیوبند کے ممتاز فضلاء میں آپ کا شمار ہوتا ہے اللہ تعالیٰ عمر میں برکت عطا فرمائے آمین۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

حکیم الامت مجدد ملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت ۵ ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ میں ہوئی خاندانی اعتبار سے آپ فاروقی النسل شیخ ہیں اور ایک بہت بڑے رئیس شیخ عبدالحق صاحب تھانوی کے چشم و چراغ ہیں آپ کی پرورش نہایت ہی ناز و نعم میں ہوئی اور قدرت نے آپ کو عجیب و غریب مزاج سے نوازا تھا عربی کی ابتدائی کتابیں مولانا فتح محمد صاحب سے تھانہ بھون رہ کر پڑھیں اور ذیقعدہ ۱۲۹۵ھ میں آپ بغرض تحصیل و تکمیل علوم دینیہ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اور ۱۳۰۱ھ میں فارغ التحصیل ہوئے آپ کے مربی اور شفیق اساتذہ میں حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ اور مولانا سید احمد صاحب وغیرہ ہیں۔ قرأت کی مشق آپ نے حضرت قاری محمد عبداللہ صاحب مہاجر مکی کے سامنے مکہ معظمہ رہ کر فرمائی آپ کی دستار بندی قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے دست مبارک سے ۱۳۰۰ھ میں ہوئی۔ دارالعلوم دیوبند سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ اخیر صفر ۱۳۰۱ھ میں باجازت والد ماجد اور اساتذہ کانپور تشریف لے گئے اور مدرسہ فیض عام میں پڑھانا شروع کر دیا اور چودہ سال تک کانپور میں درس و تدریس و افتاء اور تبلیغ و وعظ کی خدمات انجام دیتے رہے۔ ۱۳۱۵ھ میں آپ کانپور چھوڑ کر وطن یعنی تھانہ بھون تشریف لائے اور حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی خانقاہ کو آباد کیا اور ایک مدرسہ اشرفیہ قائم کیا جہاں آخر دم تک دینی علمی اور روحانی خدمات انجام دیتے رہے

حضرت حکیم الامتؒ کی پوری زندگی پر نظر ڈالنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو صرف دین کے لئے پیدا کیا تھا اس لئے پیدا ہونے سے قبل ہی اس قسم کی چیزوں کا ظہور ہوا کہ جس سے صاف کہا جا سکتا ہے کہ آپ بہت بڑے ولی اللہ اور مجدد اعظم تھے۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ کے استاذ مکرم مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ کی پیشین گوئی تھی کہ تم جہاں جاؤ گے تم ہی تم نظر آؤ گے"۔ واقعی ایسا ہی ہوا اور علوم ظاہر سے فارغ ہونے کے بعد آپ کے دل میں تزکیہ باطن کی تڑپ پیدا ہوئی اور ابتداء میں حضرت گنگوہیؒ سے بیعت ہونا چاہتے تھے مگر جب آپ کے والد ماجد حج کے لئے تشریف لے گئے تو آپ بھی ہمراہ تھے اور مکہ معظمہ پہنچ کر حضرت شیخ العرب والعجم حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر مکی قدس سرہٗ کے خدام میں داخل ہو گئے اور شرف بیعت سے مشرف ہوئے اور حکیم الامتؒ، حضرت حاجی صاحبؒ کے میکدہ میں داخل ہو کر نچوڑ میخانہ نکلے۔ غرضیکہ ۱۳۱۰ھ میں آپ پھر دوبارہ مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔ اور تقریباً چھ ماہ آپ نے قیام کیا اور ذکر و فکر میں مشغول رہے اس قیام میں حضرت حاجی صاحب کو آپ پر مکمل اعتماد تھا اور فرماتے تھے کہ "میاں اشرف علی بس پورے پورے میرے طریق پر ہے۔" اور جب حضرت حکیم الامتؒ کی کوئی تحریر دیکھنے یا تقریر سننے کا اتفاق ہوتا تو خوش ہو کر فرماتے کہ "جزاکم اللہ تم نے تو بس میرے سینہ کی شرح کر دی"

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہٗ نے ایک دفعہ یہ بشارت دی کہ "تم کو تفسیر اور تصوف سے خاص مناسبت ہوگی"، چنانچہ آپ کی ان دونوں سے مناسبت تامہ اظہر من الشمس ہے" بہر حال حضرت حکیم الامت تھانویؒ اپنی ذات میں علم و معرفت کا ایک جہان تھے اور جس طرح شریعت کے متبحر عالم تھے طریقت و سلوک میں بھی اسی طرح مقام ارفع پہ فائز تھے آپ کی ذات علوم ظاہری و باطنی کا مخزن تھی۔

یوں تو چشم فلک نے بڑی بڑی عالم فاضل ہستیاں، بڑے بڑے عابد و زاہد انسان اور بڑے بڑے متقی و تہجد گزار بندے اسی خطہ ارضی پر دیکھے ہوں گے مگر شریعت و

طریقت کا ایک ایسا حسین امتزاج شاید ہی کسی نے دیکھا ہوگا، کوئی صرف عالم ہوتا ہے اور طریقت سے کورا، کوئی محض صوفی ہوتا ہے اور علوم شرعیہ سے ناآشنا مگر حضرت حکیم الامت ایک ہی وقت میں صوفی بھی تھے، عالم بے بدل بھی، رومیٔ عصر بھی تھے اور رازیٔ وقت بھی، آپ نے جس طرح شریعتِ ظاہرہ کو جہالت وضلالت کی تاریکیوں سے نکالنے کا کام کیا اسی طرح طریقت باطنہ کو بھی افراط تفریط کی بھول بھلیوں سے نجات دلائی۔ آپ نے طریقت کو جو ایک زمانہ میں صرف رسوم کا مجموعہ بن کر رہ گئی تھی، زوائد و حواشی سے پاک و صاف کرکے قدمائے سلف صالحین کے مسلک پر لا کھڑا کیا، آپ نے پورے شد و مد کے ساتھ اس حقیقت کو ظاہر کیا کہ طریقت بھی شریعت ہے، شریعت سے علیحدہ کوئی چیز نہیں، حضرت حکیم الامت تھانوی کے یہاں طریقت کا خلاصہ یہ تھا کہ۔

"مسلمانوں میں صحابہؓ کا سا ذوق پیدا ہو جائے"

آپ نے اس مقصدِ عظیم کے لئے سیرت سازی کا ایک ایسا صحیح طرز اختیار کیا کہ جس سے جوگیانہ صوفیت اور راہبانہ تربیت روحانی کے پردے تار تار ہو گئے اور اسلامی روحانیت کا صحیح مفہوم لوگوں کی سمجھ میں آ گیا۔ آپ نے واشگاف الفاظ میں واضح فرما دیا کہ:۔

شریعت ہی ساری دینوی' اخروی' ظاہری و باطنی سعادتوں کی کفیل ہے۔"

حضرت حکیم الامت تھانوی چاروں سلسلوں چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ، اور قادریہ میں بیعت فرماتے تھے مگر اس کے ساتھ ہی نہ تو اصلاحِ باطن اور تربیت اخلاق کے لئے بیعت کو لازم و ضروری خیال کرتے بلکہ طالب کے ذہن میں اوّل ہی مرحلہ میں یہ بات ذہن نشین کرا دیتے کہ اصلاح باطن اور تزکیۂ نفس بیعت پر موقوف نہیں ہے یہ

بغیر بیعت کے بھی ہو سکتی ہے اور عوام و خواص کے ذہنوں میں جو یہ بات بٹھا دی گئی ہے۔ کہ بغیر بیعت ہوئے اور بغیر ہاتھ میں ہاتھ دیئے ہوئے تربیت اور حصول الی اللہ نہیں ہو سکتا اس کے دور کرنے کی کوشش کرتے چنانچہ بعض حضرات کو خلافت عطا فرمانے کے بعد بیعت فرمایا اور وہ بھی ان کی درخواست پر، اس سلسلہ میں علامہ سید سلیمان ندویؒ اور مولانا عبدالباری ندویؒ کی مثالیں موجود ہیں اور نہ ہی وہاں پر کسی سلسلہ کی کوئی روایات تھیں، نہ رسوم، نہ تعلیم و تربیت کے وہ کورانہ تقلید کے انداز تھے، روایتی حلقے توجہ اور مراقبے کچھ نہ تھے، بس اہتمام تھا تو شریعت کے احکام کو بجا آوری کا اور دھن تھی تو ہر انداز زندگی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ کے اتباع کی فکر تھی تو نفس و شیطان کے مکائد سے بچنے کی اور اپنے متوسلین کو تاکید تھی تو صرف یہ کہ اپنے ظاہر و باطن کو بھی پاک و صاف رکھو اور اپنے باطن کو بھی ظاہر طیب بناؤ۔ اکثر فرماتے تھے:۔

"دین متین ہی کے ظاہر و باطن کا نام شریعت و طریقت ہے، جس طرح ظاہری اعمال کے لئے احکاماتِ الٰہیہ فرائض و واجبات ہیں اسی طرح باطنی اعمال کے لئے بھی ہیں اور ہم دونوں کے ادا کرنے کے پابند ہیں۔"

اور فرماتے ہیں کہ:۔

"اس کے ساتھ ساتھ اور اسی طرح ضروری و لازمی حقوق العباد ہیں تم پر اپنے والدین کے، اپنے بیوی بچوں کے، اپنے احباب کے اور کاروباری تعلق رکھنے والوں کے حقوق بھی کما حقہ' ادا کرنا فرض ہے ان میں ذرہ برابر بھی کوتاہی کرو گے تو تعلق مع اللہ کی تم کو ہوا تک نہ لگے گی، چاہے عمر بھر ہی کیوں نہ مروجہ رسمی تصوّف کے مجاہدوں نوافل و وظائف میں

سر مارد، خدا کی مخلوق کو ناراض کرتے ہوئے بھی خدا کو
راضی کر لو" ایں خیال است محال است جنوں"

دراصل حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے یہاں طریقت کا خلاصہ ہی یہ تھا کہ انسان بنو، آدمیت سیکھو، چنانچہ آپ بارہا فرماتے ہیں کہ:-

"بھائی میں تو اپنی مجلس کو بزرگوں کی مجلس نہیں بنانا چاہتا ہوں، آدمیوں کی مجلس بنانا چاہتا ہوں"

یہی وجہ ہے کہ آپ کے یہاں اگر کوئی بے اصولی کی بات کرتا یا بے فکری کا ثبوت دیتا حقوق واجبہ کا تارک ہوتا، معاملات میں بدنظمی برتتا یا سلیقہ اور ڈھنگ سے کام نہ کرتا تو حضرت تھانویؒ فوراً تنبیہ اور مواخذہ فرماتے اور بار بار اپنے متوسلین کو اس طرف توجہ دلاتے کہ یہ تمام چیزیں دوسروں کی اذیت کا سبب بنتی ہیں اور کسی شخص کو اذیت نہ پہنچانا واجب ہے اور فرماتے کہ:-

جن لوگوں کا مجھ سے اصلاح کا تعلق ہے اُن کی
معمولی کوتاہی پر بھی میری نظر رہتی ہے، اُن کی
کسی حالت سے بھی کسی معیوب یا منکرات کا صادر
ہونا مجھے سخت ناگوار ہوتا ہے اور اس معاملہ پر سخت
دار و گیر کرتا ہوں، خواہ کتنا ہی قوی تعلق محبت کا مجھ
سے ہو ہرگز مروّت سے کام نہیں لیتا لیکن جن لوگوں سے
ایسا تعلق نہیں بحمد للہ میری نظر ان کے کسی عیب پر
نہیں پڑتی بلکہ تعلق بنانے کے لئے ان کی خوبیاں ہی
میرے سامنے رہتی ہیں"

حضرت تھانویؒ کے یہاں کیفیات و مکاشفات و واقعات وکرامات پر اتنا زور نہیں تھا

جتنا کہ عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت، سیاست اور طریقت کی درستگی پر تھا اور آپ صفات ورذائل کی تشریح پر زیادہ زور دیتے اعمال ظاہرہ و باطنہ میں اختیاری و غیر اختیاری، مقصود و غیر مقصود کی حدیں قائم کرنے کی طرف توجہ دلاتے رہتے، آدابِ زندگی اور آداب انسانیت کی تعلیم ہی آپ ہی کی نظر میں تربیت روحانی کی اصل بنیاد تھی اکثر فرماتے کہ:-

"میں تو کہا کرتا ہوں کہ شاہ صاحب بننا آسان ہے، ملک التجار بننا آسان
بزرگ بننا آسان، قطب بننا آسان مگر انسان بننا مشکل، اور یہ بھی کہا کرتا
ہوں کہ بزرگ بننا ہو، ولی بننا ہو، قطب بننا ہو تو کہیں اور جاؤ اگر انسان
بننا ہو تو میرے پاس آؤ، میں انسان بناتا ہوں۔"

حضرت تھانویؒ کا آستانہ مبارک بڑے بڑے ارباب ثروت و دولت اور اصحاب علم و فضل کی عقیدت گاہ تھی، آپ کی خانقاہ معرفت و روحانیت کا ایک ایسا چشمہ صافی تھی جس کی طرف دن رات سینکڑوں تشنہ کام آتے ہیں اور سیراب ہو کر لوٹ جاتے، آپ کی ہمہ گیر تربیت کے زیر اثر ہزاروں معصیت کوش اور عصیاں آلودہ روحیں پاک و صاف ہو کر اور گوہر مقصود سے دامن بھر کر لوٹیں، آپ کا فیضان عام تھا اس سے بڑے بڑے علماء بھی مستفید ہوئے صلحاء بھی، عوام بھی، خواص بھی، امیر و غریب، عورتیں مرد بچے بوڑھے سب ہی اپنی اپنی استعداد کے موافق اس بحر علم و معرفت سے سیراب ہوتے رہے، آپ کے حلقۂ ارادت میں علماء و فضلاء، مفسرین، محدثین، فقیہ، تاریخ داں، سیاستداں، فلاسفر، صحافی، ادیب اور خطیب ہر قسم کے لوگ نظر آئیں گے اور ان ہی کی صفوں میں عام آدمی دیہاتی غربا، اور متوسط طبقہ کے افراد بھی کھڑے دکھائی دیتے ہیں۔ مگر ان لوگوں میں سے حضرت تھانویؒ نے نہ کسی کی دولت ختم کرائی نہ کسی کو گوشہ نشین بنایا نہ کسی سے بیوی بچے چھڑائے نہ اعزہ و اقارب کے چھوڑنے کو کہا بلکہ اس میں سے ہر ایک کو اپنی اپنی حیثیت پر قائم رکھتے ہوئے ولی اور

اور صرف ولی ہی نہیں بلکہ ولی گر بنایا۔ حضرت تھانویؒ اپنی خانقاہ کے تربیت یافتہ لوگوں کے بارے میں یوں فرماتے ہیں کہ:-

دیکھو! سرکاری ملازمین میں میرے تربیت یافتہ لوگ ملیں گے، علماء صوفیاء اور مدرسین میں میرے مجازین ملیں گے اطباء و ڈاکٹروں میں تاجروں میں، وکیلوں میں، انجینئروں میں میرے اجازت یافتہ ملیں گے، فقیروں میں، زمینداروں میں اور نوابوں میں میرے خلفاء ملیں گے، تمہارے لئے اس دور سے زیادہ فتنہ والا دور اور کیا ہوگا، بس دیکھو! دین کے بارے میں ان کی مثالیں سامنے رکھنا ان کا دامن پکڑے رکھنا، دیکھو دین کتنا آسان ہے یہ سب تمہارے لئے آسان ہے سب اپنے اپنے کاموں میں لگے ہوئے ہیں کوئی چیز ان کے لئے دین سے مانع نہیں خارج نہیں دین دار ہوتے ہوئے سب اپنا اپنا کام انجام دے رہے ہیں تحصیل معاش میں مصروف ہیں کوئی دشواری نہیں اب تمہارے پاس کوئی عذر نہ ہونا چاہیئے تم کو صاف محسوس ہوگا کہ دین کتنا آسان ہے اور ہر شعبۂ زندگی میں قابل عمل ہے۔

وراثت نبوت یا جذبہ مجددیت سے جو شفقت علی الخلق اور اصلاح مسلمین کی فکر آپ پر ہمہ وقت مسلط رہتی تھی اس کی وجہ سے آپ کا سونا جاگنا، رفتار، گفتار، آرام و راحت سب کا سب اسی کے مشغلہ کی نذر تھی جہاں کہیں مسلمانوں پر کوئی مصیبت آئی ہو اس سے یہ اندازہ ہوسکتا ہے کہ اس دور پُرفتن میں ایسے جذبہ رکھنے والے کو چین و آرام کہاں، مفتیٔ اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ خود اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہیں کہ خود احقر نے بارہا دیکھا کہ جب کوئی فتنہ مسلمانوں میں ہوا جس سے ان کی دینی یا دنیوی تباہی کا خطرہ تھا تو حضرت تھانویؒ کا نظام ہی کام آتا۔ ایک ایسے فتنوں کے

زمانہ میں خود فرمایا کہ:-

"مسلمانوں کی موجودہ حالت اور اس کے نتائج کا تصوّر اگر کھانے سے پہلے آجاتا ہے تو بھوک اُڑ جاتی ہے اور سونے سے پہلے آجاتا ہے تو نیند اُڑ جاتی ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے حضرت تھانویؒ کو اس دورِ حاضر کے مجدد کے منصب پہ فائز فرمایا تھا اس لئے حضرت تھانویؒ نے مسلمانوں کے ہر شعبۂ زندگی میں بڑھتی ہوئی تباہیوں اور بربادیوں کو محسوس فرما کر جہاں سینکڑوں اور ہزاروں میل کے سفر طے کر کے اپنے مواعظ حسنہ ملفوظات اور عام مجالس کے ذریعہ لوگوں کو اپنی اصلاح کی طرف متوجہ کیا وہاں آپ نے اپنی عظیم تصانیف کے ذریعے عوام و خواص کی رہبری فرمائی اور ان کو صحیح دین سے آشنا کیا، رسوم و بدعات کی تاریکیوں سے نکالا، اللہ تعالیٰ کے راضی کرنے کے لئے عجیب عجیب نسخے تیار کئے۔

نشر و اشاعت کے اس دور میں حضرت تھانویؒ کا یہ عظیم اور امتیازی کارنامہ ہے۔ کہ ڈیڑھ ہزار سے زائد تصانیف کہ جن کی صرف فہرست ہی سو صفحات سے زائد ہے آپ کے قلم حقیقت رقم سے نکلی ہیں ہر علم و فن پر تصانیف و تالیفات اس قدر فرمائیں کہ بلا مبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ متقدمین و متاخرین میں اس کی نظیر ملنی مشکل ہے مسلمانوں کے لئے دین و دنیا کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس پر حضرت حکیم الاُمت تھانوی کی سیر حاصل مستند و معتبر تصانیف و مواعظ اور ملفوظات نہ ہوں۔ نصائح و صایا کا بھی نہایت جامع و نافع مکمل دستور العمل بھی مرتب فرما کر دیا ہے خود بھی بار بار ارشاد فرمایا ہے کہ الحمد للہ و بفضلہ تعالیٰ سب ضروری کام ہوگیا ہے صدیوں تک کے لئے دین کا راستہ بے غبار ہوگیا اور آئندہ نسلوں کے لئے انشاء اللہ تعالیٰ میری ہی تصانیف ملفوظات و مواعظ سے ضروری کام چلتا رہے گا یہ سب حضرت امداد اللہ مہاجر مکیؒ کا فیض و برکت ہے۔

اجتماعی اصلاح اُمّت کے سلسلہ میں آپ کا دوسرا عظیم کارنامہ ایک ایسے نظام

گل مرتب کر جاتا ہے کہ اگر سب مسلمان مل کر اس نظام کو اجتماعی شکل پر اپنا لیں تو جتنے مصائب آرہے ہیں وہ سب دور ہو جائیں اور یہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ جب کبھی مسلمانوں پر مصائب اور پریشانیوں کی اطلاع آتی تو آپ ماہیٔ بے آب کی طرح سخت پریشان ہوتے ایک دن آپ اس فکر میں مبتلا تھے کہ ۲۰ر جمادی الاوّل ۱۳۴۶ھ کی نماز صبح میں آپ کے قلب مبارک پر وارد ہوا کہ بعض اعمال خاصہ ہیں ان کو خاصیت یہ ہے کہ ان پر عمل پیرا ہو کر اور ان کا التزام کرانے سے مسلمانوں کے مصائب دُور ہو سکتے ہیں چنانچہ آپ نے اس سلسلہ میں پچیس اصُول حیات "حیاتُ المسلمین" کے نام سے جمع فرما کر شائع فرمائے۔ آپ کو کم و بیش ڈیڑھ ہزار تصانیف لکھنے کا شرف حاصل ہوا مگر آپ کا قول مبارک ہے کہ :۔

"مجھ کو اپنی کسی تصنیف کے متعلق یہ خیال نہیں ہے کہ میرے لئے یہ سرمایۂ نجات ہے البتہ حیوٰۃُ المسلمین کے متعلق میرا غالب خیال ہے کہ اس سے میری نجات ہو جائے گی اس کو میں اپنی ساری عمر کی کمائی اور ساری عمر کا سرمایہ سمجھتا ہوں۔"

اسی حیات المسلمین میں درج شدہ پچیس اصول وسیع پیمانہ پر عمل ترویج کے لئے ایک نظامِ عمل صیانۃ المسلمین کے نام سے تجویز فرما کر ۱۹۳۰ء میں جاری فرمایا۔ مجلس صیانۃ المسلمین کا مقصد اسلام کے بنیادی اصول عقائد، عبادات، معاملات معاشرت تربیت اخلاق کی صحیح طور پر انفرادی و اجتماعی طور پر عملی ترویج ہے تاکہ مُسلمان کامل اور مکمل مسلمان بن کر ترقی کریں۔ مجلس صیانۃ المسلمین کی اہمیت اور اس کی عظمت کے سلسلہ میں حضرت تھانویؒ کا ارشاد ہے جو آپ نے کسی کے سوال کے جواب میں فرمایا تھا۔ کہ حضرت! وہ کون سا عمل اور کون سے اسباب ہیں کہ جنہیں اختیار کرنے سے مسلمان موجودہ پستی اور تنزل سے نجات حاصل کر کے ترقی کر سکتے ہیں آپ نے فرمایا

کہ :۔ بفضلہ تعالیٰ ایسی تدابیر موجود ہیں اور ان کو ضبط کر کے رفاءِ عامہ کے لئے شائع بھی کر دیا گیا ہے چنانچہ ابھی کچھ عرصہ ہوا کہ مسلمانوں کی موجودہ تباہی اور بربادی سے متاثر ہو کر دو کتابیں حیوٰۃ المسلمین اور صیانۃ المسلمین تصنیف کی ہیں ان دونوں کتابوں کے اندر میں نے ان مصائب کو جو اس وقت مسلمانوں پر آرہے ہیں پورا پورا علاج بتلا دیا ہے تمام مسلمان پہلے ان ہی دونوں کتابوں پر عمل کر کے دیکھ لیں کہ کتنا نفع ہوتا ہے اور ایک دفعہ فرمایا کہ :۔

"ہماری حالت تو یہ ہے کہ دو مسلمان مل کر اتفاق سے کوئی کام کر ہی نہیں سکتے پھر اس پر ایسے بلند خیالات۔ کیا ایسی قوم کبھی فلاح پا سکتی ہے۔ اگر مسلمانوں میں اہلیت ہوتی تو حیوٰۃ المسلمین اور صیانۃ المسلمین ہی ان کے دستور العمل کے لئے کافی وافی ہیں۔"

قیام پاکستان سے قبل کانگریس اور مسلم لیگ کے اختلافی دور میں جب مسلم لیگ نے دہلی میں ایک عام اجلاس منعقد کیا تو اس میں حضرت تھانویؒ کو بھی شرکت کی دعوت دی گئی اور اس میں درخواست کی تھی کہ اس موقع پر جناب والا تشریف لا کر اپنے ارشادات سے مجلس کو ہدایات دیں لیکن اگر حضور والا خود تشریف نہ لا سکیں تو اپنا نمائندہ بھیج کر مشکور فرمائیں۔"

آپ چونکہ اس وقت بیمار اور کمزور تھے اس لئے آپ دہلی تشریف نہیں لے جا سکے مگر آپ نے اپنے جوابی گرامی نامے کے اندر ارکان مسلم لیگ کو مجلس صیانۃ المسلمین کی طرف توجہ دلائی اور تحریر فرمایا کہ اگر مسلم لیگ کے ارکان صیانۃ المسلمین اور حیوٰۃ المسلمین پر عمل پیرا ہو کر حکومت حاصل کریں تو اسلام کے بتائے ہوئے نقوش پر حکومت چلا سکیں گے جس کا نتیجہ کامیابی ہی کامیابی ہے۔" چنانچہ اس کی اہمیت

اور افادیت کے پیشِ نظر حضرت تھانویؒ کے ایک خلیفۂ اجل اور شیروان کے چشم و چراغ حضرت مولانا جلیل احمد شیروانیؒ کے مبارک ہاتھوں اور ان کی پیہم سعی اور کوششوں کے بعد پاکستان میں اس کی نشاۃ ثانیہ حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ بانی جامعہ اشرفیہ لاہور کے زیر سرپرستی ہوئی اور آج تک بفضلہ تعالیٰ جناب مولانا سید محمد نجم الحسن تھانوی کے زیر نگرانی یہ چشمۂ فیض جاری ہے اور ہند و پاک کے تمام علماء کرام اس کے معاون ہیں اور کراچی سے پشاور تک اس کی متعدد شاخیں قائم ہیں۔ اور اس وقت اس مجلس کے روح رواں جناب مولانا مشرف علی صاحب تھانوی ہیں جو اس مشنِ مقدس کو زندہ کئے ہوئے ہیں اس کے علاوہ صرف یہی نہیں کہ آپ نے مسلمانوں کی انفرادی اور اجتماعی اصلاح کے لئے کتابیں تصنیف کر دی ہیں، اور صیانۃ المسلمین کا نظامِ عمل پیش کر دیا ہو بلکہ آپ نے اپنے بعد کے لئے ایسے تربیت یافتگان کی ایک عظیم جماعت بھی چھوڑی ہے جو حضرت تھانویؒ کے ان دونوں کاموں کو اپنی اپنی جگہ کما حقہٗ ادا کر رہے ہیں۔ یوں تو حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے متوسلین کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہے مگر آپ نے ان میں سے ۱۲۹ حضرات کو اپنا خلیفہ اور مجاز بنایا ان میں سے چند حضرات کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ حضرت مولانا جلیل احمد شیروانی بانی مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان، حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ بانی جامعہ اشرفیہ لاہور، حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ بانی خیر المدارس ملتان، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ بانی دار العلوم کراچی حضرت مولانا اطہر علی صاحبؒ سلہٹی بانی جامعہ امدادیہ کشور گنج مشرقی پاکستان، حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی مہتمم دار العلوم دیوبند انڈیا، حضرت مولانا علامہ سید سلیمان ندویؒ، حضرت مولانا عبد الباری ندویؒ، حضرت مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوریؒ حضرت مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلویؒ، حضرت مولانا مسیح اللہ خان شیروانی، حضرت مولانا ڈاکٹر عبد الحیٔ عارفی اور حضرت حاجی محمد شریف صاحب وغیرہ قابل ذکر ہیں اور اپنی اپنی ذات ہر شخص ایک انجمن کی حیثیت رکھتا ہے۔

حضرت حکیم الامت تھانویؒ کا طبعی میلان یکسوئی کے ساتھ تصنیف و تالیف، تعلیم و تربیت اور اصلاحِ امت و ہدایتِ خلق کی طرف تھا اس لئے عملی طور پر سیاسی اور ملکی تحریکوں میں براہ راست حصہ لینے کی نوبت نہ آئی اور نہ آپ کبھی کسی سیاسی جماعت سے منسلک ہوئے البتہ جب کبھی ملک میں کوئی سیاسی تحریک شروع ہوئی اس کے بارے میں ایک ماہر شریعت عالمِ دین ہونے کی حیثیت سے اس کی شرعی حیثیت پر فقیہانہ نظرِ بصیرت ڈال کر نتائج و عواقب واضح کرنے اور ملت کی علمی و روحانی رہنمائی کا فریضہ ادا کرنے میں کبھی دریغ نہ فرمایا چنانچہ جب کانگریس میں مسلمانوں کے بلاشرط داخلے سے خطرناک نتائج و عواقب تقریباً سامنے آگئے تو حضرت تھانویؒ نے مسلم لیگ کی حمایت اور شرکت کی رائے دی، آپ کا فتویٰ بنام تنظیم المسلمین شائع ہوا۔ آپ کا فتویٰ شائع ہونے کے بعد حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ اور آپ کے تمام متوسلین و خلفاء نے مسلم لیگ کی حمایت و اعانت میں سرگرم حصہ لیا اور ان تمام حضرات نے تحریک پاکستان کے سلسلہ میں عملی طور پر کارنامے انجام دیئے۔ اور پورے ہندوستان کا دورہ کیا اور جگہ جگہ ان حضرات کی کوششوں سے مسلم لیگ کامیاب ہوتی رہی۔ حتیٰ کہ قائد اعظم محمد علی جناح مرحوم بھی حضرت تھانویؒ کی اس حمایت پر بڑے مطمئن اور شکر گزار تھے اور آپ کے متوسلین ان کوششوں کو ہمیشہ سراہتے رہے حتیٰ کہ ڈھاکہ اور کراچی میں پاکستانی پرچم کی نقاب کشائی کے سلسلہ میں حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ اور حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کو تجویز فرمایا اور ان ہی کے مبارک ہاتھوں نقاب کشائی کرائی اور آج بھی حضرت تھانویؒ کے تمام متوسلین اور خلفاء پاکستان کے وجود اور بقاء کے لئے حتی المقدور کوشاں ہیں۔

بہر حال آپ کی پوری زندگی خدمت اسلام میں گزری اور نہایت لطیف مزاج کے مالک تھے متقدمین میں سے مزاج کے اعتبار سے آپ کو مرزا مظہر جان جاناں ثانی کہا جاسکتا ہے آپ نہایت مترتب المزاج اور اصول و ضوابط کے پابند تھے اور حقیقت یہ کہ اگر آپ مترتب المزاج

اور اصول و ضوابط کے پابند نہ ہوتے تو اتنے عظیم کارنامے اور ہزاروں تصنیف و تالیف کا کام ہرگز پایۂ تکمیل کو نہ پہنچتا بلاشبہ آپ حکیم الامتؒ اور مجدد و ملت تھے اور پورے عالم اسلام کے عظیم مذہبی و روحانی پیشوا تھے آخر ۸۳ سال ۳ ماہ گیارہ دن دنیا کو اپنے وجود مسعودؒ سے متبرک اور منور فرمانے کے بعد ۱۶ رجب المرجب ۱۳۶۲ھ یعنی ۱۹ / ۲۰ جولائیؒ ۱۹۴۳ء کی درمیانی شب میں رحلت فرما گئےؒ۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

نماز جنازہ مولانا ظفر احمد عثمانی نے پڑھائی، تھانہ بھون کے قبرستان عشق بازاں میں آپ کا مزارِ مقدس ہے، ذوالصفین تاریخ وصال ہے۔

۱۳۶۲ھ

کہیں مدت میں ساقی بھیجتا ہے ایسا مستانہ
بدل دیتا ہے جو بگڑا ہوا دستورِ مے خانہ

(تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیے "سیرت اشرف" مولفہ منشی عبدالرحمٰن خان صاحب ملتانی)
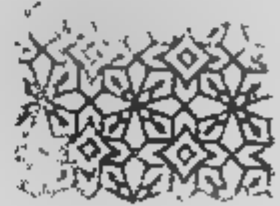
حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائپوریؒ

حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ کے جید عالم دین اور عارف کامل تھے آپ کے والد ماجد کا نام راؤ اشرف علی خان ہے اور مسلمان راجپوت خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، موضع تگری ضلع انبالہ مشرقی پنجاب آپ کا وطن ولادت ہے والد ماجد ایک بڑے زمیندار تھے اور رائپور کو اپنا مستقل وطن بنایا جو سہارنپور سے تقریباً بیس میل ایک بڑا گاؤں ہے۔ ابتدائی تعلیم آپ نے تگری رہ کر حاصل کی پھر باقی عربی فارسی کی تعلیم رامپور اور مظاہر العلوم سہارنپور میں حاصل کی اور کچھ کتابیں حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ سے بھی پڑھی ہیں۔

ابتداء سے ہی طبیعت سلوک و تصوف کی طرف مائل تھی، شیر مادر کے ساتھ اکابرین اور مشائخ کی محبت اور ان کی توجہات کے گھونٹ بھی نوش کئے گئے تھے جس وقت اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مکیؒ مکہ معظمہ کے لئے ہجرت فرما رہے تھے اس وقت آپ کی عمر تین سال کی تھی اور راؤ اشرف علی خان حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ کے جاں نثار خدام میں سے تھے۔ چنانچہ مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھیؒ فرماتے ہیں کہ: "آپ کی ذات جامع کمالات ہے جو قلب ابتداء ولادت سے حضرت گنگوہیؒ کی محبت کا تخم اپنے اندر لئے ہوئے تھا وہ میرے علم میں صرف آپ کا قلب ہے لقیضہ غدر اعلیٰ حضرت حاجی صاحبؒ کی روپوشی کے زمانہ میں جبکہ حضرت گنگوہیؒ بیج لاسہ جاتے ہوئے تگری میں ٹھہرے

تو آپ کے والد ماجد راؤ اشرف علی خاں صاحب کے مہمان بنے تھے مولانا ممدوح اس وقت طفل سہ سالہ تھے حضرت نے پیار کیا اور سر پہ ہاتھ رکھ کر دعا دی، اسی وقت سے آپ کو حضرت گنگوہیؒ کے ساتھ تعلق تھا۔ جوں جوں ہوش سنبھالا باپ کی زبان سے حضرت گنگوہیؒ کے مناقب سُن کر گویا حضرت ہی کی محبت میں نشو و نما پایا جس قلب میں قطب الارشاد کی بدعقیدگی کا کبھی وسوسہ بھی نہ گزرا ہو اس کے مراتب علیہ کی کنہ کوئی کس طرح ادراک کرے، آپ نے طفولیت ہی میں گنگوہ کی آمد و رفت شروع کر دی تھی اور حضرت کے مربیانہ فیضان سے مستفید ہونے لگے تھے اور آخر کار حضرتؒ نے آپ کو بیعت کیا اور بیعت کے ساتھ ساتھ مجاز طریقت بھی بنایا۔ (تذکرۃ الرشید)

جب ۱۳۲۰ھ میں مظاہر العلوم سہارنپورؒ کے بعض جاہ طلب بحران نے ہڑبونگ مچایا اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ کے نام برطرفی کا نوٹس دے دیا تو ان دنوں میں آپ بحکم حضرت گنگوہیؒ ہر تیسرے روز بیل گاڑی میں بیٹھ کر سہارنپور جاتے اور حضرت گنگوہیؒ کو حالات سے باخبر کرتے رہے اس طرح آپ نے مظاہر العلوم سہارنپور کے حالات کو بگڑنے نہ دیا اور حضرت شیخ الہندؒ اور حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے ساتھ آپ کو بھی مدرسہ مظاہر العلوم کا سرپرست بنا دیا گیا اور آخر وقت تک آپ نے کارہائے متعلقہ کو بڑی جوانمردی اور اخلاص سے انجام دیا، دوسرا بڑا کام آپ نے ریشمی خطوط کے سلسلہ میں کیا ہے جس کی تفصیل نقش حیات میں ملاحظہ فرمایئے۔

قرآن شریف اور اس کی تعلیم سے آپ کو عشق تھا بچوں کو صحیح صاف اور سادہ لہجہ میں قرآن شریف پڑھتا ہوا دیکھ کر آپ بہت خوش ہوتے تھے، خود آپ نے اپنے باغیچہ میں ایک مدرسہ قائم کیا جو توکل کا مجسمہ تھا چندہ کا سوال تھا نہ کوئی وقف جائیداد

تھی یہیں پہ ایک خام مسجد تھی مدرسہ اور مسجد دیکھ کر عہد نبوت کے سادہ دور کا نقشہ آنکھوں میں پھر جاتا تھا۔ دیہات کے چھوٹے چھوٹے بچے تعلیم پاتے تھے یہاں ہی سے ان کی خورد و نوش کا انتظام ہوتا تھا۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ لکڑیاں اور آٹا ختم ہو گیا نگران مدرسہ نے آپ کو اطلاع دی آپ نے فرمایا خدا رازق ہے۔ وہی انتظام کرے گا۔ چنانچہ یہ فرما کر خاموش ہو گئے، صبح نہ ہوئی تھی کہ طالب علم جو نہانے کے لئے ندی پہ گئے تھے دوڑتے ہوئے آئے اور کہا حضرت! ندی میں تو لکڑیاں بہی چلی آ رہی ہیں، خوشی کے مارے آپ کا چہرہ دمکنے لگا اور آپ نے فرمایا کریم رزاق نے تمہاری روزی کا سامان بھیجا ہے جاؤ جتنی چاہو سمیٹ لاؤ چنانچہ سارے طلباء دوڑ پڑے اور روک لگا کر لکڑیاں لانا شروع کر دیں کہ دو گھنٹے میں اتنا اونچا ڈھیر لگ گیا جس سے زیادہ کی گنجائش بھی نہ تھی، لکڑیاں کی آمد بھی بند ہو گئی اور اب آٹے کی ضرورت رہ گئی دو گھنٹہ کے بعد ڈاکیا آیا اور ڈیڑھ سو روپیہ کا منی آرڈر پیش کیا جس میں لکھا تھا کہ مدرستہ القرآن کے لئے بھیجتا ہوں اس کو خرچ میں لائیں۔"

غرضیکہ اسی متوکلانہ شان سے یہ دینی مدرسہ اپنے فرائض منصبی انجام دیتا رہا۔

آخری سفر حج کے لئے جب آپ روانہ ہوئے تو ستر اسی نفر آپ کے ساتھ تھے بمبئی پہنچنے کے بعد معلوم ہوا کہ جہاز میں صرف بارہ سیٹ باقی ہیں اس لئے آپ نے رفقاء میں سے بارہ حضرات کو ٹکٹ خرید دیئے اور آپ مع فرزند بھوا اور دیگر رفقاء کے پندرہ دن تک مقیم رہے بعد ۱۵ دن کے بمبئی سے دوسرے جہاز کے ذریعہ روانہ ہوئے راستہ میں فرزند عبدالرشید مرحوم کو پیچش ہو گئی اور مرض یہاں تک بڑھا کہ مرحوم سے حرکت کرنا دشوار ہو گیا اسی حالت میں جوں توں کر کے ارکان حج پورے کئے باوجودیکہ اکلوتا لڑکا فرزند دلبند جان بلب تھا لیکن اپنی اور فرزند کی تکلیف کا کچھ خیال نہ آیا، ہر وقت رفقاء سفر کے آرام و راحت میں مصروف رہتے تھے اسی حالت میں سفر مدینہ اختیار کیا وہاں سے فارغ ہونے کے بعد

"جب ہندوستان واپس ہوئے تو راہ میں عدن کے قریب عبدالرشید کا انتقال ہوگیا جہاز ہی
میں نماز جنازہ ادا کی اور فرزند کی نعش کو سپردِ بحر کردیا ۔ضبط و تحمّل و صبر و رضا کا یہ عالم کہ
بالکل ظاہر نہ ہونے دیا کہ فرزند کا انتقال ہوگیا ہے لوگ تمنائیں کرتے کہ حضرت فرزند مرحوم کا
تذکرہ کریں گے مگر کیا مجال کہ زبان یا چہرے سے کسی قسم کا اظہار ہوجائے ۔

آپ میں کتمان حال و ضبط و تحمّل بہت زیادہ تھا بڑی سے بڑی تکلیف کو چھپاتے تھے
ایک مرتبہ ران میں دُنبل نکلا کسی کو پتہ نہ چل سکا باوجود تکلیف شدید کے برابر مسجد میں نماز
ادا کرنے کے لئے جاتے رہے ایک دن جب پھوڑا پھوٹ گیا اور ازار پیپ و خون سے
تر ہوگیا تب خدام کو معلوم ہُوا کہ نہ معلوم کتنے دنوں سے دُنبل تھا ۔ اسی طرح کتنی ہی دفعہ
طبیعت خراب ہوئی اور دوا کی نوبت ہی نہ آئی اس وجہ سے کہ کسی کو خبر نہ ہوئی کہ کب طبیعت
خراب ہوئی اور کب آرام ہوگیا جیسے حالت صحت میں خوش و خرم رہتے ایسے ہی مرض کی حالت
میں رہتے ۔ آخری زمانہ میں مستقل بخار رہنے لگا لیکن باوجود اس کے مجاہدات کا وہی
عالم رہا بہر حال آپ ہمیشہ اور ہر وقت اتباع سنّت اور احیائے سنّت کا خیال رکھتے تھے
اور عشق نبوی سے سرشار تھے ۔ آپ کے خلیفۂ اعظم حضرت مولانا عبدالقادر رائپوری فرماتے
ہیں کہ : "حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحبؒ نہایت اعلیٰ وارفع و کامل و مکمل
بزرگ تھے اور ولیٔ با صفا اور صاحب حال اکابرین میں سے تھے
کشف بہت زیادہ ہوتا تھا لیکن کتمان حال کا یہ عالم کسی کو ظاہر
نہ ہونے دیتے تھے "

۱۹۱۹ء میں رائپور ہی میں فوت ہوئے اور جس باغ میں آپ رہتے تھے اسی باغ میں آپ کو سپرد خاک کیا
گیا آپ کا مزار مقدس آج بھی منبع فیض و برکات بنا ہوا ہے ۔
اللہ تعالیٰ اپنی رحمتیں نازل فرمائے ۔ آمین

حضرت مولانا احمد حسن امروہیؒ

آپ کا تعلق خاندانِ سادات حسینیہ سے ہے اور امروہہ کے مشہور بزرگ حضرت
سید شاہ ابن قدس سرہٗ کی اولاد میں سے ہیں والد بزرگوار کا نام سید اکبر حسین ہے اور آ
کی تاریخ پیدائش ۱۲۶۷ھ ہے ۔

آپ نے فارسی و عربی کی تعلیم امروہہ کے مشہور عالم مولانا سید رافت علی صاحب
مولانا کریم بخش صاحبؒ مولانا محمد حسین صاحبؒ جعفری سے حاصل کی اور طب کی تعلیم امرو
کے مشہور طبیب حکیم امجد علی خان اثنا عشری سے پائی ۔ پھر حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانو
کی خدمت میں دیوبند، نانوتہ اور میرٹھ میں رہ کر تمام علوم و فنون کی تکمیل کی اور اپنے استا
کے کمالات علمیہ کے مکمل آئینہ بن گئے ۔ حضرت نانوتویؒ قدس سرہٗ اپنے اس جلیل القدر تلمی
کا کس قدر احترام کرتے تھے ؟ ہمیشہ میر صاحب کہہ کر پکارتے تھے اور حضرت نانوتوی
اپنے اس عزیز شاگرد کی وجہ سے چند مرتبہ امروہہ بھی تشریف لے گئے تھے ۔ حضرت
نانوتویؒ کے علاوہ مولانا مولانا احمد علی سہارنپوریؒ قاری عبدالرحمٰن پانی پتی ، مولا
عبدالقیوم بھوپالی اور شاہ عبدالغنی مہاجر مدنی سے بھی حدیث کی اجازت حاصل کی ہے
اپنے اُستاذ محترم مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی طرح آپ کو بھی علم دین کی نشر و اش
کا شوق ہی نہیں بلکہ عشق تھا چنانچہ جس وقت آپ فارغ التحصیل ہوئے تو نوجوان تھے ۔
خورجہ تشریف لے گئے خورجہ کے بعد سنبھل اور دہلی کے مدارس میں مختلف اوقات میں صد
مدرسہ کے عہدے پر فائز رہے ، اور سیمِ دین کی نشر و اشاعت فرماتے رہے جب

وقت ۱۲۹۶ھ میں حضرت نانوتویؒ کے ایماء پر مدرسۃ الغرباء عرف مدرسہ شاہی مُرادآباد قائم ہُوا تو اس کے پہلے صدر مدرس آپ ہی تھے، ۱۳۰۳ھ تک یعنی سات آٹھ برس آپ کا اس مدرسہ سے تعلق رہا۔ ۱۳۰۳ھ میں آپ مستعفی ہو کر وطن عزیز امروہہ تشریف لے آئے اور یہاں علوم دین کی نشر و اشاعت شروع کی اور جامع مسجد میں مدرسہ اسلامیہ عربیہ کی تشکیل جدید کی اپنی بنیاد کے اعتبار سے یہ مدرسہ حضرت نانوتویؒ کا قائم کیا ہُوا ہے جو ایک مکتب کی حیثیت سے چل رہا تھا آپ نے اسی کو جامع مسجد میں اعلیٰ پیمانہ پر چلانا شروع کیا اور مختلف فنون مثلاً طب، منطق، فلسفہ، حدیث، تفسیر اور فقہ وغیرہ کے ماہرین کو جمع کیا جس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ تھوڑے عرصہ میں مدرسہ دور و نزدیک شہرت پا گیا اور خدمت دین کرنے لگا چنانچہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے مدرسہ کے حق میں دعا فرمائی کہ:۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے آپ کے مدرسہ کی امداد و اعانت فرمائے۔ آمین"

مدرسہ امروہہ کے قیام کے چند سال بعد بطلبی مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند مدرسہ عربیہ دارالعلوم دیوبند میں بھی آپ نے چند ماہ درس دیا ہے بیضاوی، شمس بازغہ، صدرا آپ کے سپرد کی گئیں اور آپ کو اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ کو ایک ہی درجہ میں رکھا گیا البتہ آپ کی تنخواہ حضرت شیخ الہند سے کچھ زیادہ تھی، کچھ عرصہ بعد آپ کو مدرسہ امروہہ کے ذمہ دار حضرات یہ کہہ کر کہ "ہمارا باغ اجڑنے کا اندیشہ ہے" لے آئے اور پھر آپ نے مدرسہ امروہہ میں سلسلہ درس شروع کر دیا آپ کے علمی و روحانی مقام کے بارے میں حضرت نانوتویؒ کے تمام کمالات کا آئینہ اور نمونہ آپ کو کہا جائے تو بجا ہے چنانچہ خود حضرت نانوتویؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ:۔

"ان کا ذہن چاندی ہے اور میرا ذہن سونا ہے مزاج کے اعتبار سے وہ مجھ

سے زیادہ قریب ہے۔" (قصص الاکابر)

حضرت نانوتویؒ کے اس ارشاد کے بعد فضل و کمال کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے تاہم دارالعلوم دیوبند کی مدرسی اور اور حضرت شیخ الہندؒ کے برابر رتبہ اور تنخواہ میں تفا ایک ایسی روشن دلیل ہے جس سے آپ کا فضل و کمال بوضاحت ثابت ہوتا ہے۔ تقریر تحریر میں حضرت نانوتویؒ کا رنگ غالب ہے اگر یہ کہہ دیا جائے کہ:۔

"فضل و کمال قاسمی کی صحیح جانشینی اگر کسی نے کی ہے تو وہ صرف حضرت امروہیؒ کی ذات ہے"

تو اس میں مبالغہ ہرگز نہ ہوگا۔ حضرت امروہیؒ کی تقریر نہایت جامع اور شستہ اور پُر ہوتی تھی تقریر میں وہ اپنے اُستاذ کا کامل نمونہ تھے اور مناظرہ میں بھی آپ اپنے است محترم کی طرح ید طولیٰ حاصل کئے ہوئے تھے چونکہ حضرت نانوتویؒ کے ہمراہ متعدد مناظ میں شریک رہ چکے تھے اس لئے آپ کے مناظروں میں بھی قاسمی رنگ غالب رہتا تھ ۱۳۲۲ھ میں نگینہ ضلع بجنور میں آریوں کے ساتھ مناظرہ ہُوا اور جس میں حضرت محدث امروہیؒ اور حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ نے وکالت فرمائی اور ایسی زوردار تقا فرمائیں کہ آریوں کے چھکے چھوٹ گئے۔ غرضیکہ آپ عظیم محدث، محقق، مدبر، مفکر اور مناظر تھے اور علمی مقام بہت بلند تھا سلوک و تصوف میں آپ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے بیعت ہیں اور اجازت و خلافت حضرت حاجی صاحبؒ اور حضرت نانوتو سے حاصل ہے۔ استاذ محترم حضرت نانوتویؒ کی طرح آپ میں بھی انتہا سے زیادہ انخفائے حال تھا اس وجہ سے اکثر و بیشتر علمی لائن سے ہی آپ کا تعلق رہا حالانکہ اپنے زمانہ میں تصوف کے اونچے مقام پر فائز تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے حضرت حاجی امداد صاحبؒ کی خدمت میں اپنا سلام اور حاضر نہ ہونے کی معذرت کہلا کر بھیجی تو حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ:۔

ہماری یہ ٹوپی ان کو دے دینا اور یہ کہنا کہ جو کام تم امروہہ
میں رہ کر انجام دے رہے ہو وہ یہاں کی حاضری سے بہتر ہے"

بہر حال علمی و روحانی مقام میں اپنی نظیر آپ تھے۔ نہایت خوش لباس، خوش اخلاق اور حسین و جمیل بزرگ تھے۔ ساری زندگی درس و تدریس اور تبلیغ و ارشاد میں گزارنے کے بعد ۲۸ ربیع الاول ۱۳۳۰ھ میں واصل بحق ہوئے اور پسماندگان میں تین صاحبزادیاں اور ایک صاحبزادہ مولانا سید محمد رضوی صاحب چھوڑے جو امروہہ کے مدرسہ اسلامیہ سے فارغ التحصیل ہیں۔ آپ کے ممتاز تلامذہ میں مولانا عبدالرحمٰن امروہیؒ مولانا قاری ضیاء الدین الہ آبادی اور مولانا مختیار احمد صاحب امروہی شامل ہیں۔

آسماں تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے

- "آدمی کامل وہ ہے کہ اپنے عیوب پر اس کو عبرت اور نظر ہو، اور اپنی معصیت پر ندامت، ورنہ وہ کون ہے جو غفلت اور عصیان سے خالی ہو، اپنے اپنے درجہ کے سب عاصی ہیں۔"
- دنیا میں کوئی آدمی رنج و غم سے بچنا چاہے تو اس کے سوا کوئی راستہ نہیں کہ کسی سے کسی نفع کی توقع نہ رکھے،
امید و بیم کا تعلق صرف ایک ذات حق تعالیٰ سے وابستہ کرنا چاہیے۔"

(قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہیؒ)

حضرت مولانا حافظ محمد احمد قاسمیؒ

آپ ۱۲۷۹ھ میں قصبہ نانوتہ میں پیدا ہوئے اور حجۃ الاسلام حضرت مولا
قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے تھے آپ کی عمر جب مکتب
کے قابل ہوئی تو قصبہ رام پور کے جو نانوتہ سے پانچ میل کے فاصلہ پر بجانب
ایک قصبہ ہے حافظ نور محمد صاحب کے پاس پڑھنے بٹھادیا نویں سال آپ نے
مجید حفظ کر لیا پھر تحصیل علوم کے لئے بیرونی مدارس میں روانہ فرمادیا گیا اور گلاؤٹھ
بلند شہر میں جو مدرسہ خود حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ نے
کیا تھا وہاں آپ کو داخل کر دیا گیا اس کے بعد اونچی تعلیم کے لئے مدرسہ قاسم الع
مراد آباد بھیجا گیا یہ مدرسہ بھی حضرت نانوتویؒ نے قائم فرمایا تھا اور اس مدرسہ کے
مدرس حضرت مولانا احمد حسن صاحب امروہیؒ تھے آپ نے مختلف علوم و فنون کی
کتابیں حضرت امروہیؒ سے اسی مدرسہ شاہی مراد آباد میں رہ کر پڑھیں اسی دوران
حضرت نانوتویؒ کو اپنے صاحبزادے کو خود ہی تعلیم دینے کا خیال پیدا ہوا ا
نے مراد آباد سے حضرت حافظ صاحب کو دیوبند بلالیا۔ لیکن حضرت نانوتویؒ کی و
کا زمانہ قریب آچکا تھا سفر حج کی تیاریاں تھیں اور اسی سفر میں مرض وفات ش
ہوا اس لئے جس خصوصی تعلیم کے لئے صاحبزادہ کو بلایا تھا وہ نہ ہو سکی اور
حافظ صاحبؒ نے مدرسہ دارالعلوم دیوبند میں اپنی بقیہ تعلیم پوری کی، متعدد کت
اور بالخصوص معقولات و عربیت کی اونچی کتابیں حضرت شیخ الہند مولانا محمود الح
دیوبندیؒ سے پڑھیں اور سب سے آخر میں دورہ حدیث گنگوہ پہنچ کر قطب الا

رت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ قدس سرہٗ کے حلقۂ درس میں پورا کیا اور وہیں سے
رِ حدیث حاصل کی۔ ۱۲۹۸ھ میں حضرت نانوتویؒ کی وفات ہو گئی تو حضرت حافظ
حبؒ تھانہ بھون کے عربی مدرسہ میں جو حضرت نانوتویؒ کا ہی قائم فرمودہ تھا۔
ریف لے گئے اور عرصہ تک وہاں پڑھاتے رہے، وہاں سے پھر دیوبند بلائے
ے اور ۱۳۰۳ھ میں دارالعلوم دیوبند میں مدرس مقرر کئے گئے، عموماً تمام فنون
درس دیتے تھے لیکن خصوصیت سے مشکوٰۃ شریف، مختصر المعانی، جلالین شریف
میر زاہد وغیرہ کتابیں زیر درس رہیں۔ اُسی زمانہ تدریس میں دارالعلوم دیوبند کے
تم حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب قدس سرہٗ تھے ان کی ہجرت مکہ مکرمہ
بعد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ، سرپرست دارالعلوم دیوبند نے
۱۳ھ میں حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحبؒ کو دارالعلوم دیوبند کا مہتمم مقرر
یا، آپ نے اپنے طبعی جوہروں کے ساتھ دارالعلوم کا اہتمام پوری قوت وجاہت
جرأت و استقلال کے ساتھ چلایا جس کے نمایاں اثرات تاریخ دارالعلوم دیوبند
محفوظ ہیں اور یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ دارالعلوم کا ترقیاتی دور حضرت حافظ
حبؒ ہی کا چالیس سالہ دورِ اہتمام ہے اس دور میں جماعت دیوبند کے تمام اکابر
ا حتیٰ کہ حضرت حافظ صاحبؒ کے اساتذہ بھی ان کی نسبت کی وجہ سے ان کے
منے جھکتے تھے، حضرت شیخ الہندؒ باوجودیکہ حضرت حافظ صاحب کے اُستاد
ں تھے اور حضرت حافظ صاحبؒ کا قلب بھی ان کی اُستاذی عظمت سے بھرپور
لیکن جب کبھی حضرت حافظ صاحب اپنی صاحبزادگی اور مخدوم زادگی کے رنگ
ہوتے اور حضرت شیخ الہندؒ آجاتے تو اِدھر سے ناز اور اِدھر سے نیاز قابلِ دید
تھا بعض اوقات تو نہایت نیاز مندی سے حافظ صاحب کے سامنے ہاتھ جوڑ کر
ر پاؤں تک پکڑ لیتے تھے اور حضرت شیخ الہندؒ فرمایا کرتے تھے کہ:۔

"حافظ احمد کا میرے دل میں اتنا احترام ہے کہ اگر
وہ پاخانہ کی کوئی ٹوکری اٹھانے کو بھی مجھ سے کہیں
گے تو میں اس کی تعمیل کو اپنی عزت سمجھوں گا"

اللہ اکبر، دیکھئے حضرت شیخ الہندؒ اپنے اس شاگرد کا کتنا احترام کرتے ہ
صرف حضرت نانوتویؒ کی نسبت تھی بغرض حضرت شیخ الہندؒ اس شفقت
ساتھ جو نیاز مندی کے رنگ میں ہوتی تھی حضرت حافظ صاحب کی پشت پنا
فرماتے اور وہ وجاہت و جرأت ان کی کام کرتی تھی، حضرت حافظ صاحبؒ کے ا
اوصاف بھی بہت بلند تھے آپ جب چلتے تو عموماً نیچی نگاہ کر کے چلتے تھے
میں وقار اور متانت تھی ان کے سامنے پہنچ کر ایک ہیبت محسوس ہوتی تھی صاف
اور ظاہر و باطن کی یکسانی معروف و ممتاز تھی ہر ایک سے بات نہایت صاف
اور بے جھجک فرماتے تھے، سریع الغضب تھے، غصہ آتا تو ایک دم آجاتا
ایک دم با   کھری کھری فرماتے تھے اور دوسرے کی صفائی پیش کر دینے
مجلس میں ایک دم فرو ہو جاتا اور اِس مغضوب پر بے حد مہربان ہو جاتے اور ع
شفقت فرماتے، غرض طلبہ اور مدرسین سب پر ان کی وجاہت کے اثرات
کو چار چاند حضرت شیخ الہند کے نیاز مندانہ رنگ کی باطنی توجہات و تصرفات اور م
قوت و ہمت نے اور اُدھر حضرت گنگوہیؒ کی سرپرستی اور روحانی اعانت نے لگا
تا آنکہ اس دور میں مدرسہ سے دارالعلوم دیوبند بنا اور اس نے مالی اور علمی حیثیت
نمایاں ترقیاں کیں، عمارت کی وسعت، شعبہ جات کا پھیلاؤ، شاندار اجتماعات ملک
دارالعلوم کی عمومی روشناسی، قوم اور حکومت دونوں کا اس سے تاثر وغیرہ اس د
پیداوار ہیں جس سے دارالعلوم ہر جہتی ترقی کرتا ہی چلا گیا۔ کام کے بڑھ جانے پر حضر
حافظ صاحبؒ کی نگاہِ انتخاب اپنی نیابت کے لئے حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ

یب دوراں مانے ہوئے مدبّر، بزرگ عالم ربانی، محدّث، ادیب اور بافراست بزرگ
تھے ان کے تدبّر نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا، اب تدبیر و سیاست حضرت مولانا حبیب الرحمٰنؒ
صاحبؒ کی تھی اور وجاہت و جرأت اور قوت حضرت حافظ صاحب کی اور ہمت باطنی اور
نت پناہی حضرت شیخ الہند کی تھی۔ ان تینوں سروں کے جڑنے سے دارالعلوم نے
ترقی کی وہ زمین سے اٹھ کر آسمان تک پہنچ گیا، سخاوت اور فراخدلی مثالی تھی، مہماندار
مہمانوازی میں شغف تھا، روزانہ دو چار دس بیس مہمان دسترخوان پر ہوتے تھے جس
ن کوئی مہمان نہ ہوتا تو مدرسہ کی چھٹی ہونے پر دروازۂ مدرسہ پر کچھ دیر رک جاتے اور
مانذہ میں سے جو گزرتا اسے گھر ساتھ لے آتے اور کھانے میں شریک فرماتے حضرت
لانا عبیداللہ سندھیؒ اور حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کو دس سال تک اپنے سے
نہیں ہونے دیا، اپنے ساتھ ہی کھانا کھلاتے اخلاص اور اعتماد علی اللہ میں راسخ القدم
ے اور دوسری ممتاز اخلاقی قوتیں آپ کی شیوہ ہوگئی تھیں۔

بہرحال آپ تمام عمر درس و تدریس، تبلیغ و ارشاد اور دارالعلوم کی ترقی کے لئے
م کرتے رہے اور ۳ رجمادی الاوّل ۱۳۴۷ھ کو دارالعلوم ہی کی خدمات کے سلسلہ میں
دارالعلوم پر نثار ہوگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔

ہزاروں افراد نے نماز جنازہ ادا کی اور ۴ رجمادی الاوّل ۱۳۴۷ھ کو دفن کردیا گیا۔
پ کی اولاد صالح میں حضرت مولانا قاری محمد طاہر قاسمیؒ مرحوم اور حضرت مولانا قاری محمد طیب
حب قاسمی مدظلہ، مشہور زمانہ علماء میں سے ہیں اور آپ کے صحیح جانشین ثابت ہوئے
اور حضرت قاری محمد طیب صاحب مدظلہ، تو ایک بین الاقوامی شہرت کے مالک ہیں۔ ان
تذکرہ آگے پڑھیئے۔

خدا رحمت کنند ایں عاشقانِ پاک طینت را

حضرت مولانا حافظ عبدالرّحمٰن امروہی

آپ ۱۲۷۷ھ کو مولانا عنایت اللہ سندھلویؒ کے گھر پیدا ہوئے، سلـ
نسب شیخ شہاب الدّین سہروردیؒ سے متصل ہو کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعـ
تک پہنچتا ہے آپ پانچ سال کے تھے کہ اپنی بہن کے ہمراہ مکہ معظمہ چلے
اور وہاں اپنے بہنوئی کے پاس رہے مکہ مکرمہ میں ایک حافظ عبدالرحمٰن تھے
سے قرآن مجید حفظ کیا حفظ قرآن کے بعد پہلی محراب مسجد الحرام میں سنائی۔ ۱۲۹۰
میں وہاں سے واپس بمبئی آ گئے، ۱۲۹۲ھ تا ۱۲۹۷ھ تک دارالعلوم دیوبـ
تعلیم حاصل کرتے رہے، ترمذی شریف مولانا محمد قاسم نانوتویؒ سے اُن کے
دور میں پڑھی، حضرت مولانا نانوتویؒ کے وصال کے بعد دیوبند سے مراد
آ گئے۔ اور یہاں مولانا احمد حسن امروہیؒ سے ۱۳۰۱ھ میں سند الفراغ حا
کی، پھر گنگوہ میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے بھی حدیث پڑھی،
حافظ محمد احمد قاسمیؒ اور مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ گنگوہ میں آپ کے
تھے بھوپال میں قاضی محمد ایوب اور علامہ حسین بن محسن یمنی خزرجی سے جو
واسطہ علامہ شوکانیؒ کے شاگرد تھے آپ نے سندِ حدیث حاصل کی۔
فراغت کے بعد مدرسہ شاہی مراد آباد میں چند سال تدریس کی پھر مدر
جامع مسجد امروہہ سے تعلق ہوگیا۔ اور اپنے استاذ حضرت مولانا احمد حسن
کے وصال کے بعد ۱۳۳۰ھ سے مستقل طور پر صدر مدرس، شیخ الحدیث وا
کے منصب پر فائز ہوئے۔ درمیان میں چند ماہ ریاست بیدھو میں، پھ

اسلامیہ ڈابھیل اور دارالعلوم دیوبند میں درس حدیث دیتے رہے۔ پھر امروہہ آ
گئے۔ اور آخر وقت تک باوجود پیرانہ سالی و ضعیفی کے درس قرآن و حدیث دیتے
رہے۔ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ فرماتے ہیں۔ کہ "حضرت مولانا
عبدالرحمٰن امروہیؒ، حضرت مولانا احمد حسن امروہیؒ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے
تفسیر کے بعض اسباق حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ سے بھی پڑھے تھے۔ ان دونوں
بزرگوں کے فیوض سے آپ کے اوپر حدیث، فقہ اور تفسیر وغیرہ کے اسباق میں
متکلمانہ رنگ غالب تھا۔ جگہ جگہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے علوم کا حوالہ
بھی دیتے تھے۔ اور انہیں وضاحت کے ساتھ بیان بھی فرماتے تھے۔ امروہہ
میں ایک عرصہ تک درس دیا۔ اور آخر میں کچھ عرصہ جب کہ ۱۳۶۲ھ میں حضرت مولانا
سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ گرفتار کر لئے گئے تو دیوبند میں بھی بعہدہ صدر
مدرسی درس حدیث دیا ہے۔ آپ نے تقریباً ساٹھ سال علوم دینیہ کی خدمت کی اور
ہندوستان میں آپ کے فیض یافتگان کی ایک کثیر تعداد پائی جاتی ہے۔ مطول،
مختصر المعانی اور بیضاوی شریف کامل کے حواشی آپ کے علمی آثار ہیں۔ اتنے
علم و فضل کے ساتھ منکسر المزاج اور متواضع طبیعت کے مالک تھے۔ آخر
وقت تک کوئی مکان تعمیر نہیں کرایا۔ اور عمر کے آخری چند سال مدرسہ امروہہ
کی چہار دیواری میں گزارے، سلوک و تصوف کے منازل حضرت حاجی امداد اللہ
مہاجر مکیؒ سے طے کئے اور خلافت حاصل کی۔ ۲۳ جمادی الثانی ۱۳۶۷ھ کی صبح
کو آفتاب علم و عرفان اپنی پوری پوری تابانیوں اور ضو فشانیوں کے بعد غروب ہو گیا، صحن
جامع مسجد امروہہ کے جنوبی گوشے میں حضرت مولانا احمد حسن محدث امروہیؒ کے بالکل قریب
دفن کئے گئے۔ آپکی اولاد صالحہ میں مولانا عبدالقیوم شفق مرحوم، مولانا عبدالحئی، مولانا عبدالقدوس
حافظ عبدالسلام اور مولانا عبدالمومن قابل ذکر ہیں۔ اللہ تعالیٰ درجات بلند فرمائے۔ آمین

(ماخوذ تاریخ دارالعلوم دیوبند)

حضرت مولانا حافظ محمد الیسین دیوبند

آپ ۱۲۸۲ھ کو دیوبند ضلع سہارنپور میں پیدا ہوئے۔ تاریخی نام افتخار
صاحب کا نام تحسین علی اور دادا کا نام میاں جی امام علی تھا سلسلۂ نسب سیدنا
عثمان غنی رضی اللہ عنہ، سے جا ملتا ہے۔ تحصیل علم کے لئے آپ نے دارالعلوم دیو
داخلہ لیا اور درسیات کی تکمیل کر کے ۱۳۰۱ھ میں حضرت مولانا محمد یعقوب نانو
سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی، آپ کے اساتذہ میں شیخ الہند
مولانا محمود حسن دیوبندیؒ حضرت ملا محمودؒ اور مولانا سید احمد دہلویؒ کے بھی نام
فراغت کے بعد اتفاقاً دارالعلوم میں مدرس فارسی کی جگہ خالی ہوئی جس کے
عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھانا بھی شامل تھا اس جگہ پر آپ کا تقرر ہوا۔ اس
۱۳۰۸ھ سے ۱۳۵۳ھ تک آپ نے اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دیں۔ آپ
مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے خاص مریدین میں سے تھے۔ اور منازل سلوک
طے کیں۔

حضرت مولانا سید اصغر حسین دیوبندیؒ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت
یلسین صاحب مرحوم دیوبند کے نہایت اہل علم اور باعزت خاندان کے فرز
آپ کے آباؤ اجداد علمی مشاغل میں مصروف اور اہل شہر کے معتمد علیہ حض
حضرت مرحوم نے قرآن شریف حفظ کرنے کے بعد فارسی کی درسیات ا
ماجد اور اکابر خاندان سے حاصل فرما کر اعلیٰ قابلیت فارسی کی تعلیم حاصل
اور پھر دارالعلوم دیوبند میں اکابر شیوخ و اساتذہ حضرت مولانا محمد یعقوب

در حضرت مولانا سید احمد صاحبؒ وغیرہ حضرات سے علوم معقول و منقول حاصل فرمائے
در بعد فراغ تحصیل بلا قید ملازمت محض شوق تعلیم اور حصول ثواب کی وجہ سے تعلیم و
رسیات مختلف طلباء کو شروع فرمائی۔ پھر آپ باضابطہ مدرس فارسی مقرر کر دیئے
گئے اس کے ساتھ ساتھ عربی کی بھی بلند پایہ کتب زیر درس رہیں۔ فارسی درس
ں انتہائی کتابیں حضرت ممدوحؒ نہایت شوق اور جانفشانی اور کامل تحقیق سے
ڑھاتے تھے علاوہ اہل شہر اور دیگر طلباء کے بعض عربی تعلیم یافتہ اور فارغ التحصیل
حاء بھی شریک ہوتے تھے اور عالمانہ بحث و اشکال پیش کرتے تھے۔

حضرت مرحوم و ممدوح کی ایک نمایاں خصوصیت یا اثر صحبت بابرکت یہ بھی تھا
طالبعلم کے قلب میں ابتداء ہی سے حق تعالیٰ اور اس کے مقدس انبیاء علیہم السلام
ی محبت اور بزرگان دین کی عقیدت جاگزیں ہو جاتی تھی۔ جس کا پائیدار اثر اس کی
ی اور دنیوی اصلاح حال کے لئے آخری زمانہ تک مفید ہوتا تھا۔ اور حضرت مولانا
پابندیٔ شریعت اور رعایت آداب طریقت اور ادائے اعمال و عبادات مستفیدین
ستفیضین کے لئے ایک بہترین نمونہ پیش نظر رہتا تھا۔ غرض یہ کہ آپ ایک عالم،
ل اور شیخ کامل تھے۔ نہایت متواضع، خندہ جبیں اور عارف بزرگ تھے۔ آپ
ے کئی مفید رسالے تحریر فرمائے۔ اور ساری عمر درس و تدریس اور اصلاح و تربیت
ں گزری۔ آخر ۹ صفر المظفر ۱۳۵۵ھ بروز جمعۃ المبارک دیوبند میں رحلت فرمائی
آپ کی اولاد صالحہ میں مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب
بندی رحمۃ اللہ علیہ سابق صدر مفتی دارالعلوم دیوبند مشہور زمانہ علماء میں
ے گزرے ہیں۔ جن کے حالات آگے آ رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کو درجات عالیہ نصیب فرمائے۔ آمین۔"

(ماخوذ میرے والد ماجدؒ از مفتی محمد شفیع

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ

آپ دارالعلوم دیوبند کے قدیم ممتاز فضلاء اور دارالعلوم کے منتظمین میں سے ہیں
آپ کا علم و فضل اور تقویٰ و طہارت ایک امر مسلّمہ کی حیثیت رکھتے ہیں آپ دیوبند میں
پیدا ہوئے اور آپ کا شجرۂ نسب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے ملتا ہے۔
آپ کے والد ماجد حضرت مولانا فضل الرحمٰن عثمانی ایک جید عالم اور صاحب نسبت
بزرگ تھے بانیٔ دارالعلوم دیوبند میں حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی
قدس سرہٗ کے رفیق اور معاون تھے۔ مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عث
اور شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی" آپ کے حقیقی بھائی تھے، تعلیم و تربیت
دارالعلوم دیوبند میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ کے زیر سایہ حاصل کی
اور سند فراغ حاصل کرنے کے بعد حضرت مولانا حافظ محمد احمد قاسمیؒ مہتمم دارالعلوم
دیوبند کی وفات کے بعد جماد الثانی ۱۳۴۷ھ میں دارالعلوم دیوبند کے چھٹے مہتمم مقرر
ہوئے اس سے قبل آپ ۱۳۲۵ھ مطابق ۱۹۰۷ء میں مولانا محمد احمد صاحب کی نیابت
میں رکھے گئے تھے۔ آپ اپنی دانش و بینش اور فہم و فراست میں یگانۂ ہند تسلیم کئے جا
تھے، آپ نے اپنے خداداد تدبر سے دارالعلوم دیوبند کے انتظامات کو نہایت اعلیٰ
پیمانے پر منظم کیا اور تقسیم کار کے ذریعے مخلوط امور کو شعبوں میں تقسیم کیا۔ اور
دارالعلوم کو حقیقی معنی میں مرکزی حیثیت دی اور حقیقت یہ ہے کہ مولانا محمد احمد قاسمی
کے دست راست اور ان کے چالیس سالہ دور اہتمام کی خدمات کے روح رواں نیابت

کی صورت میں حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ ہی رہے ہیں آخردم تک دارالعلوم دیوبند
میں دینی، علمی اور تدریسی خدمات کے علاوہ تصنیفی میدان میں ان کی مشہور و معروف تالیف
"اشاعت اسلام" اُن کی وسعت معلومات اور تدقیق نظر کی کافی شہادت ہے، اس
کے علاوہ "اسلام میں مشورہ کی اہمیت" قرآنی آیات احادیث نبویؐ اور علماء و فقہاء کے
اقوال کی روشنی میں مشورہ کی اہمیت اور فضیلت پر ایک مدلّل تالیف ہے آپ عربی زبان
کے بہترین ادیب اور شاعر تھے، قصیدہ ولایت المعجزات اور متعدد قصائد آپ کے طبع ہو
چکے ہیں، سلوک و تصوف کے منازل آپ نے قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد
گنگوہیؒ قدس سرہٗ سے طے کئے اور ان کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور خلافت و اجازت
سے نوازے گئے۔ آپ کا فیض علمی و روحانی بہت پھیلا اور بڑے بڑے علماء آپ کے
فیض علمی سے سیراب و شاداب ہوئے آپ کے ممتاز تلامذہ میں مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت
مولانا مفتی محمدؒ شفیع دیوبندیؒ، شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ مولانا سید بدر
عالم میرٹھی مہاجر مدنیؒ، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی اور مولانا قاری محمد طیب قاسمی خاص
طور پر قابل ذکر ہیں۔

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمدؒ طیب قاسمی فرماتے ہیں :۔ کہ
حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی دیوبندیؒ دارالعلوم دیوبند کے چھٹے مہتمم تھے
حق تعالیٰ نے آپ کو دین کا خاص فہم عطا فرمایا تھا، آپ کی دانش و تدبیر مشہور زمانہ تھی
ادبیات کے ماہر تھے، عربی نظم و نثر دونوں پر کمال قدرت رکھتے تھے۔ دارالعلوم کے
نظم و نسق نے آپ کے تدبر و دانش سے عظیم استفادہ کیا، آپ کی اسی دانش بینش اور عظیم
علمی شخصیت کی بناء پر حکومتِ حیدر آباد دکن کا عہدۂ افتاء حضرت مولانا حافظ محمد احمد
قاسمیؒ کے بعد آپ ہی کو تفویض کیا گیا تھا، آپ کا حلم و تواضع، مروّت اور تحمل مشہور زمانہ تھا۔
آپ حضرت گنگوہیؒ کے متوسل اور طریقت کے معمولات کے نہایت پابند تھے، وفات کے

کے دن مجھ سے حسرت کے ساتھ فرمایا کہ میرا بارہ ہزار اسم ذات افسوس کہ آج پورا نہیں ہو
شب بیدار اور ہمہ وقت مشغول کار رہتے تھے آپ کی مجلس پُرشکوہ اور مورث طمانیت
ہوتی تھی، کئی عربی قصیدے اور کئی مفید ترین تصانیف آپ کا ترکہ ہے جو اُمت کو ملا، ا
ہیں" اشاعت اسلام" ایک معرکۃ الآراء تصنیف ہے جو بہت مقبول خواص عام ہے، حق
تعالیٰ درجات عالیہ نصیب فرمائے آمین (تاریخ دارالعلوم دیوبند)
مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمدؒ شفیع صاحب قدس سرہٗ جو آپ کے
مشاہیر تلامذہ میں ایک بلند مقام رکھتے ہیں اور آپ سے ایک خاص اُنس اور تعلق قائ
تھا وہ اپنے مفصل تاثرات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ :۔
حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحبؒ کا اسمِ گرامی ہمارے بزرگوں میں بہت نمایاں
ہے، آپ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم تھے اگرچہ انتظامی مصروفیت کی بنا پر آپ کا علمی اور
عملی مقام لوگوں پر واضح نہ ہوسکا ورنہ حقیقت یہ ہے کہ علمی اور عملی دونوں حیثیتوں سے
اللہ تعالیٰ نے آپ کو عجیب کمالات عطا فرمائے تھے، آپ کو عربی ادب کا بڑا ستھرا ذوق
تھا اور آپ کی عربی تحریریں بڑی چست اور ادیبانہ ہوتی تھیں، آج کل دارالعلوم دیوبند
کے فضلاء کو جو سند دی جاتی ہے اس کا پورا مضمون حضرت مولانا ہی کا مرتب فرمایا ہو
ہے، اور جب ہم لوگوں نے حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کی سرپرستی میں عربی نظم و نثر کی
مشق کے لئے نادیۃ الادب، قائم کی تو حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب قدس سرہٗ اس
میں بڑی دلچسپی کے ساتھ حصہ لیا کرتے تھے اور مجھے تصنیف و تالیف اور مضمون نگاری
کی طرف متوجہ کرنے میں حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحبؒ کا بڑا حصہ ہے، مولانا کی عادت
یہ تھی کہ وہ انتظامی کاموں میں مصروف رہنے کے باوجود دارالعلوم کے طلباء پر خاص نظر رکھتے
تھے اور جس طالب علم میں کوئی صلاحیت دیکھتے اس کی ہمت افزائی فرما کر ان کی صلاحیتو
کو اجاگر کرنے کی کوشش فرماتے، میں ابھی دارالعلوم میں پڑھتا ہی تھا کہ مولانا کی خاص

نظرِ عنایت مجھ پر مبذول ہوگئی، بارہا ایسا ہوا کہ جب میں امتحان گاہ میں بیٹھا ہوا پرچہ لکھ رہا تھا تو حضرت مولانا میرے ہاں تشریف لاکر میرے لکھے ہوئے جوابات دیکھتے اور بعض اوقات اتنے مسرور ہوتے کہ دوسرے اساتذہ کو جاکر اطلاع دیتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی اخبار یا رسالے میں کوئی مضمون شائع ہوا جس میں امّت کے کسی اجماعی مسئلے کے خلاف رائے ظاہر کی گئی تھی، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحبؒ نے احقر کو حکم دیا کہ اس کا جواب لکھو، میں نے تعمیلِ حکم کی اور یہ میرا پہلا مضمون تھا میں نے جب یہ مضمون لکھ کر حضرت مہتمم صاحبؒ کو دکھایا تو وہ خوشی سے پھولے نہ سمائے اور اسی وقت مجھے حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ صاحب اور شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ اور دوسرے اساتذہ کے پاس لے گئے اور ان کو میرا لکھا ہوا یہ مضمون دکھایا۔ وہ میرا پڑھنے کا زمانہ تھا اور میں نے پہلا مضمون لکھا تھا اس لئے اس میں یقیناً بہت سی خامیاں ہوں گی لیکن حضرت مولانا نے جو معاملہ میرے ساتھ فرمایا، اس نے میری ایسی ہمت افزائی کی کہ تحریری کام کا ایک شوق پیدا ہوگیا، اس کے بعد "القاسم" کے نام سے دارالعلوم دیوبند کا جو رسالہ حضرت مولانا کی ادارت میں نکلتا تھا میں نے اس میں مضامین لکھنے شروع کر دیئے۔ فراغت کے بعد کچھ عرصہ حالات ایسے رہے کہ مجھے تصنیف و تالیف کی طرف توجہ دینے کا موقع نہ مل سکا، اس لئے حضرت مولانا اس زمانہ میں مجھ سے کچھ شاکی رہے اس کے بعد جب میں نے دو تین رسالے لکھ کر انہیں دکھائے تو وہ کھِل اُٹھے اور فرمایا۔

"یہی تو وہ کام ہے جس میں تمہیں مشغول دیکھنا چاہتا ہوں"

اللہ تعالےٰ نے حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب قدس سرہٗ کو انتظامی صلاحیت اور سیاسی سوجھ بوجھ اس قدر غیر معمولی عطا فرمائی تھی کہ درحقیقت وہ وزیر بننے کے لائق انسان تھے، دارالعلوم دیوبند پر سخت سے سخت وقت آئے بڑی بڑی شورشیں اٹھیں لیکن میں نے اس بندۂ خدا کو کبھی ہراساں یا پریشان نہیں دیکھا سنگین سے سنگین حالات میں بھی اُن

کے اطمینان اور خود اعتمادی میں کبھی فرق نہیں آتا دیکھا۔ انہوں نے دارالعلوم میں خلاف معمول باتوں کو کبھی برداشت نہیں کیا اور اپنے حسنِ تدبیر سے مدرسے کو بڑے بڑے فتنوں سے محفوظ رکھنے کی پوری کوشش کی جس کا ایک واقعہ یاد آتا ہے کہ حضرت مولانا کو اللہ تعالیٰ نے مثالی ضبط و تحمل عطا فرمایا تھا، دارالعلومؒ دیوبند کی زمین سے متصل کسی دیوبند کے رئیس کی زمین تھی اس کا کچھ حصہ دارالعلومؒ کے لئے خرید لیا گیا تھا۔ اس رئیس کے انتقال کے بعد اس کے ایک وارث نے ایک روز دارالعلوم کے صحن میں پہنچ کر اس زمین کے حق داری کا دعویٰ کیا اور حضرت مولانا کو خطاب کر کے باآوازِ بلند بہت بُرا بھلا کہنا شروع کیا، اس کا اندازِ گفتگو اس قدر اشتعال انگیز تھا۔ مولانا کے بعض خدّام کو بھی فطری طور پر اشتعال ہوا۔ اور انہوں نے بھی اس کو اسی کی زبان میں جواب دینے کا ارادہ کیا لیکن مولانا نے اُن کو روکا اور ان صاحب سے فرمایا کہ: "شیخ صاحب، آپ فضول ناراض ہو گئے ذرا اندر تشریف لایئے، اطمینان سے بات کریں گے"

مگر وہ صاحب بدستور غیظ و غضب کا اظہار کرتے رہے۔ مولانا نے ان کو کچھ دیر بعد پھر فرمایا: "اندر چل کر بیٹھئے تو سہی، وہاں بات کریں گے"

اور پھر انہیں زبردستی دفترِ اہتمام میں لے گئے۔ ان کی خاطر تواضع کی اور جب وہ ذرا ٹھنڈے ہوگئے تو مولانا اطمینان کے ساتھ اپنی جگہ سے اٹھے، ایک الماری کھولی اس میں سے کچھ کاغذات لے کر آئے اور ان صاحب کے سامنے پھیلا دیئے۔ دیکھیئے یہ زمین آپ کے مورث نے فلاں تاریخ کو دارالعلوم کے ہاتھ فروخت کر دی تھی اور اس کی رجسٹری بھی ہو چکی ہے"۔

ان صاحب نے کاغذات دیکھے تو بے حد شرمندہ ہوئے اور مولانا نے جس صبر و ضبط اور تحمل کا مظاہرہ کیا اس سے بے حد متاثر ہو کر گئے۔

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب قدس سرہٗ کے زمانہ میں دارالعلوم دیوبند کا کام بہت
پھیل گیا تھا بہت سے شعبے قائم ہو چکے تھے اور سینکڑوں طلباء دارالاقامہ میں رہتے تھے
اس لئے مولانا شب و روز انتظامی کاموں میں مصروف ہوتے تھے اس کے باوجود ان کی
نوافل اور تلاوت وغیرہ کے علاوہ روزانہ سوا لاکھ مرتبہ ذکر اسمِ ذات کا معمول کبھی قضا
نہیں ہوا۔"

ایک مرتبہ دارالعلوم دیوبند کی انتظامیہ کے خلاف ایک شدید طوفان کھڑا ہوا
اس میں بعض لوگ حضرت مولانا کی جان تک کے دشمن ہو گئے، ان حالات میں بھی مولانا
جان تک کے دشمن ہو گئے، ان حالات میں بھی مولانا کھلی چھت پر تن تنہا سوتے
تھے، میں نے ایک مرتبہ عرض کیا کہ حضرت! ایسے حالات میں آپ کا اس طرح سونا
مناسب معلوم نہیں ہوتا، آپ کم از کم کمرے کے اندر ہی سو جایا کریں۔" لیکن مولانا نے
بڑی بے نیازی کے ساتھ ہنس کر فرمایا۔"

"میں تو اس باپ یعنی سیدنا حضرت عثمان غنیؓ کا بیٹا ہوں جس کے جنازے کو
چار اٹھانے والے بھی میسر نہ آئے اور جسے رات کے اندھیرے میں بقیع
کی نذر کیا گیا لہٰذا مجھے موت کی کیا پرواہ ہو سکتی ہے۔"

(ماخوذ ماہنامہ البلاغ مفتی اعظم نمبر)

بہرحال آپ ایک جید ترین عالم، محدث، فقیہ، ادیب، شاعر اور بہترین مدبر و منتظم
تھے اور دارالعلوم دیوبند کے قابلِ فخر استاذ اور مایہ ناز فاضل تھے ساری زندگی درس
و تدریس اور دارالعلوم کی خدمت میں مصروف رہے اور ۱۹۲۰ء میں رحلت فرمائی۔ حق تعالیٰ
آپ کے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔

انہیں کے نقشِ قدم پہ ہوا ہے خدا جینا!
ورحم اللہ عبداً قال آمینا،

حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ

امام العصر حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلۂ نسب حضرت
شیخ مسعود نروریؒ کشمیری سے ملتا ہے جن کے بزرگوں کا اصل وطن بغداد تھا وہاں سے
ملتان آئے لاہور منتقل ہوئے پھر کشمیر میں سکونت اختیار کر لی۔ آپ نے خود اپنا سلسلہ
نسب اپنی تصانیف میں تحریر فرمایا ہے جو آگے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان
سے ملحق ہو جاتا ہے، آپ کے والد ماجد حضرت مولانا محمد معظم شاہ بڑے عالم ربانی، زاہد،
عابد اور کشمیر کے نہایت مشہور خاندانی پیر و مرشد تھے آپ ۲۷ شوال المکرم ۱۲۹۲ھ بروز
شنبہ بوقت صبح اپنے ننھیال بمقام دودھوان وعلاقہ لولاب کشمیر میں پیدا ہوئے۔
چار پانچ سال کی عمر میں اپنے والد ماجد مولانا معظم شاہ صاحبؒ سے قرآن پاک شروع کیا
اور چھ برس کی عمر تک قرآن کے علاوہ فارسی کے متعدد رسائل بھی ختم کر لئے۔ پھر مولانا
غلام محمد صاحب سے فارسی و عربی کی تعلیم حاصل کی۔ اور ابھی آپ کی عمر ۱۳-۱۴ سال کی
تھی۔ ۱۳۰۵ھ میں شوقِ تعلیم نے لولاب کے مرغزار دل اور سبزہ زاروں پر غریب الوطنی
کی علمی زندگی کو ترجیح دی، حضرت علامہ ہونہار بروے کے چکنے چکنے پات کے مصداق
بچپن ہی میں بے حد ذہین، ذکی اور فطین تھے، تین سال تک آپ ہزارہ و سرحد کے متعدد
علماء و صلحاء کی خدمت میں رہ کر علوم عربیہ کی تکمیل فرماتے رہے پھر جب علوم و فنون کی
پیاس وہاں بھی بجھتی نظر نہ آئی تو ہندوستان کے مرکز علوم اسلامیہ دارالعلوم دیوبند کی
شہرت سن کر آپ ۱۳۰۷ھ یا ۱۳۰۸ھ میں ہزارہ سے دیوبند آ گئے، دیوبند میں آپ نے

چار سال رہ کر وہاں کے مشاہیرِ وقت و یکتائے روزگار علماء سے فیوض علمیہ و عملیہ و باطنیہ کا بدرجۂ اتم استفادہ کیا اور بیس اکیس سال کی عمر میں نمایاں شہرت و عزّت کے ساتھ سند فراغ ۱۳۱۲ھ میں حاصل کی جن علماء سے آپ کو شرف تلمذ رہا ہے ان میں سے یہ چند حضرات خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں، شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ، مولانا محمد اسحاق امرتسری مہاجر مدنیؒ اور مولانا غلام رسول ہزارویؒ۔

دیوبند سے فارغ ہو کر قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ کی خدمت میں گنگوہ تشریف لے گئے اور وہاں سے سندِ حدیث کے علاوہ فیوض باطنی بھی حاصل کئے اس کے بعد آپ دہلی تشریف لے گئے اور تین چار سال تک مدرسہ امینیہ کے مدرس اول رہے دہلی میں کئی سال قیام کے بعد بعض ضرورتوں اور مجبوری کے باعث آپ کشمیر تشریف لے گئے اور ۱۳۲۳ھ میں آپ بعض مشاہیر کشمیر کی رفاقت میں زیارت حرمین سے مشرف ہوئے، سفر حجاز میں طرابلس، بصرہ اور مصر و شام کے جلیل القدر علماء نے آپ کی بہت عزّت کی اور سب نے آپ کی خداداد و بے نظیر لیاقت و استعداد دیکھ کر سندات حدیث عطا فرمائیں جن میں آپ کا نام الفاضل الشیخ محمد انور بن مولانا محمد معظم شاہ کشمیریؒ لکھا گیا ہے۔ سفر حجاز سے واپس آکر خواجگان قصبہ بارہ مولا (کشمیر) کا ایک مشہور مقام خصوصاً خواجہ عبدالصمد ککرو رئیس اعظم کے اصرار پر آپ نے اسی قصبہ میں مدرسہ فیض عام کی بنیاد ڈالی اور تقریباً تین سال تک آپ وہاں خلق اللہ کو فیض یاب فرماتے رہے اسی اثناء میں آپ کو دارالعلوم دیوبند کے مشہور جلسہ دستار بندی میں مدعو کیا گیا اور آپ دیوبند تشریف لے گئے، دارالعلوم دیوبند میں آپ نے استفادۂ علوم و فنون کیا تھا اور وہیں سے سندِ فراغ حاصل کی تھی اب اسی دارالعلوم میں مدرس مقرر ہو گئے سنن ابوداؤد شریف اور صحیح مسلم شریف کا درس سالہا سال تک بغیر کسی تنخواہ کے دیتے رہے۔ چند سال کے بعد آپ کو اپنی والدہ ماجدہ کے انتقال کی وجہ سے پھر کشمیر جانا پڑا، لیکن دارالعلوم کی طرف سے شدید

تقاضا ہوا اس لئے آپ جلد ہی واپس تشریف لے آئے اور اطمینان کے ساتھ دار[illegible]
میں مسند نشین درس ہو کر علمی افادات میں مشغول ہو گئے آپ دارالعلوم سے کوئی معاو[illegible]
نہیں لیتے تھے آخر مولانا حافظ محمد احمد قاسمی مہتمم دارالعلوم دیوبند نے اصرا[illegible]
کے اس بات پر راضی کیا کہ وہ ان کے ساتھ کھانا کھایا کریں اور یہ صورت دس برس[illegible]
قائم رہی، مولانا محمد احمد قاسمیؒ، مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ[illegible]
عبیداللہ سندھیؒ اور حضرت علامہ کشمیریؒ یہ تمام حضرات مل کر کھانا کھاتے اور [illegible]
علمی اور تحقیقی باتیں ہوتی رہتیں۔ نکاح اور اولاد ہونے کے بعد احباب کو موقع ملا[illegible]
صاحب کو دارالعلوم سے کچھ مشاہرہ دلوائیں چنانچہ کافی اصرار پر آپ راضی ہو[illegible]
اسی دوران شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ نے حجاز مقدس کا قصد فرمایا [illegible]
کے تشریف لے جانے کے بعد حضرت علامہ کشمیریؒ نے قائم مقام صدر مدرس کی ح[illegible]
سے بخاری شریف اور ترمذی شریف کا درس سنبھال لیا۔ شاہ صاحب کے درس میں [illegible]
ایسی امتیازی خصوصیات تھیں جو عام طور پر دوسرے حلقوں میں نہیں تھیں، بہرحال ۵[illegible]
تک آپ دارالعلوم دیوبند میں صدر مدرس کی حیثیت سے درس حدیث دیتے ر[illegible]
اس کے بعد بعض منتظمین سے اختلاف ہوا تو دارالعلوم سے قطع تعلق فرما کر آپ، [illegible]
مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی، حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا سراج احم[illegible]
اور سید بدر عالم میرٹھی اور دیگر علماء بہت سے طلباء کی ایک جماعت کے ساتھ [illegible]
جامعہ اسلامیہ تشریف لے گئے اور ۱۳۵۱ھ تک جامعہ میں درس حدیث رہا اور [illegible]
۱۳۵۲ھ کو شب کے آخری حصہ میں تقریباً ساٹھ سال کی عمر میں دیوبند میں داعیٔ ا[illegible]
لبیک کہا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

حضرت علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے علمی و عملی کمالات میں سے جو چیز آ[illegible]
اقران و اعیان میں سب سے زیادہ ممتاز کرتی تھی وہ آپ کی جامعیت و تبحر علم[illegible]

علوم عقلیہ و نقلیہ میں سے ایک بھی ایسا علم نہیں ہے جس میں آپ کو مہارت تامہ حاصل نہ ہو۔
اور شاید یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ علماء و متقدمین میں بھی ہر حیثیت سے ایسی جامع علوم عقلیہ
نقلیہ ہستیاں شاذ و نادر ہی ملتی ہیں۔ حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے اس ارشاد سے آپ
کی جامع شخصیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ :-

میرے نزدیک حقانیت اسلام کی دلیلوں میں ایک دلیل مولانا محمد انور شاہ کشمیری کا
امت مسلمہ میں وجود ہے اگر دین اسلام میں کسی قسم کی بھی کجی یا خرابی ہوتی تو آپ دین اسلام
سے کنارہ کش ہو جاتے۔ (حیات انور)

شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے علامہ کشمیری کی وفات پر جامعہ اسلامیہ
ڈابھیل کے ایک جلسہ میں فرمایا :- مجھ سے اگر مصر و شام کا کوئی آدمی پوچھتا کہ کیا تم نے
حافظ ابن حجر عسقلانی، شیخ تقی الدین ابن دقیق العید اور شیخ عز الدین بن عبد السلام
کو دیکھا ہے تو میں یہ کہہ سکتا تھا کہ ہاں دیکھا ہے کیونکہ صرف زمانہ کا تقدم و تاخر ہے۔
ورنہ اگر علامہ انور شاہ صاحب بھی چھٹی یا ساتویں صدی میں ہوتے تو اسی طرح آپ کے
مناقب و محامد اوراق تاریخ کا گراں قدر سرمایہ ہوتے، میں محسوس کر رہا ہوں کہ حافظ ابن
حجر، شیخ تقی الدین اور شیخ عز الدین کا انتقال آج ہوا ہے (حیات انور)

مولانا شاہ عبد القادر رائپوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ :- واقعی حضرت شاہ صاحبؒ
آیت من آیات اللہ تھے "

مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے فرمایا :- کہ میں نے ہندوستان حجاز، عراق، مصر اور
شام کے علماء و فضلاء سے ملاقات کی اور مسائل علمیہ میں ان سے گفتگو کی لیکن تبحر علمی،
وسعت معلومات، جامعیت اور علوم نقلیہ و عقلیہ کے احاطہ میں شاہ صاحب کا کوئی نظیر
نہیں پایا۔ مصر کے ممتاز عالم دین علامہ سید رشید رضا نے دیوبند میں ایک مرتبہ فرمایا خدا
کی قسم میں نے ان جیسا آدمی ہرگز نہیں دیکھا۔" (حیات انور)

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ فرمایا کرتے تھے :- کہ
صحابہؓ کرام کا قافلہ جا رہا تھا کہ علامہ انور شاہ کشمیریؒ پیچ
رہ گئے تھے "

آپ کی ذہانت قوت حافظہ کے سلسلہ میں مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ کی یہ تحقیق
ذکر ہے کہ مجموعی طور سے حضرت شاہ صاحبؒ کو کم سے کم چالیس پچاس ہ
کے اشعار یاد تھے "

شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ فرماتے ہیں کہ :-
" حضرت شاہ صاحب کے حافظہ کا یہ عالم تھا کہ جو ایک مرتبہ دیکھ لیا
جو ایک مرتبہ سن لیا وہ ضائع ہونے سے محفوظ اور مامون ہو گیا گویا
زمانہ کے امام زہریؒ تھے "

شاعر مشرق علامہ اقبال مرحوم فرمایا کرتے تھے :- کہ
"اسلام کی ادھر کی پانچ سو سالہ "تاریخ شاہ صاحب کی
نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔"

مولانا حبیب الرحمن عثمانی آپ کو چلتا پھرتا کتب خانہ فرمایا کرتے تھے بہر ح
کی شخصیت ایک جامع شخصیت تھی اور علمی اشغال میں غیر معمولی انہماک
کے باوجود عمل بالکتاب والسنۃ اور اتباع سلف کے اہتمام میں ذرہ بھر
نہیں ہوتی تھی، ملنے والے بہت سی سنتوں کو شاہ صاحب کے عمل کو دیکھ
کر لیا کرتے تھے، سنت نبویؐ کے مطابق کھانا اکڑوں بیٹھ کر کھاتے
کھانے میں ہمیشہ تین انگلیاں استعمال کرتے اور دونوں ہاتھ مشغول ر
تھے بائیں ہاتھ میں روٹی اور داہنے ہاتھ سے اسے توڑ توڑ کر استعمال کر
لقمے ہمیشہ چھوٹے چھوٹے استعمال کرتے تھے۔ زہد و تقویٰ حضرت مد

وشن اور کھلے ہوئے چہرے پر برستا تھا ایک غیر مسلم شخص نے کسی موقع پر آپ
رخ وسفید رنگ کشادہ پیشانی اور ہنس مکھ چہرہ نیز چہرہ کی مجموعی عظمت و وجاہت
ہر کہا تھا کہ "اسلام کے حق ہونے کی ایک مستقل دلیل یہ چہرہ بھی ہے"
جمعہ کے لئے جاتے تو فاسعوا الی ذکر اللہ کا منظر سب کو نظر آتا حسبنا اللہ تکیہ
تھا، اُٹھتے بیٹھتے اکثر و بیشتر حسبنا اللہ فرماتے اور ایسے ہی موقعہ بموقعہ اللہ اجل
تے رہتے تھے، درس میں بعض اوقات غایت خشیت سے آنکھوں میں نمی آجاتی،
ضبط کرنے کی کوشش کرتے، انشاء وقصائد اور وعظ میں خوف وخشیت کے
راکثر تر آنکھوں کے ساتھ پڑھتے جس سے چہرہ مظہر خشیت الٰہی نظر آتا تھا۔
امعین کی آنکھیں تر ہو جاتی تھیں، ٹھیک طریقۂ نبوی کے مطابق کن انکھیوں سے
تے اور جدھر متوجہ ہوتے پورے متوجہ ہوتے تھے باوجود تبحر علمی کے ادب
رخ و اکابر کا یہ عالم تھا کہ ان کے سامنے کبھی آنکھ اُٹھا کر یا ملا کر گفتگو نہ فرماتے
صاحب اپنے باطنی کمالات کو ہمیشہ چھپائے رکھتے تھے اور یہی بات ہے
ں کمالات حضرت کے ساتھ ایسے خیرہ کن تھے اور علم کا حضرت شاہ صاحب پر
غلبہ تھا کہ مجسمۂ علم معلوم ہوتے۔ لیکن قرآن پاک انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء
صحیح معنوں میں خداترس انسان تھے۔ مگر علمی کمال کا آپ پر اتنا غلبہ تھا کہ دوسرے
کمالات زندگی اس کے بالکل نیچے دبے ہوئے تھے چنانچہ آپ کی زندگی کا وہ
ین پہلو بھی جس کو سلوک وتصوف سے تعبیر کرنا چاہیئے اس علمی کمال اور شغف علمی سے
دا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس دولت سے بھی حصہ وافر عطا فرمایا تھا اور
یقیناً آراستہ باطن اصحاب احسان میں سے تھے۔ حضرت گنگوہیؒ سے مجاز تھے
اس لائن کی باتیں کرنے کی عادت نہ تھی۔
حضرت علامہ اپنی جلالت قدر اور رفع منزلت کے باجود اکابر دیوبند کے متعلق

کیا خیال رکھتے تھے اس کو بھی ملاحظہ فرمایئے:۔ ایک دفعہ فرمایا ہم یہاں آ
کشمیر سے ہندوستان تو دین حضرت گنگوہیؒ کے یہاں دیکھا اس کے بعد حضر
شیخ الہند اور حضرت رائپوری کے یہاں دیکھا۔ اور اب جو دیکھنا ہے تو وہ حکیم الا
مولانا اشرف علی تھانویؒ کے یہاں دیکھئے۔ اندازہ کیجئے جن حضرات کی تع
توصیف علامہ انور شاہ جیسے محدث وفقیہ کی زبان سے ہو رہی ہو ان کا مقام
ہوگا اس کا ہم جیسے لوگ تصور بھی نہیں کر سکتے۔ حضرت مولانا عبد القادر رائ
فرماتے ہیں:۔ کہ

میں ایک دفعہ سنہری مسجد مدرسہ امینیہ میں گیا تو دیکھا کہ حضر
شاہ صاحب ایک حجرے میں دروازہ بند کئے ذکر دو ضر
جہر کے ساتھ کر رہے ہیں، اللہ، اللہ، اللہ، اللہ دیر تک
اسم ذات کرتے رہے جس وقت شاہ صاحب بازار نکلتے تو س
پر رومال ڈال کر آنکھوں کے سامنے پردہ کر کے نکلتے
مبادا کسی عورت پر نظر پڑ جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو اخلاق وشمائل کتب احادیث میں روایت ک
ہیں ان میں ایک عادت مبارکہ یہ بھی نقل کی گئی ہے کہ آپؐ بہت زیادہ خاموش
تھے گویا بلاضرورت بولتے ہی نہ تھے حضرت شاہ صاحب اس عادت مبارکہ کا کا
تھے، معلوم ہوتا تھا کہ ان کو صرف علمی و دینی استفادہ وافادہ کے لئے اور ناگز
باتوں ہی کے لئے زبان دی گئی ہے۔ اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ع
میں صحابہ کرامؓ ذکر فرماتے ہیں کہ مسکرانے کی تو بہت زیادہ عادت تھی مگر کھکھ
ہوئے کبھی نہیں دیکھا، یہی حال حضرت شاہ صاحبؒ کا تھا۔ حضرت مولانا محمد ادر
فرماتے ہیں کہ:۔ شاہ صاحب کے نور تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ جو شخص بھی دیکھتا

میں یقین کر لیتا کہ یہ خدا کا کوئی نیک بندہ ہے شاہ صاحب اگر کسی مجلس میں تشریف
یا ہوتے اور باہر سے کوئی اجنبی مجلس میں داخل ہوتا تو دیکھتے ہی سمجھ لیتا تھا کہ اس مجلس
ں سب سے بڑا عالم اور متقی یہی شخص ہے۔

مردِ حق کی پیشانی کا نورؔ
کب چھپا رہتا ہے پیشِ ذی شعورؔ

ہ صاحبؒ کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ ان کی تربیت سے ایسے متبحر عالم اور
یم محدّث، مفسر، فقیہہ، ادیب، خطیب، مورّخ، شاعر، مصنف اور عارف پیدا
ئے کہ جن کی نظیر کم از کم اس پورے برصغیر میں ملنا مشکل ہے دارالعلوم کے تقریباً اٹھارہ
ہ قیام میں کم از کم دو ہزار طلباء شاہ صاحب سے بلاواسطہ مستفید ہوئے۔ ان کی مکمل
یت کے لئے بھی ایک دفتر درکار ہے۔ ان میں سے بہت سے وہ ہیں جو گوشۂ گمنامی
دین کی خدمت میں معروف رہے اور وہ بھی ہیں جو علم کے آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے
جن میں چند اسمائے گرامی یہ ہیں۔ شاہ عبدالقادر رائپوریؒ، مولانا مفتی محمد شفیع
بندیؒ، مولانا سیّد مناظر احسن گیلانیؒ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، مولانا سید
رعالم میرٹھی مہاجر مدنیؒ، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ، مولانا محمد یوسف بنوریؒ،
لانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانیؒ، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، مولانا محمد منظور نعمانی،
لانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ، مولانا اطہر علی سلہٹیؒ، اور مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ وغیرہ
رات شامل ہیں آپ نے دینی، تدریسی اور تبلیغی خدمات کے علاوہ تصنیف و تالیف میں
ی نمایاں مقام حاصل کیا ہے۔ چند مایہ ناز تصانیف یہ ہیں۔ خاتم النبیین، عقیدۃ الاسلام
حیات عیسیٰ علیہ السلام، التصریح بما تواتر فی نزول المسیح، فصل الخطاب فی مسئلۃ ام الکتاب
یرہ ان کتابوں کے علاوہ حضرت علامہ کی وہ تقریریں جو درس کے وقت املاء کراتے
ور جن کو اجلہ تلامذہ نے تحریر کیا ہے۔ ان میں مشہور ترین تقریر فیض الباری شرح بخاری

کے نام سے مولانا سیّد بدر عالم میرٹھیؒ نے تحریر کی ہے چار جلدوں میں چھپ چکی ہے مسلم
کی املائی شرح منضبط کردہ مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ اور حاشیہ سنن ابی داؤد م
کردہ مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ غیر مطبوعہ ہیں اردو میں شرح بخاری بنام انوار الباری
صاحب کے افادات ۳۲ حصوں میں ساڑھے چھ ہزار صفحات پر شائع ہو رہے ہیں، مو
یوسف بنوریؒ نے آپ کی حیات طیبہ پر ایک کتاب بنام نفحۃ العنبر عربی میں لکھی ہے
قابل مطالعہ ہے آپ کے اخلاف رشید میں مولانا محمد انظر شاہ کشمیری اور مولانا محمد
شاہ کشمیری زیادہ معروف ہیں جو دارالعلوم دیوبند میں اُستاذ ہیں۔ اور دونوں فاضل
محقق اور مصنف ہیں۔ دوسری دینی خدمات کے علاوہ آپ کی تحریک ختم نبوت
بھی بہت زیادہ ہیں۔ بہر حال آپ کی کس کس خوبی اور خدمت دین کا ذکر کیا جائے
تعالیٰ ہمیں ان کے نقش قدم پر چلائے۔ آمین

> تجربہ شاہد ہے کہ بیشتر نزاعات و مناقشات خود رائی اور غرض پرستی
> کے ماتحت وقوع پذیر ہوتے ہیں جس کا واحد علاج یہ ہے کہ مسلمان
> اپنی شخصی رایوں اور غرضوں کو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم
> کے ارشادات کو بلند معیار مانتے ہوئے اس کے تابع کر دیں
> اس کا آخری انجام یقینی طور پر دارین کی سرخروئی اور کامیابی ہے
>
> (شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ)

حضرت علاّمہ شبیر احمد عثمانیؒ

شیخ الاسلام حضرت علاّمہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ آسمان شریعتِ اسلامیہ
ے درخشندہ آفتاب تھے، آپ ایک بہت بڑے محدّث، جلیل القدر مفسّر، عظیم المرتبہ
کلم، رفیع الشان فقیہہ، بہترین مقرّر، اعلیٰ درجے کے انشاء پرداز اور بلند پایہ سیاستدان
ے آپ کی ذات گرامی علم و عمل کا سرچشمہ تھی اور آپ کی تمام زندگی خدمتِ اسلام، خدمتِ
سلمین اور خدمت ملک و ملّت میں گزری، آپ کے قلم اور زبان سے شریعت کے
ار آشکار ہوئے اور آپ کے کردار نے مسلمانوں میں زندگی کی روح دوڑادی۔

مجاہد اسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :-

اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو ایسے وقت دنیا میں بھیجتا ہے جب
امّت میں کوئی خلل واقع ہو جاتا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ
شیخ الاسلام حضرت علاّمہ شبیر احمد عثمانیؒ ان ہی لوگوں میں سے
ایک تھے حضرت علاّمہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے
علماء زماں، محقق دوراں اور دنیائے اسلام کا درخشندہ آفتاب
بنایا ہے ان کی بے مثل ذکاوت، بے مثل تقریر، عجیب و غریب
حافظہ، عجیب و غریب تبحّر کمالاتِ عملیہ ایسے نمایاں اوصاف ہیں
کہ کوئی شخص منصف مزاج انکار نہیں کر سکتا (تجلیاتِ عثمانیؒ)

ت علاّمہ سید سلیمان ندویؒ فرماتے ہیں کہ :-

علاّمہ عثمانی اپنے وقت کے زبردست متکلم، نہایت خوش تقریر
مقرر، محدّث و مفسّر اور محقق تھے حلقۂ علماء میں ایسا قادر الکلام
مقرر اور ایسا بلیغ البیان خطیب شاید اب تک میسر نہ ہوا
ہوگا جب آپ تقریر کے لئے کھڑے ہوتے تو یوں معلوم ہوتا
کہ علم و کمال کا سمندر موجیں مار رہا ہے اور علم و عرفان کی سوتیں
رہ رہ کر ابل رہی ہیں وہ تحریر و تقریر میں اپنے وقت کے
امام تھے" (انوار عثمانی)

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلویؒ فرماتے ہیں کہ :-
مولانا عثمانی اپنے وقت کے بہت بڑے عالم، پاکباز محدّث، بہترین مفسر، اور خوش
بیان مقرر تھے ان کی تقریر کے ایک ایک لفظ میں علم و عرفان کا سمندر موجزن تھا"
اور حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی مہتمم دار العلوم دیوبند فرماتے
ہیں کہ :- جماعت علماء میں حضرت علاّمہ عثمانیؒ نہ صرف ایک بہترین عالم ہی تھے بلکہ ایک
صاحب الرائے مفکّر بھی تھے، آپ کا فہم و فراست اور تفقہ نفس بے نظیر تھا آپ اس علمی
ذوق کے امین تھے جو اکابر دار العلوم سے بطور وراثت آپ کو ملا تھا۔ حضرت مولانا محمد قاسم
صاحب نانوتویؒ قدس سرہٗ بانی دار العلوم دیوبند کے مخصوص علوم پر آپ کی گہری نظر
تھی اور درسوں میں آپ کے علوم کی بہترین تفہیم کے ساتھ تقریر فرماتے تھے، علوم میں نظر
نہایت گہری اور عمیق تھی، علمی لائنوں میں آپ کا درس و تدریس اور مختلف مدارسِ عربیہ
مدرسہ فتح پوری دہلی، دار العلوم دیوبند اور جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے ہزارہا طلباء کو یکے
بعد دیگرے افادہ ایک امتیازی شان رکھتا ہے، تصنیفی لائنوں میں آپ کی متعدد تصانیف
اور قرآنِ حکیم کی تفسیر بصورت فوائد اور مسلم شریف کی عربی شرح یادگار زمانہ رہیں گی۔ جو
پوری دنیائے اسلام میں نہایت پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھی گئی ہے۔ سیاسی لائنوں میں

آپ نے تقسیم ملک سے پہلے اپنی مدبرانہ سیاسی قابلیت سے ریاست حیدرآباد کو ایسے وقت میں بعض مہلک مذہبی فتنوں سے بچانے کی سعیٔ جمیل فرمائی جب کہ اس کے معاملات بہت زیادہ خطرے میں تھے۔ آزادیٔ وطن کی حقیقت سے لاکھوں باشندگان کو آگاہ کیا اور آزادی ملک کی جدوجہد میں آپ نے کافی حصہ لیا اور آپ کی فصیح و بلیغ تقریروں سے لاکھوں باشندگان وطن آزادیٔ وطن کی حقیقت سے آگاہ ہوئے تقسیم ملک کے بعد آپ نے پاکستان کو اپنا مستقل وطن بنا لیا اور کراچی میں مقیم رہ کر پاکستان کی بہت سی دینی سیاسی اور ملی خدمات انجام دیں۔ پاکستان کا ارباب حکومت پر آپ کی علمی اور سیاسی خدمات کا خاص اثر تھا اور یہاں کی گورنمنٹ کے ہائی کمان میں آپ کی عالمانہ اور مفکرانہ حیثیت سے خاص عظمت حاصل تھی، آپ پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کے رکن اور مذہبی قانون کمیٹی کے صدر تھے بلاشبہ حکومت پاکستان نے آپ کے ساتھ حیات اور ممات کا جو معاملہ کیا وہ ایک قدر شناس حکومت کو اپنے مخلص خیر خواہ اور ملک کے ایک ممتاز عالم دین کے ساتھ ہی کرنا چاہیئے تھا" (انوار عثمانی صـ۲۷)

علامہ عثمانی ۱۰ محرم ۱۳۰۵ھ مطابق ۱۸۸۵ء کو پردۂ عدم سے ظہور میں آئے، آپ کی ولادت ضلع بجنور میں ہوئی جہاں ان دنوں حضرت علامہ کے والد محترم مولانا فضل الرحمٰن عثمانی سرکاری مدارس کے ڈپٹی انسپکٹر تھے، مولانا فضل الرحمٰن عثمانی دہلی کالج کے تعلیم یافتہ تھے بڑے فاضل اور اردو فارسی کے بہترین ادیب اور شاعر تھے اور حضرت علامہ عثمانی حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے بنائے ہوئے دار العلوم دیوبند میں رفیق تھے۔

حضرت علامہ عثمانی دار العلوم دیوبند کے فاضل اور شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے اور ان کے صحیح علمی و سیاسی جانشین تھے۔ ۱۳۲۵ھ مطابق ۱۹۰۸ء میں دیوبند سے فارغ ہوئے، دورۂ حدیث میں تمام طلباء

سے فرسٹ آئے، ۱۱ ذی قعدہ ۱۳۲۲ھ میں آپ کی شادی ہوئی لیکن آخر وقت تک اولاد سے قطعاً محروم رہے۔ آپ دار العلوم دیوبند میں اعلیٰ درجہ کے اساتذہ میں سے تھے لیکن ساری زندگی فی سبیل اللہ پڑھاتے رہے، متوسط کتابوں سے لے کر مسلم شریف اور بخاری شریف تک کی تعلیم دی، تمام علوم معقولہ اور منقولہ، منطق و فلسفہ ریاضی، فقہ، حدیث اور تفسیر میں مہارت رکھتے تھے، عہد طالبعلمی ہی میں جو کتاب پڑھتے دوسرے ہمدرسوں کو پڑھاتے، طلبا کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ لگ جاتے مدت تک دار العلومؒ دیوبند میں خدمت درس و تدریس کے بعد مدرسہ فتح پوری دہلی میں صدر مدرس بن کر تشریف لے گئے، ۱۳۲۸ھ میں آپ نے فریضۂ حج ادا کیا۔ اور ۱۳۴۴ھ میں شاہ حجاز کی دعوت پر جمعیت علمائے ہند کی طرف سے نمائندہ بن کر گئے اور وہاں عربی میں زبردست تقریریں کیں اور شاہ سعودؒ اور دوسرے علمائے ممالک سے علمی، فقہی مکالمے اور مباحثے کئے ۱۳۴۸ھ میں آپ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل ضلع سورت میں تشریف لے گئے اور وہاں تفسیر و حدیث پڑھاتے رہے۔ ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۹۳۶ء میں دار العلوم دیوبند میں پرنسپل اور صدر مہتمم کی حیثیت سے فرائض انجام دیتے رہے جہاں آپ نے دار العلوم کی ترقی میں نمایاں کوشش فرمائی اور ہزاروں تشنگانِ علوم آپ کے چشمۂ فیض سے سیراب ہوئے۔ اور پھر خود بھی جو بڑے محدث، مفسر، فقیہہ اور شیخ وقت ثابت ہوئے۔ آپ کے ممتاز تلامذہ میں مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندیؒ، شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، مولانا بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنیؒ، مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ، مولانا قاری محمد طیب قاسمی، مولانا اطہر علی سلہٹی، مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ اور مولانا سعید احمد اکبر آبادی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

آپ کی ساری عمر دین اسلام کی خدمت میں گزری، آپ کی تصانیف میں سے قرآن

کریم کی تفسیر عثمانی اور مسلم شریف کی شرح فتح الملہم زبردست علمی شاہکار ہیں آپ کی تفسیر
کے متعلق امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ :۔

علامہ عثمانی نے تفسیر قرآن کریم لکھ کر دنیائے اسلام پر عظیم
احسان کیا ہے ۔"

حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ فرماتے ہیں کہ :۔

میں نے ایسی تفسیر ابھی تک نہیں دیکھی ۔" اس میں شیخ الہند حضرت
مولانا محمود الحسن صاحب قدس سرہ کی روح کارفرما ہے ۔"

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ فرماتے ہیں کہ :۔

"مولانا عثمانی نے بہت سی ضخیم ضخیم کتابوں کو مختصر کر کے سمندر
کو کوزے میں بند کر کے بھر دیا ہے ۔ اس تفسیر کے علاوہ
شرح مسلم شریف ، اعجاز القرآن ، اسلام کے بنیادی عقائد ، العقل والنقل
فضل الباری شرح صحیح بخاری ، الشہاب اور مجموعہ رسائل ثلاثہ آپ
کے علمی شاہکار ہیں ۔"

علامہ سید سلیمان ندویؒ فرماتے ہیں کہ :۔

"حضرت علامہ عثمانی کے تحقیقی و علمی کارناموں اور کمال علمی کا
نمونہ اردو زبان میں اُن کی تفسیر قرآن کریم ہے ۔"

اور مولانا ظفر علی خاں مرحوم فرماتے ہیں کہ :۔

"علامہ عثمانی ان علماء کرام میں سے تھے جو کلام اللہ کے حقائق اور معارف پر
عالمانہ نظر رکھتے تھے جن میں شاہ عبد العزیز دہلویؒ اور شاہ ولی اللہ دہلویؒ
اور شیخ الہند مولانا محمود الحسن کے بعد قرآن دانی اور قرآن فہمی کی پوری
صلاحیت تھی ۔" (ماخوذ تجلیات عثمانی)

حضرت علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی سیاسی ، ملی اور ملکی خدمات کا آغاز جنگ
بلقان سے ہوا ، پھر آپ نے تحریک خلافت میں زبردست حصہ لیا آپ جمعیت علمائے
ہند کی مجلس عاملہ کے زبردست رکن تھے ، ۱۹۱۹ء سے ۱۹۴۵ء تک اس میں
شریک رہے پھر آپ نے مسلم لیگ میں شریک ہو کر تحریک پاکستان کو تقویت بخشی
اور تحریک پاکستان کے حامی علماء پر مشتمل ایک جماعت "جمعیت علماء اسلام" کے
نام سے تشکیل دی جس کے پہلے صدر آپ منتخب ہوئے اور نائب صدر مولانا ظفر احمد
عثمانی کو مقرر کیا گیا اور حقیقت یہ ہے کہ قائد اعظم کے بعد پاکستان کا وجود ان دونوں
حضرات کا رہین منت ہے اور اگر یہ حضرات مسلم لیگ میں شرکت کر کے شریعت اسلامیہ
کی روشنی میں متحدہ ہندوستان کے مسلمانوں کے سواد اعظم کی رہبری نہ کرتے تو مسلم لیگ
کی طرف ہوا کے رخ کو موڑنا اور نظریہ پاکستان کی طرف سیاست کے دھارے
کا منہ پھیرنا ممکن نہیں تو دشوار بہت تھا ۔ علامہ عثمانی نے اس سلسلہ میں جمعیت علماء
اسلام کے صدر کی حیثیت سے ملک کے دورے کئے ۔ اور سرحد کے ریفرنڈم میں کامیابی
آپ ہی کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ تھی اس کے علاوہ آپ نے کشمیر کی جدوجہد آزادی میں
بھی نمایاں حصہ لیا پاکستان کی قومی اسمبلی کے ممبر ہونے کے باعث آپ نے پاکستان کی دستور
ساز اسمبلی میں قانون اسلامی کی تجویز "قرارداد مقاصد" کے نام سے پاس کرائی ، غرضیکہ
تحریک پاکستان میں اگر ایک طرف دنیاوی حیثیت سے قائد اعظم کی خدمات ہیں تو دوسری
طرف اتنی ہی شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی کی دینی خدمات ہیں ، اس لئے پاکستان کو دونوں
رہنماؤں کی مشترکہ کوششوں کا ثمرہ خیال کرنا چاہیئے ، پاکستان کی یہ کوشش اور جدوجہد
اور یہ تگ و دو محض اس مقصد کے لئے کی گئی تھی کہ اس خطۂ زمین میں پاکستانی مسلمان
قرآن و سنت کے قوانین نافذ کریں گے اور اپنی تہذیب اپنی ثقافت اپنے علوم و فنون
اور اپنی زبان اردو کو فروغ دینے کے لئے کسی کے تابع اور محتاج نہیں رہیں گے ۔ علامہ

عثمانی کے اس عظیم مقصد کو پورا کرنے کے لئے علماء دیوبند نے بڑی قربانیاں دی ہیں اور علامہ عثمانیؒ نے صرف عظیم مقصد کی خاطر اپنی زندگی کے آخری سال قربان کئے۔ آپ کے دل میں یہ تڑپ تھی کہ پاکستان میں اسلامی احکام اور قوانین کا اجراء اپنی آنکھوں سے دیکھوں مگر قدرت نے جس سے جتنا کام لینا مقرر کیا ہے اسی قدر اس سے کام لے کر اس کی زندگی کا پیمانہ لبریز کرتی ہے قائداعظم کی زندگی کا مشن پاکستان کا وجود تھا اور حضرت شیخ الاسلام علامہ عثمانی کی زندگی کا مطمع نظر قدرت کے نزدیک قرار داد مقاصد کی تجویز کا پاس کرانا تھا کہ پاکستان کا آئین قرآن و سنّت پر رکھا جائے، بہرحال حضرت علامہ عثمانی کی دینی، علمی اور سیاسی خدمات کا احاطہ کرنا بہت مشکل ہے، وہ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے اور بقول حضرت مولانا محمدؒ ادریس کاندھلویؒ کہ :-

"علامہ عثمانیؒ اس دور کے رازیؒ اور غزالیؒ تھے۔"

الغرض پاکستان بننے پر ۱۴ر اگست ۱۹۴۷ء مطابق ۸ر رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ کی دوپہر کو دیوبند سے افتتاح پاکستان کی تقریب میں حصّہ لینے کے لئے کراچی تشریف لائے اور ۱۴ر اگست کو کراچی میں جشن آزادی میں شرکت فرمائی اور اپنے دست مبارک سے پاکستانی پرچم لہرایا اور مستقل یہیں مقیم ہو گئے، ۸ر دسمبر ۱۹۴۹ء کی شب کو بخار ہوا، صبح طبیعت ٹھیک ہو گئی ۸ بجے صبح پھر سینہ میں تکلیف ہوئی اور سانس میں رکاوٹ ہونے لگی اور بالآخر ۱۳ر دسمبر ۱۹۴۹ء مطابق ۲۱ر صفر ۱۳۶۹ھ کو گیارہ بج کر چالیس منٹ پر بروز منگل ۶۴ سال کی عمر میں یہ آفتاب علم و عمل ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

یہ خبر بجلی کی طرح سارے عالم اسلام میں پھیل گئی اور دنیا بھر میں ایک کہرام مچ گیا، سرکاری دفاتر اور کاروباری ادارے بند کر دیئے گئے گورنر جنرل خواجہ ناظم الدین اور وزیراعظم لیاقت علی خان نے اپنے دورے منسوخ کر دیئے، عوام و خواص اور ممالک اسلامیہ

میں گہرے رنج و غم کا اظہار کیا گیا، میت بغداد الجدید بہاولپور سے کراچی پہنچائی گئی۔ آپ کے شاگرد رشید حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنیؒ نے آپ کو غسل دیا اور مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمدؒ شفیع صاحب دیوبندیؒ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ دو لاکھ سے زائد مسلمانوں نے نماز جنازہ میں شرکت کی اور آپ کا جسد خاکی اسلامیہ کالج جمشید روڈ کراچی میں سپرد خاک کیا گیا، آپ کے برابر علامہ سید سلیمان ندویؒ کا مزار ہے۔ آپ کی رحلت تمام عالم اسلام کے لئے سانحۂ عظیم تھی اس لئے مشاہیر علماء کرام نے آپ کو زبردست خراج تحسین پیش کیا۔ علامہ سید سلیمان ندویؒ نے اپنے تعزیتی پیغام میں فرمایا کہ :-

"حضرت علامہ عثمانیؒ کا یکایک ہم سے جدا ہو جانا ایک ایسا صبر آزما سانحہ ہے جس میں چشم ماتم گسار خدا جانے کب تک اشک بار رہے گی، علماء کرام کی صف میں علامہ عثمانی اپنی علمی فضیلت اور کردار کی بلندی دونوں اعتبار سے اتنا بلند مقام رکھتے تھے کہ پاکستان تو درکنار تمام روئے زمین میں بھی آپ کے پائے کی کوئی ہستی نہ تھی۔"

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی فرماتے ہیں کہ :-

"موت کے ظالم ہاتھوں نے ایک ایسی ہستی کو ہم سے جُدا کر دیا جس سے ملک کے تمام مذہبی رہنما ہدایت حاصل کرتے تھے۔"

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندیؒ فرماتے ہیں :- کہ

"علامہ عثمانی کی ذات ہمارے لئے ایک نعمتِ عظمٰی تھی۔"

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ

آپ کی تاریخ ولادت باسعادت ۱۹ شوال ۱۲۹۶ھ ہے آبائی وطن موضع الہداد پور قصبہ ٹانڈہ ضلع فیض آباد ہے، آپ بانگرمئو ضلع اناؤ میں پیدا ہوئے اس زمانے میں آپ کے والد ماجد سید حبیب اللہ صاحب بانگرمئو میں مدرس تھے آپ کا تاریخی نام چراغ محمد ہے۔ آپ حسینی سید ہیں اور والد ماجد حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادیؒ کے خلیفۂ خاص تھے۔

آپ کی ابتدائی تعلیم والد ماجد کی زیر نگرانی ہوئی آپ نے اپنی والدہ ماجدہ سے پانچ پارے قرآن شریف کے پڑھے۔ اور بقیہ پارے والد صاحب سے پڑھے، جب آپ کی عمر شریف ۱۳ سال ہوئی تو آپ ۱۳۰۹ھ میں دیوبند تشریف لائے اور اپنے بڑے بھائی مولانا صدیق احمد صاحبؒ اور شفیق استاذ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحبؒ کی زیر نگرانی دارالعلوم دیوبند میں تعلیم پاتے رہے۔ باوجودیکہ حضرت شیخ الہندؒ دورۂ حدیث کی بڑی کتابیں پڑھاتے تھے لیکن آپ کو ہونہار پاکر ابتدائی کتابیں بھی خود ہی پڑھائیں۔ اور توجہات خصوصیہ سے نوازا۔ آثار سعادت اور جذبۂ خدمت آپ میں پہلے ہی سے موجود تھا اس پر حضرت شیخ الہند کی توجہات نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا لہٰذا ۱۷ فنون پر مشتمل درس نظامی کی ۶۷ کتابیں آپ نے ساڑھے چھ سال کی مدت میں ختم کر ڈالیں اور علم نبوت کے نیر اعظم بن کر دارالعلوم کے در و دیوار کو منور کرنے لگے ہر ایک استاذ کی نظر شفقت آپ پر پڑنے لگی اساتذہ غایت شفقت اور محبت کی وجہ سے و نیز کم عمر ہونے کے باعث

آپ کو مستورانی منشی کہہ کر پکارا کرتے تھے، اساتذہ کی چھوٹی سی چھوٹی اور بڑی سے
بڑی خدمت کرنے میں آپ نے کبھی عار محسوس نہیں کیا۔

ایک مرتبہ شیخ الہندؒ کے یہاں سے کسی نے بھنگی کی فرمائش کی کہ بھنگی سے نا
صاف کرا دو، بھنگی نہیں ملا مگر نالی صاف ہو کر دھل بھی گئی معلوم ہوا کہ اس نالی کا کیچ
حسین احمد نے اپنے ہاتھوں سے صاف کیا تھا!

اسی طرح ایک دفعہ حضرت شیخ الہندؒ کے یہاں بہت زیادہ مہمان آگئے تھ
بیت الخلا صرف ایک ہی تھا لہٰذا دن بھر کی گندگی سے پر ہو جاتا تھا لیکن تعجب تھا ک
روزانہ صبح صادق سے پہلے ہی صاف ہو جاتا تھا چنانچہ ایک دن اس راز کو معل
کرنا چاہا تو دیکھا گیا کہ رات کے دو بجے آپ ٹوکرا لے کر پاخانہ میں داخل ہوئ
اور پاخانہ ٹوکرے میں بھر کر جنگل کا رخ کیا، سبحان اللہ یہ تھی تواضع اور خاکسار
جس نے آپ کو فنایت کے درجہ پر پہنچایا ہوا تھا!

بہر حال جب آپ ۱۳۱۶ھ میں دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہوئے تو آ
کی چند خارج از درس طب ادب ہیئت میں کتابیں باقی رہ گئی تھیں کہ آپ کے و
ماجد نے عزم ہجرت کیا تو آپ بھی معہ والدین و برادران وغیرہ مدینہ منورہ کے
روانہ ہو گئے اور ادبیات میں باقی کتابیں مدینہ منورہ کے معمر اور مشہور ادیب مو
الشیخ آفندی عبدالجلیل برادہؒ سے پڑھیں۔ آپ کو حدیث میں علاوہ حضرت شیخ ا
کے حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ، حضرت مولانا عبدالعلی صاحبؒ، مولانا ش
حسب اللہ شافعی المکی اور مولانا سید احمد برزنجی سے بھی حاصل کیا ہے۔

جس وقت آپ کے استاذ محترم حضرت شیخ الہندؒ آپ کو مدینہ منورہ رخصت
رہے تھے تو راستہ میں ارشاد فرمایا کہ:-

"پڑھانا ہرگز نہ چھوڑنا چاہے ایک دو ہی طالبعلم ہوں"

چنانچہ آپ نے اپنے استاذ کی اس نصیحت کو ایسا گرہ میں باندھا کہ آخر دم تک پڑھاتے رہے، مدینہ منورہ کی فاقہ کشی کی زندگی، ہندوستان کی قید و بند کی زندگی میں برابر اس نصیحت پر عمل پیرا رہے اور اشتغال بالعلم رکھا اور علم کے دریا بہا دیئے اور مرکزِ علم مدینہ منورہ میں وہ خصوصیت حاصل کی کہ عرب کی حدود سے نکل کر آپ ممالک غیر میں شیخ حرم نبوی ؐ مشہور ہو گئے اور عرصۂ دراز تک حرم نبوی ؐ میں پڑھانے کے بعد ۱۳۲[illegible]ھ میں آپ ہندوستان واپس تشریف لائے اور حضرت شیخ الہندؒ کے حلقۂ درس میں شرکت فرمائی۔ اور ارباب اہتمام و شوریٰ نے آپ کو معقول تنخواہ پر دارالعلوم دیوبند میں مدرس رکھ لیا۔ اس کے بعد ۱۳۲۹ھ میں آپ پھر مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور اسارت مالٹا کے زمانہ تک برابر درس و تدریس میں مشغول رہے، مالٹا سے واپسی کے بعد آپ نے کچھ دنوں امروہہ کے مدرسہ جامع مسجد میں بھی تعلیم دی۔ پھر وہاں سے حضرت شیخ الہندؒ نے آپ کو اپنی خدمت میں بلا لیا کچھ دنوں کے بعد کلکتہ سے مولانا ابوالکلام آزاد نے مدرسہ عالیہ کی صدر مدرسی کے لئے حضرت شیخ الہندؒ کی خدمت میں عریضہ بھیجا تو حضرت شیخ الہندؒ کے حکم پر آپ کلکتہ تشریف لے گئے، ۱۳۳۹ھ میں جب حضرت شیخ الہندؒ کا انتقال ہوا تو چند دنوں کے لئے دیوبند تشریف لے گئے اور پھر کلکتہ جا کر پڑھانے لگے اس کے بعد کراچی کے مشہور مقدمہ تک آپ کلکتہ میں رہے بعد میں آپ اس کی مدرسی سے بوجہ گرفتاری و جیل علیحدہ ہو گئے ۱۹۲۲ء سے ۱۹۲۸ء تک تقریباً چھ سال بنگال رہے اور پھر سلہٹ کے جامعہ اسلامیہ میں شیخ الحدیث کی حیثیت سے آخری دم یعنی ۱۳۷۷ھ تک پڑھاتے رہے اس ۲۱ سالہ زمانہ تدریس میں ہزاروں افراد آپ کے فیض علمی سے مستفید ہوئے۔

سلوک و تصوف میں بھی آپ کامل شیخ تھے، ۱۳۱۶ھ میں آپ آستانۂ عالیہ رشیدیہ گنگوہ شریف حاضر ہوئے اور قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہیؒ قدس سرہٗ سے

بیعت ہوئے اس وقت آپ کا ارادہ مکہ معظمہ جانے کا تھا اس وجہ سے حضرت گنگوہیؒ قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا کہ:-

"میں نے تو تمہیں بیعت کر لیا ہے اب تم مکہ معظمہ جا رہے ہو وہاں شیخ المشائخ حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی قدس سرہٗ موجود ہیں ان سے عرض کرنا وہ تمہیں ذکر کی تلقین فرما دیں گے۔"

غرضیکہ آپ مکہ معظمہ پہنچ کر بارگاہ امدادیہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا! حضرت گنگوہیؒ نے ہم کو بیعت تو کر لیا تھا مگر یہ فرمایا تھا کہ تلقین ذکر حضرت سے کر لینا۔"

اس پر حضرت حاجی صاحبؒ نے آپ کو تلقینِ ذکر فرمائی اور فرمایا کہ صبح آ کر یہاں بیٹھا کرو اس ذکر کو کرتے رہو۔" ان توجہات باطنیہ کے ساتھ آپ کی تربیت روحانی ہوتی رہی اور جب آپ مکہ سے مدینہ کے لئے روانہ ہوئے تو حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ نے سر پر ہاتھ پھیر کر فرمایا کہ تم کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں، اس کے بعد جب مدینہ منورہ پہنچے تو عرصہ دراز تک حرم نبوی ؐ میں نبوت محمدیہؐ کی نشر و اشاعت کرتے رہے اور ذکر و مراقبہ میں مشغول رہے جس کی وجہ سے متعدد رویائے صالحہ اور بشارات آپ کو حاصل ہوئیں۔ ۱۳۱۸ھ میں حضرت گنگوہیؒ کا والا نامہ برائے طلبی مدینہ منورہ پہنچا اور آپ حسب الارشاد آستانۂ عالیہ گنگوہ حاضر ہوئے۔ اور کچھ دنوں کے بعد بارگاہ رشیدیہ سے آپ کو اجازت بیعت حاصل ہوئی اور حضرت گنگوہیؒ نے دستارِ خلافت اپنے دست مبارک سے آپ کے سر پر باندھی اور اس طرح آپ کمالات رشیدیہ و امدادیہ کے مجمع البحرین ہو گئے۔ بہر حال آپ کمالات علمیہ اور روحانیہ میں اپنی نظیر اور مثیل نہیں رکھتے تھے اور اس کا اندازہ حضرت شیخ الہندؒ کے اس ملفوظ گرامی سے ہو سکتا ہے جس کو حضرت مولانا سید اصغر حسین دیوبندیؒ نے اس طرح بیان فرمایا ہے:- کہ

"مولانا حسین احمد صاحبؒ جو اس زمانہ میں ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد کے صحیح مصداق ہو گئے ہیں ہمیشہ سفر و حضر میں خدمت کر کے آپ حضرت شیخ الہندؒ کو راحت پہنچاتے رہتے تھے ایک دن حسبِ عادت پاؤں دبانے لگے اس خاکسار محروم الخدمت کو بھی حرص آئی اور دوسرا پاؤں دبانا شروع کیا اور ہنس کر میں نے مولانا حسین احمد صاحب سے کہا کہ مولوی صاحب آج تو ہم بھی آپ کے برابر ہو گئے اس پر حضرت شیخ الہند نے فرمایا بھائی تم کہاں کہاں ان کی برابری کروگے۔"

(حیات شیخ الاسلام ص ۱۹۸)

ان بزرگانہ توجہات کے باعث آپ کو وہ مقام حاصل ہوا کہ حضرت مولانا اصغر حسین دیوبندیؒ جیسے عارف و محدث کو بھی لکھنا پڑا کہ حضرت شیخ الہندؒ کے تمام تلامذہ میں یہ خصوصیت اور کمال کسی کو حاصل نہیں تھا جو حضرت مدنی کو حاصل تھا۔" مولانا احمد علی لاہوریؒ فرماتے ہیں کہ:-

"حضرت مدنیؒ اس زمانے میں اولیاء اللہ کے امام تھے۔"

الغرض تدریسی اور روحانی خدمات کی مصروفیات کے باوجود آپ اسلام کے سیاسی رُخ سے بھی غافل نہ تھے اور بڑی تندہی سے سیاسی میدان میں بھی خدمات انجام دیتے رہے، جمعیت علمائے ہند کے صدر اور قائد کی حیثیت سے آپ نے ایک بلند مقام حاصل کیا۔ اور ہندوستان کی تحریک آزادی کے سلسلہ میں کئی بار قید و بند کی صعوبتیں اٹھاتے رہے اور بالآخر ملک کو آزاد کرا لیا۔ اور تمام عمر آزادیٔ ہند کی خاطر اپنی جانی اور مالی قربانیوں سے بھی دریغ نہیں کیا۔ کانگریس میں شریک ہو کر ملکی آزادی کے لئے سیاسی جدوجہد میں سر دھڑ کی بازی لگا دی، جیلوں میں سختیاں جھیلیں اور فرنگی تشدد ان کے پائے استقلال کو ذرا بھی لغزش نہ دلا سکا اور ہمیشہ فرنگی حکومت کو پائے استحقار سے ٹھکراتے رہے ان کا نظریہ یہ تھا کہ پہلے ہندو اور مسلمان دونوں مل کر ہندوستان کو آزاد کرائیں اور پھر مسلمان ممالک کو ہندوستان کے زیرنگین لانے کی دعوت دیں۔ آپ کے کارناموں میں زبردست کارنامہ وہ ہے جو ۱۹۴۷ء میں انہوں نے اس وقت انجام دیا جبکہ بھارت میں مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا گیا تھا اور چاروں طرف ہندو اور

سکھوں کے سفاک ہاتھوں نے مسلمانوں کے قتل سے ہاتھ رنگین کر کے سرزمین ہند کو لالہ زار بنا دیا تھا۔ اس وقت مولانا حسین احمد مدنیؒ اور مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ گولیوں کی بوچھاڑ میں جان ہتھیلی پر رکھ کر مسلمانوں کی جان و مال اور عزت و ناموس کی خاطر دہلی، سہارنپور، مراد آباد اور میرٹھ کے گلی کوچوں میں پھر رہے تھے اور حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کی قیادت کا سہرا آپ کے سر تھا اور پاکستان کی قیادت کا سہرا علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے سر تھا یہ دونوں حضرات ایک ہی مادر علمی کے فرزند تھے اور ایک ہی مکتب فکر کے سربلند عالم تھے اور دونوں ایک ہی اُستاذ شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ کے شاگرد تھے۔ مگر ایک نے اپنے غور و فکر اور علمی اجتہاد سے کانگریس کا ساتھ دیا اور دوسرے نے مسلم لیگ کے ساتھ رہنا اپنے اجتہاد کا ثمرہ سمجھا۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کی قبروں پر اپنی رحمتوں کی بارش برسائے اور ہمیں ان کے متعلق کسی قسم کی بدگمانی سے بچائے۔ آمین۔

الحاصل آپ ساری زندگی ملک و ملت کی خدمت میں مصروف رہے اور بالآخر کار دیوبند کی اس عظیم نشانی نے ۱۳ر جمادی الاول ۱۳۷۷ھ بروز جمعرات بعد نماز ظہر داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

آپ کے وصال کی خبر ہوا کی طرح پھیل گئی اور دور دور سے ہزاروں اشخاص نماز جنازہ میں شرکت کیلئے آئے اور نماز جنازہ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی مدظلہ نے پڑھائی، آپ کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے مولانا سید محمد اسعد مدنی آپ کے جانشین مقرر ہوئے۔ جو اس وقت جمعیت علماء ہند کے صدر ہیں اور ہندوستان میں ملک و ملت کی خدمات میں مصروف ہیں۔ حق تعالیٰ آپ کے نقش قدم پر چلائے آمین

(تفصیلی حالات اُن کی خود نوشت سوانح "نقش حیات" میں ملاحظہ فرمائیے)

حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ محترم ۱۲۸۸ھ، ۲۳ مارچ ۱۸۷۱ء یوم شنبہ کو پیدا ہوئے۔ آپ کے والد
ضرت مولانا محمد اسماعیل کاندھلوی رح ایک جید عالم اور صاحبِ نسبت بزرگ تھے۔
پ نے سات سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔
ر دورۂ حدیث کے لئے حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رح کی خدمت میں حاضر ہوئے اور
رت سہارن پوری رح نے حضرت اقدس مولانا گنگوہی رح سے درخواست کی کہ "میری خاطر مولوی
ی کو حدیث پڑھا دیجئے۔"

چنانچہ حضرت گنگوہی قدس سرہٗ نے مکرر دورۂ حدیث پڑھایا۔ پھر تقریباً ۱۲ سال
ب آپ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت کرتے رہے۔ حضرت گنگوہی رح
پ کو اپنے بڑھاپے کی لاٹھی اور نابینا کی آنکھیں فرمایا کرتے تھے۔

آپ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی تقاریر کو دورانِ درس ضبطِ تحریر میں لاتے
ترمذی شریف کی شرح "کواکب الدری" اور بخاری شریف کی شرح
ادمع الدری" جو شائع ہو چکی ہیں، آپ ہی کی ضبط کردہ ہیں۔ حضرت گنگوہی رح کے
ال کے بعد بھی آپ تین سال تک حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ پر دینی و علمی
ات انجام دیتے رہے۔

آخر میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہٗ کے ارشاد پر جمادی الاولیٰ
۱۳۲ھ کو مظاہر العلوم سہارن پور میں حسبۃً للہ تدریس پر مامور ہوئے اور
چھ سال تک اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دیں۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رح
آپ کو خلافت سے نوازا اور وہ عمامہ جو آں کو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے

دستِ مبارک سے عطا ہوا تھا، وہ آپ کے سر پر رکھا اور فرمایا کہ :-
"آپ اس کے مستحق ہو۔"
آپ نے ۱۰ ذی قعدہ ۱۳۳۴ھ کو رحلت فرمائی۔
اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؀
آپ کے فرزندِ گرامی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی ر
تذکرہ آگے آرہا ہے، کی تدریسی، تصنیفی اور روحانی خدمات کا ایک زمانہ معترف
اور ان دنوں حجازِ مقدس میں ہجرت فرما گئے ہیں۔

(بحوالہ "تذکرۃ الخلیل" مؤلفہ عاشق الٰہی میرٹھی رح)

حضرت مولانا سیّد مرتضیٰ حسن چاندپوریؒ

آپ ۱۲۸۵ھ کو قصبہ چاندپور ضلع بجنور میں پیدا ہوئے، آپ کے والد حکیم سیّد بنیاد
ں صاحبؒ ضلع بجنور کے مشہور اور حاذق طبیب تھے، آپ کے اجداد میں عارف باللہ
یخ طریقت اور صاحب کرامات بزرگ حضرت سیّد عارف علی شاہ صاحب تھے جن کا سلسلۂ
ب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے جا ملتا ہے، آپ درسِ نظامی کی
یل کے لیئے ۱۲۹۷ھ میں مرکز علوم اسلامیہ دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے، اور ر
ی امتیازی شان سے سندِ فراغت تعلیم حاصل کی، آپ کے جلیل القدر اساتذہ میں
ضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ، شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ،
ب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور حضرت مولانا ذوالفقار علی صاحب دیوبندیؒ
ص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ حضرت گنگوہیؒ سے دورۂ حدیث کے ساتھ فیضِ روحانی بھی
صل کیا، چونکہ آپ کو فنِ معقولات سے خاص دلچسپی تھی اس لئے اس فن میں تحصیل کمال
رض سے معقولات کے نامور اور ماہر اُستاذ حضرت مولانا احمد حسن امروہیؒ کی خدمت
ں کانپور حاضر ہوئے اور معقولات کی اعلیٰ کتب پڑھ کر اس فن میں کمال و مہارتِ تامہ
صل کی۔ تحصیل علم سے فارغ ہونے کے بعد آپ اپنے وطن چاندپور واپس آگئے اور اپنے
لد کے مطب میں مشغول ہو کر تشخیص امراض و تجویز نسخہ جات و فنِ دواسازی میں بدرجہ
ں عبور حاصل کیا اور ایک جیّد عالم ہونے کے ساتھ ساتھ ماہر حاذق طبیب بھی بن گئے
ی زمانہ میں مولانا منور علی صاحب خلیفہ حضرت شیخ المشائخ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی

قدس سرہٗ نے دربھنگہ کے قریب مدرسہ امدادیہ قائم کیا اور حکیم الامت حضرت مولانا
اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی فرمائش پر آپ طبی شغل چھوڑ کر دربھنگہ تشریف
لے گئے اور وہاں تعلیم و تدریس میں مصروف ہو گئے اور ایک زمانہ تک وہیں صدر مدرس
کی حیثیت سے علمی و تدریسی خدمات انجام دیتے رہے پھر کچھ عرصہ مدرسہ امدادیہ مُرادآباد
میں صدر مدرس رہے، اسی دوران میں آپ نے آریہ سماج کے رد میں متعدد رسائل
تحریر فرمائے اور بابو رام چندر سے مشہور تاریخی مناظرہ کیا پھر ۱۹۲۰ء میں حضرت
شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ نے مالٹا جیل سے واپسی پر دارالعلوم دیوبند
میں واپس آنے کا حکم دیا اور حافظ مولانا محمد احمد قاسمی مہتمم دارالعلوم اور مولانا
حبیب الرحمٰن عثمانیؒ نے غیر معمولی اصرار فرمایا چنانچہ آپ دارالعلوم دیوبند تشریف لے
گئے، جہاں آپ کو ناظم تعلیمات مقرر کیا گیا ساتھ ہی سلسلۂ تدریس بھی جاری رہا، اس
دور میں آپ نے قادیانیت کے رد میں بکثرت رسائل تحریر فرمائے جو خصوصیت کے
ساتھ پنجاب و صوبہ سرحد میں بہت مقبول اور پسندیدہ ہوئے چونکہ عوارضات ضعف
پیری عیاں ہو چکے تھے اس لئے تقریباً نصف صدی سے زائد اپنے وطن سے باہر رہ کر
واپس چاندپور آگئے اور یہاں صرف ذکر و عبادت اور اولاد کی تعلیم و تربیت میں مصروف
رہے، آپ کے علمی شغف کا یہ حال تھا کہ آپ کی عمر کا ذخیرہ تقریباً آٹھ دس ہزار کتب
منتخبہ کی صورت میں موجود ہے۔

تحریک ختم نبوت اور تحریک پاکستان میں آپ نے زبردست حصّہ لیا اور پورے
برصغیر کا دورہ فرماتے رہے تحریک پاکستان میں اپنے رفقاء علامہ شبیر احمد عثمانی، مولانا
مفتی محمد شفیع، مولانا ظفر احمد عثمانی، مفتی عبدالکریم گمتھلوی اور مولانا شبیر علی تھانوی کے
شانہ بشانہ کام کیا اور قائداعظم اور دوسرے مسلم زعماء کو حکیم الامت مولانا تھانویؒ کے
نقطۂ نظر سے آگاہ فرماتے رہے، قادیانیت کے خلاف ملک کے کونے کونے کا دورہ

کیا اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ
اور مولانا بدر عالم میرٹھیؒ کے ہمراہ پنجاب کے مختلف علاقوں میں مرزائیت کے خلاف تقریریں
اور مناظرے کرتے رہے۔ بہرحال حضرت حکیم الامت تھانویؒ کی طرح اس دور کے مشہور
مقرر واعظ اور مناظر تھے، ملک کے اطراف واکناف کا کوئی بھی حصہ ایسا نہ ہوگا جو آپ کے
مواعظ حسنہ سے مستفید نہ ہوا ہو۔ آپ کو فن تقریر میں ملکہ تامہ حاصل تھا، آپ فرمایا کرتے
تھے، کہ "وعظ سے قبل دل میں کوئی مضمون نہیں ہوتا ہے، خطبہ
پڑھنے کے بعد جو بھی مضمون اس وقت ذہن میں آتا ہے
اسی پر حق تعالیٰ کی امداد سے تقریر شروع کر دیتا ہوں"
آپ کی تقریر پند و نصائح کے ساتھ لطائف علمیہ و نکات حکمیہ معرفت عبادات قصص و حکایات
سے پُر ہوتی تھی۔ آپ کو فن مناظرہ میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ ابتداء میں مولانا احمد رضا خان
بریلوی کی تردید میں بکثرت رسائل تصنیف فرمائے اور آپ کے زمانہ قیام مراد آباد میں آریہ
سماج مراد آباد کی جانب سے بنام اہل مراد آباد متعدد سوالات شائع کئے گئے تھے آپ
نے ان کے بے مثال جوابی رسائل تحریر فرمائے اسی زمانہ میں آریہ سماج کے مشہور و معروف
مقرر پنڈت رام چندر سے امروہہ میں مناظرہ ہوا اور پنڈت کو لاجواب ہو کر دہلی واپس
جانا پڑا، فراغت تعلیم کے بعد جب آپ اپنے والد کے پاس طبی مشغلہ میں مصروف تھے
اسی زمانہ میں حکیم بنیاد علی صاحب اپنے دونوں صاحبزادوں کو ہمراہ لے کر حج کے لئے روانہ
ہو گئے اس وقت حضرت حاجی امداد اللہ صاحب بقید حیات تھے حکیم صاحب کو حضرت
حاجی صاحبؒ سے بے حد عقیدت تھی اور حضرت حاجی صاحبؒ کو بھی ان سے خصوصی تعلق
تھا حکیم صاحب نے مع اپنے فرزند مولانا چاند پوریؒ حج کی سعادت حاصل کی اور ساتھ ہی
حضرت حاجی صاحبؒ کی صحبت سے بھی فیضیاب ہوتے رہے، بعد فراغت حج حکیم صاحب کا
مدینہ منورہ میں ہی انتقال ہو گیا صاحبزادگان کو حکیم صاحب کی جدائی کا بے حد صدمہ ہوا حضرت

حاجی صاحبؒ نے دونوں صاحبزادوں کی سرپرستی فرمائی اور ان کو تسلی و تشفی دیتے
دوسری مرتبہ جب مولانا چاند پوریؒ حج کے لئے مکہ معظمہ تشریف لے گئے تو وہاں سے
علمیہ کا کافی ذخیرہ خرید کر لائے تھے، تیسری مرتبہ حضرت حاجی صاحبؒ کے علاوہ حضر
شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ کی رفاقت میں حج کیا اس سفر میں صرف مخصوص رف
شامل تھے، جب فریضہ حج کی ادائیگی کے بعد سب لوگ مدینہ منورہ پہنچے تو کچھ عرصہ قی
کے بعد مولانا مرتضیٰ حسن صاحبؒ اور دیگر رفقاء کو حضرت شیخ الہندؒ نے واپسی وطن کا حک
چنانچہ آپ ہندوستان تشریف لائے، آپ تعلیم سے فراغت کے بعد حضرت مولانا
رفیع الدین صاحبؒ سے بیعت ہوئے اور شاہ صاحب کی صحبت میں رہ کر تعلیم و تربیت
کی اور زمانہ قیام مکہ معظمہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کی خدمت میں رہ کر استفادہ فر
پھر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ سے بیعت کی اور مکرر حدیث پڑھی اور ایک
تک تعلیم و ارشاد سے مستفیض ہوتے رہے حضرت گنگوہیؒ کے انتقال کے بعد آپ نے
رائپوریؒ سے تعلق قائم کیا ان کے بعد آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ سب ہی بزرگ اور سر
اللہ کو پیارے ہو گئے بڑا بدنصیب ہے وہ شخص جس کا کوئی بزرگ و سرپرست نہیں،
اب تو میں نے اپنا بزرگ و سرپرست حضرت حکیم الامت تھانویؒ کو بنا لیا ہے اللہ تعالیٰ
تھانویؒ کے فیوض جاریہ سے مجھ کو بھی مستفید فرمائے"۔
اس کے بعد حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے دست حق پر بیعت کی اور خلافت سے
گئے، حضرت تھانویؒ سے آپ کو تعلق و عقیدت اس قدر تھی کہ کوئی کام ان کے مشورہ کے
کرتے تھے اسی طرح حضرت تھانویؒ کو بھی آپ سے محبت تھی چنانچہ جب کبھی آپ تھان
تشریف لے گئے حضرت تھانویؒ نے آپ کو اپنا مہربان اور خصوصی مہمان بنایا اور بعد ظہر مج
ارشاد میں حضرت تھانویؒ نے آپ کے لئے اپنے قریب مخصوص جگہ مقرر فرما دی تھی اسی جگ
جگہ پر نشست فرماتے تھے، حضرت تھانویؒ کی مجلس ارشاد میں کسی کو لینے کی جرأت نہ

رف مولانا چاندپوریؒ اس سے مستثنیٰ رہے اور آپ اکثر علمی سوالات کیا کرتے، ایک مرتبہ زمانہ
یام تھانہ بھون میں آپ کے دو صاحبزادوں اور قریبی عزیزوں کو مولانا تھانویؒ نے مدعو کیا
ولانا چاندپوریؒ نے حضرت تھانوی قدس سرہٗ سے درخواست کی کہ آپ ان چاروں کو بیعت فرما
یں، حضرت تھانویؒ نے درخواست منظور فرماتے ہوئے کہا کہ آپ کے ساتھ یہ خصوصیت ہے اور
ی خصوصیت کی بناء پر آپ کے صرف ایک مرتبہ کہنے پر ان چاروں لڑکوں کو بیعت کرتا ہوں، مولانا
پاندپوری ہدایت فرمایا کرتے ۔ کہ

"حضرت تھانویؒ کے ملفوظات و مواعظ کا مطالعہ کرتے رہو کہ یہ
علم و تقویٰ میں ترقی کا باعث ہوں گے"

غرض ساری زندگی خدمت اسلام میں مصروف رہے، ۱۹۵۱ء دسمبر میں آپ کو عشاء کی نماز کے
عد غیر معمولی سردی معلوم ہوئی کچھ دیر بعد حرارت ہو گئی اور حالتِ غشی پیدا ہو گئی اِس حالت میں
ی زبان متحرک اور مصروفِ ذکر رہی کچھ ہوش آنے پر ذکر میں آواز بلند ہو جاتی تھی تقریباً ایک
ہفتہ یہی حالت رہی ذکر کے سوا زبان سے کچھ نہ نکلتا تھا اِس عرصہ میں توجہ الی اللہ کے ساتھ
ذکر کرتے رہے اور ۱۲ر دسمبر ۱۹۵۱ء با آواز بلند کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے اپنی جان جان آفریں کے
سپرد کردی ۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔

آسماں تری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ ترے در کی دربانی کرے

حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ

آپ ۲۸ر مارچ ۱۸۷۲ء مطابق ۱۲ر محرم الحرام ۱۲۸۹ھ کو ضلع سیالکوٹ کے ایک گاؤ
چیلانوالی کے ایک سکھ خاندان میں پیدا ہوئے ان کے والد رام سنگھ زرگر تھے وہ آپ کی ولادت
سے چار ماہ قبل ہی انتقال کر گئے، دادا زندہ تھے انہوں نے پرورش کرنا شروع کی لیکن دو سا
بعد ان کا بھی انتقال ہو گیا والدہ انہیں ساتھ لے کر ننھیال چلی آئیں یہ ایک خاص سکھ خاند
تھا نانا کی وفات کے بعد آپ جام پور ضلع ڈیرہ غازیخان میں ماموں کے پاس چلے گئے ا
اردو مڈل تک وہیں تعلیم پائی، ۱۸۸۴ء میں آپ نے اپنے ایک ہم جماعت سے مولانا عبید الل
پائلی کی کتاب "تحفۃ الہند" لے کر پڑھی، اس کے بعد مولانا شاہ اسماعیل شہیدؒ کی کتاب
"تقویت الایمان" پڑھنے کا موقع ملا اور یوں اسلام سے رغبت کی ابتداء ہوئی، انہوں نے
ہی "تحفۃ الہند" کے مصنف کے نام پر اپنا نام عبید اللہ رکھا اور نماز سیکھ لی، ۱۵ر اگست
۱۸۸۷ء کو انہوں نے اسلام کی محبت میں گھر بار کو خیر باد کہا، اس وقت ان کی عمر پندرہ برس
تھی، وہ ایک مسلمان دوست کے ساتھ کوٹلہ رحیم شاہ (مظفر گڑھ) پہنچے اور ۲۹ر اگست
۱۸۸۷ء کو مشرف بہ اسلام ہوئے یہاں سے سندھ کا رخ کیا اور پھر چونڈی شریف کے حاف
محمد صدیق کے پاس فروکش ہوئے اس کے بعد ستمبر ۱۸۸۸ء میں دیوبند گئے اور دار العل
میں داخلہ لے لیا وہاں آپ کو شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحبؒ سے کسب فیض کا موقعہ مل
اور جلد ہی عربی زبان پر عبور حاصل کیا اور تفسیر و حدیث، فقہ و منطق اور فلسفہ کی تکمیل ک
دار العلوم دیوبند سے فارغ ہو کر واپس سندھ آ گئے اور امروٹ ضلع سکھر میں اسلامی

سکول کے مدرس مولوی عظیم اللہ خان یوسف زئی کی صاحبزادی سے آپ کی شادی ہوئی ۱۹۰۱ء
گوٹھ پیر جھنڈا میں دارالارشاد قائم کیا اور سات برس تک تبلیغ اسلام میں منہمک رہے، ۱۹۰۹ء
شیخ الہند مولانا محمود الحسن کے ارشاد کی تعمیل میں دیوبند گئے اور وہاں طلباء کی تنظیم جمعیت الانصار
سلسلہ میں اہم خدمات انجام دیں مگر حکومت کے دباؤ کے باعث دیوبند میں زیادہ عرصہ قیام
کرسکے اور وہاں سے دہلی منتقل ہو گئے، جہاں حکیم اجمل خاں اور ڈاکٹر انصاری کے ساتھ
کر کام کرتے رہے ۱۹۱۲ء میں آپ نے دہلی نظارۃ المعارف کے نام سے ایک مدرسہ جاری
کیا جس نے اسلامی تعلیمات کی اشاعت میں بڑا کام کیا، ۱۹۱۵ء میں آپ شیخ الہندؒ کے کہنے
ہجرت کرکے افغانستان چلے گئے اور سات برس تک کابل میں مقیم رہے، امیر امان اللہ خان
انگریزوں کے خلاف جنگ پر آمادہ کرنے کا سہرا مولانا سندھیؒ ہی کے سر ہے چنانچہ اسی سلسلہ
انہیں یہاں سے بھی نقل مکانی کرنی پڑی اور روس چلے گئے وہاں سات ماہ قیام فرمایا،
پھر ترکی پہنچے اور وہاں ۱۹۲۴ء میں اپنی ذمہ داری پر تحریک ولی اللہ کے تیسرے دور کا آغاز کیا
اس موقع پر آپ نے آزادیٔ ہند کا منشور استنبول سے شائع کیا، ۱۹۲۷ء میں مولانا عبید اللہ
سندھیؒ ترکی سے حجاز پہنچے اور ۱۹۲۹ء تک مکہ معظمہ میں رہے اسی عرصہ میں انہوں نے برصغیر کے
مسلمانوں کے حقوق اور دینی مسائل کو تحریروں اور تقریروں کے ذریعے عوام تک پہنچایا۔ اور زندگی
بھر شعار رسولؐ اور سیاست کاملہ کی تبلیغ کرتے رہے انہوں نے قید و بند کی صورت میں بھی خلاف
سنت سے زبان کو لغاوت نہیں کرنے دی اور ذلت و خواری کے اندھیروں میں اعمال کی روشنیاں
لئے پھرتے رہے اور روحانی تجلیوں سے اپنی مشعلوں کے دونوں سروں کو روشن رکھا، انہوں
نے ہر آدمی کے کان تک یہ پیغام پہنچا دیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی اطاعت خداوند
تعالیٰ کی اطاعت ہے اور یہی بات حقیقت معلوم ہوتی ہے کہ خداوند تعالیٰ پیغمبرؐ کے بعد
علماء میں سے خاص خاص عالموں کو مخلوق کی ہدایت کے لئے متعین فرماتا ہے اور وہ اللہ جل شانہٗ
کے احکام و رضا سے دنیا کو باخبر کرتے رہتے ہیں، اور غالباً یہی سبب ہے کہ مسلمان آج تک

مادیات کے سامنے سربسجود نہیں ہوئے،

حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ قاسمی فرماتے ہیں کہ،۔

حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور حضرت شیخ الہندؒ
کے مخصوص تلامذہ میں سے تھے، غیر معمولی ذکاوت، ذہانت اور حافظہ کے مالک تھے
دماغ خلقی طور پر سیاسی تھا، سیاست میں گہری نظر تھی، ابتداً طبعی اور علمی انداز میں، در
بعد میں مشاہداتی انداز میں یورپ اور ایشیاء کے بہت سے انقلابات آپ کے سامنے
گزرے اس لئے سیاسی اسکیموں کی ساخت و پرداخت میں آپ کو خاص ملکہ حاصل
تھا آپ نے حضرت شیخ الہندؒ کی تحریک، ریشمی رومال میں سرگرم حصہ لیا۔ افغانستان
کی آزادی کی اسکیم آپ ہی نے مرتب فرمائی تھی، ۲۵ سال تک جلاوطن رہے واپس تشریف
لاکر فلسفہ ولی اللہ سے ملک کو روشناس کرایا، سندھ ساگر اکاڈمی اور محمد قاسم ولی اللہ
سوسائٹی قائم کی، جس نے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث
دہلویؒ کے علوم و معارف کی کافی خدمت کی، افغانستان میں آپ نے انڈین نیشنل کانگریس
کی ایک باضابطہ شاخ قائم کرکے افغانستان کے حق میں ہندوستان کی ہمدردیاں
حاصل کیں، دارالعلوم دیوبند میں آپ نے جمعیت الانصار قائم کی جس کے بڑے
بڑے دو اجلاس مرادآباد اور میرٹھ میں ہوئے اور اس کے حلقۂ اثر میں وسعت اور
قوت پیدا ہوئی۔ آپ دارالعلوم کو ایک علمی انداز سے ملی تنظیم کا مرکز بنانا چاہتے تھے جس
کا نقش اوّل جمعیت الانصار کا قیام تھا۔ بہرحال آپ ساری زندگی قائد حریت کی حیثیت
سے اسلامی اور سیاسی خدمات انجام دیتے رہے اور ۲۲ اگست ۱۹۴۴ء کو آپ نے
دین پور میں رحلت فرمائی اور وہیں دفن ہوئے،

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۔

(مفصل تذکرہ کے لئے "بیس بڑے مسلمان" ملاحظہ فرمایئے)

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی رح

آپ شاہجہانپور یوپی کے محلہ زئی میں ۱۲۹۲ھ کو پیدا ہوئے، آپ کے والد محترم شیخ عنایت اللہ صاحب نہایت شریف دیندار اور پرہیز گار بزرگ تھے، آپ نے پانچ سال کی عمر میں حافظ برکت اللہ صاحب کے مدرسہ شاہجہانپور میں اپنی تعلیم کا آغاز کیا اور اسی مدرسہ میں ناظرہ قرآن کریم ختم کیا اس کے بعد اردو، فارسی حافظ نسیم اللہ صاحب سے پڑھی پھر مولوی اعزاز حسن خان صاحب کے مدرسہ اعزازیہ میں داخل ہوئے، اور فارسی نصاب کی اعلیٰ ادبی کتاب سکندر نامہ اور عربی کی ابتدائی کُتب یہیں سے پڑھیں اس کے بعد آپ کے ایک اور استاد مولانا عبید الحق صاحب کے کہنے پر مدرسہ شاہی مرادآباد میں زیر تعلیم رہے، پھر ۱۳۱۲ھ میں آپ دارالعلوم دیوبند میں داخل ہو گئے اور مولوی منفعت علی صاحب رح مولانا غلام رسول صاحب، مولانا خلیل احمد صاحب رح اور شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی رح سے تعلیم مکمل کی، آپ بلا کے ذہین تھے اور ہر امتحان میں اعلیٰ نمبروں میں کامیاب ہوئے اور بائیس سال کی عمر میں ۱۳۱۵ھ میں دارالعلوم دیوبند سے سندِ فراغت تعلیم حاصل کی۔

دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہونے کے بعد آپ اپنے استاذ مولانا عبید الحق صاحب کے مدرسہ "عین العلم" میں مدرس مقرر ہوئے اور ناظم منتخب ہوئے اس مدرسہ کے زمانہ قیام میں آپ نے، فتنۂ قادیانیت، کی تردید میں ایک ماہوار رسالہ "البرہان" جاری کیا جس کے آپ خود مدیر تھے اس مدرسہ میں تقریباً پانچ سال تک آپ تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ ۱۳۱۵ھ کو مشہور چاندنی چوک میں جب مولانا امین الدین صاحب نے

اسلامی علوم کی ایک درسگاہ "مدرسہ امینیہ دہلی" کے نام سے قائم کی جس کے پہلے مد
مدرس علامہ محمد انور شاہ کشمیری رح تھے ۱۳۲۰ھ میں علامہ کشمیری رح اپنے وطن چلے گئے
تو صدر مدرس کی جگہ مولانا امین الدین صاحب نے حضرت مفتی صاحب کو اپنے مدرس
میں بلالیا اور نظامت وغیرہ سب آپ کو سونپ دی، ۱۳۲۸ھ میں آپ نے ایک مجلس
طلبہ و مدرسین کی خامیوں کو دور کرنے کے لئے" انجمن اصلاح الکلام "کے نا
سے قائم کی جس نے اصلاح مدرسین و طلبہ کے لئے بڑا کام کیا، الغرض آپ عرص
دراز تک تدریسی اور علمی خدمات انجام دیتے رہے، اسی دوران کئی مفید کتابیں بھی
فرمائیں۔ جن میں "تعلیم عربی" "روض الریاحین" "المبرہن اور المصفیٰ
اور تعلیم الاسلام وغیرہ مشہور تصانیف ہیں۔

حضرت مفتی صاحب رح نے تدریسی اور علمی خدمات کے ساتھ ساتھ سیاسی ا
ملی خدمات بھی انجام دیں ہیں آپ نے باقاعدہ ۱۹۱۷ء سے سیاسی زندگی کا آغاز
آپ ایک بڑے سیاستدان اور فہیم انسان تھے اور سیاسی تحریکوں میں شرکت کر
مسلمانوں کی رہنمائی کرتے رہے، ۱۹۱۸ء میں مسلم لیگ کے اجلاس دہلی میں جو مولا
فضل حق کے زیر صدارت ہوا تھا، اس میں علامہ شبیر احمد عثمانی رح اور دوسرے علماء
ساتھ آپ بھی شریک ہوئے، ۱۹۱۹ء میں دہلی میں خلافت کانفرنس میں آپ نے
کے جشن صلح کا بائیکاٹ کرنے کی تجویز پیش کی، جمعیت علمائے ہند کے قائم ہو
پر آپ کو جمعیت علماء ہند کا پہلا صدر منتخب کیا گیا اور ۱۹۱۹ء سے لے کر ۹۳۸
تک مسلسل ۱۹ برس صدر رہے مختصر یہ کہ برصغیر کی سیاست میں بھر پور حصہ لیا کئی
جیل گئے مسلمانوں اور ملکی خدمات کے لئے حجاز اور دوسرے اسلامی ممالک بھی
کرتے رہے، اور سیاسی اور اسلامی خدمات انجام دیتے رہے، آپ ایک سچے اور مخلص
تھے، نہایت، باوقار اور سنجیدہ طبیعت کے مالک تھے، متبع سنت اور عاشق ر

ے ہر کام خود اپنے ہاتھ سے کرتے تھے آپ کے اخلاق واوصاف ان حضرات نے بیان
ں کیئے ہیں جو سفر حج اور سفر مصر میں آپ کے ساتھ تھے یا جو تحریک جیل میں آپ کے ساتھ
رہے تھے، یہاں آپ کے چند ہم عصر علماء کے تأثرات بیان کیئے جاتے ہیں جو آپ کے
یہ و مقام کو جانتے تھے۔

شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ فرماتے ہیں:۔ کہ

"حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب حضرت شیخ الہند کے مخصوص تلامذہ
ں سے تھے، مفتی صاحب ابتداء ہی سے نہایت ذکی سمجھدار تھے، مستقل
ج، عالی حوصلہ، اور معاملہ فہم واقع ہوئے تھے، آپ کو علوم عقلیہ و
یہ سے طبعی مناسبت تھی، تقریر و تحریر کے میدانوں میں آپ ہمیشہ
ں پیش رہے اور دوسروں کے مقابلہ میں بازی لے گئے اخلاق
لہ میں خداوند عالم نے کمال عطا فرمایا تھا، دریائے سیاست کے
ن شناور تھے، تدبر و تفکر کے انمول موتیوں سے آپ کا دامن
رہتا تھا ہر معاملہ کی گہرائی اور آخری تہہ تک پہنچنا آپ کی ذکاوت
ہمیشہ شاہکار رہا ہے"

نا ابوالکلام آزاد فرماتے ہیں کہ:۔

"مولانا مفتی کفایت اللہ مرحوم ان لوگوں میں سے تھے جن کی زندگی
عظیم مقصد دینی علم اور ملک کی خدمت کرنا تھا وہ ایک مستند عالم
ہ اس لئے قدرتی طور پر ان کا فرض تھا کہ وہ دینی خدمات کرتے
ں چنانچہ تمام زندگی انھوں نے اس مقصد کے لئے گزار دی"

لانا عبدالماجد دریاآبادی فرماتے ہیں:۔ کہ

حضرت مفتی صاحب زندگی بھر مسلمانوں کے مکرم و محترم رہے

سالہا سال جمعیت علمائے ہند کے صدر رہے ایک بڑی درسگاہ
روح رواں اور مجلس خلافت کے اہم رکن تھے"

مولانا قاری محمد طیب قاسمی فرماتے ہیں کہ:۔

آپ اپنے زمانہ کے مشہور و مسلم مفتی اور فقیہ تھے نکتہ رس
میں سے تھے، تدریس و افتاء کے ساتھ سیاسی لائن میں بھی نمایاں
کام انجام دیا، جمعیت علماء ہند اور کانگرس کی تحریکوں میں قائدانہ
لیا، کئی مرتبہ جیل گئے آپ کا علم و فہم علماء میں تسلیم شدہ تھا"

حضرت مولانا حکیم الامت اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ جیسی مردم شناس ہستی نے ف
ہیں مولانا مفتی کفایت اللہ کے تدبر اور مولانا حسین احمد صاح
کے جوشِ عمل کا معتقد ہوں، مجموعی طور پر آپ فقیہ، محدث،
مجاہد، اور نکتہ سنج علماء دیوبند میں سے تھے"

بہرحال حضرت مفتی صاحب ایک جید عالم دین، مدبر و مفکر اور ایک بہتر
فقیہ تھے، ساری زندگی دینی علمی اور سیاسی خدمات انجام دیتے رہے اور آخر کار
مردِ حق ۳۱ دسمبر مطابق ۱۳ ربیع الثانی ۱۳۷۲ھ بروز جمعرات عازم ملک بقاء ہو
دوسرے دن دہلی کے ایک لاکھ مسلمانوں نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی اور حضرت خو
قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے قریب دہلی میں آپ کو دفن کیا گیا، اللہ تعا
ان کی قبر پر رحمت کی بارش فرمائے، آمین۔

حضرت مولانا سیّد اصغر حسین دیوبندیؒ

آپ کا تاریخی نام مختار احمد عرفی نام میم شاہ اصل نام اصغر حسین اور نانا صاحب
عبداللہ شاہ عرف منّا شاہ صاحبؒ کا تجویز کردہ نام فرخ سیر ہے آپ کی تاریخ
س ۱۲۹۴ھ ہے اور آپ کے والد ماجد کا نام محمد حسن شاہ صاحب ہے، خاندان
ت سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کی بسم اللہ آپ کے نانا میاں جی شاہ صاحبؒ نے کرائی،
سی کی تعلیم آپ نے اپنے والد صاحب سے حاصل کی اور دارالعلوم دیوبند میں داخل
لانا محمد لیسین صاحبؒ دیوبندی اور مولانا منظور احمد صاحبؒ سے فارسی کی تکمیل کی۔
ھ میں فارسی سے فارغ ہو کر دارالعلوم کے شعبہ عربی میں داخل ہوئے، اور تکمیل درس
ی کی، آپ کے مشہور اساتذہ میں شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ، حضرت مولانا
عزیز الرحمٰن عثمانیؒ، حضرت مولانا حافظ محمد احمد قاسمیؒ اور حضرت مولانا حبیب الرحمٰن
یؒ وغیرہم ہیں۔

۱۳۲۰ھ میں علوم عربیہ کی تکمیل سے فارغ ہو کر آپ دارالعلوم دیوبند میں ایک سال
ماہ تک دفتری کام کرتے رہے اس کے بعد ۱۳۲۱ھ میں آپ کو جونپور مدرسہ مسجد
کا صدر مدرس بنا کر بھیج دیا گیا اور وہاں ۱۳۲۷ھ تک برابر دینی و تدریسی خدمات
م دیتے رہے پھر ۱۳۲۷ھ میں حضرت شیخ الہند کی طلبی پر دوبارہ دیوبند تشریف لے
ے اور درس و تدریس کے ساتھ، ماہنامہ "القاسم" کی ایڈیٹری بھی فرماتے رہے، اسباق
پابندیٔ اوقات آپ کی بلند پایہ خصوصیات میں سے ہے چنانچہ ۱۲۵۴ھ میں آپ کی

جوان العمر صاحبزادی کا انتقال ہوا اور آپ نے نہایت صبر و شکر کے ساتھ انّا للّٰہ
پڑھا، جو صبح پڑھا اور نماز فجر پڑھ کر تجہیز و تکفین کا کام اپنے صاحبزادوں کے سپرد
سبق پڑھانے کے لئے تشریف لائے اور حسب دستور وقت مقررہ تک سبق پڑھ
سبق کے بعد طلباء سے مرحومہ کے لئے دعائے مغفرت کرائی اور جنازہ تیار ہونے
جنازہ ہو گئے اور جنازے کی نماز حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے پڑھوائی۔

آپ بیعت حضرت شاہ عبداللہ عرف میاں جی شاہ صاحبؒ سے ہیں منّا شاہ
آپ کے والد جناب سیّد محمود حسن صاحبؒ کے حقیقی ماموں ہیں اپنے زمانہ کے کا
ہیں چنانچہ حضرت مولانا قاری محمد طیّب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند حضرت مو
صاحب نانوتویؒ سے روایت کرتے ہیں کہ جس وقت دارالعلوم دیوبند کی بنیاد
رکھنے کا مسئلہ آیا تو حضرت مولانا نانوتویؒ نے ارشاد فرمایا کہ پہلی اینٹ وہ ر
کے دل میں کبھی گناہ کا ارادہ بھی نہ ہوا ہو اور فوراً ہی حضرت شاہ منّا صاحبؒ کا
دیا، جس کو سب نے پسند کیا۔ مولانا قاری محمد طیّب صاحب کی دوسری روایت
شاہ صاحبؒ پر اس قدر استغراق رہتا تھا کہ عزیزوں کو شناخت بھی نہ کر پا
چنانچہ آپ کے ایک داماد اللہ بندہ تھے، جب وہ حضرت شاہ صاحبؒ کے
تو حضرت شاہ صاحبؒ دریافت کرتے کہ بھائی کون ہو؟

"آپ کے داماد فرماتے حضرت میں اللہ بندہ ہوں"

حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے کہ:-

"اللہ بندے تو سب ہی ہیں تم اپنا نام بتاؤ۔"

وہ کہتے: "حضرت میں آپ کا داماد ہوں میرا نام اللہ بندہ ہی ہے
اسی طرح تیسری روایت ایک اور ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ اپنے
کے لوٹے میں رکھا کرتے تھے بچے جو آپ کے پاس پڑھا کرتے تھے عرض کر

یئے ۔ لوٹے کو دھوپ لگادیں کبھی پیسوں کو پھوئی لگ جائے چنانچہ اس میں سے کچھ
ے نکال لیتے اور کہہ دیتے حضرت اتنے پیسے سوکھنے میں کم ہو گئے، بہرحال حضرت
ناسید اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سلوک کے منازل ان ہی بزرگ
حبت میں رہ کر طے کئے ہیں، اجازت بیعت حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر
رم کی جانب سے بھی ہے جس کو حضرت شاہ صاحبؒ نے حضرت حاجی صاحبؒ سے
ر حاصل کیا تھا۔ پھر ۱۳۱۰ھ میں حضرت مئے شاہ صاحبؒ نے بھی اپنے وصال سے
دن قبل آپ کو اجازت و بیعت اور خلافت عنایت فرمائی، آپ نے اپنی حیات میں
ج کئے ہیں پہلا حج ۱۳۲۰ھ میں دوسرا حج ۱۳۴۵ھ تیسرا حج ۱۳۵۰ میں ادا فرمایا لیکن
سان ہے کہ حتی الامکان اپنی آمد و رفت کو صیغہ راز میں رکھتے تھے، تصانیف میں ،
ی محمدیہ، دست غیب، اذان و اقامت، حیات خضر، فقہ الحدیث، نیک بیبیاں اور
شیخ الہند، آپ کے علمی شاہکار ہیں ۔

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، کہ
حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو دیوبند میں حضرت میاں صاحبؒ
ب سے معروف تھے دارالعلوم دیوبند کے درجۂ علیا کے استاذ تھے ان سے ابوداؤد
ے والے اب بھی برصغیر میں ہزاروں افراد ہوں گے، علوم قرآن و حدیث کے بہت بڑے
ر جملہ علوم و فنون کے کامل محقق مگر بہت کم گو، حدیث کے درس میں نہایت مختصر مگر جامع
یسی ہوتی تھی کہ حدیث کا مفہوم دل میں اتر جائے اور شبہات خود بخود کافور ہو جائیں
یں آپ کا مکان اور نشست گاہ کچی مٹی کی بنی ہوئی تھیں ہر سال برسات کے موقع
ں کی لپائی پتائی ناگزیر تھی جس میں کافی روپیہ اور وقت خرچ ہوتا تھا ایک مرتبہ احقر
رت سے عرض کیا کہ حضرت! جتنا خرچ سالانہ اس کی لپائی پر کرتے ہیں اگر ایک مرتبہ
ینٹوں سے بنانے میں خرچ کر ڈالیں تو دو تین سال میں یہ خرچ برابر ہو جائے اور

ہمیشہ کے لئے اس محنت سے نجات ہو۔ یہ سن کر پہلے تو فرمایا۔ ماشاء اللہ بات تو
عقل کی کہی ہے ہم بوڑھے ہو گئے ادھر دھیان ہی نہ آیا" پھر کچھ توقف کے
جو حقیقت حال تھی وہ بتائی اور تب پتہ چلا کہ یہ حضرات کس مقام سے سوچتے تھے۔

میرے پڑوس میں سب غریبوں کے کچے مکان ہیں اگر میں
اپنا مکان پکا بنوالوں تو غریب پڑوسیوں کو حسرت ہوگی اور اتنی
وسعت نہیں کہ سب کے سب مکان پکے بنوادوں۔"

اس وقت معلوم ہوا کہ یہ حضرات جو کچھ سوچتے ہیں وہاں تک ہر ایک کی رسائی نہیں ہو سک
چنانچہ انہوں نے اس وقت تک اپنے مکان کو پختہ نہیں کیا جب تک پڑوسیوں کے
پکے نہیں بن گئے، اسی طرح ایک مرتبہ میں ان کے گھر حاضر ہوا تو انہوں نے آمو
تواضع کی جب آم چوس کر فارغ ہو گئے تو میں گٹھلیوں سے اور چھلکوں سے بھری
ٹوکری اٹھا کر پھینکنے کے لئے چلا، حضرت نے دیکھا تو پوچھا " یہ ٹوکری کہاں لے
چلے ہو، میں نے عرض کیا " چھلکے باہر پھینکنے جارہا ہوں " ارشاد ہوا ۔ " پھینکنے آ
یا نہیں " میں نے عرض کیا کہ حضرت! یہ چھلکے پھینکنا کون سا مخصوص فن ہے جسے
کی ضرورت ہو" فرمایا! " ہاں تم اس فن سے واقف نہیں لاؤ مجھے دو، خود ٹوکر
کر پہلے چھلکے گٹھلیوں سے الگ کئے اس کے بعد باہر تشریف لائے اور سڑک کے
تھوڑے تھوڑے فاصلے سے معین جگہوں پر چھلکے رکھ دیئے اور ایک خاص جگہ
ڈال دیں ۔ احقر کے استفسار پر ارشاد ہوا :۔ کہ

" ہمارے مکان کے قریب قرب و جوار میں تمام غرباء و مساکین
رہتے ہیں زیادہ تر وہی لوگ ہیں جن کو نان جویں بھی مشکل
ہی سے میسر آتی ہے اگر وہ پھلوں کے چھلکے یکجا دیکھیں گے
تو ان کو اپنی غریبی کا شدت سے احساس ہوگا اور بے مائیگی

ی وجہ سے حسرت ہوگی اور اس ایذا دہی کا باعث میں ہوں گا اس لئے متفرق کر کے ڈالتا
ہوں اور وہ بھی ایسے مقامات پر جہاں جانوروں کے گلّے گزرتے ہیں یہ چھلکے ان کے کام
آ جاتے ہیں اور گٹھلیاں ایسی جگہ رکھی ہیں جہاں بچے کھیلتے کودتے ہیں وہ ان گٹھلیوں کو
بھون کر کھا لیتے ہیں یہ چھلکے اور گٹھلیاں بھی بہرحال ایک نعمت ہیں ان کو بھی ضائع کرنا مناسب
نہیں" یہاں یہ بات بھی پیشِ نظر رہنے کی ہے کہ حضرت تو خود شاید ہی کوئی کبھی آم چکھتے
ہوں" عموماً مہمانوں ہی کے لئے ہوتے تھے اور محلّے کے غریب بچوں کو بلا بلا کر کھلاتے
تھے۔ (نقوش و تاثرات)

بہرحال آپ اپنے وقت کے عظیم محدث، فقیہہ، اور عارف کامل تھے، اور ساری
زندگی درس و تدریس اور تبلیغ و اصلاح میں گزاری، اور ۲۲ محرم الحرام ۱۳۶۴ھ مطابق
۷ جنوری ۱۹۴۵ء کو آپ کا وصال ہوا، انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

● :- میں اپنے احباب سے یہ گذارش کرتا ہوں کہ ہر سنّت کا پورا پورا اہتمام رکھیں اور کسی سنّت کو خواہ وہ کتنی بھی چھوٹی سی ہو۔ معمولی نہ سمجھیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ہر سنّت اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے۔
(عارف باللہ مولانا سید اصغر حسین دیوبندیؒ)

حضرت مولانا اعزاز علی امروہیؒ

آپ کا آبائی وطن امروہہ ہے جو مرادآباد کے مضافات میں مشہور قصبہ ہے
یکم محرم ۱۳۰۱ھ مطابق ۲ نومبر ۱۸۸۲ء بروز جمعہ صبح صادق کے قریب ہندوستان کے
مشہور شہر بدایوں میں آپ کی ولادت ہوئی جہاں آپ کے والد ماجد بسلسلہ ملازمت رہائش
پذیر تھے، کچھ عرصہ بعد آپ کے والد صاحب بدایوں سے شاہجہانپور آگئے وہاں آپ
نے میاں قطب الدین صاحب کے پاس بیس پارے قرآن پاک ناظرہ پڑھے بعد میں حضر
شریف الدین سے قرآن پاک حفظ کیا، اردو و فارسی کی معمولی تعلیم والد صاحب کے پا
حاصل کی پھر مقصود علی خان سے بعض کتب فارسیہ اور میزان الصرف سے شرح جامی تک
کتابیں پڑھیں پھر شاہجہانپور کے مدرسہ عین العلم میں داخل ہو کر مولانا بشیر احمد مرادآبا
مولانا عبید الحق کابلی اور مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ سے کنز الدقائق شرح وقایہ و
کتب درسی پڑھیں ان کے بعد مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کے مشورہ سے عالم اسلام کی مشہ
اسلامی یونیورسٹی دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے، ہدایہ اولین، میر قطبی وغیرہ بمع دیگر کتب
پڑھ کر دوسرے سال اپنی ہمشیرہ کے ملاقات کے لئے میرٹھ گئے وہاں مولانا عاشق الٰہی
کے اصرار پر چار سال وہیں تعلیم حاصل کی، اس کے بعد پھر دوبارہ دارالعلوم دیوبند میں دا
ہوئے، اور ہدایہ آخرین، بیضاوی، ابوداؤد، ترمذی، مسلم اور بخاری شریف وغیرہ کتابیں
حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ سے اور فنون کی بعض کتابیں حضرت مولانا رسول
ہزارویؒ سے، ادب کی کتابیں مولانا سید معز الدین صاحب سے پڑھیں، فتویٰ نویسی

۴۴ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی رحمۃ اللہ علیہ سے سیکھا اور ۱۳۲۰ھ میں دارالعلوم دیوبند سے سند فراغ حاصل کی، فراغت تعلیم کے بعد مدرسہ نعمانیہ خدا نات پھاگل پور میں مدرس مقرر ہوئے سات سال بعد افضل المدارس شاہجہانپور میں تین سال درس و تدریس کا مشغلہ رہا۔ ۱۳۳۰ھ میں پچیس روپیہ مشاہرہ پر دارالعلوم دیوبند میں مدرس مقرر ہوئے ابتداء میں علم الصیغہ، مفید الطالبین، نورالایضاح وغیرہ کتابیں زیر تدریس رہیں بعد میں بڑی کتب بھی پڑھائیں، درمیان میں ایک سال کے لئے حیدر آباد گئے پھر دارالعلوم میں ہی تشریف آوری ہوئی اور تادم آخر یعنی ۱۳۷۴ھ تک دارالعلوم میں ہی خدمات انجام دیتے رہے، تدریسی و علمی خدمات کے ساتھ ساتھ تصوف و سلوک کے منازل بھی طے کرتے رہے اور قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے بیعت کی اور حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی طرف سے اجازت و خلافت عطا ہوئی۔

آپ ایک بلند پایہ عالم اور فقیہ ہونے کے باوجود مزاج میں انکساری او تواضع ہونے کے ساتھ ساتھ بے نیازی اور توکل میں بھی حد کمال تک پہنچے ہوئے تھے، ہندوستان کے مختلف مدارس اور متعدد یونیورسٹیوں کی طرف سے گرانقدر مشاہرہ پیش فرمانے پر بھی دارالعلوم کی قلیل تنخواہ کو ترجیح دی، کسی کے سامنے دست درازی کرنا تو درکنار اور دور کی بات تھی ہدایا و تحائف لینے میں بھی تأمل فرماتے تھے اس بارے میں شاعر کا یہ کہنا آپ پر بالکل صحیح نظر آتا ہے ؎

آگے کس کے کیوں کریں دست طمع دراز
وہ ہاتھ سو گیا ہے سرہانے دھرے دھرے

مزاج میں سادگی ہونے کی وجہ سے کھدر کا لمبا کرتہ و پائجامہ دو پلی ٹوپی اور معمولی قیمت کا جوتا عام طور پر آپ کا لباس ہوتا تھا اور چونکہ طبیعت میں نفاست بھی تھی اور اس لئے یہ معمولی لباس پاکی و صفائی کے لحاظ سے بہت صاف اور ستھرا ہوتا تھا حسن سیرت کے

ساتھ ساتھ قدرت نے حسن صورت سے بھی نوازا تھا، متوسط قد و قامت صاف رنگ و روپ شاداب چہرہ آنکھوں میں ایک خاص چمک تھی، چہرہ سے جلالت اور عظمت کے آثار ظاہر ہوتے تھے، تدریسی خدمات کے علاوہ آپ نے کئی کتابوں کے حاشیے تحریر فرمائے جن میں حاشیہ نورالایضاح فارسی، حاشیہ نورالایضاح عربی، حاشیہ کنز الدقائق، التفقیح الفروی علی المختصر القدوری، حاشیہ مفید الطالبین، حاشیہ دیوان متنبی، حاشیہ دیوان حماسہ اور حاشیہ تلخیص المفتاح شامل ہیں۔ آپ نے کم و بیش ۴۵ سال تدریسی خدمات انجام دیں اس عرصہ میں ہزاروں افراد نے آپ سے کسب فیض کیا جن میں مشہور تلامذہ یہ ہیں،

مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیعؒ، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ، مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ، مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانیؒ، مولانا محمد منظور نعمانی اور مولانا سعید احمد اکبر آبادی وغیرہ وغیرہ۔

"مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب فرماتے ہیں کہ:۔
شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ میرے ان اساتذہ میں سے ہیں جن کی تعلیم و تربیت میری تعلیم کا اصل قوام تھی میں نے عربی ادب کی کل کتابیں مفید الطالبین سے لے کر حماسہ تک آپ ہی سے پڑھی عربی ادب نظم و نثر آپ ہی سے سیکھا، عربی ادب سے آپ کو طبعی شغف اور اپنے تلامذہ کو تعلیم و تربیت دینے میں ایک خداداد مہارت اور برکت تھی، دارالعلوم میں درس و تدریس کی والہانہ خدمت آپ کا شب و روز کا محبوب مشغلہ تھا اس کے ساتھ ادب اور فقہ کی بہت سی کتابوں پر حواشی لکھے جو اہل علم میں نہایت مقبول ہوئے"
(نقوش و تاثرات)

بہرحال ساری زندگی درس و تدریس اور فقہ و افتاء کی خدمات انجام دیتے رہے آخر وقت میں شدید تکلیف کے باوجود نمازیں پوری توجہ سے پڑھتے رہے اور ذکر و اذکار میں مشغول رہے، بالآخر ۱۲ ؍ رجب المرجب ۱۳۷۴ھ بمطابق ۸ ؍ مارچ ۱۹۵۵ء بروز منگل بوقت صبح صادق سفرِ آخرت اختیار فرمایا اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی مدظلہٗ نے نمازِ جنازہ پڑھائی ہزاروں افراد شریکِ جنازہ ہوئے اور قبرستانِ قاسمی دیوبند میں مدفون ہوئے، آپ کے دو صاحبزادے جناب قاری احمد میاں صاحب اور مولانا حامد میاں صاحب مدرسین دارالعلوم دیوبند ہیں،

(تفصیلی حالات "تذکرۂ اعزاز" میں پڑھیے)

★ :۔ میں نے بہت دفعہ طلباء اور عام لوگوں سے کہا ہے کہ دو باتوں پر پختہ ہو جائیں۔ میں ذمہ لیتا ہوں وصول الی اللہ کا، ایک گناہوں سے بچنا، دوسرے کم ملنا، اور تھوڑی خلوت ذکر و فکر کے لئے۔"

(حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ)

★ :۔ عبادت اور ذکر پر مداومت، اتباعِ سنّت و شریعت پر قیام یہی امور ہیں جن کے ہم مکلّف ہیں اور جن پر استقلال سے عمل پیرا ہونا اور درجات حاصل ہونا کمالِ ایمان ہے، خوفِ خداوندی اور رجاء دونوں کمال کی نشانیاں ہیں۔" (شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ)

★ :۔ جو زمانہ گزر چکا وہ تو ختم ہو چکا اس کو یاد کرنا عبث ہے اور آئندہ زمانے کی طرف امید کرنا بس امید ہی ہے تمہارے اختیار میں تو وہی تھوڑا وقت ہے جو اس وقت تم پر گزر رہا ہے۔" (شیخ الادب مولانا اعزاز علی امروہیؒ)

حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ

آپ ۱۳۰۳ھ میں قصبہ کاندھلہ ضلع مظفرنگر یوپی میں پیدا ہوئے، آپ کے والد ماجد مولوی محمد اسمٰعیل اُس زمانے میں دہلی کے نواحی بستی نظام الدین میں رہتے تھے۔ مولوی محمد اسماعیل صاحبؒ کے خاندان میں عرصۂ دراز سے علم و فضل کی دولت چلی آتی تھی اور دینِ حق کی تبلیغ و اشاعت میں نہایت حریص تھے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے شاگردِ رشید اور مشہور عالم مولانا مفتی الٰہی بخش کاندھلویؒ کے خاندان سے قرابتداری تھی مولوی محمد اسماعیل صاحب حافظِ قرآن اور فارغ التحصیل عالم تھے اور ۱۸۵۷ء کے ناکام انقلابِ آزادی کے بعد سے بہادر شاہ ظفر کے سمدھی مرزا الٰہی بخش کے گھرانے میں ان بچوں کی تعلیم و تربیت پر مقرر تھے، مولوی صاحبؒ نہایت عابد و زاہد اور شب بیدار بزرگ تھے ذکر و عبادت ان کا مشغلہ اور کلام الٰہی کی تعلیم و تدریس اُن کا مقصدِ حیات تھا، مخلوقِ خدا کی ہر طرح خدمت کرنے میں انھیں لطف ملتا تھا، تواضع انکساری کا پیکر تھے۔ انھیں قطبِ عالم مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے خاص تعلقِ خاطر تھا، مولوی صاحب کی مساعی جمیلہ ہی سے ابتداءً میواتیوں کے علاقے میں دینِ حق کی تبلیغ ہوئی ہے، اُن کے فرزندِ ارجمند مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور بعد ازاں ان کے بیٹے مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے عروجِ کمال پر پہنچا دیا۔

مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے حفظِ قرآن کی دولت اپنے والد ماجد سے پائی، فارسی اور عربی کی ابتدائی کتابیں بھی اپنے والد سے پڑھیں پھر اُن کے بڑے بھائی

مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلویؒ انہیں اپنے ساتھ گنگوہ لے گئے، یہ قصبہ اُس زمانے میں علماء و صلحاء کا مرکز بنا ہوا تھا، اور قطب الارشاد حضرت گنگوہیؒ کی ذات عالی صفات کے سبب رشد و ہدایت کا سرچشمہ تھا۔ مولانا محمد الیاس صاحبؒ گنگوہ میں آٹھ نو برس رہے یہاں ان کی بہترین تربیت اخلاقی اور دینی تعلیم ہوئی، مولانا گنگوہیؒ سے آپ کو بیعت کا شرف بھی حاصل ہوا، پھر ۱۳۲۶ھ میں شیخ الہند مولانا محمود الحسن کے درس میں شرکت کے لئے دیوبند پہنچے، ترمذی اور بخاری شریف کی سماعت کی، اس کے بعد برسوں اپنے بھائی مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ سے حدیث پڑھتے رہے، حضرت گنگوہیؒ کی وفات کے بعد حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ سے سلوک کی تکمیل کی اور مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں مدرس مقرر ہو گئے ۱۳۳۴ھ میں حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے اگلے برس ان کے بڑے بھائی مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ کا دہلی میں انتقال ہوا اور آپ بستی نظام الدین میں مستقل قیام کے لئے دہلی آ گئے، یہاں ایک چھوٹی سی پختہ مسجد، ایک کچا مکان اور ایک حجرہ تھا درگاہ نظام الدین اولیاءؒ کے جنوب میں ایک مختصر سی آبادی تھی، چند میواتی اور غیر میواتی طالبعلم آپ سے پڑھا کرتے آپ توکل علی اللہ سارے کام انجام دیتے رہے، کبھی کبھی فاقوں کی نوبت بھی آئی مگر پائے استقلال میں جنبش نہ ہوئی، جنگل میں جاتے اور گوار کھا کر پیٹ بھر لیتے، طلباء کو چھوٹے بڑے اسباق نہایت کاوش سے پڑھاتے حدیث کا درس بڑے اہتمام سے ہوتا مگر مدرسے سے زیادہ آپ کا عظیم کارنامہ تبلیغ کی تحریک کا شروع کرنا ہے اس کا آغاز میوات سے ہوا یہاں کے لوگ محض نام کے مسلمان تھے ورنہ معاشرت اور تہذیب ہندوؤں کی سی تھی، مولانا نے شب و روز محنت سے اس علاقے میں بہت سے مکتب قائم کئے اور آہستہ آہستہ اصلاح و تبلیغ کا کام پھیلنے اور اثر دکھانے لگا۔ دوسرے حج سے واپس آکر مولانا محمد الیاسؒ نے عمومی دعوت و تبلیغ کا منصوبہ بنایا اور تبلیغی گشت شروع کئے، مولانا نے دوسروں کو بھی دعوت دی کہ عوام میں نکل کر دین کے اوّلین اصول و ارکان یعنی کلمہ توحید

اور نماز کی تبلیغ کریں، پھر انہوں نے جماعتیں بنا کر مختلف علاقوں میں تبلیغ کے لئے بھیجنی شروع کیں، چند برس کے اندر اندر اس کام میں اللہ تعالیٰ نے اتنی برکت دی کہ دور دور تک تبلیغی جماعتیں جانے لگیں اور پورے برصغیر میں اصلاح و تبلیغ کا کام ہونے لگا مولانا سید سلیمان ندویؒ نے لکھا ہے کہ:-

> حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے نہایت خاموشی کے ساتھ صرف اپنے مخلصانہ سادہ طریق اور صحیح اصول دعوت کے ذریعے پچیس برس کی انتھک محنت میں میواتیوں کو ان خالص اور مخلص مسلمانوں کی صورت میں بدل دیا جن کے ظاہر و باطن پر خاندانی مسلمانوں کو بھی رشک آتا ہے۔"

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے الفاظ میں:-

> "میوات میں دینداری کے اثرات ظاہر ہونے لگے، دین کی رغبت پیدا ہو گئی جس علاقے میں کوسوں مسجد نظر نہیں آتی تھی وہاں گاؤں گاؤں مسجدیں بن گئیں صدہا مکتب اور متعدد عربی کے مدرسے قائم ہو گئے، حفاظ قرآن کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز ہو گئی، ہندوانہ لباس اور وضع سے نفرت ہو گئی، سود خوری جاتی رہی، شراب نوشی ختم ہو گئی، قتل و غارت کی وارداتیں کم ہو گئیں بداخلاقیوں کا تناسب گھٹ گیا۔ بدعات و رسوم اور فسق و فجور کی باتیں اور عادتیں خود بخود مضمحل ہونے لگیں۔"

غرض مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ نے جس توجہ، دلسوزی، انہماک، ایثار اور لگن سے یہ تحریک چلائی اتنی ہی تیزی اور وسعت سے اُسے مقبولیت نصیب ہوئی، مولانا کی زندگی بھر کی جد و جہد اور دعوت اور تحریک کی بنیاد اس امر واقعی کا ادراک تھا کہ مسلمانوں میں دین کی بنیاد تزلزل پہ ہے اور اصل کام اس کا استحکام ہے آپ کی ساری جد و جہد کا محور یہی خیال

تھا، آپ نے محسوس کر لیا تھا کہ مسلمانوں میں ایمان و یقین روبہ تنزل ہیں، دین کی قدر دلوں سے اٹھتی جا رہی ہے اور عام مسلمان دین کی ابتدائی اور بنیادی چیزوں سے محروم ہوتے جا رہے ہیں لہٰذا اس وقت سب سے مقدم اور ضروری کام مسلمانوں میں اپنے مسلمان ہونے کا احساس پیدا کرنا ہے اور یہ کہ دین سیکھے بغیر نہیں آتا اور دنیاوی چیزوں سے زیادہ اس کے سیکھنے کی ضرورت ہے۔ مسلمانوں میں دین کی طلب پیدا کی جائے، اسلام کا کلمہ طیبہ ہی اللہ کی رسّی کا وہ سرا ہے جو ہر مسلمان کے ہاتھ میں ہے اس سرے کو پکڑ کر آپ اسے پورے دین کی طرف کھینچ سکتے ہیں، مسلمان جب اس کلمے کا اقرار کرتا ہے اُسے دین کی طرف سے آنے کا موقع باقی ہے اس کے بعد اسے نماز کی طرف لایا جائے جو احکام میں سب سے عمومی اور سب سے مقدم ہے، نماز میں اللہ نے یہ قوت رکھی ہے کہ وہ سارے دین کی استعداد پیدا کر دیتی ہے۔ مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے نزدیک اس عظیم کام کے لئے عالم اسلام میں ایک عمومی اور دائمی حرکت کی ضرورت ہے مسلمانوں نے جب سے جماعتی زندگی اور حرکت چھوڑی ہے اس وقت سے ان کا انحطاط شروع ہو گیا ہے اور وہ روحانی زوال اور اندرونی ضعف کا شکار ہو گئے ہیں۔" بہر حال مولانا کی ساری زندگی اس تحریک کی نذر ہو گئی اور انہوں نے اپنی آنکھوں سے کامیابی سے ہمکنار ہوتے دیکھ لیا اور آج پورے عالم اسلام میں یہ عظیم کام ہو رہا ہے۔
آپکے مقام کے اندازہ کیلئے یہی کافی ہے کہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ فرمایا کرتے تھے کہ جب میں مولوی محمد الیاس کو دیکھتا ہوں تو مجھے صحابہؓ یاد آتے ہیں۔

(تذکرہ مشائخ دیوبند)

آپ نہایت متواضع، منکسر المزاج اور بہت ضعیف و کمزور تھے اور علم و فضل اور زہد و تقویٰ کے پیکر تھے آخر عمر تک انتھک کوششوں کے ذریعے جس دعوت کو لے کر اُٹھے تھے اس میں کامیاب ہوئے اور ہزاروں ایسے افراد پیدا کر دیئے جو آپ کے بعد آپ کی دعوت کو آپ کے نشان راہ پر چلا سکیں، آخر اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیام آخرت

آگیا اور ۱۲، ۱۳ ر جولائی ۱۹۴۴ء کی درمیانی شب میں پچھلے پہر آپ اپنے محبوب حقیقی [illegible]
جا ملے، اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔
آپ کے بعد آپ کے سچے جانشین فرزند ارجمند مولانا محمد یوسف صاحبؒ امیر جما[illegible]
تبلیغ اور سالار قافلہ منتخب ہوئے۔ اور آخر دم تک پورے انہماک اور محنت سے اپ[illegible]
والد محترم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے تبلیغی و اصلاحی خدمات انجام دیتے رہے ا[illegible]
تعالیٰ ہمیں ان کے نقش قدم پہ چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے۔ مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت)

● ۔ جس پر ذکر الٰہی کا غلبہ ہو جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کے ارتکاب میں اللہ تعالیٰ سے حیا کرتا ہے اور جس پہ دنیا کا غلبہ ہوتا ہے وہ صرف اُن چیزوں سے بچتا ہے جو اہل دنیا کی نظر میں معیوب ہوتی ہیں۔" (امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ)

● ۔ علماء ہی ہیں جن کی ثبات و استقلال میں عالم کی نجات کا راز مضمر ہے اور وہی ہیں جن کی ذلت اور لغزش سے عالم تباہ ہو جاتا ہے۔" (فخر العلماء مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ)

● ۔ دین کیا ہے؟ ۔ ہر موقع پر اللہ تعالیٰ کے اوامر کو تلاش کرتے ہوئے ان کا دھیان کرتے ہوئے اور اپنے نفس کو آمیزش سے بچتے ہوئے ان کی تعمیل میں لگے رہنا اور اللہ کے حکموں کی تلاش اور دھیان کے بغیر کاموں میں لگا ہی دنیا ہے۔" (رئیس التبلیغ مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ)

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت مولانا ظہور احمد دیوبندی

آپ شیوخ برادری اور عثمانی خاندان کے ممتاز چشم وچراغ، دارالعلوم دیوبند کے
جلیل القدر، ذی صلاحیت، ابن قدیم، درس وتدریس کے میدان کے ایک کامیاب
شاہسوار اور مطلع دین وشریعت کے نجم درخشاں تھے۔ ۱۳۳۷ھ میں امام العصر
حضرت علامہ محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے دورۂ حدیث پڑھ کر
دارالعلوم دیوبند سے فارغ التحصیل ہوئے۔

فراغت کے بعد دارالعلوم میں درسِ حدیث کا سلسلہ جاری کیا اور پھر
پینتالیس سال کا طویل عرصہ درس وتدریس اور قرآن وسنّت کی خدمت میں گزارا۔
آپ نے سہارنپور، میرٹھ، شاہجہانپور، نگینہ ضلع بجنور، اور فقیر والی ریاست
بہاولپور کے مدارس میں صدر مدرس کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ کچھ عرصہ جامعہ
اسلامیہ ڈابھیل میں بھی درس دیا۔ اس کے بعد تقریباً ۱۶ سال سے زائد دارالعلوم
دیوبند میں طبقہ علیا کے استاذ کی حیثیت سے خدمتِ تدریس انجام دیتے رہے۔

آپ کا روحانی سلسلہ حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ سے منسلک ہے اور انہی
کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔ آپ نے ساری زندگی بڑی خاموشی اور یکسوئی کے
ساتھ علمی وتدریسی خدمات انجام دیں۔ نہایت سادگی اور انکساری کا پیکر تھے۔
متبع سنت اور بااخلاق تھے۔ اگست ۱۹۶۳ء کو دیوبند میں وفات پائی۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ۝

"ماہنامہ دارالعلوم" دیوبند، اکتوبر ۱۹۶۳ء میں مولانا سید ازہر شاہ صاحب
مخدوم نے آپ کی وفات پر تعزیتی نوٹ لکھا۔ جس میں آپ کی علمی خدمات کا

تعارف کراتے ہوئے لکھا کہ :-

"مولانا ظہور احمد دیوبندیؒ دارالعلوم کے قدیم استاذ اور باو
بزرگ تھے۔ انہوں نے ساری زندگی بڑی محنت، تندہی، لگن او
جذبہ کے ساتھ حدیث شریف کی اہم کتابوں کا درس دیا۔ آپ نے
پینتالیس سال تک علمِ دین کی خدمت کی۔ آپ کی شرافت، متانت
نیکی اور دین وشریعت سے گہرے لگاؤ نے آپ کو ایک ممتا
محترم مقام عطا کیا تھا۔ آپ کی وفات کا سانحہ علمی دنیا خصوصاً
دارالعلوم کا ایک عظیم نقصان ہے۔"

حضرت مولانا حسین علی واں بچھرانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت مولانا حسین علی بن محمد بن عبداللہ ۱۲۸۳ھ ، ۶۷-۱۸۶۶ء میں واں بچھراں
ع میانوالی کے ایک زمیندار گھرانے میں پیدا ہوئے۔ اُنھوں نے ابتدائی تعلیم اپنے
وں کے قریب موضع شادیا میں حاصل کی بعض کتابیں اپنے والد ماجد سے پڑھیں۔
ھ میں قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ کے سامنے
ئے تلمذ تہہ کیا اور اُن سے سندِ حدیث حاصل کی۔ کچھ عرصہ حضرت مولانا
مظہر نانوتوی ؒ سے تفسیر قرآن کا درس لیا۔ ۱۳ھ میں مولانا احمد حسن کانپوری ؒ
طق و فلسفہ کی تکمیل کر کے وطن لوٹے۔

حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جس علاقے میں آنکھ کھولی تھی،
ندگی اور اسلامی تعلیمات سے عدمِ واقفیت کے سبب شرک و بدعت کے اندھیروں
دوبا ہوا تھا۔ انھوں نے اس بدعت زدہ ماحول میں برس ہا برس محنتِ شاقہ سے
کی شمع روشن کی۔ اس راہ میں اس مردِ درویش نے ثابت قدمی سے مشکلات
صائب کا سامنا کیا۔ اُنھوں نے قرآن کی تعلیم کو عام کرنا شروع کیا۔ طلباء دُور دُور
ن سے استفادہ کے لئے آتے۔ خود کھیتی باڑی کرتے تھے اور طلباء کے
خراجات اپنی جیب سے ادا کرتے تھے۔ کبھی کسی سے چندہ نہ لیتے اور
تمام آمدنی طلباء پر خرچ کر دیتے تھے۔ علمِ حدیث، تفسیر و فقہ، تصوف و
ب اور منطق و فلسفہ پر گہری نظر تھی۔ توحید کی اشاعت اُن کا مقصدِ اوّلین
شرکت و بدعت کے خلاف نہ صرف وعظ کئے بلکہ مناظرے، مباحثے اور
گفتگوئیں بھی کیں۔ وعظ و تقریر کے علاوہ تصنیف و تالیف کے ذریعے بھی

شرک و بدعت کے خاتمہ کے لئے بڑا کام کیا۔ آپ نے ہر موضوع پر کتابیں لک
جن میں "بلغۃ الحیران فی ربط آیات القرآن، تبلیان فی تفسیر القرآن، تلخیص الل
تحریرات حدیث" "تقاریر صحیح بخاری"، "تقاریر صحیح مسلم"، "برہان التسلیم"
"فتح التقدیر"، "تحفہ ابراہیمیہ" اور "حواشی فوائد عثمانی" وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔

آپ حضرت خواجہ محمد عثمان درمانی ؒ سے سلسلۂ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے
حضرت خواجہ دامانی ؒ کے اصحاب خاص میں شمار ہوتے۔ اُن کی وفات کے بعد خ
سراج الدین ؒ کی طرف رجوع کیا اور اُن ہی سے خلافت حاصل کی۔ بعد ازاں آ
سلوک و تصوف کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوئے اور متعدد ممتاز علماء کو خلعتِ خلا
سے نوازا۔ جن میں مولانا حصام الدین بہبودی ضلع اٹک، مولانا غلام رسول انہی
مولانا عبدالعزیز، مولانا نصیر الدین غور غشتوی ؒ، مولانا غلام اللہ خاں راولپنڈ
مولانا قاضی شمس الدین گوجرانوالہ، مولانا محمد سرفراز خاں صفدر، مولانا سید عنا
شاہ بخاری اور مولانا محمد طاہر ساکن پنج پیر تحصیل صوابی وغیرہ شامل ہیں۔

آپ نے رجب ۱۳۶۳ھ / ۱۹۴۴ء میں رحلت فرمائی۔ اولادِ صال
تین صاحب زادے، مولانا صدر الدین، مولانا عبدالرحمان اور مولانا عبدال
ممتاز علماء میں شمار ہوتے ہیں۔

(سوانح مولانا حسین علی مطبوعہ فیصل آباد)

حضرت مولانا مفتی فقیر اللہ جالندھریؒ

آپ باہمنیاں ضلع جالندھر میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم جامعہ رشیدیہ رائپور کے بانی
رت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے خلیفہ ارشد مولانا حافظ محمد صالح صاحبؒ سے حاصل
لک سہ ماہی میں قرآن مجید حفظ کیا پھر کوٹ بادل خان کے مولانا محمد صاحب سے بھی
رہے پھر لدھیانوی علماء سے پڑھنے کے بعد دارالعلوم نعمانیہ لاہور میں کچھ عرصہ تعلیم
ی اس دوران غزنوی حضرات سے بھی استفادہ کرتے رہے، اس کے بعد اعلیٰ تعلیم
ہ دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۳۲۵ھ مطابق ۱۹۰۸ء میں حضرت شیخ الہند
مود الحسن دیوبندی قدس سرہٗ سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی، فراغت کے
سر جامعہ رشیدیہ رائپور ضلع جالندھر میں تدریس کا آغاز کیا، جامعہ رشیدیہ وہ ممتاز
رہ ہے جو رائپور جالندھر پنجاب سے ساہیوال تک پون صدی سے زیادہ تعلیمات
ی خدمات بطریق احسن سرانجام دیتا چلا آرہا ہے جامعہ رشیدیہ کی اساس اوّل ۱۳۲۱ھ
ر میں حضرات اکابر نے دارالعلوم دیوبند کے اصول و ضوابط اور اسی کے اغراض و
کے مطابق رکھی تھی اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی حیات طیبہ میں حضرت گنگوہی
رہٗ کی اجازت سے حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائپوریؒ نے عظمۃ القرآن کے مواعظ
عہ رشیدیہ کا افتتاح فرمایا تھا اور پھر جامعہ رشیدیہ کا آغاز حضرت گنگوہیؒ کے
رائپوری خانوادہ کے صالح بزرگ حضرت مولانا حافظ محمد صالح صاحبؒ کے مبارک
ا اور سب سے پہلے مہتمم حضرت گنگوہیؒ کے متوسل اور حضرت رائپوریؒ کے مجاز بیعت

حضرت مولانا فضل احمد صاحبؒ مقرر ہوئے، حضرت مہتمم صاحب مرحوم ہندوستان کے دینی
مدارس میں تعلیم و تدریس کا کام کرتے رہے تھے اور حضرت مولانا فخر الدین صاحبؒ شیخ الحدیث
دارالعلوم دیوبند نے مدرسہ ہاپوڑ میں انؒ سے صرف و نحو کی کتب پڑھی تھیں پھر اسی جامعہ
رشیدیہ کے اوّلین تلامذہ راشدہ میں حضرت مولانا مفتی فقیر اللہ صاحبؒ رائپورؒ سے دارالعلوم
دیوبند تعلیم کے لئے پہنچے اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحبؒ کی خدمت اقدس
میں علوم دینیہ اور دورۂ حدیث کی تکمیل کی اور حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی قدس سرہٗ
سے افتاء کی تربیت حاصل کر کے واپس جامعہ رشیدیہ رائپور آکر مدرسہ کے صدر مدرس اور مفتی
تجویز ہوئے، حضرت مفتی صاحبؒ نے نصف صدی تک قرآن و حدیث اور فقہ اسلامی کی
خدمات معمولی مشاہرہ پر سرانجام دیں، اور جامعہ رشیدیہ کی ترقی میں آپ کا بہت بڑا حصہ ہے
جامعہ رشیدیہ کی تدریسی زندگی میں آپ سے جن مشاہیر علماء نے شرف تلمذ حاصل کیا ان میں
استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ، حضرت مولانا رشید احمد سلفیؒ، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن
لدھیانویؒ، حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ، حضرت مولانا عبدالجبار ابوہری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت
مولانا محمد انوریؒ، حضرت مولانا عبدالمجید نابینا اور مشہور شاعر مولانا ظفر نظامی جیسے نامور فضلاء
شامل ہیں۔

استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :۔ کہ
... حضرت مولانا مفتی فقیر اللہ صاحبؒ نے ابتدائی اور متوسط کتب اپنے وطن میں
اور مدرسہ نعمانیہ لاہور میں پڑھ کر پھر مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور اور دارالعلوم
دیوبند میں داخلہ لیا اور تین چار سال رہ کر شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحبؒ
سے سند فراغ حاصل کی اور حضرت شیخ الہندؒ ہی سے بیعت کا شرف حاصل کیا
بہت باشریعت پرہیزگار عالم دین تھے اور استاذ شفیق مہربان تھے تقریباً پچاس
سال دین کی تعلیم و افتاء کی خدمت کی۔ [1]

[1] خیر الافادات

[حض]رت مولانا فاضل حبیب اللہ رشیدی جالندھری فرماتے ہیں کہ :۔

حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ دارالعلوم دیوبند کے قدیم فضلاء میں سے ہیں اور اخلاق و عادات میں اپنے اسلاف کا عین نمونہ تھے، مستغنی مزاج تھے، رہن سہن بالکل سادہ، مگر عالمانہ وقار اور جلال رُخِ انور سے ٹپکتا تھا۔ آپ نے اپنے زمانۂ درس میں درسِ نظامی کی جملہ کتب ابتداء سے لے کر انتہا تک پڑھائیں کتب فقہ اور علم حدیث سے زیادہ شغف رہا، سال ہا سال تک صحاح ستہ کا درس دیتے رہے اور ہزاروں تشنگانِ علم حدیث و فقہ نے آپ کی خدمت میں رہ کر علمی سیرابی حاصل کی، اپنی زندگی میں متعدد فقہی و علمی رسائل تصنیف فرمائے، کئی لاکھ فتاویٰ تحریر فرمائے اور ساری عمر اللہ کے دین کی خدمت میں گزار دی [۱]۔

[غرض] آپ ایک عظیم محدث و فقیہ تھے، آخر وقت تک تدریسی و فقہی خدمات انجام [دی]تے رہے، قیامِ پاکستان کے بعد آپ ساہیوال تشریف لائے اور مستقل سکونت اختیار [کی] اور یہاں بھی جامعہ رشیدیہ کے نام سے ایک عظیم دینی درسگاہ قائم فرما دی جو آج [یہ]ہاں علم کا مرجع ہے، بالآخر ساری زندگی دینی خدمات انجام دے کر ۱۴ رمضان المبارک [۱۳۸۲]ھ بمطابق ۱۱ فروری ۱۹۶۳ء میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔

جامعہ رشیدیہ ساہیوال ہی میں تدفین عمل میں آئی اور ایک سچے عاشقِ رسول ؐ آج اسی جگہ [آرام] فرما رہے ہیں، آپ ایک محدث و فقیہ ہونے کے ساتھ ایک عارفِ کامل اور صاحب کشف [و کرامت] تھے آپ کی کرامت اور بزرگی کا عینی مشاہدہ اور صحیح واقعہ ساہیوال میں زبان زدِ خلائق [ہے کہ] ۲۲ ماہ کے بعد آپ کی قبر مبارک کے اظہار سے جسم مبارک صحیح سالم حتیٰ کہ کفن بھی

---

[۱] بحوالہ ترجمان اسلام لاہور

ٹھیک ٹھاک اور قبر کی مٹی سے خوشبو آ رہی تھی جبکہ حضرت مفتی صاحبؒ کی پائنتی حاجی شیخ فتح محمدؒ مرحوم کی قبر کھودتے ہوئے حضرت مفتی صاحبؒ کی قبر کھل گئی تھی تقریباً متعدد افراد نے یہ ماجرا دیکھا تھا۔ آپ کے وصال پر علامہ طالوت مرحوم نے قطعہ تاریخ لکھا ۔ ؎

فقیہ و عالمِ حق مفتی فقیر اللہ
جو ہر خلافِ شریعت پہ کرسکتے تھے توبیخ
خدا کے خاص مقرب تھے حضرتؒ دالا
کہ خاص خاص سے نکلی وفات کی تاریخ

۱۳۸۲ھ

حضرت مفتی صاحبؒ کے اخلافِ رشیدہ میں حضرت مولانا حافظ محمد عبداللہ صاحب شیخ الحدیث جامعہ رشیدیہ ساہیوال، حضرت مولانا قاری لطف اللہ شہیدؒ اور حضرت مولانا فاضل حبیب اللہ رشیدی جالندھری صاحب ناظم اعلیٰ جامعہ رشیدیہ ساہیوال ممتاز علماء میں شمار ہوتے ہیں۔ حق تعالیٰ ہم سب کو بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے ! آمین !!

★ :۔ شریعت کے تین جزء ہیں، علم، عمل، اخلاص، جب تک یہ تین جزء موجود نہ ہوں شریعت کا وجود نہیں ہوتا، اور جب ان تینوں کے وجود سے شریعت وجود میں آ گئی تو خدائے پاک و بلند کی رضا حاصل ہو گئی۔ جو تمام دنیوی اور دینی نیک بختیوں سے بھی زیادہ ہے۔

وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰہِ اَکْبَرُ ۝

"یعنی، اور اللہ کی خوشنودی سب سے زیادہ ہے"

(مجدد الف ثانیؒ)

حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

امام اہل سُنّت حضرت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ بن ناظر علی بن فضل علی حنفی فاروقی
ذی الحجہ ۱۲۹۳ھ میں کاکوری میں پیدا ہوئے اور فتح پور میں نشوونما ہوئی جہاں
کے والد حکومت کی طرف سے خراج کے محصل تھے۔ ابتدائی کتابیں مولانا نور محمدؒ
ری سے پڑھیں۔ پھر لکھنؤ کا سفر کیا اور تمام درسی کتابیں مولانا عین القضاۃ بن محمد
حیدر آبادی سے ۱۳۱۰ھ تا ۱۳۱۷ھ کے دوران میں پڑھیں۔ کافی عرصہ آپ اُن
دمت میں رہے۔ علمِ طب کی تحصیل حکیم عبدالولی مرحوم سے کی۔ پھر دارالعلوم
العلماء میں تدریس پر مامور ہوتے اور ایک عرصہ تک پڑھاتے رہے۔ پھر
چلے گئے اور مرزا حیرت کے مطبع میں کام کرتے رہے۔ مرزا حیرت کی طرف سے
مجید اور صحیح بخاری کا ترجمہ کیا، پھر لکھنؤ آکر اپنے استاذ کے مدرسہ فاروقیہ میں
ں کرنے لگے اور ایک مدت تک پڑھاتے رہے۔

۱۳۳۴ھ میں وہاں سے علیحدگی اختیار کر کے تصنیف و تالیف اور مناظرہ
ف متوجہ ہوئے۔ اہلسنّت کے دفاع اور شیعہ کے ردّ میں کئی کامیاب مناظرے
فقہ میں گہری نظر رکھتے تھے اور قرآن میں نظر نہایت وسیع تھی۔ آخری عمر میں
ے سے عرصہ میں قرآن مجید حفظ کر لیا جبکہ جیل میں تھے۔ صحابہ کرامؓ کی
ہر صورت کرتے تھے اور کسی قانون کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ ان کی بہترین
یف میں "علم الفقہ" سات جلدوں میں۔ ترجمہ اسد الغابہ۔ ترجمہ تاریخ طبری
بہ ازالۃ الخفاء عن خلافت الخلفاء"۔ مجموعہ تفسیر آیات الائمۃ
لافۃ" جو بارہ رسائل پر مشتمل ہے "سیرت خلفائے راشدین" اور

سیرت النبیؐ کے موضوع پر نفحۃ الجزیہ اور سیرت الحبیب الشفیع من الکلام العزیز
الرفیع" وغیرہ شامل ہیں۔

آپ نے شاہ ابو احمد خلیفہ حضرت شاہ عبدالغنی محدث دہلویؒ کے ہاتھ پر
بیعت کی اور خلافت حاصل کی۔ آپ نے سات مرتبہ حج کی سعادت حاصل کی اور
دو مرتبہ مدح صحابہؓ کے سلسلہ میں قید و بند رہے۔

آپ نے لکھنؤ میں دارالمبلغین قائم کیا اور مستند علماء کو فرق باطلہ سے ٹکر
لینے کے علمی انداز سکھائے۔ سینکڑوں علماء نے آپ سے تربیتِ مناظرہ
حاصل کی۔ بالآخر، ار ذی قعدہ ۱۳۸۱ھ کو رحلت فرمائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا
اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

حق تعالیٰ درجات بلند فرمائیں۔ آمین!

(نزہۃ الخواطر مطبوعہ حیدر آباد)

حضرت مولانا حافظ عبد اللطیف سہارنپوریؒ

آپ کا وطن قاضی پور ضلع مظفر نگر ہے اور آپ کی ولادت مولانا جمیعت علی صاحبؒ کے گھر ۱۲۹۸ھ میں ہوئی۔ قرآن پاک اپنے وطن قاضی پور ہی میں ایک بجھرے کے حافظ امانت علی صاحب سے پڑھا۔ جو مدرسہ تعلیم الاسلام جامع مسجد قاضی پور میں مدرس تھے اور اب تک یہ مدرسہ اسی نام سے قائم ہے اس کے بعد ابتدائی فارسی اپنے والد مولانا جمعیت علی صاحب سے جو گورنمنٹ کالج بہاولپور میں شعبہ عربی اور فارسی کے صدر تھے حاصل کی پھر حضرت اقدس مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کی بہاولپور تشریف بری کے موقع پر مولانا جمعیت علی صاحبؒ نے مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کے آپ کو سپرد کیا اور حضرت مولانا سہارنپوریؒ آپ کو سہارنپور لے آئے۔ اور مدرسہ مظاہر العلوم میں ۱۳۱۵ھ میں آپ نے داخلہ لیا اور ۱۳۲۲ھ میں تمام علوم و فنون سے سند فراغت حاصل کی۔ بخاری شریف، مسلم شریف ابوداؤد شریف، ترمذی شریف اور ابن ماجہ حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحبؒ سے اور نسائی شریف مولانا عنایت الٰہی صاحبؒ سے پڑھی فراغت کے بعد ۱۳۲۳ھ میں حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوریؒ کی تجویز پر مظاہر العلوم ہی میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع فرمایا جس زمانہ میں مظاہر میں خلفشار ہوا اس وقت آپ اپنے والد ماجد کے اصرار پر دیوبند تشریف لے گئے لیکن آب و ہوا کی ناموافقت کی وجہ سے وہاں زیادہ قیام نہ کر سکے اور پھر مظاہر العلوم میں واپس آکر اپنے سابقہ مشغلہ میں منہمک ہو گئے۔ ۱۳۲۳ھ اور ۱۳۲۸ھ میں دو بار حج و زیارت کے لئے تشریف لے گئے پھر حضرت سہارنپوریؒ جب

۱۳۳۳ھ میں حج کے لئے روانہ ہوئے تو پہلی مرتبہ آپ مدرسہ کے ناظم مقرر ہوئے ۱۳۲۹ھ میں استاذ حدیث بنائے گئے اور بخاری شریف، ترمذی شریف کا درس دیتے رہے۔ ۱۳۴۳ھ میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ کے ہمراہ مدرسہ کی ضروریات کے سلسلہ میں رنگون جانا ہوا اور ۱۳۴۴ھ میں مستقل طور پر مظاہر العلوم کے ناظم اعلیٰ بنائے گئے۔ ۱۳۰۲ھ میں ایک بار پھر مدرسہ کے کام کی غرض سے رنگون تشریف لے گئے اس سفر میں آپ کے ہمراہ مولانا الحاج امیر احمد صاحبؒ اور مولانا مفتی مظفر حسین صاحبؒ بھی تھے کامل اٹھتیس سال تک درس و تدریس کے ساتھ ساتھ مدرسہ کی خدمات انتہائی محنت اور بیداری سے انجام دیتے رہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی مدظلہٗ فرماتے ہیں کہ:۔

"حضرت مولانا حافظ عبد اللطیف صاحبؒ نے ابتداء تا انتہاء مظاہر العلوم میں پڑھا اور بعد فراغت تعلیم ۱۳۲۳ھ میں اعلیٰ حضرت رائپوری قدس سرہٗ کی تجویز سے مظاہر العلوم ہی میں مدرس مقرر ہوئے اور مولانا عنایت الٰہی صاحبؒ مستقل اہتمام کی طرف منتقل ہوئے اور ان کے متعلقہ اسباق میں سے جلالین تو مہتمم صاحب ہی کے پاس رہے مگر شرح وقایہ، اصول اشاشی، تہذیب مولانا عبد اللطیف صاحب کی طرف منتقل ہوئے اور اس کے بعد کتب متفرقہ ہوئیں اور شوال ۱۳۳۹ھ سے مولانا موصوف کے یہاں ترمذی اور بخاری پہلی مرتبہ درس میں ہوئی میں نے حضرت مولانا موصوف سے کئی اسباق پڑھے ہیں، موصوف کا مکان قاضی پور کے محلہ تھا لیکن آپ کا دستور یہ تھا کہ گھر سے چلتے وقت ایک دن غربی نالے پر کو آتے اور ایک دن شہر کے بیچ بازار سے آتے اور ایک دن مشرقی نالہ کی طرف سے آتے اور ان کے گھر مدرسہ تک تینوں سڑکوں پر جن جن چندہ دینے والوں کے گھر پڑتے چاہے تھوڑے فاصلے پر ہوتے

ان کے گھر جاکر بہت خوشامدانہ لہجے میں کہتے "بھائی تمہارا چندہ نہیں آیا تو وہ
بہت شرمندہ ہوکر یا تو اسی وقت پیش کر دیتا یا تھوڑی دیر بعد خود لے کر مدرسہ آتا"

حضرت مولانا کے اللہ تعالیٰ درجات بلند فرمائے وہ مدرسہ کے ناظم اعلیٰ بھی تھے، مفتی و مدرس
بھی تھے اور بڑے اوصاف و کمالات کے مالک تھے، ۱۳۴۴ھ میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب
قدس سرہٗ کی ہمرکابی میں حج کو تشریف لے گئے۔ صفر ۱۳۴۸ھ کو دہلی میں بضرورت مدرسہ تشریف
لے گئے تھے وہاں شیخ رشید احمد صاحب کی کوٹھی پر مرض ہیضہ ہوگیا۔ سب ڈاکٹروں نے
طبیبوں نے جواب دے دیا، شیخ صاحب نے سو روپے پر ایک کار کر کے حضرت ناظم
صاحب کو پچھلی سیٹ پر تکیوں کے سہارے لٹالیا یہ ناکارہ اور چچا جان مولانا محمد الیاس صاحب
قدس سرہٗ نیچے جوتوں کی جگہ بیٹھے کسی کو امید نہ تھی کہ جمنا بھی پار کر سکیں گے، بالکل آخری حالت
تھی مگر جمنا کا پل پار کرنے کے بعد جب آپ کو افاقہ ہونا شروع ہوا تو قاضی پور کی سڑک پر
پہنچ کر شدت سے اصرار فرمایا کہ میں گھر ہوتا آؤں ہم نے شدت سے انکار کیا مگر اللہ کی
قدرت کے کرشمے کہ میں اور چچا جان ان کو سہارا دے کر مکان پر لے گئے جو سڑک کے قریب
تھا سہارنپور پہنچنے پر بحمداللہ مرض میں بہت تخفیف تھی لیکن ضعف اور مرض کا کچھ اثر
ایک ماہ رہا اس کے بعد ۲۲ صفر ۱۳۷۳ھ کو بضرورت مدرسہ رنگون تشریف لے گئے
وہاں طبیعت ناساز ہوئی۔ ۲۰ جمادی الثانی کو واپسی ہوئی اور واپسی کے بعد
مرض کی شدت بڑھتی چلی گئی اور بالآخر ۲ ذی الحجہ ۱۳۷۳ھ دوشنبہ کی صبح ۱۰ بجے
وصال ہوگیا ڈھائی بجے شام کو حاجی شاہ میں اس مجسمۂ اخلاق کو سپردِ خاک کر دیا گیا
اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

ساری زندگی درس و تدریس اور مدرسہ مظاہر العلوم کی خدمت میں گزار دی
کئی مفید کتابیں بھی آپ نے تصنیف فرمائیں جن میں ترجیح درس نظامی، کسی صاحب
نے درس نظامی پر کچھ اشکالات کر کے اس میں ترمیم و اصلاح کا مشورہ دیا تھا۔

حضرت مولانا کی طرف سے درس نظامی کے فوائد اور اس کی وجوہ ترجیح پر یہ مکتوب لکھا گیا
تھا جو بعد میں کتابی شکل اختیار کر گیا اس کے علاوہ کئی رسالے تحریر فرمائے۔ آپ
کے ممتاز تلامذہ میں حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ
حضرت مولانا سید بدر عالم میرٹھیؒ، حضرت مولانا عبدالرحمٰن کامل پوریؒ، حضرت مولانا مفتی
جمیل احمد تھانویؒ، حضرت مولانا اسعد اللہ سہارنپوریؒ، حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ
حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ اور حضرت مولانا احتشام الحسن کاندھلوی اور
حضرت مولانا اکبر علی سہارنپوریؒ خاص طور پہ قابل ذکر ہیں اللہ تعالیٰ آپ کے درجات
بلند فرمائے۔ آمین۔

(ماخوذ تاریخ مظاہر العلوم سہارنپور)
(آپ بیتی مولانا زکریا کاندھلوی)

● ۔کسی اچھے کی صحبت میں رہ کر دین آتا ہے، میں بہ قسم عرض کرتا
ہوں کہ کتابوں سے دین نہیں آتا، ضابطہ کا دین تو کتابوں سے آ سکتا ہے
مگر حقیقی دین بلا کسی کی جوتیاں سیدھی کئے بلکہ جوتیاں کھائے نہیں آتا"

● ۔عُسر اور تنگی انبیاءؑ کی سنت ہے رزق جتنا مقدر میں ہوتا ہے
اتنا ہی ملتا ہے اس کا کوئی خاص وظیفہ نہیں، ہاں جائز کوشش و
سعی کے ساتھ دعا کرنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ سکون دے دیں گے"

(حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ)

حضرت مولانا شاہ عبدُالقادر رائپوْری

آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۹۵ھ میں موضع ڈھڈیاں ضلع سرگودھا میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد حضرت حافظ احمد صاحبؒ ایک نیک سیرت بزرگ تھے اور آپ کا خاندان ایک دینی و علمی خاندان تھا۔ آپ نے قرآن مجید اپنے تایا مولانا علیم اللہ کے پاس حفظ کیا اور فارسی کے چند رسالے بھی انہی سے پڑھے۔ صرف و نحو کی کتابیں مولانا محمد رفیق صاحب سے پڑھیں مولانا محمد رفیق حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے تلمیذ تھے۔ اس کے بعد آپ تحصیل علم کے لئے ہندوستان تشریف لے گئے ہندوستان میں مختلف مدارس عربیہ میں رہ کر درس نظامی کی کتابیں پڑھتے رہے۔ پھر پانی پت، سہارنپور اور دہلی کے مقامات پر قیام کر کے درس نظامی کی تکمیل کی۔ اور منطق و فلسفہ میں مہارت حاصل کی۔ حدیث کی کتب مدرسہ عبد الرب دہلی میں مولانا عبد العلیؒ سے پڑھیں۔ مولانا عبد العلی مرحوم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے شاگرد تھے۔ دہلی کے قیام کے دوران ہی امام العصر حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کے درس میں حاضر ہو کر ترمذی شریف کے چند اسباق کی سماعت کی، آپ کی طبیعت بچپن ہی سے بہت قانع واقع ہوئی تھی۔ جہاں کہیں بھی رہے جو کچھ میسّر آ گیا اسی پر قناعت کی۔ اساتذہ یا کسی اور دوست آشنا سے کبھی اپنی تکلیف کا اظہار نہیں کیا۔ طالبعلمی کے زمانہ میں آپ نے بڑی بڑی مشقتیں اور تکلیفیں اٹھائیں خود فرمایا کرتے تھے۔ ”جب میں رامپور سے دہلی گیا تھا صرف ایک اکنی میرے پاس تھی۔ تمام راستہ پیدل طے کیا تھا۔ ٹکے کے چنے لے کر چباتے تھے

اور ٹکہ کشتی والوں کو دے کر دریا عبور کیا تھا۔ طالبعلمی کے زمانہ میں کئی کئی وقت فاقہ بھی برداشت کر لیتے تھے۔ لیکن کسی کے سامنے دستِ سوال دراز نہیں کرتے تھے منطق و فلسفہ اور فقہ و حدیث کی تکمیل کے بعد آپ نے طبِّ یونانی کی باقاعدہ تحصیل کی اور ضلع بجنور کے ایک قصبہ افضل گڑھ میں مطب بھی کیا۔ کچھ عرصہ بریلی اور دوسرے مقامات پر رہ کر قرآن و حدیث کا درس بھی دیا۔ لیکن آپ کی بے چین طبیعت کسی حال میں بھی مطمئن نہ ہوئی۔ فرماتے تھے میرے والد ماجد چاہتے تھے کہ میں ایک بڑا مولوی اور واعظ ہوں۔ لیکن میری طبیعت اس طرف نہیں چلتی تھی اور طبیعت میں ایک خلش تھی جو کہیں چین نہیں لینے دیتی تھی۔“ آخر عنایت ربانی نے دستگیری فرمائی اور درس و تدریس کے مشاغل کو چھوڑ کر تلاش حق میں دیوانہ وار نکل کھڑے ہوئے اور ایک عرصہ تک سرگرداں رہے۔ حتیٰ کہ شیخ العالم حضرت مولانا شاہ عبد الرحیم رائپوریؒ کی خدمت میں پہنچے، اور پہلی ہی ملاقات میں اس قدر متاثر ہوئے۔ کہ ہمیشہ کے لئے انہیں کا ہو رہنے کی تمنّا کا اظہار کیا اور بیعت ہونے کی درخواست کی۔ اس وقت حضرت گنگوہی قدس سرہٗ حیات تھے۔ حضرت اقدس رائپوری نے آپ کو گنگوہ حاضر ہونے کا مشورہ دیا۔ لیکن آپ نے عرض کیا۔ کہ مجھے جناب ہی سے پوری مناسبت ہے۔ میں اور کہیں جانا نہیں چاہتا۔ فرمایا اچھا اتنی کیا جلدی ہے۔ استخ[ارہ] کر کے اپنی طبیعت کا اطمینان کر لیں۔ چنانچہ ذکر وغیرہ بتلا کر آپ کو رخصت فرما دیا۔ آپ اپنے وطن تشریف لے آئے اور چند روز وطن میں قیام کر کے دوبارہ ہندوستان کا سفر کیا۔ خانقاہ رائپور حاضر خدمت ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الرحیم رائپوریؒ نے بیعت فرما لیا اور ذکر و اذکار کی تلقین فرمائی۔ آپ فرماتے تھے۔ ایک روز میرے حضرتؒ نے مجھ سے پوچھا۔ کہ تمہارا پیچھے بھی کوئی ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! میرے والدین ہیں۔ بھائی بہن اور

رشتہ دار موجود ہیں۔ فرمایا، ادھو! میں تو چاہتا تھا کہ زندگی کے دن اکیلے ہی گزار دیں گے"۔ عرض کیا حضرت! میں ایسے ہی ہوں۔ جیسے کسی کا کوئی نہ ہو، اگرچہ میرے سب رشتہ دار موجود ہیں لیکن میں نے سب سے یکسو ہو کر حضرت ؒ ہی کا ہو رہنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ یہ سُن کر حضرت ؒ نے بہت خوشی کا اظہار فرمایا"

اس کے بعد آپ زندگی بھر یادِ حق اور خدمت شیخ میں مصروف رہے۔ ہمیشہ صبر و استقامت کے ساتھ ذکر و اذکار اور ریاضت و مجاہدہ میں مشغول رہتے اور ہر تکلیف و پریشانی کو بڑی خندہ پیشانی سے برداشت فرماتے رہے آپ کے شیخ معظم آپ سے آخر دم تک راضی رہے۔ اور بوقتِ وصال آپ ہی کو اپنا خلیفہ و جانشین بنایا اور رائپور قیام رکھنے کی تلقین فرمائی۔ اسی نسبت سے آپ رائپوری کہلائے۔ اپنے شیخ کی رحلت کے بعد مسندِ ارشاد پر جلوہ افروز ہوئے اور پورے پینتالیس سال تک رونق تلقین و ارشاد کا باعث بنے رہے۔ اپنے عمل و اخلاص سے خلقِ محمدی کو دنیا میں عام کیا اور اشاعت و ترویج میں ہر ممکن کوشش کی سینکڑوں علماء کو روحانی منازل طے کرائیں، لاکھوں مسلمانوں کو فسق و فجور اور بدعات سے توبہ کرائی علاوہ ازیں ہر طبقہ کے لوگوں، کاروباریوں، ملازموں، ادیبوں، شاعروں، مقرروں اور سیاستدانوں کو اپنے اخلاق و محبت سے اپنا گرویدہ بنائے رکھا اور ہر ایک کی استعداد کے مطابق سب کی اصلاح و تربیت فرماتے رہے۔ آپ نہایت متواضع، خوش اخلاق اور سادہ طبیعت تھے فنائیت کا اعلیٰ مقام حاصل تھا آپ کے کسی قول و فعل سے کبھی یہ ظاہر نہیں ہوا کہ آپ اپنے آپ کو کچھ سمجھتے ہیں تمام عمر میں کبھی بھولے سے بھی اپنی کسی خوبی یا وصف کا ذکر نہیں فرمایا۔ حتیٰ کہ تحدیث نعمت کے طور پر بھی کبھی کوئی بات بیان نہیں فرمائی۔ جیسا کہ بعض بزرگ، بعض مصالح کے پیش نظر اپنے خصوصی حالات بیان فرما دیا کرتے

ہیں۔ جاننے اور پرکھنے والے بخوبی جانتے ہیں۔ کہ دل و دماغ کے ایک ایک گوش[illegible]
سے حُب و جاہ کو نکال کر آپ نے صدیقین کے مقام میں رسوخ حاصل کر لیا تھا۔

آپ نے ہزاروں افراد کی اصلاح و تربیت فرمائی اور بہت سے حضرات[illegible]
کو خلافت سے نوازا جن میں سے چند حضرات کے اسمائے گرامی درج کئے جاتے ہیں[illegible]
حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز گمتھلوی، سرگودھا، حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلو[illegible]
حضرت مولانا محمد خلیل سرگودھا، حضرت مولانا محمد عبداللہ جامعہ رشیدیہ ساہیوا[illegible]
حضرت مولانا عبدالعزیز رائپوری ؒ، حضرت مولانا سید انور حسین نفیس لاہور، حضر[illegible]
مولانا سید عبدالمنعم ابوذر بخاری ملتان، حضرت مولانا محمد منظور نعمانی، امیر شریعت[illegible]
سید عطاء اللہ شاہ بخاری ؒ، حضرت مولانا محمد صاحب انوری ؒ فیصل آباد اور حضر[illegible]
مولانا سید نیاز احمد گیلانی ؒ وغیرہ حضرات آپ کے خلفاء میں شامل ہیں۔

ساری زندگی طالبین حق کی اصلاح و تربیت اور گم گشتگانِ بادیۂ ضلال[illegible]
کی رہنمائی کے بعد یہ آفتاب حکمت و ہدایت زندگی کی نوے منزلیں طے کر کے [illegible]
ربیع الاول ۱۳۸۲ھ کو ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

ڈھڈیاں شریف سرگودھا کی مسجد کے پہلو میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔
ہزاروں افراد نے نمازِ جنازہ میں شرکت کی۔

حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ

آپ قصبہ واہ مل پور میں ۱۸۷۸ء کے رگ بھگ پیدا ہوئے، یہ گاؤں تاریخی مقام حسن ابدال
سات میل کے فاصلہ پر ہے آپ کے والد ماجد مولانا اللہ داد صاحب اپنے وقت کے ایک معروف
محدث اور صاحبِ نسبت بزرگ تھے، آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ میں ہی حاصل کی، قرآن
اور ابتدائی فارسی تعلیم موضع سنگت جانی میں قاضی نور محمد سے پائی۔ عربی صرف و نحو ضلع اٹک
کے مدارس میں اور فلسفہ و منطق کی تعلیم ضلع ہزارہ کے معروف عالم دین مولانا محمد معصوم صاحب
سے پائی۔ مولانا محمد معصوم صاحبؒ امرتسر کے مدرسہ غزنویہ میں جب مدرس مقرر ہوئے تو آپ کو
اپنے پاس ہی بلا لیا یہاں پر آپ نے بقیہ علوم و فنون تفسیر و حدیث اور فقہ و کلام کی تکمیل کی۔
حدیث کی تکمیل سے ہی آپ کی طبیعت بلکہ شروع ہی سے مائل بہ تصوف تھی، امرتسر میں مولانا
عبدالجبار غزنویؒ، مولانا نور احمد امرتسریؒ اور مولانا غلام مصطفےٰ قاسمیؒ جیسے اساتذہ سے استفادہ
کا موقع ملا جو خود تصوف و سلوک کے بھی اُستاذ مانے جاتے تھے، مدرسہ غزنویہ امرتسر سے دورہ
حدیث کے بعد مرکزِ علوم اسلامیہ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے جہاں امام العصر حضرت علامہ محمد
انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے بھی دورۂ حدیث پڑھا اور سندِ فراغ حاصل کی۔ فن قرأت میں مولانا
کریم بخش صاحب سے سند حاصل کی۔ فراغت تعلیم کے بعد امرتسر میں درس و تدریس کی خدمت
میں مشغول ہو گئے پھر آپ کو قابلیت کی بناء پر تھوڑے ہی عرصہ بعد مدرسہ غزنویہ امرتسر کا صدر مدرس
بنا دیا اور کم و بیش اڑتالیس برس آپ نے تدریسی خدمات انجام دیں۔ جب تک آپ کا قیام امرتسر
رہا آپ روزانہ مسجد نور میں بعد نماز فجر درس قرآن دیا کرتے تھے، جس میں دور دراز سے ہر خیال

کے لوگ آپ کے درسِ قرآن میں شریک ہو کر روح کی تازگی حاصل کرتے یہاں تک کہ بڑے بڑے
علماء اور رؤساء بھی آپ کے درس قرآن میں شریک ہو کر معارف قرآنیہ سے مستفید ہوتے تھے
مولانا خیر محمدؒ جالندھری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:۔

کئی بار امرتسر کی حاضری میں درس قرآن پاک سننے کا موقع میسر
آیا، ترجمہ کے ضمن میں لطائف و معارف کا اس قدر انبار ہوتا تھا
کہ گویا سمندر موجیں مار رہا ہے"

ایک بار امرتسر میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہٗ کو امرتسر میں آپ کے درس
قرآن میں شریک ہونے کا موقع ملا اس کے بعد انہوں نے اپنی کیفیت قلبی کا اظہار ان شعروں

سہ
بہ انجوبہ لغیض و فضلِ مولانا حسن دیکھا!!
کہ امرتسر میں ہم نے آج اِک تھانہ بھون دیکھا
کشادہ درس قرآن دل کی آنکھیں کھول دیں جس نے
معارف ہائے قرآنی کا دریا موجزن دیکھا!

بہرحال آپ کے درس کے اندر سامعین کی عجب کیفیت ہوتی، کسی پر گریہ کی کیفیت طاری
اور کسی طرف سے چیخوں کی آواز آتی تھی اور بے حد تاثیر تھی، درس و تدریس کے علاوہ فتویٰ
بھی آپ کا ایک مستقل مشغلہ تھا اس سلسلہ میں ملک و بیرون ملک سے آپ کی خدمت
میں استفتاء آتے تھے جن کے محققانہ جوابات تحریر فرماتے تھے جب تک آپ کی صحت
اجازت دی اس وقت تک آپ یہ کام انجام دیتے رہے اس کے علاوہ امرتسر میں آپ نے
مدرسہ قائم کیا جو قرآن پاک کے ساتھ ساتھ علوم دینیہ کی تعلیمی خدمت بھی سرانجام دیتا
مدرسہ نے تقریباً چالیس سال دینی خدمت سرانجام دی اور قیام پاکستان کے بعد اس مدرسہ
اور اساتذہ کو ہجرت کر کے لاہور آنا پڑا، لاہور میں نیلا گنبد کے علاقہ میں مول چند بلڈنگ
حصہ مدرسہ کے لئے الاٹ ہو گیا چنانچہ توکلاً علی اللہ اس مدرسہ کی نشاۃ ثانیہ جامعہ اشر

ام سے ۸ ذی قعدہ ۱۳۶۶ھ مطابق ۲۴ ستمبر ۱۹۴۷ء کو ہوئی جوان اشعار کا مصداق ہے۔

درسگاہ علم دین ایں جامعہ ؎ اشرفیہ از معارف لامعہ
یادگار مولوی معنوی!! ؎ مولوی اشرف علی تھانوی
اے خدا ایں جامعہ قائم بدار ؎ فیض او جاری بود لیل و نہار

ب جامعہ کی عمارت طلباء اور اساتذہ کے لئے ناکافی ہوئی تو فیروز پور روڈ لاہور
مدرسہ کی جدید عمارت کے لئے ایک سو کنال اراضی خریدی گئی جس طرح حق تعالیٰ
ے دارالعلوم دیوبند کو یہ شرف عطا کیا تھا کہ اس کا سنگ بنیاد جملہ مقدسین نے مل کر رکھا
ما اسی طرح حق تعالیٰ نے حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کے نام اور حضرت
تی صاحبؒ کے خلوص و برکت سے اس جامعہ کے سنگ بنیاد رکھتے وقت اہل اللہ کو
ع فرما دیا اس وقت جو حضرات موجود تھے ان میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ
رت مولانا خیر محمد جالندھریؒ، حضرت مولانا جلیل احمد شیروانیؒ، حضرت مولانا رسول
ا ہزاروی، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، حضرت مولانا داؤد غزنویؒ، حضرت مولانا
تی جمیل احمد تھانوی اور حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی اور حضرت مولانا مسیح اللہ خان
وانی شامل تھے۔ آپ کا روحانی سلسلہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ
منسلک تھا اور حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے اجل خلفاء میں سے آپ ان ہی کے
ب میں خوب رنگے ہوئے تھے، ان کے خلفاء میں ایک ممتاز حیثیت و شخصیت کے
ستھے اور اپنے مرشد تھانویؒ کے علوم و معارف کے خزانہ تھے، آپ کو ۱۱ ذی الحجہ،
۱۳ھ میں طریقت کے چاروں سلسلوں میں بیعت فرمایا اور تین سال کے مختصر عرصہ
پ کی محنت و ریاضت کو دیکھتے ہوئے حضرت حکیم الامت نے آپ کو خلعت خلافت سے
ز فرمایا، پھر آپ نے ساری عمر اپنے شیخ کے تابع رکھی اور فنافی الشیخ کا اعلیٰ مقام
ل کیا آپ کو حضرت تھانوی قدس سرہٗ سے عقیدت عشق کی حد تک تھی آپ فرمایا کرتے

تھے کہ حضرت حکیم الامت کی کتابوں کے سوا کسی اور کتاب کو دیکھنے کی جرأت بھی نہیں کر سکتا،
لئے اپنی وصیت میں آپ نے اپنی اولاد کو نصیحت فرمائی کہ بہشتی زیور، جزاء الاعمال، تعلیم ا
اور مواعظ و ملفوظات تھانویؒ کو مطالعہ میں رکھنا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت حکیم الا
سے تعلق بھی اللہ کی بڑی نعمت ہے۔" حضرت حکیم الامت تھانویؒ کو بھی آپ پر بڑا اعت
تھا اور فرمایا کرتے تھے کہ مجھے دنیا سے جانے کا کوئی فکر و خیال نہیں جب میرے بعد
موجود ہیں، استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت مفتی صاحب
علوم ظاہری میں کامل اور مکمل اور مقامات باطنہ میں بہت بلند مقام پر فائز تھے اور اپ
اوصاف و کمالات کے اعتبار سے علم و عرفان کے چمکتے ہوئے آفتاب تھے اور اپنے ش
مربی حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے علوم و معارف کا خزانہ تھے، حکیم الاسلام حضرت مو
قاری محمد طیب صاحب قاسمی مدظلہ فرماتے ہیں کہ "حضرت مفتی صاحب ایک زبر
عالم باعمل اور شیخ وقت تھے اور سادگی و بزرگی میں قدیم اسلاف کی یادگار تھے۔" شیخ
حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت مفتی محمد حسن صاحبؒ عج
خوبیوں اور کمالات کے مالک تھے، عبدیت و تواضع اور اخلاق و کردار میں اپنے شیخ
نمونہ تھے۔" حضرت مولانا احتشام الحق تھانویؒ فرماتے ہیں کہ: "حضرت مفتی صاحب
ایک جید عالم دین ہی نہیں تھے بلکہ شریعت و طریقت کے مجمع البحرین تھے۔"

(البلاغ، کراچی)

بہرحال آپ اپنے علم و عمل، زہد و تقویٰ اور خشیت و للّٰہیت میں اپنی نظیر آپ ت
ایک سچے عاشق رسول ﷺ اور خادم دین تھے ساری زندگی درس و تدریس، تبلیغ و ارشاد او
خلق میں مصروف رہے، اور بڑے بڑے علماء و صلحاء آپ کے فیض علمی و روحانی سے
ہوئے جن میں حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، شمس العلماء مولانا شمس
افغانی، عارف باللہ مولانا مفتی محمد خلیل، مولانا فقیر محمد پشاوری، مولانا قاری فتح محمد

مولانا محمد داؤد غزنویؒ، مولانا بہاؤ الحق قاسمیؒ، مولانا محمد اسماعیل غزنویؒ، مولانا عبید اللہ
امرتسری اور مولانا محمد سرور خان جیسے مشاہیر علم و فضل خاص طور پر قابل ذکر ہیں،

دینی علمی اور روحانی خدمات کے علاوہ آپ نے سیاسی و ملی خدمات بھی انجام دی ہیں تحریک
پاکستان میں آپ کا سیاسی مسلک اپنے شیخ حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ کے عین موافق تھا
اور بڑی سرگرمی سے شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیعؒ،
فقیہ الامت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، اور مخدوم العلماء مولانا اطہر علی اشرفی سلہٹیؒ کے شانہ بشانہ
تحریک پاکستان میں حصہ لیتے رہے پھر قیام پاکستان کے بعد اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے کوشاں
رہے، قرار داد مقاصد میں علامہ شبیر احمد عثمانی اور مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ، کے معاون اور مشیر رہے ۱۹۵۱ء
میں مولانا احتشام الحق تھانوی کی قیام گاہ پر ہونے والے اجلاس میں شریک رہے جس میں ۲۲ نکات پر مشتمل
ایک دستوری خاکہ مرتب کرکے حکومت پاکستان کو پیش کیا گیا تھا، ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں
بھی بھرپور حصہ لیا اور مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے صدر نشین رہے اور ہمیشہ ہر باطل کے سامنے
کلمۂ حق بلند کرتے رہے اور آخر کار ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۸۰ھ مطابق یکم جون ۱۹۶۱ء کو اپنے خالق
حقیقی سے جاملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

ہزاروں عقیدتمندوں نے نماز جنازہ میں شرکت کی اور حضرت مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوریؒ
نے امامت کے فرائض انجام دیئے اور سوسائٹی کراچی کے قبرستان میں تدفین ہوئی، آپ کی اولاد
صالحہ میں مولانا محمد عبید اللہ صاحب امرتسری، مولانا صاحبزادہ عبد الرحمٰن اشرفی اور مولانا فضل الرحیم
صاحب زیادہ معروف ہیں اور اپنے والد مکرم کے نقش قدم پر چل رہے ہیں حق تعالیٰ استقامت نصیب
فرمائے اور ہمیں آپ کے نقش قدم پہ چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مفتی صاحب مجیب رحمت تھے
جانشین حکیم الامت تھے !!

(تفصیل حالات کے لئے پڑھیئے "احسن السوانح" شائع کردہ جامعہ اشرفیہ لاہور)

حضرت مولانا رسول خان ہزارویؒ

آپ ۱۸۷۱ء کے لگ بھگ موضع بانیاں علاقہ ٹکری نند ھیاڑ تحصیل بگرام ضلع
میں مولانا محمود علی بن محمد گل خان صاحب کے گھر پیدا ہوئے، قومیت کے لحاظ سے آپ
سواتی پٹھان تھے، ابتدائی تعلیم اپنے ہی علاقہ میں حاصل کی بعدازاں آپ سوسل کلی اوگی تشریف
لے گئے اور وہاں مولانا قاضی محمد عبید اللہ صاحبؒ سے استفادہ کیا پھر احمد المدارس سکندر
ہری پور ہزارہ تشریف لے گئے اور وہاں دار العلوم دیوبند کے ممتاز فاضل حضرت مولانا
فاضل ہزاروی سے درس نظامی کی کتابیں پڑھیں، بعدازاں آپ نے بونی گاؤں ضلع کیمبل
میں کچھ عرصہ تعلیم حاصل کی، اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لئے دار العلوم دیوبند تشریف لے گ
جہاں تین سال کے عرصہ میں باقی ماندہ کتب کی تکمیل کرکے ۱۳۲۳ھ میں شیخ الہند حضرت
محمود الحسن صاحبؒ دیوبندی سے دورہ حدیث پڑھا اور سند فراغت حاصل کی۔

دار العلوم دیوبند سے فراغت کے بعد آپ مدرسہ امداد الاسلام میرٹھ میں درس و تدر
پر مامور ہوئے اور ۳۲۴ھ سے ۱۳۳۲ھ تک اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دیتے رہے
اکابر دار العلوم دیوبند کی خواہش پر دار العلوم تشریف لے گئے اور پہلا آزمائشی درس
وقایہ کا ہوا جس میں امام العصر حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ، شیخ الاسلام حضرت علامہ شبی
عثمانیؒ، فخر العلماء حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ اور فخر اسلاف حضرت مولانا محمد احمد قاسم
وغیرہم اکابر و اساتذہ شریک ہوئے، اور آپ نے معرکۃ الآراء درس دیا، اور دار العلوم
آپ کی شخصیت کی دھاک بیٹھ گئی اور ۱۳۳۲ھ سے ۱۳۵۳ھ تک دار العلوم دیوبند ہی

تدریسی خدمات انجام دیتے رہے اس دوران تدریس میں جن بعض ممتاز علماء اُمت نے آپ
سے شاگردی کا شرف حاصل کیا ان میں مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب
دیوبندیؒ، حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، حضرت
مولانا قاری محمد طیب قاسمی، حضرت مولانا شمس الحق افغانی، اور حضرت مولانا غلام غوث
ہزاروی جیسے جلیل القدر علماء شامل ہیں، دارالعلوم دیوبند کی تدریسی خدمات کے بعد سر محمد
شفیع مرحوم کی درخواست پر آپ اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی تشریف لے آئے اور ۱۹۲۵ء
سے ۱۹۵۴ء تک اورینٹل کالج میں جدید تعلیم یافتہ حضرات کو پڑھاتے رہے پھر مخدوم الامتؒ
حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کی استدعا پر ۱۹۵۴ء سے ۱۹۷۱ء تک
مستقل طور پر جامعہ اشرفیہ لاہور میں شیخ الحدیث کی حیثیت سے تدریسی خدمات انجام
دیتے رہے اور ہزاروں تشنگانِ علوم کو اپنے چشمۂ فیض علمی سے سیراب کرتے رہے آپ
ایک عظیم محدث و مفسر ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے وقت کے شیخ کامل اور عارف کامل
بھی تھے، آپ اولاً شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندیؒ سے بعیت ہوئے
پھر ان کے انتقال کے بعد اپنے وقت کے مجدد اعظم حکیم الامت حضرت مولانا اشرف
علی تھانویؒ سے تعلق قائم ہوا اور انہی سے روحانی اسباق کی تکمیل کی، ۲۶ ربیع الاول
۱۳۵۰ھ کو حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے آپ کو خلافت عطا فرمائی، اور زندگی بھر حضرت
تھانوی قدس سرہٗ سے خوب فیض حاصل کیا اور آخر دم تک ان کے مسلک و مشرب پر قائم
رہے سیاسی نظریات میں بھی اپنے شیخ معظم کے تابع رہے اور ہمیشہ حضرت علامہ شبیر احمد
عثمانیؒ، حضرت مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ، حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، حضرت مفتی محمد حسن
امرتسریؒ اور حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کے نظریات کی تائید و حمایت فرماتے رہے
ویسے تو آپ کے مریدین کی تعداد دو ہزار سے متجاوز ہے مگر ان میں سے چند خوش نصیب
حضرات کو آپ نے اجازتِ بعیت سے بھی نوازا تھا، ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں ۔

حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب مدرس جامعہ امدادیہ کشور گنج مشرقی پاکستان، حضرت م
صاحبزادہ عبدالرحمٰن صاحب نائب مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور، حضرت مولانا عبدالوہاب صاحب
مشرقی پاکستان، حضرت مولانا مہتاب الدین صاحب، حضرت مولانا انصار الدین صاحب
حضرت مولانا محمد الیاس صاحب، حضرت مولانا محمود الحق صاحب، اور حضرت مولانا محمد نو
صاحب وغیرہ حضرات آپ کے مجازین میں سے ہیں، غرضیکہ آپ ساری زندگی درس
تدریس اور تبلیغ و ارشاد میں مصروف رہے اور اپنے فیض علمی و روحانی سے ملتِ اسلام
کو مستفید فرماتے رہے، آپ اپنے ہمعصر علماء میں ایک بلند مقام پر فائز تھے اور پاکستا
میں استاذ الکل کی حیثیت رکھتے تھے، مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع صاحبؒ فرما
ہیں کہ "حضرت علامہ رسول خان صاحبؒ کو حق تعالیٰ نے ہر فن
میں کمال عطا فرمایا تھا اور ہر انسان اُن کے درس سے
فن کی حقیقت کو سمجھ سکتا تھا"

حضرت علامہ شمس الحق افغانی مدظلہٗ فرماتے ہیں کہ:۔

"حضرت مولانا مرحوم کو اللہ تعالیٰ نے حسنِ ظاہری و باطنی سے
نوازا تھا اور آپ کا اخلاقی معیار بہت بلند تھا اور آپ کا حلم
صبر، شکر، تواضع و خاکساری بے مثال تھی"

حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی مدظلہٗ فرماتے ہیں کہ:۔

حضرت مولانا مرحوم میرے بے حد شفیق اُستاذ تھے اب ایسے
عمیق علم و فہم کے حامل اور علوم دینیہ و عقلیہ کے متبحر کہاں پیدا ہوں!"

حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی مدظلہٗ فرماتے ہیں کہ:۔

آپ معقولات و منقولات کے سمندر اور علوم شریعت کے امام
تھے علم ظاہری و باطنی کے جامع اور حکیم الامت تھانویؒ کے خلیفہ

خاص تھے"

بہرحال آپ کی زندگی ہمارے لئے نمونۂ ہدایت تھی آپ آخر دم تک جامعہ اشرفیہ لاہور سے وابستہ رہے اور حسب معمول شعبان کی تعطیلات گزارنے اپنے آبائی وطن اچھڑیاں تشریف لے گئے یکم رمضان المبارک ۱۳۹۱ھ کو معمولی سا بخار ہوا مگر ذکر و عبادت میں مصروف رہے آخر کار ۳ رمضان المبارک ۱۳۹۱ھ کو سورۂ یٰسین پڑھ کر اور پھر یہ کلمات قرآنی فاللّٰہ خیرٌ حافظاً وھو ارحم الرّٰحمین پڑھتے ہوئے اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کردی،

اِنّا للہ و انّا الیہ راجعون۔

آپ کی وفات پر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری نے اپنے "تاثرات" میں فرمایا کہ:۔

"حضرت مولانا کی وفات سے درس و تدریس کی ایسی جامع ترین شخصیت کی جگہ خالی ہو گئی جس کی آئندہ صدیوں میں پُر ہونے کی توقع نہیں اور آپ کی وفات سے ہند و پاک کی ایک صدی کی علمی تاریخ و بساط اُلٹ گئی اور آپ کی رحلت علم و تقویٰ، درس و تدریس، حسنِ ادا تواضع و وفا، سنجیدگی و متانت وغیرہ کمالات کی رحلت ہے"۔

حضرت مولانا علامہ اللہ خان صاحب فرماتے ہیں کہ آہ علم و حکمت بکھیرنے والی زبان خاموش ہو گئی، اور برصغیر علم و عرفان کے ایک روشن آفتاب سے محروم ہو گیا اور اُن کی وفات سے علم کا ایک سمندر خشک ہو گیا" حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں کہ:۔ حضرت مولانا مرحوم اس وقت تمام علمائے دیوبند کے استاذ تھے اور ان کی وفات کے ساتھ ایک پوری قرن کا خاتمہ ہو گیا ہے، اللہ تعالیٰ حضرت کو درجات عالیہ نصیب فرمائے، اور ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(مفصل حالات کے لئے دیکھئے سوانح مولانا رسول خان مؤلفہ قاری فیوض الرحمٰن)

حضرت مولانا محمد اسحاق بردوانی

آپ کا اصل نام محمد اسحاق ہے بسلسلۂ نسب حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ آپ کے والد بزرگوار قاضی لطف الہدیٰ ایک نہایت ہی باوقار شخصیت کے مالک تھے۔ آپ کی ولادت ربیع الاوّل ۱۲۸۲ھ مطابق دسمبر ۱۸۶۵ء میں اپنے نانا کے گھر ہوئی۔ ساڑھے چار برس کی عمر میں ابتدائی تعلیم شروع ہوئی۔ ۹ برس کی عمر میں گلستان بوستان، انوار سہیلی، یوسف زلیخا، پندنامہ سکندر نامہ اور دیگر فارسی کتب کے علاوہ قرآن مجید ناظرہ ختم کر ڈالا۔ پھر اپنے قصبہ کے قریب منگل کوٹ کے مشہور عالم مولانا محمد صاحب اور مولانا نذیر الحق کے پاس شرف تلمذ حاصل کرنے کو تشریف لے گئے یہاں عربی کی ابتدائی کتابوں سے لے کر کافیہ کامل، شافیہ نصف اور منطق وغیرہ کی کتابیں پڑھیں اس کے بعد آپ نے آرہ (بہار) میں مولانا قاضی محمد حنیف سے شرح جامی، قطبی اور مختصر المعانی وغیرہ کتابیں پڑھیں۔ یہاں دو سال کے قیام کے بعد جولانی طبیعت نے مرکز رشد و ہدایت یعنی حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کی خدمت اقدس جامع العلوم کانپور میں سعادت باریابی و تلمذ سے بہرہ یاب کردیا۔ مدرسہ جامع العلوم کانپور میں تمام کتابوں کا آپ نے حضرت حکیم الامت تھانوی سے فیض درس حاصل کیا۔ سوائے مشکوٰۃ المصابیح اور نور الانوار کے جن کا درس مولانا عبد الغفار کانپوری سے حاصل کیا۔ ۱۳۰۹ھ میں آپ کی دستار بندی ہوئی جلسہ کی صدارت علی گڑھ کے مولانا لطف اللہ صاحب نے کی تھی۔ آپ کی ذہانت و متانت کا رنگ دیکھتے ہوئے حضرت حکیم الامت تھانوی نے اپنے زیر سایہ مدرس

دوم مقرر فرمادیا۔ مدرسہ جامع العلوم کانپور میں نہایت اہم ذمہ داریاں یعنی تفسیر قرآن و احادیث
بی ادب و فلسفہ کی تدریس کے ساتھ دارالافتاء کی سربراہی بھی آپ ہی کے سپرد کی
ئی اسی دوران تدریس آپ کو حفظ قرآن کا شوق پیدا ہوا اور آپ نے صرف سات دن
چار گھنٹوں میں حفظ کلام مجید کو انجام تک پہنچایا جس سے آپ کے حافظہ اور ظہور کرامت
پر تمام شہر کانپور میں ہلچل مچ گئی۔ حضرت حکیم الامتؒ اپنے مواعظ میں ذکر فرماتے تھے کہ
ہمارے ایک دوست مولانا محمد اسحاق بردوانی کا انداز حفظ کلام مجید بھی معجزات کلام الٰہی
یں سے ایک ہے۔ غرض آپ کی قابلیت و ذہانت کو دیکھتے ہوئے حضرت حکیم الامتؒ
نے آپکو جامع العلوم کا مدرس اوّل مقرر فرمایا یہاں تک کہ بعض انتظامی امور بھی آپ کے سپرد
کر دیئے آپ نے جامع العلوم میں رہ کر سینکڑوں طالبان علم کو فیضیاب کیا اور مدرسہ
کو چار چاند لگا دیئے۔ ۱۹۱۰ء میں آپ مدرسہ عالیہ کلکتہ تشریف لے آئے۔ یہاں بھی بفضل
تعالیٰ آپ کی جودت طبیعت اور نصرت ایمانی نے اپنا جلوہ نمایاں کیا۔ چنانچہ پہلی جنگ عظیم کے
موقع پر جب انگریزوں کی طرف سے خلافت عثمانیہ ترکیہ کے خلاف ہر محاذ سے حملے ہو رہے
تھے۔ اور خلافت عثمانیہ کو بیخ و بن سے اکھاڑنے میں ہندوستانی مسلمانوں کو ورغلا کر شرکت
پر آمادہ کیا جا رہا تھا۔ انہی دنوں مدرسہ کے انگریز پرنسپل نے آپ کو جواز خلافت کے خلاف
فتویٰ دینے کے لئے بظاہر فرمائش کی اور درپردہ زور لگایا۔ لیکن آپ نے اس مکروہ استدعا کو
قلم ٹھکرا کر اس کے ہاں سے فوراً مراجعت فرمائی۔ ۱۹۱۹ء میں ڈھاکہ میں آپ کی منتقلی ہوئی یہاں
آپ کے دوران قیام میں ایک مرتبہ سر عبدالرحیم ڈھاکہ مدرسہ کے معائنہ کیلئے تشریف لائے اور آپکی
عالمانہ گفتگو سے متاثر ہو کر واپس جاتے ہوئے پرنسپل سے یہ کہا کہ یہ تو بڑے غیر معمولی عالم اور نہایت ہی
برگزیدہ ہستی معلوم ہوتے ہیں۔ انکو یہاں کے تعلیمی شعبہ سے علیحدہ نہ ہونے دینا چاہیئے۔ اور کلکتہ واپس
جاکر سر عبدالرحیم نے سرکاری طور پر آپ کے متعلق ضروری ہدایات فرمائیں ۱۹۲۶ء میں آپ نے فریضۂ
حج ادا کیا۔ وہاں سعودی عرب کے بہت بڑے عالم حافظ محمد وہبہ سے حرم پاک میں تعارف کرایا گیا۔

دوران گفتگو مختلف احادیث کی اسناد پر بات چلی حافظ وہبہ صاحب آپ کی قابلیت کا رنگ
دیکھ کر حیران رہ گئے اور آپ کی علمی عظمت کا اعتراف کیا، حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی قدس سر
آپ کے تبحر علمی کے متعلق فرماتے ہیں۔ کہ "اگر حضرت مولانا محمد اسحاق بردوانیؒ بجائے
جامع العلوم کانپور کے دارالعلوم دیوبند میں درس دیتے تو مولانا انور شاہ صاحبؒ کی طر
حفظ احادیث و روایات میں مشہور ہو جاتے، مولانا نے برسوں بخاری شریف کا درس اس
طرح رکھا کہ روزانہ ایک پارہ تلاوت کرتے تھے۔ میں نے وہ بخاری دیکھی ہے جس
پر مولانا نے اپنی ختم بخاری کی ابتداء اور انتہا کی تاریخیں ضبط کی ہیں۔ غالباً ستر سے
اوپر ختم کی نشان دہی کی گئی ہے۔ اور جو ختم اس سے پہلے کیے ہیں۔ ان کی شمار معلوم
نہیں، اس لئے بخاری میں جو حدیث جتنی جگہ آتی ہے مولانا بے تکلف بتلا دیتے
تھے سنا ہے۔ کہ حج کے موقعہ پر کسی نجدی عالم نے ایک حدیث کے بارہ میں مولانا
سے پوچھا کہ یہ حدیث بخاری میں کتنی جگہ ہے، فرمایا چھ جگہ ہے وہ عالم حیران رہ گئے
کہ ہندی علمائے دین بھی ایسے حافظہ والے موجود ہیں۔ مولانا نے ایک زمانہ میں جب
کہ جامع العلوم کانپور میں قیام کیا تھا تو موطأ امام مالکؒ کی شرح لکھنا شروع کی تھی
تو ایک جزو کی شرح ایک سو بیس صفحات میں لکھی تھی۔ پھر آگے نہ لکھی تھی۔ کہ اس طرح
شرح طویل ہو جائیگی۔ کون چھاپے گا۔ حضرت حکیم الامت تھانویؒ سے آپ کو اجازت و
خلافت بھی حاصل تھی، حضرت حکیم الامتؒ فرماتے تھے کہ میں نے مولانا محمد اسحاق صاحب
کو اشغال صوفیانہ نہیں بتلائے بلکہ تلاوت قرآن و حدیث ہی میں شغل بتلایا اسی سے ان کو
مناسبت تھی۔ اور اسی سے ان کو نسبت باطنہ حاصل ہو گئی۔ [1]

آپ ساری حیات درس و تدریس اور تبلیغ و اصلاح میں مصروف رہے ڈھاکہ
یونیورسٹی مدرسہ اسلامیہ ڈھاکہ اور مدرسہ اشرف العلوم ڈھاکہ میں درس حدیث حسبۃً للہ

---

[1] بزم اشرف کے چراغ۔

دیتے رہے ۔جس میں طالبان علم کے علاوہ اساتذہ اور دوسرے اہل ذوق حضرات بھی
شامل ہوتے تھے ۔آپ اپنے زمانہ میں دینی امور میں مرجع خاص وعام تھے ہر مسلک و
مذہب کے افراد کو ان ہی کے مذہب کے مطابق فتوٰی دیا کرتے تھے ۔ڈھاکہ کے اہل
حدیث بھی آپ ہی سے فتوٰی لیا کرتے تھے ۔ان کو آپ پر کامل اعتماد تھا ۔کیونکہ آپ
انہیں مسلک اہل حدیث کے مطابق فتوٰی دیتے تھے ،آپ ہر سال اپنے شیخ و استاذ
حضرت حکیم الاُمت تھانوی رحؒ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا کرتے تھے اور جب حضرت
حکیم الامتؒ کے یہاں حاضر ہوتے تھے تو انہیں دیکھ کر وہ بہت خوشی کا اظہار کیا کرتے
خانقاہ کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے تھے ،اور قبل اُٹھنے کے حاضرین مجلس کو خاص
اہتمام سے بیٹھے رہنے کی تلقین کرتے تھے ۔اُس زمانہ میں حضرت تھانویؒ کے مواعظ
کا نمونہ ہوا کرتا تھا ۔اس لئے دوسرے لوگ بھی اُن کے مواعظ کے بہت مشتاق اور مداح
رہتے اور وعظ کے بعد حضرت تھانویؒ بہت مشفقانہ انداز میں بطور تعریف فرمایا کرتے
تھے ۔کہ "ماشاءاللہ نظر بہت وسیع ہے۔"

بہر حال آپ ایک عظیم محدث عارف اور جید عالم تھے ۔ ۲۶ دسمبر ۱۹۳۹ء کو
رحلت فرمائی ۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ٥

حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوریؒ

آپ ۱۲۹۳ھ کو اعظم گڑھ میں پیدا ہوئے اپنے شیخ و مرشد حضرت حکیم الامت
مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ سے عمر میں تیرہ برس چھوٹے تھے ،آپ ضلع اعظم
کے ایک گاؤں بہ چھاؤں کے رہنے والے تھے مگر چونکہ عمر کا بیشتر حصہ پھولپور میں گز
تھا اس لئے پھولپوری کے نام سے مشہور ہو گئے ،گاؤں ہی میں ایک پرائمری سکول میں دا
لیا ۔ابھی دو ہی روز گزرے تھے کہ آپ کے دادا نے آپ کی والدہ صاحبہ کو خوا
میں ہدایت کی کہ وہ عبدالوہاب سے کہہ دیں کہ اس بچے کو دین کی تعلیم دلوائیں ،آپ کے
دادا صاحب نسبت بزرگ تھے اور مولانا عبدالسبحان صاحب سے بیعت تھے جن کا سل
بیعت چار واسطوں کے بعد حضرت مرزا مظہر جاناں سے جا ملتا ہے ،آپ کے والد صا
نے آپ کو دینی تعلیم کے لئے جونپور مولانا ابوالخیر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیج دیا
مولانا سخاوت علی صاحب خلیفہ حضرت سید احمد شہید کے بیٹے تھے ،آپ مولانا ا
مکی سے دو سال تعلیم حاصل کرنے کے بعد مولانا سید امین الدین نصیر آبادی کی خدمت
تشریف لے گئے ،اس کے بعد جامع العلوم کانپور میں مشکوٰۃ شریف تک تعلیم حاصل
اسی دوران میں ایک مرتبہ حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کانپور تشریف لائے تب ہی سے
کے دل میں حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کی عقیدت اور محبت بیٹھ گئی اور تعلیم سے فا
کے بعد آپ نے حضرت حکیم الامت تھانویؒ سے بیعت ہونے کا ارادہ کر لیا ،آپ کو
معقولات کا بہت شوق تھا اس لئے مدرسہ عالیہ رامپور تشریف لے گئے جو اس زمانہ میں

فلسفہ کا مشہور اور مخصوص مرکز تھا، تعلیم سے فراغت کے بعد مدرسہ عربیہ سیتاپور میں
عرصہ کے لئے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا پھر جونپور میں تقریباً پانچ سال تک صدر مدرس
عہدہ پر فائز رہے اس زمانہ میں آپ حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ کے ہمراہ سرائے میر اعظم گڑھ
ریف لائے جہاں حضرت کا وعظ ہوا اور عیدگاہ ہی میں ۱۳۳۸ھ میں آپ نے حضرت حکیم الامت
بیعت کی اور خلافت سے نوازے گئے، ۱۳۴۲ھ میں آپ نے حضرت تھانوی قدس
کے مشورہ سے پھولپور میں مدرسہ روضۃ العلوم قائم کیا جس کی بنیاد حضرت تھانوی قدس سرہٗ
اپنے ہاتھ سے رکھی اور ارشاد فرمایا کہ اس مدرسہ کا نام پھولپور کی نسبت سے روضۃ العلوم
ا ہوں، ۱۳۴۹ھ میں حضرت پھولپوری ؒ نے قصبہ سرائے میر میں ایک اور مدرسہ بیت العلوم
قائم کیا اور حضرت تھانوی نے اس مدرسہ کی سرپرستی بھی قبول فرمائی اور اس مدرسہ کا نام
حضرت تھانوی ہی کا تجویز کردہ ہے اس کا نام سرائے کی نسبت سے بیت العلوم رکھا اور ارشاد
ء اللہ تعالیٰ اس کو دارالعلوم بنادیں، مولانا پھولپوری ؒ اس مدرسہ کے انتظام کی خاطر اپنے
ولپوری سے پانچ میل دور قصبہ سرائے تشریف لے جایا کرتے اور اگر کبھی وہاں پورا دن
ہوتا تو گھر سے آٹا نمک گھی لے جاکر علیحدہ پکواتے اور تناول فرماتے، آپ نے مدرسہ سے کبھی
ب نہیں چکھا اور نہ ہی کبھی تنخواہ لی، محض رضائے الٰہی کے لئے دس میل کا سفر اختیار کیا
تھے، آپ کی سادگی کے متعلق خود حضرت حکیم الامت نے فرمایا :-

مولانا عبدالغنی ماشاءاللہ سپاہی آدمی ہیں بڑے مستعد ہیں، پہلوان آدمی
علمی و عملی کمال جدا، مگر وضع سے مطلق معلوم نہیں ہوتا کہ یہ بھی کچھ ہیں
کا اثر ہے ذکر عجیب چیز ہے سب اصلاحیں اسی سے ہوتی ہیں، مولوی عبدالغنی
ر سادہ ہیں کہ یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ یہ پڑھے لکھے بھی ہیں، ذکر بناوٹ
بالکل اڑا دیتا ہے، مولوی محمد عیسیٰ صاحب بہت خوش پوشاک ہیں اور
میں کیا حرج ہے یہ تو جمال ہے اور حدیث میں ہے کہ اَللّٰہُ جَمِیْلٌ

وَ یُحِبُّ الْجَمَال اور یہ جب تک ہے حقیقت منکشف نہیں ہوتی اور جب حقیق
منکشف ہو جائے گی تو اللہ جمیل و یحب الجمال سے استدلال رکھا رہ جائے گ
پھر کچھ عرصہ بعد فرمایا :- کہ اب ان کی حالت دیکھئے اچکن اور گھڑی سب بھول
گئے ہیں، غریبوں کی سی وضع ہو گئی ہے یہ کیا ہے یہ سب کچھ ذکر کی
برکت ہے" (بزم اشرف کے چراغ)

حضرت مولانا پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کو شروع ہی سے راہ خدا میں اپنی جان قربان کرنے کا
ہر وقت بے چین رکھتا تھا اسی کیفیت کے تحت آپ نے ایک مشہور استاذ کو اپنے مدرسہ پھولپو
میں ایک معتد بہ مشاہرہ پر دس برس تک رکھا اور ان سے فن سپاہ گری کے فنون کی تکمیل کی، ایک
استاذ سے کشتی بھی سیکھتے رہے اس لئے قوت جسمانی بہت قوی تھی، تھانہ بھون میں اپنے شیخ ک
حکم سے بعض اہل علم حضرات کو آپ لاٹھی سکھاتے تھے ایک مرتبہ حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ
آپ کی فن سپاہ گری کو دیکھ کر فرمایا کہ جب آپ لاٹھی کے ہاتھ دکھا رہے تھے تو مجھے جوش آرہا
ایک دفعہ اور موقعہ پر فرمایا کہ :-

"ہمارے مولوی عبدالغنی ہزار آدمیوں کے مقابلہ کے لئے تنہا کافی
ہیں اور اگر ہم کو کبھی فوج کی ضرورت پڑی تو ہماری فوج اعظم گڑھ
میں ہے"

آپ کے مزاج میں خلاف دین کاموں کو دیکھ کر سخت تغیر ہوتا اور جوش غضب میں مخالفین دین ک
ہمیشہ سے لاگ بیخ کنی فرماتے، ایک بار ایک مولوی صاحب نے حضرت تھانوی قدس سرہٗ سے آپ
کے غصہ کے متعلق شکایت کی تو انہوں نے فرمایا :- کہ

"اپنے آدمیوں میں ایک گرم آدمی کی بھی ضرورت ہے ورنہ دشمن
کھا جائیں گے"

حضرت پھولپوری ؒ کے زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ آپ کپڑے ہمیشہ گھر میں دھلواتے تھے اگر فرصت

ی دھوبی کے یہاں کپڑا دیا گیا تو بعد میں دوبارہ اس کو گھر میں دھلوا کر استعمال فرماتے اور یہ ارشاد
تے: کہ میں اس عمل پر فتویٰ نہیں دیتا ہوں حق تعالیٰ سے میرا خاص معاملہ ہے کہ اگر میں اس
ے خلاف کرتا ہوں تو میری زبان ذکر میں بند ہو جاتی ہے اس لئے میں اپنے نفس کے لئے یہ
ام کرتا ہوں "۔

حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے یہاں آپ کا جو خاص مقام تھا اس کا اندازہ اس سے
یا جاسکتا ہے :۔ کہ ایک مرتبہ مولانا پھولپوریؒ نے تھانہ بھون حاضری کی اجازت چاہی، تو
رت تھانویؒ نے تحریر فرمایا :۔ "اے آمدنت باعث صد شادی ما "
طرح ایک بار تحریر فرمایا :۔ اجازت چہ معنی بلکہ اشتیاق "
مرتبہ آپ بلا اطلاع تھانہ بھون حاضر ہوئے اس وقت حضرت تھانوی لیٹے ہوئے تھے۔
و دیکھ کر فرطِ مسرت سے کئی قدم چل کر سینے سے لگا لیا اور فرمایا "نعمتِ غیر مترقبہ"۔
مرتبہ حضرت شیخ الہند نے حضرت تھانوی سے فرمایا کہ دارالعلوم دیوبند میں پڑھانے کے لئے
آدمی بھیج دیجئے، حضرت تھانویؒ نے مولانا پھولپوری سے دریافت کیا کہ میں آپ کو دیوبند بھیجتا
آپ کیا تنخواہ لیں گے، آپ نے عرض کیا کہ حضرت چنے چبا کر پڑھاؤں گا "اس پر حضرت تھانوی
رشاد فرمایا کہ مجھے یقین ہے کہ آپ ایسا ہی کریں گے " بہرحال حضرت پھولپوری کا مقام بہت
ھا اور اپنے شیخ سے خاص لگاؤ اور عشق تھا۔ آپ نے درس و تدریس اور تبلیغ و اصلاح کے
لمی کتابیں بھی تالیف فرمائیں جن میں "معرفتِ الٰہیہ" اور معیت الٰہیہ ہیں جو اپنے شیخ کے
ات کی روشنی میں لکھی ہیں "صراطِ مستقیم" اللہ کی محبت پر ایک الہامی کتاب ہے "براہین
" بھی حضرت کے ملفوظات ہیں حق تعالیٰ اِن تالیفات کو قبول فرمائے، ۱۲ر اگست ۱۹۶۳ء
ت فرمائی اور پاپوش نگر کراچی کے قبرستان میں تدفین ہوئی۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

حضرت علامہ سید سلیمان ندوی

آپ کا اصل نام انیس الحسن اور کنیت ابو نجیب تھی بعد میں رنگون کے ایک تاجر سل
کے نام سے متاثر ہو کر آپ کے اہل خاندان نے آپ کا نام سلیمان رکھا۔ آپ نسب
اعتبار سے دودھیال کی طرف سے "حسینی" اور ننھیال کی طرف سے "زیدی سادات
تعلق رکھتے ہیں آپ کا وطن بہار کے ضلع پٹنہ میں دیس کا علاقہ ہے، آپ ۲۳ صفر ۱۳۰۲
۲۲ر نومبر ۱۸۸۴ء بروز جمعۃ المبارک صبح کے وقت حکیم ابو الحسن صاحب ندویؒ کے گھ
ہوئے آپ کے والد ماجد مولانا حکیم ابو الحسن صاحب ایک ممتاز عالم دین ایک بہترین
اور سلسلۂ نقشبندیہ کے شیخ کامل تھے اُن کا ظاہر و باطن تقویٰ کا آئینہ دار تھا، ع
علامہ ندویؒ صاحب نے ابتدائی تعلیم اپنے گھر ہی میں اپنے والد ماجد اور اپنے برادر بزر
ابو حبیب مجددی سے حاصل کی، آپ نے اپنے بڑے بھائی کے بارے میں فرمایا کہ میں ا
بھائی صاحب کے فیض صحبت سے اپنے قلب میں پاکی محسوس کرتا تھا" ۔ گویا یہ ابتداء
کی تکمیل بعد میں حضرت حکیم الامتؒ مجدد ملت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے مبارک ہاتھوں س
پائی، ابتدائی تعلیم کے بعد پھلواری ضلع پٹنہ کی خانقاہ میں مولانا محی الدین سجادہ نشین خا
پھلواری سے کچھ اور کتابوں کی تکمیل فرمائی، پھلواری کے بعد مدرسہ امدادیہ بھنگہ میں ا
یک درس نظامی کی بعض کتابیں پڑھیں اور پھر ۱۹۰۱ء میں ذہن و فکر کی آخری تربیت
"ندوۃ العلماء لکھنؤ" میں داخل ہوئے جہاں پانچ سال تک حصول تعلیم کے بعد ۱۹۰۶
میں فراغ و تکمیل کی سند لی، اسی ماحول میں آپ کو حضرت علامہ شبلی نعمانیؒ جیسے

ماز ادیب، مؤرخ، متکلم، فلسفی، محقق اور مفکر کی تربیت و نگہداشت کا ماحول میسر آیا۔ اس
ار العلوم کے قیام کے دوران میں آپ نے جو کچھ حاصل کیا اس میں بعض دیگر اساتذہ کرام کا بھی
قعہ قابلِ ذکر ہے، اس سلسلہ میں مولانا محمد فاروق چڑیا کوٹی، مولانا حفیظ اللہ، مفتی عبد اللطیف
ر مولانا عبد الحئی فرنگی محل خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں، حضرت علامہ کی ذہانت اور علمیت کا اندازہ
ن واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ :- جب ندوۃ العلماء کے فارغ التحصیل طلبہ کی دستار
ری کے سلسلہ میں مارچ ١٩٠٧ء میں لکھنؤ کے وسیع حال میں جلسۂ دستار بندی منعقد ہوا، اس
سے کی صدارت مولانا غلام محمد فاضل ہوشیارپوری نے کی۔ اس جلسہ میں بڑے بڑے ماہر فن
و عمل شریک تھے، حضرت علامہ مرحوم کو عین وقت پر جلسۂ عام میں عربی میں تقریر کرنے کے
ے کہا گیا اور خواجہ غلام الثقلین مرحوم نے موضوع تقریر "ہندوستان میں اسلام کی اشاعت
س کر ہوئی" مقرر کیا، آپ نے اس موضوع پر عربی میں اپنے خیالات ظاہر کرنے شروع کئے
ف سے احسنت اور آفرین کی صدائیں بار بار بلند ہو رہی تھیں اور تمام جلسہ محوِ حیرت تھا
منظر کو دیکھ کر آپ کے استاذِ محترم علامہ شبلی مرحوم نے جوشِ مسرت میں اپنے سر سے عمامہ
ر علامہ ندوی کے سر پر باندھ دیا جو آپ کے واسطے ہمیشہ کے لئے طرۂ افتخار بن گیا
شبلی نے اپنے اس مایہ ناز شاگرد کے کرشمۂ علمی و لسانی کی اطلاع مولانا حبیب الرحمٰن
نی مرحوم کو بھی دی۔ اِس واقعہ سے علامہ سید سلیمان ندوی کی عظمت و فضیلت کا ایک
ل تردید ثبوت ثابت ہوا اور اس کے بعد خود علامہ شبلی کے دل میں اپنے اس شاگرد کی
و صلاحیت کے لئے بہت زیادہ اعتماد و اعتراف پیدا ہو گیا، آپ کی علمی گہرائی کا اس
ن اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ "زندگی کے آخری ایام میں حضرت علامہ شبلی نے علامہ ندوی
وسے کر بلوایا اور فرمایا کہ "سیرت النبی" میری تمام عمر کی کمائی ہے سب کام چھوڑ کر سیرت تیار
" حضرت علامہ ندوی نے وعدہ کیا کہ انشاء اللہ ضرور پوری ہو گی"۔ اللہ تعالیٰ نے اس
ت کا سہرا حضرت علامہ قدس سرہٗ کے سر رکھا اور آپ نے سیرت النبی کی باقی جلدیں لکھ کر

ایک بہت بڑا فریضہ سرانجام دے دیا۔ مختلف علوم کے حصول سے فارغ ہونے کے بعد
برس کی عمر تک حضرت علامہ مرحوم علمی، تحقیقی اور تصنیفی مشاغل میں مصروف رہے مختلف علو
کی تحصیل سے فارغ ہوتے ہی تھے، کہ آپ کو "الندوہ" جیسے بلند پایہ خالص علمی ماہنا
مدیر بنا دیا گیا، رسالہ کی ادارت تو برائے نام تھی اصل میں یہ ایک شعبۂ تصنیف و تالیف تھا
رسالے کا معیار اس قدر اعلیٰ تھا کہ ملک کے چیدہ چیدہ اہل قلم کے مضامین ہی اس میں
اشاعت ہو سکتے تھے حضرت علامہ ندوی کے معاصر شہید مولانا عبد الماجد دریابادی نے
کے بارے میں لکھا ہے کہ نگاہیں جس شوق اور بے تابی سے علامہ شبلی کی تحریروں کی منتظ
تھیں اس سے کچھ کم اشتیاق حضرت سلیمان ندوی کے بھی علمی افادات کا نہیں رہتا تھا"۔
علامہ ندوی نے اس زمانے میں جس قسم کے مضامین سپردِ قلم کئے اُن کی اہمیت وقت
اور گوناگونی کا اندازہ آپ ان چند مضامین کے عنوانات ہی سے کر سکیں گے۔
اشتراکیت اور اسلام، علم ہیئت اور مسلمان، اسلامی رصدخانے، مسئلہ ارتقاء
انجیل، مکررات القرآن، طبقات ابن سعد کا تعارف، قیامت، ایمان بالغیب وغیرہ حضرت
ندوی کی علمی قابلیت و جامعیت کا اعتراف عظیم اہل علم اور اساتذہ نے کیا، علامہ شبلی
سلسلہ میں اس قدر متاثر تھے کہ انہوں نے ندوۃ العلماء کے اجلاس منعقدہ ١٩١٢ء میں
خطبہ میں برملا فرمایا کہ: ندوہ نے کیا کیا؟ کچھ نہیں کیا" صرف ایک سلیمان کو پیدا کیا تو یہی کا
اس زمانے میں دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں جدید عربی اور علم کلام کے ایک اعلیٰ اس
ضرورت پیش آئی، علامہ شبلی نے یہ اہم مسندِ درس اپنے اِس جوان عمر لیکن پختہ علم شاگرد
کر دی اور وقت نے ثابت کر دیا کہ یہ انتخاب بلاشبہ لاجواب تھا۔ ١٩١٢ء میں برصغیر
میں اسلامی اتحاد کی تحریک پیدا ہوئی تو مولانا ابو الکلام آزاد کلکتہ سے اپنا شہرہ آفاق رسا
"الہلال" نکال رہے تھے انہوں نے ان حالات میں حضرت علامہ صاحب کی معاو
ضرورت محسوس کرتے ہوئے الہلال کے ادارۂ تحریر میں شامل ہونے کے لئے زور د

زاد کی اس خواہش وکوشش پر علامہ شبلی مرحوم نے خود سید صاحب کو یہی مشورہ دیا اور سید صاحب
وم مولانا آزاد کے ساتھ مل کر تحریر کے میدان میں علمی و ادبی اور سیاسی خدمات سر انجام دینے
ے، آج تک چار دانگ عالم میں " الہلال " کی علمی و ادبی اور سیاسی خدمات کا جو شہرہ ہے
نبہ اس میں سید سلیمان ندوی ؒ کی کوششوں کا بھی ایک بڑا حصہ ہے۔ ۱۹۱۴ء میں علامہ شبلی ؒ
وفات کے بعد آپ ہی کو اُن کا علمی جانشین مقرر کیا گیا اس کے بعد آپ اعظم گڑھ تشریف
ے اور دار المصنفین کا قیام عمل میں آیا اور آپ کی علمی شہرت کا شہرہ دور دراز تک پھیل گیا۔
لمصنفین کے قیام کے بعد حضرت علامہ مرحوم کے روز و شب پہلے سے بھی بڑھ کر علمی مشاغل
صرف ہونے لگے اس دور میں کچھ موقعوں پر بعض قومی رہنماؤں نے ملکی سیاسی سرگرمیوں کی
دعوت دی لیکن آپ سیاست میں آنے سے اجتناب کرتے تھے باوجود ان کے سیاست
الگ تھلگ رہنے سے پھر بھی اکثر ہم عصر ان کی سیاسی بصیرت و فراست کے قائل و معترف تھے
ر مہاتما گاندھی نے ان کے بارے میں کہا تھا: کہ

" یہ بڑا چاتر مولوی ہے "

ت ندوی ؒ نے سیاست میں باقاعدہ حصہ نہ لینے کے باوجود اپنی زندگی میں بعض ایسے کارہائے
بھی انجام دیئے جن کو تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکتی، سید صاحب مرحوم نے ۱۹۲۷ء
س علمائے بنگال کے اجلاس منعقدہ کلکتہ کی صدارت فرمائی اور اس میں انگریزی حکومت
رو تشدد کے باوجود ایسا جرأت آموز خطبہ دیا جس سے لوگوں کے قلوب اور ذہنوں سے
کی مرعوبیت اُٹھ گئی ۱۹۲۰ء میں مولانا محمد علی جوہر اور مولانا عبد الباری فرنگی محل وغیرہ کے
وفد تحریک خلافت کے ساتھ علمائے ہند کے واحد نمائندہ کی حیثیت سے یورپ تشریف لے
ور وہاں انہوں نے نمائندگی کا حق ادا کر دیا۔

۱۹۴۷ء میں سید صاحب ؒ نے جمعیت علمائے ہند اجلاس منعقدہ کلکتہ کی صدارت کے فرائض
دیئے، اس اجلاس کے شرکاء میں امام العصر علامہ انور شاہ کشمیری اور شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد

عثمانی ؒ جیسے جلیل القدر علماء دین بھی شریک تھے۔ اس اجلاس میں آپ نے جو خطبہ صدارت دیا
وہ مسلمانوں کی سیاست میں قابل یادگار ہے۔ ۱۹۲۷ء میں آپ نے انجمن حمایت اسلام کی دعوت
پر عہد رسالت ﷺ میں اشاعت اسلام کے عنوان پر تقریر فرمائی، اس اجلاس میں دیگر علماء و فضلاء
کے علاوہ علامہ ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم ایسے مشاہیر بھی شامل تھے جنہوں نے سید صاحب کی علمی
فضیلت اور اہلیت و صلاحیت کا اعتراف فرمایا۔ ہندوستان کی آزاد اور متحدہ حکومت کی
صورت میں جو مسائل پیدا ہو سکتے تھے اور جو خدشات پیش آ سکتے تھے انہیں اپنی خداداد بصیرت
اور فراست سے بھانپ کر انہوں نے اعلان کر دیا تھا کہ سوراج قائم کرنے کے بعد مسلمانوں کے
پیش نظر جو معاملات ہیں ان میں ایک مطالبہ یہ بھی ہو کہ آئندہ حکومت میں مسلمانوں کے خاص مذہبی
اور شخصی قوانین کے تحفظ و ترقی اصلاح و استحکام کے لئے علیحدہ انتظام ہو جانا چاہیئے ان چند
مثالوں سے ان کی قومی ملکی خدمات کے دائرہ کار اور ان کے مزاج و طبیعت کے مطابق اقدامات
کا اندازہ کیا جا سکتا ہے تحریک پاکستان میں حکیم الامت ؒ مولانا اشرف علی تھانوی ؒ شیخ الاسلام
علامہ شبیر احمد عثمانی ؒ، مولانا ظفر احمد عثمانی اور مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی ؒ کے ہم خیال اور
ہم مسلک تھے اور پوری طرح پاکستان کے حامی اور خیر خواہ رہے قیام پاکستان کے بعد پاکستان میں
نظام اسلام کے نفاذ کے لئے کوشاں رہے اور علامہ شبیر احمد عثمانی ؒ کی وفات کے بعد جمعیت علماء
اسلام کے صدر منتخب ہوئے اور اپنے ہم عصر علماء مولانا ظفر احمد عثمانی، مولانا مفتی محمد شفیع ؒ کے شانہ
بشانہ اسلامی نظام کے قیام کے لئے کام کرتے رہے۔

۱۹۵۱ء میں ہر مکتب فکر کے جید علماء کرام کے اجلاس کی صدارت فرمائی اور بائیس نکات
پر مشتمل ایک دستوری خاکہ حکومت پاکستان کو پیش کیا، علم ظاہری کے علاوہ علم باطنی میں بھی ایک
بلند مقام پر فائز تھے روحانی سلسلہ وقت کے مجدد اعظم حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ؒ
قدس سرہ سے منسلک تھا اور حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ کے فیض صحبت سے سید صاحب کی
زندگی میں اس قدر واضح انقلاب رونما ہوا کہ وہ ایک طرح دنیائے علم سے دنیائے معرفت

کی طرف آگئے اور بقول مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی مدیر معارف کہ علامہ سید صاحب حضرت تھانوی کے تعلق کے بعد صبغۃ اللہ میں بالکل رنگ گئے تھے وَمَن اَحسَن مِنَ اللہ صبغۃ اور ان میں بڑا روحانی انقلاب پیدا ہوگیا تھا غرض حکیم الامت تھانوی کی بیعت و خلافت کے بعد آپ پر جو اثر ہوا اس کا اندازہ آپکی تحریر و تقریر اور اشعار سے لگایا جا سکتا ہے آپ اپنے معاصرین میں بلند مقام رکھتے تھے اور آپکی جامع شخصیت کا آپ کے ہمعصر علماء نے اعتراف کیا ہے، مولانا ظفر احمد عثمانی فرماتے ہیں کہ :۔

"مولانا سید سلیمان ندوی ایک جیّد عالم، محدث، مدبر، محقق تھے۔"

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب فرماتے ہیں کہ :۔

"وہ اپنے اوصاف و کمالات میں آئمہ اسلاف کی یادگار تھے۔"

مولانا عبدالماجد دریابادی فرماتے ہیں کہ سید صاحب کے فاضل اجل اور عالم بے بدل ہونے کا ایک زمانہ قائل ہے، دنیا کو مسلّم ہے کہ فن تاریخ میں امامِ وقت تھے اور سیرت نگاری میں اپنی نظیر آپ تھے۔ مولانا مناظر احسن گیلانی فرماتے ہیں :۔ کہ

"آپ قرآن و حدیث فقہ و کلام و تصوف اور تاریخ اسلامی کے جس جس عنوان پر آپ نے قلم اٹھایا وہ اپنی مثال آپ تھے عربی فارسی اور اردو کے ادیب شاعر تھے۔"

بہرحال آپ ایک تاریخ ساز شخصیت ہونے کے باوجود نہایت متواضع، منکسر المزاج، خندہ جبین اور لطیف الروح تھے عزم استقلال کا پیکر اور حق و صداقت کے علمبردار تھے اخلاق و عادات میں اپنے شیخ حضرت حکیم الامت تھانوی کے عین نمونہ تھے اور وقت کے شیخ کامل تھے اور عارف باللہ تھے ۲۲ نومبر ۱۹۵۳ء مطابق ۱۴ ربیع الاول ۱۳۷۳ھ بروز اتوار اپنے خالق حقیقی سے جا ملے ہزاروں عقیدتمندوں نے نماز جنازہ میں شرکت کی اور حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحب عارفی مدظلہ نے امامت کے فرائض انجام دیئے اور شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی کے برابر اسلامیہ کالج کراچی میں محو آرام ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں ان بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ (تفصیل کے لئے، تذکرہ سلیمان ملاحظہ فرمایئے)

حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاوی

آپ ۱۳۰۴ھ میں مشرقی یوپی کے شہر بلیا کے ایک علمی گھرانے میں پیدا ہوئے، آپ کا خاندان پنجاب کے ضلع جھنگ سے جون پور آیا اور پھر کچھ مدت کے بعد بلیا میں آباد ہوگئے، جونپور میں فارسی اور عربی کی ابتدائی تعلیم مشہور طبیب مولانا حکیم جمیل الدین نگینوی سے حاصل کی اور معقولات کی کتابیں مولانا فاروق احمد چڑیا کوٹی اور مولانا ہدایت اللہ خان تلمیذ خاص مولانا فضل حق خیرآبادی سے پڑھیں، دینیات کی تعلیم کے لیے مولانا عبدالغفار کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا جو حضرت قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ کے ارشد تلامذہ میں تھے، ۱۳۲۵ھ کے اواخر میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوکر اولاً ہدایہ اور جلالین وغیرہ کتابیں پڑھیں اور ۱۳۲۷ھ میں دارالعلوم دیوبند سے فارغ التحصیل ہوئے، تعلیم سے فراغت کے بعد اسی سال میں مدرسہ عالیہ فتح پوری کے مدرس دوم بنائے گئے پھر عمری ضلع مراد آباد کے مدرسہ میں کچھ عرصے تک درس و تدریس میں مشغول رہے ۱۳۳۱ھ میں آپ کو دارالعلوم دیوبند میں بلایا گیا، ۱۳۴۰ھ سے ۱۳۴۴ھ تک مدرسہ دارالعلوم موضع اعظم گڑھ اور مدرسہ امدادیہ دربھنگہ (بہار) میں صدارتِ تدریس کی خدمات انجام دیں، ۱۳۴۴ھ میں آپ کو پھر دارالعلوم دیوبند میں بلایا گیا، ۱۳۶۲ھ میں پھر دارالعلوم سے علیحدگی اختیار کرلی، پھر اولاً جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں مسندِ صدارت کو رونق بخشی، وہاں کے بعد کچھ عرصہ تک مدرسہ عالیہ فتح پوری میں صدارتِ تدریس کی خدمات انجام دیں اور بعد ازاں بنگالی میں ہاٹ ہزاری ضلع چاٹگام کے مدرسہ میں صدر مدرس رہے اور بالآخر ۱۳۶۶ھ میں پھر دارالعلوم دیوبند آگئے، ۱۳۷۷ھ میں مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد آپ دارالعلوم کی مسندِ صدارت

تدریس پر فائز ہوئے اور تا دم واپسیں اس پر متمکن رہے، آپ کے تلامذہ کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہے جو برصغیر کے علاوہ ایشیا اور افریقہ کے بہت سے ملکوں میں پھیلے ہوئے ہیں، حضرت مولانا بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ ہر علم و فن خصوصًا علم کلام و عقائد میں یگانۂ روزگار تھے، آپ نے تفسیر و حدیث، عقائد و کلام اور دوسرے علوم کی نمایاں خدمات انجام دیں، آپ کے درس و تدریس کی مدت ۱۳۲۷ھ سے ۱۳۸۷ھ تک ساٹھ سال ہوتی ہے، طلباء آپ کے درس میں بڑے شوق اور انہماک سے شریک ہوتے اور آپ کے افاداتِ عالیہ سے مستفید ہونے کے متمنی رہتے تھے درس میں اختصار کے ساتھ بڑی جامعیت کی شان تھی، درس کا انداز نہایت باوقار ہوتا تھا لیکن اسی کے ساتھ ساتھ لطائف و ظرائف کے پیرائے میں دقیقہ سنجی اور بالغ نظری سے اہم مسائل کو حل کرنے کا خاص ملکہ اور کمال حاصل تھا قصص و حکایات کو مسائل پر اس طرح منطبق کر دیتے تھے کہ مسئلے کے تمام پہلو واضح اور منقح ہو جاتے تھے آپ کے درس کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ تلامذہ میں فن سے گہری مناسبت پیدا ہو جاتی تھی اور ان پر علم و دانش کی راہیں کھل جاتی تھیں وہ اپنے عہد میں عقائد و کلام، منطق و فلسفہ میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے، حدیث میں روایت سے زیادہ درایت سے کام لیتے تھے، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہٗ کے علوم پر آپ کی گہری نظر تھی اور حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ سے تلمذ کے علاوہ بیعت کا شرف بھی حاصل تھا، آپ کے اوصاف و کمالات کے متعلق حضرت علامہ سید محمد یوسف صاحبؒ بنوریؒ فرماتے ہیں کہ:-

حضرت مولانا بلیاویؒ دارالعلوم دیوبند کے مایہ ناز محقق عالم اور شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ کے مخصوص تلامذہ میں سے تھے، درسیات کے مشکل ترین کتابوں کے اعلیٰ ترین مدرس اور اُستاذ تھے، اپنی حیات طیبہ کا بہت حصہ علوم نقلیہ و عقلیہ کی تدریس و تعلیم میں ہی صرف کیا اور پورے

ساٹھ برس تک تدریسِ علوم دینیہ کی خدمت انجام دی، ذکاوت قوت حافظہ، اور حسنِ تعبیر میں خصوصًا معقول و منقول کے مشکلات کے حل کرنے میں یکتائے روزگار تھے اور ہندو پاک کے تقریبًا تمام علماء کے بلاواسطہ یا بالواسطہ اُستاذ تھے اور اپنے علمی کمالات اور جامعیت کے اعتبار سے قدماءً سلف کی یادگار تھے"[1]

بہر حال آپ کی ساری عمر درس و تدریس اور تبلیغ و اصلاح میں گزری، تدریس کے ساتھ ساتھ چند مفید رسائل بھی تالیف فرمائے جن میں رسالہ "مصافحہ" اور رسالہ تراویح اردو میں ہیں۔ ایک رسالہ انوار الحکمۃ فارسی میں ہے یہ رسالہ منطق و فلسفہ کے مضامین پر مشتمل ہے، "سلم العلوم" پر آپ کا حاشیہ عربی میں "ضیاء النجوم" ہے، آخر میں جامع ترمذی پر حاشیہ لکھ رہے تھے جس کے پورے ہونے کی نوبت نہ آسکی اور صحت خراب ہوتی چلی گئی، آخر کار ۲۴ رمضان ۱۳۸۷ھ مطابق ۲۷ دسمبر ۱۹۶۷ء بروز چہار شنبہ عالمِ آخرت کو تشریف لے گئے، قبرستانِ قاسمی دیوبند میں محو آرام ہیں۔

حق تعالیٰ درجات عالیہ نصیب فرمائے، آمین۔

[1] ماہنامہ بینات کراچی، ذی قعدہ ۱۳۸۷ھ

حضرت مولانا سعید احمد عثمانی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

آپ ۱۳۰۱ھ کو اپنے جدّی مکان واقع محلہ دیوان قصبہ دیوبند ضلع سہارنپور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد شیخ لطیف احمد عثمان بن شیخ نہال احمد مرحوم دیوبند کے رئیس تھے۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے حقیقی ماموں تھے۔ حضرت حکیم الامتؒ نے بچپن ہی میں اپنے پاس بلا لیا اور اپنی زیرِ نگرانی تعلیم و تربیت کی۔ علامہ ظفر احمد عثمانیؒ آپ کے چھوٹے بھائی تھے۔ پانچ سال چھوٹے تھے۔ آپ نے قرآن مجید دیوبند میں حفظ کیا۔ پھر حضرت حکیم الامت نے جامع العلوم کانپور میں اپنی نگرانی میں آپ کی تعلیمی و اخلاقی تربیت کی۔ اس وقت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ جامع العلوم کانپور کے شیخ الحدیث تھے۔

۱۳۱۵ھ میں حضرت حکیم الامتؒ نے جامع العلوم سے تعلق ختم کیا اور حضرت حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر مکیؒ کے ارشاد پر تھانہ بھون میں خانقاہ امدادیہ کو دوبارہ آباد کرنے کے لئے تشریف لائے تو آپ کو بھی اپنے ہمراہ لے آئے اور اپنی نگرانی میں تھانہ بھون کے مدرسہ اشرفیہ میں داخل کر دیا۔ درس نظامی کی اکثر کتابیں آپ نے اپنے ماموں حضرت حکیم الامت تھانویؒ سے پڑھیں۔

۱۳۲۵ھ میں مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور میں حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اساتذہ کرام سے دورۂ حدیث پڑھ کر اوّل درجہ میں سند الفراغ حاصل کی۔

فراغت کے بعد جامع العلوم کانپور میں تدریس پر مامور ہوئے اور یہاں کئی سال تک درس و تدریس کی خدمات انجام دیں۔ تفسیر بیان القرآن کے حاشیہ پر تبیان البیان کے نام سے جو حواشی درج ہیں وہ آپ ہی کے تحریر کردہ ہیں۔ ۱۳۳۰ھ میں کیرانہ ضلع مظفر نگر کے پیرجی ظفر احمد کی منجھلی صاحبزادی کے ساتھ آپ کی شادی ہوئی اور چھ ماہ بعد ہی مرض طاعون میں بروز جمعہ وفات پائی۔ آپ کی یادگار ایک صاحبزادی تھیں جو حضرت مفتی جمیل احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے عقد نکاح میں آئیں۔

آپ بہت ہی ذہین و ذکی تھے۔ آپ کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ اگر زندہ رہتے تو حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا مکمل نمونہ ہوتے۔ آپ ایک بہترین مقرر، مدبر اور زیرک تھے۔ حق تعالےٰ درجاتِ عالیہ نصیب فرمائیں۔ (آمین)

("تذکرۃ الظفر" مؤلفہ سید عبدالشکور ترمذی)

حضرت مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلویؒ

"مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلویؒ کے والد گرامی کا نام عنایت الرحمٰن تھا والد کی طرف سے آپ کا سلسلۂ نسب قاضی ضیاء الدین سنامی تک پہنچتا ہے جو دہلی کے مشہور قاضی اور خواجہ نظام الدین اولیاء کے ہم عصر تھے، کاندھلہ شروع سے ایک مردم خیز قصبہ رہا ہے۔ مفتی الٰہی بخش کاندھلویؒ، مولانا مظفر حسین کاندھلویؒ، مولانا صدیق احمد کاندھلویؒ سے لے کر مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، محمد ذکریا کاندھلویؒ، مولانا محمد علی کاندھلویؒ اور مولانا محمد مالک کاندھلویؒ تک اسی قصبہ کی مایہ ناز ہستیاں ہیں"

حفظ قرآن کے بعد مولانا اشفاق الرحمٰن صاحبؒ نے کاندھلہ ہی میں مولانا عبد اللہ خلیفہ حضرت گنگوہیؒ سے فارسی و عربی کی کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد آپ کے بڑے بھائی حافظ فضل الرحمٰن آپ کو اپنے ساتھ بھوپال لے گئے۔ جہاں آپ نے مدرسہ سلیمانیہ میں داخلہ لیا۔ اور پیر ابو احمد سے چند کتابیں پڑھیں چونکہ بھوپال میں آپ کا دل نہیں لگا، اس لئے واپس کاندھلہ تشریف لے آئے۔ بھوپال سے جس چیز نے آپ کو کھینچا اور غیبی طور سے اس آفتاب رشد و ہدایت سے فیض یاب ہونا تھا جس کے وجود سے خانقاہ امدادیہ کی زینت تھی۔ آپ کی تعلیم و تربیت کا اصل دور یہیں سے شروع ہوتا ہے۔ اور یہی وہ نکتہ ہے جس نے آپ کی زندگی پر نہایت ہی گہرا اثر ڈالا، بعد میں آپ کی زندگی مستقلاً اسی شمع ہدایت کے زیر اثر ہو کر رہ گئی۔ خانقاہِ امدادیہ کے داخلہ کا واقعہ نہایت ہی دلچسپ ہے۔ آپ کے ماموں مولانا محمد اسمٰعیل جو حضرت حکیم الامت کے پیر بھائی تھے۔ آپ کو داخل کرانے کے لئے لے گئے۔ اور آپ سے فرمایا کہ میں اشفاق کو لے کر آیا ہوں، مجھے

آپ کی سب شرطیں منظور ہیں لیکن ایک شرط میری بھی ہے۔ حضرتؒ نے فرمایا وہ کیا! کہنے لگے۔ کہ معمولی سی بے قاعدگی پر آپ اسے یہاں سے نہیں نکالیں گے۔ حضرت تھانوی رحمۃ نے منظور فرمایا اور یوں آپ کی زندگی کا نہایت اہم دور شروع ہوا۔ خانقاہ تھانہ بھون میں ہدایہ مشکوٰۃ کے درجہ تک کی تمام کتابیں حضرت تھانویؒ سے پڑھیں۔ پھر حضرت تھانوی ہی کی منشا سے مظاہر العلوم سہارنپور میں دورہ حدیث میں داخلہ لے لیا۔ جہاں حضرت اقدس مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ اور مولانا محمد یحییٰ کاندھلویؒ سے حدیث پڑھی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد آپ خورجہ تشریف لے گئے۔ اور کچھ زمانہ تک وہاں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے، اس کے بعد مدرسہ مظاہر العلوم میں مفتی کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ کیونکہ ابتدا ہی سے آپ کو افتاء اور حدیث سے خاص شغف تھا۔ آپ نے اپنے فرائض کو نہایت خو[بی] سے سرانجام دیا۔ فن طبابت قدیم زمانہ سے شرفاء کا پیشہ رہا ہے۔ کاندھلہ میں بھی بہت نامی گرامی اطباء گزرے ہیں۔ آپ نے فن طب کی تکمیل مولانا صدیق احمد کاندھلویؒ اور مولانا رضی الحسن سے کی اور جلال آباد سہارنپور میں کئی سال تک مطب چلاتے رہے۔

آپ حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے مجاز صحبت تھے۔ اور حضرت حکیم الامت سے تعلق پیدا ہونے کا اصل سبب خانقاہ امدادیہ میں داخلہ ہے۔ جہاں آپ کی ظاہری اور باطنی تربیت کا اصلی دور شروع ہوا۔ یہیں آکر آپ کے علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل ہوئی۔ کیونکہ آپ نے اکثر کتابیں حضرت تھانویؒ یا آپ کے زیر تربیت حضرات سے پڑھی تھیں جس سے تعلیمی دور ہی میں آپ کو حضرت تھانویؒ سے گہری عقیدت پیدا ہو گئی۔ جس نے آپ کی زندگی کا نقشہ ہی بدل کر رکھ دیا۔ اور یہ کیفیت پیدا ہو گئی کہ آپ کی نظر میں حضرت تھانویؒ سے تعلق اور آپ کے یہاں حاضری سے بڑھ کر کوئی چیز مہتم بالشان ہی نہیں تھی۔ بار بار حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہونا اور وہاں قیام فرمانا آپ کا شیوہ اور حضرتؒ کی منشا کے مطابق مراحل زندگی طے کرنا آپ کا

ن گیا ۔ آپ کے اس تعلق اور جذب وکیف علم وفضل اور زہد وتقویٰ کی بناء پر آپ سے حضرت
ھانوی ؒ کو بھی آپ سے کافی تعلق اور شفقت پیدا ہو گئی تھی ، اسی تعلق کی بناء پر آپ کو حضرت
ھانوی ؒ نے مجاز صحبت ہونے کا شرف بخشا ، آپ حضرت ؒ کی مجالس اور وعظ وتقریر
ی شرکت فرمایا کرتے اور حضرت کے مواعظ بھی قلمبند کرتے ۔ چنانچہ وعظ تاسیس
یان جو کاندھلہ میں اپنا مکان بنوانے پر افتتاح وبرکت کے لئے کرایا تھا ۔ وہ
ی آپ ہی کا ضبط کردہ ہے ۔ اور اسی طرح اعانتہ النافع بھی آپ نے ہی قلمبند کیا
ا ۔ اس کے علاوہ خانقاہ میں افتاء اور دوسری متعدد نقل مواعظ کی خدمات سرانجام
یتے رہے ۔ اس کے بعد حضرت تھانوی ؒ کے ایماء پر مدرسہ اشرفیہ دہلی تشریف لے
ئے لیکن کچھ ہی عرصہ بعد دہلی ہی کے مدرسہ عالیہ فتح پوری چلے آئے ۔ اور اپنی زندگی
اٹھارہ سال اس مدرسہ میں گزار سے پھر اکتوبر ۱۹۴۶ء میں علامہ سید سلیمان ندوی ؒ
عوت پر بھوپال تشریف لے گئے ۔ جہاں جامع احمدیہ میں محدث اول کے عہدہ پر
ہوئے ۔ قیام بھوپال کے دوران میں حضرت علامہ سید سلیمان ندوی ؒ کے ساتھ آپ
نہایت گہرے مراسم پیدا ہو گئے ۔ حضرت علامہ کو بھی آپ کے ساتھ خاص الفت و
ت تھی ۔ جو آخر وقت تک باقی رہی ، بھوپال میں شروع زمانہ میں روزانہ اور بعد میں
سرے روز دارالقضاء میں علامہ کے یہاں مجلس لازمی تھی ۔ اور برسات وغیرہ کے
یں بھی ناغہ نہیں ہوتا تھا ۔ آپ نے ہدایت المسلمین بھوپال کے زیر اہتمام پوری ریاست
یغی دورے کئے ، فرمایا کرتے تھے کہ دہلی کے قیام میں مولانا محمد الیاس کاندھلوی ؒ
ند بار اصرار کے باوجود میں اپنے درسی اور تصانیفی مشاغل پر تبلیغ کو ترجیح نہ دے
لیکن اب تجربے نے مجھے اس کی ہم نوائی پر مجبور کر دیا ہے ۔
انجمن ہدایت المسلمین کے رسالہ نشانِ منزل کی ادارت بھی آپ کے ہی سپرد تھی ۔
آپ تفسیر قرآن کریم کے زیر عنوان مسلسل مضمون تحریر فرمایا کرتے تھے ۔

علامہ سید سلیمان ندوی ؒ کے یہاں دارالقضاء میں درس قرآن کریم کا حلقہ ہوا کرتا تھا ، جب علامہ حج کو تشریف لے جانے لگے ۔ تو مولانا اشفاق سے فرمایا کہ میرے حلقے کو سنبھالئے فرمایا کہ میرے درس میں آپ کے لوگوں کو کیا لطف آئے گا ۔ میں آپ جیسا درس تو نہیں دے سکتا ، ہاں آپ کے لوگوں کو مصروف رکھوں گا ۔ اور مثنوی کا درس دے دوں گا ۔ چنانچہ مسجد مشکور خاں میں درسِ مثنوی کا حلقہ قائم ہوا ۔ اور علامہ ندوی ؒ کی واپسی کے بعد بھی یہ حلقہ قائم رہا ۔

بہرحال آپ زندگی بھر تدریسی خدمات انجام دیتے رہے ۔ قیام پاکستان کے بعد ۱۹۵۱ء میں دارالعلوم ٹنڈوالہ یار میں درس وتدریس کا سلسلہ قائم فرمادیا ۔ اور آخر دم تک یہی سلسلہ قائم رہا ۔ تدریس کے علاوہ چند بلند پایہ کتب بھی تالیف فرمائیں ۔ جن میں جامع ترمذی کی مفصل عربی شرح ، شمائل ترمذی کی شرح ، حاشیہ سنن نسائی ،، مراۃ التفسیر ،، " احسن البیان " فی مقدمۃ القرآن " تفسیر سورۃ فاتحہ ،، احکام رمضان " وغیرہ شامل ہیں ۔

جنوری ۱۹۵۵ء میں آپ نے رحلت فرمائی ۔ اللہ تعالیٰ درجات بلند فرمائیں ۔ آمین

حضرت مولانا سیّد مناظر احسن گیلانیؒ

حضرت مولانا گیلانیؒ بہار کی مردم خیز سرزمین کے دُرِّ شاہوار تھے، ۹ ربیع الاوّل ۱۳۱۰ھ کو اپنی ننھیال استھانواں میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم اپنے آبائی وطن گیلان میں اپنے چچا حکیم سیّد ابو النصر مرحوم سے پائی، ۱۳۲۴ھ میں مزید تعلیم کے لئے مولانا برکات احمد صاحب مرحوم کے ہاں ٹونک گئے، مولانا برکات احمد معقولات کے ایک نامور عالم تھے سات سال تک اُن سے معقولات کی چھوٹی بڑی کتابیں پڑھیں پھر مرکزِ علومِ اسلامیہ دار العلوم دیوبند تشریف لے گئے اور ۱۳۳۱ھ میں آپ نے دورۂ حدیث میں داخلہ لیا اور ۱۳۳۲ھ میں دورۂ حدیث میں شریک رہ کر دار العلوم سے کتبِ حدیث کی سند حاصل کی، دار العلوم میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ، امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ، شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور دوسرے اساتذہ کے علمی اور روحانی فیضان و تربیت سے مالا مال ہوئے، مولانا گیلانیؒ تعلیم سے فراغت کے بعد کچھ مدت تک رسالہ "القاسم" اور "الرشید" میں معاون مدیر کی حیثیت سے کام کرتے رہے، اس زمانے میں آپ نے اپنے علمی اور تحقیقی مضامین اور والہانہ طرزِ نگارش سے علمی حلقوں میں نمایاں مقام حاصل کر لیا تھا، "سوانح ابوذر غفاری" اور "کائنات روحانی" دونوں کتابیں اُن کے اُسی دور کی یادگار ہیں، پھر حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحبؒ کی سفارش سے مولانا گیلانیؒ کا حیدر آباد دکن کے جامعہ عثمانیہ میں تقرر ہوگیا جہاں جلد ہی شعبۂ دینیات کے صدر منتخب ہو گئے اور تقریباً ۲۵ برس تک حیدر آباد میں علمی خدمات انجام دیتے رہے اس دوران ہزاروں افراد نے آپ کے درس و تربیت سے فیض حاصل کیا، "النبیؐ الخاتم" "الدین القیم" "تدوین

حدیث، ہزار سال پہلے، نظامِ تعلیم و تربیت آپ کے علمی شاہکار ہیں، آپ کی سب سے آخری تصنیف "سوانح قاسمی" ہے جو بانی دار العلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات کمالات پر مکمل و مفصل تالیف ہے ان کے علاوہ سینکڑوں مقالات و مضامین آپ کے قلم سے نکلے، اور ملک کے بلند پایہ رسائل و جرائد میں شائع ہوئے، آپ کا جو والہانہ اسلوب تحریر میں پایا جاتا تھا، وہی والہانہ رنگ تقریر میں بھی تھا، آپ اپنے علم و فضل، وسعتِ مطالعہ، دقّتِ نظر، نکتہ رسی اور دقیقہ سنجی میں نادرۂ روزگار تھے،

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیّب قاسمی مدظلہٗ فرماتے ہیں کہ: "حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم مشاہیر فضلائے دار العلوم دیوبند میں سے تھے، صاحب طرز مصنّف، ذہین و ذکا اور طبّاعی میں منفرد تھے، تحصیلِ علوم سے فراغت کے بعد دار العلوم دیوبند کے رسالہ "القاسم" کے ایڈیٹر اور رئیس التحریر منتخب کئے گئے اور عرصۂ دراز تک قلمی خدمات سے ہندوستان کے علمی حلقوں کو مستفید کرتے رہے، اس کے بعد حضرت مولانا حافظ محمد احمد قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کی سفارش پر جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن کے پروفیسر مقرر ہوئے، اس دوران میں بہت سی مفید اور علمی تصانیف آپ کے قلم سے نکلیں جن میں "کائنات روحانی" "سوانح ابوذر غفاری" "النبی الخاتم" "اسلامی معاشیات" "رحمۃ اللعالمین" اور امام ابو حنیفہ کی سیاسی زندگی وغیرہ آپ کی مخصوص اور مشہور تصانیف ہیں، آخر زندگی میں احقر کی فرمائش پر "سوانح قاسمی" تین جلدوں میں مرتب کی جو آپ کی تصانیف میں ایک شاہکار تصنیف ہے، اس کے بارے میں جب احقر نے ان سے فرمائش کی تو بہت خوشی اور امنگ سے اُسے قبول کرتے ہوئے کہا، کہ

میری علمی زندگی کی ابتداء "القاسم" ہی سے ہوئی تھی اور انتہا بھی شاید "القاسم" یعنی حضرت نانوتویؒ کی زندگی ہی پہ ہوگی"

چنانچہ یہی ہوا کہ سوانح قاسمی کی چوتھی جلد آپ نے شروع کی پانچ صفحے لکھنے پائے تھے کہ عمر نے جواب دیدیا اور "القاسم" ہی پر انتہا ہوگئی"۔ [1]

---

[1] تاریخ دار العلوم دیوبند۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ آپ کے اخلاق و اوصاف کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ :۔

مولانا گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے حُسنِ ظاہر اور حُسنِ باطن سے خوب نوازا تھا، ان کی شیریں گفتاری ، شگفتہ بیانی اور اس کے ساتھ ان کی نورانی صورت اور خندہ پیشانی نے اُن کی شخصیت میں عجب دل آویزی اور دلکشی پیدا کر دی تھی وہ اپنے حلقۂ احباب میں بڑے محبوب اور اپنے حلقۂ تلامذہ میں بڑے مقبول تھے اور جو اُن کی صحبت میں ایک مرتبہ بیٹھ جاتا وہ یہ کہتا ہُوا اُٹھتا تھا کہ ؎

بہت جی لگتا ہے صحبت میں اُن کی

لانا کی قرأت میں بڑا سوز اور حلاوت تھی قلب پر اس کا اثر پڑتا اور جی چاہتا کہ قرأت طویل ہو، مولانا
مجلس میں بڑا انبساط تھا اور علمی و درسی اصطلاح میں تنزل بھی تھا، لطائف بھی تھے، واقعات
ی تھے اور چیدہ و منتخب اشعار بھی، وہ بھی ترنم کے ساتھ، دلنوازی اور شفقت بھی تھی اور علمی و
حقیقی شان بھی اور یہ سب اسی لطافتِ روح اور سبک جانی کا نتیجہ تھا جو اُن کو عطا ہوئی تھی، مولانا
وم عالموں میں عالم تھے، ادیبوں میں ادیب، مورخوں میں مؤرخ، فقیہوں میں فقیہہ، محدثوں میں
ث، مفسروں میں مفسر، غرضیکہ فارسی اردو دان کا یکساں مذاق تھا، وہ اپنی ذات میں ایک انجمن
ثیت رکھتے تھے اور بلا مبالغہ وسعتِ نظر، وسعتِ مطالعہ، رسوخ فی العلم اور ذکاوت میں ان کی
ں وقت ملنی مشکل ہے، والغیب عنداللہ تصنیف و تالیف کے لحاظ سے وہ عصرِ حاضر کے عظیم
ف تھے اور حقیقت میں اسلاف کی یادگار تھے،، [1]

بہرحال آپ کے مقامِ علمی و عرفانی کے اندازہ کے لئے آپ کے شیخ و مربی حکیم الامت

[1] پرانے چراغ مولفہ سید ابوالحسن علی ندوی

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کا یہ ارشادِ گرامی ہی کافی ہے کہ :۔

"مناظر احسن تھے سارے مناظر احسن ہیں۔"

آپ کی ساری زندگی درس و تدریس، تبلیغ و ارشاد اور خدمتِ اسلام میں گزری
قیام پاکستان کے بعد شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی طلبی پر پاکستان تشریف لائے
اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ، علامہ سید سلیمان ندویؒ اور مولانا احتشام الحق تھانویؒ
ساتھ مل کر اسلامی آئین کی ترتیب و تدوین میں حصہ لیا اور مسودہ آئین تیار کر کے واپس
تشریف لے گئے، اور طویل علالت کے بعد اپنے وطن گیلانی ہی میں ۲۵ شوال المکرم
مطابق ۵ جون ۱۹۵۶ء کو وفات پائی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

● ۔ ہر گناہ سے بچنا چاہیئے یہ مہلک زہر ہے گناہ کرنا ایسا ہے جیسے سنکھیا کھانا ایک
شخص ہے، پلاؤ بھی کھاتا ہے، مرغ بھی اور دوسرے عمدہ عمدہ کھانے بھی کھاتا ہے
لیکن ساتھ ہی سنکھیا بھی کھاتا ہے دوسرا شخص ہے کہ وہ صرف مکئی کی خشک روٹی کھاتا
ہے بغیر سالن کے لیکن سنکھیا نہیں کھاتا تو یہ دوسرا شخص پہلے سے بہت اچھا ہے
لئے کہتا ہوں کہ خواہ اعمالِ حسنہ کم ہی کرے یعنی فرائض و واجبات کے علاوہ کچھ نہ کرے
لیکن سنکھیا نہ کھائے یعنی گناہ نہ کرے، یہ اس سے اچھا ہے جو تہجد بھی پڑھتا
ہے، تلاوت بھی بہت کرتا ہے ذکر وغیرہ میں بھی مصروف رہتا ہے لیکن ساتھ ہی
سنکھیا بھی کھاتا ہے یعنی گناہ بھی کرتا ہے جو ان تمام اعمال کو ضائع کر دیتے
ہیں۔" (مخدوم الامت مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ)

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ

حضرت مولانا عثمانیؒ ایک بلند پایہ علمی خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور آپ کا سلسلۂ
ب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے ۔ آپ ۱۳ ربیع الاول ۱۳۱۰ھ کو قصبہ
بند ضلع سہارنپور کے مشہور زمیندار اور رئیس شیخ لطیف احمد عثمانی کے گھر پیدا ہوئے آپ
دادا شیخ نہال احمد عثمانیؒ ہیں، دار العلوم دیوبند والی زمین ان ہی کی عطیہ کردہ ہے ۔ مولانا عثمانیؒ
ت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے حقیقی بھانجے تھے اور بچپن ہی سے ان کے زیر
ت رہے ، ابتدائی تعلیم دار العلوم دیوبند میں حاصل کی ۔ پھر اپنے ماموں حکیم الامت مولانا اشرف
یؒ کی خدمت میں چلے گئے ، ان کے بعد ان ہی کے حکم پر مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ
یہاں شیخ وقت محدث عصر حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کے سامنے زانوئے ادب تہہ کی
ں علمی کے ساتھ فیضِ روحانی بھی حاصل کیا اور جلد ہی خود بھی ایک عظیم محدث ، مفسر ، محقق
یخ کامل ثابت ہوئے ۔ فراغت تعلیم کے بعد مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں مدرس مقرر ہوئے
سال کے بعد حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے بلانے پر تھانہ بھون چلے گئے جہاں آئندہ سات برس
دیث وفقہ اور منطق کا درس دیتے رہے اسی دوران آپ نے اپنی معرکۃ الآراء کتاب " اعلاءُ السنن "
نخیم جلدوں میں علم حدیث پر عربی زبان میں تالیف فرمائی ، جس کے بارے میں مشاہیر علماء نے اپنے
ظن کا مظاہرہ کیا ہے وہ قابلِ غور ہے ۔

مصر کے نامور محقق عالم علامہ زاہد الکوثریؒ فرماتے ہیں : کہ

اعلاءُ السنن " کے مولف علامہ ظفر احمد عثمانی جو اس دور کے عظیم

محدث ، مفسر ، محقق ، مدبر ، مدقق ، فقیہ ، اور عارف کامل ہیں ان کی
علمی قابلیت و مہارت کو دیکھ کر میں حیران رہ گیا ہے کتاب فن حدیث پر ایک
قابل دید کتاب اور قابلِ رشک ہے جو اسی عزیز مند عالم کا کارنامہ ہے
اور کسی کے بس کا کام نہیں ہے ۔"

محدث العصر علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ اس عظیم تالیف کے متعلق اپنی رائے عالی کا یوں اظہار کرتے
ہیں کہ " حضرت مولانا عثمانیؒ کی تصانیف میں " اعلاءُ السنن " کے علاوہ اگر کوئی اور تصنیف
نہ بھی ہوتی تو تنہا یہ کتاب ہی علمی کمالات ، حدیث وفقہ و رجال کی قابلیت و مہارت
اور نکتہ و تحقیق کے ذوق ، محنت و عرق ریزی کے سلیقہ کے لئے برہان قاطع
ہے ۔ " اعلاءُ السنن " کے ذریعے حدیث وفقہ اور خصوصاً مذہب حنفی کی وہ قابل
قدر خدمت کی ہے جس کی نظیر ملنا مشکل ہے یہ کتاب ان کی تصانیف کا شاہکار
اور فنی و تحقیقی ذوق کا معیار ہے اور یہ وہ قابل قدر کارنامہ ہے جس پر جتنا
رشک کیا جائے کم ہے ، حضرت عثمانی نے اس کتاب کے ذریعے جہاں علم پر
احسانِ عظیم کیا ہے وہاں علماءِ حنفیہ قیامت تک ان کے مرہونِ منت رہیں گے ۔"

مخدوم العلماء حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی مدظلہٗ فرماتے ہیں کہ :-

" حضرت عثمانیؒ ایسے زبردست عالم دین اور شیخ کامل تھے جن کی رگ رگ میں دین بھرا ہوا
تھا اس زمانے میں ان کی مثال مشکل ہی سے ملے گی ، دوسری بیشمار تصانیف کے علاوہ ان
کی دو کتابیں ان کے علوم و معارف کے لئے زندہ دلیلیں ہیں ، ایک احکام القرآن اول کی دو منزلیں
اور " اعلاءُ السنن " بیس جلدوں میں تو ایسا زبردست شاہکار ہے کہ گذشتہ ہزار سال سے ایسی کتاب
کی ضرورت تھی مگر اب تک وجود میں نہ آسکی تھی ۔"

شیخ الحدیث مولانا عبد الحق صاحب فرماتے ہیں کہ :-

حق تعالیٰ نے حضرت عثمانیؒ کو حدیث رسولؐ کی خدمات جلیلہ سے نوازا تھا اور پھر حضرت

حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ جیسے مرشد و ہادی کی رہنمائی میں علمی خدمات انجام دینے کا حق تعالیٰ
نے موقع نصیب فرمایا، اور آپ نے اپنی ذہانت، تبحرِ علمی کے بدولت حدیث مبارکہ سے
مذہبِ حنفی کی تائید و تقویت کا عظیم الشان کارنامہ "اعلاء السنن" جیسی شہرۂ آفاق تالیف کی
شکل میں انجام دیا۔ جس پر حنفی دنیا بالخصوص اور تمام علمی دنیا بالعموم ہمیشہ فخر کرتی رہے گی۔
حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا ارشادِ گرامی ہے :- کہ

"اس کتاب کے علاوہ مولانا ظفر احمد صاحب کی اگر کوئی اور
کتاب نہ بھی ہوتی تب بھی اپنی فضیلت و کرامت کے اعتبار سے
یہی ایک ان کے علمی مقام کے لئے بڑی دلیل ہے۔"

بہرحال حضرت مولانا عثمانیؒ نے کم و بیش پچیس برس تک حضرت حکیم الامتؒ کی رفاقت
میں تصنیف و تالیف کا کام کیا اور سینکڑوں کتابیں ان کے قلم فیض رقم سے منصۂ شہود پر آئی ہیں۔
جن میں "اعلاء السنن" کے علاوہ "احکام القرآن" "تلخیص البیان" "القول المیسور فی تسہیل" "ثبات الستور"
"امداد الاحکام" "القول الماضی فی نصب القاضی" "کشف الدجیٰ عن وجہ الربوا" "فتح الظفر" "اسباب المحمودہ"
"بیان المشیر" "مرام الخاص" "انکشاف الحقیقت" "القول المنصور" "حقیقت معرفت" "نظر الجلی"
"شرف العلی" "تحذیر المسلمین عن موالاۃ المشرکین" "تردید پرویزیت" "براءۃ عثمان" "فاتحہ الکلام
فی القراءۃ خلف الامام" "معاویہؓ بن سفیان و فضائل جہاد" "فضائل قرآن" "فضائل سید المرسلین" "ولادت
...یہ کا راز" "حوائج بشریہ اور تعلیم نبوت" "انجاء الوطن" "سفر نامہ حجاز اور انوار النظر فی آثار الظفر"
وغیرہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ آپ کی علمی اور روحانی صلاحیتوں سے اس قدر متاثر
و مطمئن تھے کہ اپنے ذاتی معاملات میں بھی آپ سے مشورہ کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے : کہ

"مولانا ظفر احمد عثمانیؒ جو میرے بھانجے بھی ہیں اس دور کے
امامِ محمدؒ اور علومِ دین کا سرچشمہ ہیں۔"

اسی طرح آپ کے استاد و مرشد حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ قدس سرہٗ فرمایا کرتے
کہ :- مولانا ظفر احمد صاحب اس وقت علم و عمل میں بہت آگے
ہیں اور اپنے ماموں حکیم الامتؒ تھانوی کا عین نمونہ ہیں۔"

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلویؒ رئیس التبلیغ دہلی والوں سے فرمایا کرتے تھے :

"جب بھی مولانا ظفر احمد صاحب دہلی تشریف لایا کریں تو تم لوگ
ان کی شخصیت سے فائدہ اٹھایا کرو، ان کی مجلسوں میں بیٹھ کر
ان سے تقریریں کرایا کرو، اور خوب خوب فائدہ اٹھایا کرو۔"

اسی طرح حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، حضرت علامہ محمد انور
کشمیریؒ، حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ اور حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ جیسے اکابر
کی جامع شخصیت کے معترف تھے اور آپ کا بیحد احترام کرتے تھے، شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ
نے ایک دفعہ آپ کی خدمات کو دیکھ کر فرمایا کہ :-

"مولانا ظفر احمد صاحب حقیقت میں نیابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کا حق ادا کر رہے ہیں۔"

علامہ سید سلیمان ندویؒ فرمایا کرتے تھے :- کہ

"مولانا عثمانی کی تحریر سلف صالحین جیسی ہوتی ہے اور تحریر و تقریر
اور کردار و عمل سے قدیم اسلاف کی یاد تازہ کرتے ہیں۔"

الغرض عہد حاضر میں حضرت عثمانی قدس سرہٗ کا شمار ان علماء حق میں ہوتا تھا، جن پر
عجم ہمیشہ ناز کرتا رہے گا، اور بلاشبہ آپ کا نام برصغیر کے ان مشاہیر علم و عمل کے سلسلہ میں سر فہرست
آتا تھا۔ بلکہ آپ ان کے صدر نشین تھے۔ جن کے تبحر علمی، تقدس بزرگی، دینی علوم میں کمال جامعیت
بصیرت اور تفقہ کو علمی حلقوں میں بطور سند پیش کیا جاتا تھا۔ آپ نہ صرف یہ کہ علوم شریعت کے متبحر عالم
تھے، بلکہ علوم طریقت اور سلوک و تصوف کے بھی کامل شیخ تھے اور آپ کی ذات گرامی، علوم ظاہری

ور علوم باطنی دونوں کا مخزن تھی اور بقول مولانا سید عبدالشکور ترمذی مدظلہٗ کہ علم سفینہ سے زیادہ
علم سینہ مولانا عثمانی کا اصلی جوہر اور حقیقی زیور تھا، آپ کے علم و فضل، اخلاص و عمل، تقویٰ و طہارت
شیت و للہیت، سادگی و تواضع اور دیگر اوصاف فاضلہ سے اسلاف کی یاد تازہ ہوتی تھی "۔

آپ کے علمی و روحانی مقام کا اندازہ اس امر سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کے تلامذہ
ر خلفاء میں ایسے جید علماء بھی شامل ہیں کہ جن کا نام آتے ہی احترام سے گردنیں جھک جاتی ہیں، شیخ الحدیث
حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، حضرت مولانا سید بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنیؒ، حضرت مولانا عبد الرحمٰن
مل پوریؒ، حضرت مولانا اسعداللہ سہارنپوریؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ، حضرت
لانا مفتی دین محمد خان بنگالی، حضرت مولانا شمس الحق فرید پوریؒ، مولانا محمود داؤد ہاشم مفتی
علم برما، مولانا احتشام الحق تھانویؒ، مولانا محمد مالک کاندھلوی، اور مولانا سید عبدالشکور ترمذی
یسے مشاہیر علم و فضل آپ کے تلامذہ اور خلفاء ہیں، ان کے علاوہ لاکھوں تلامذہ اور مریدین
ن و بیرون ملک دینی و علمی اور اصلاحی خدمات انجام دے رہے ہیں، غرضیکہ آپ کا فیض افریقہ
ے لے کر مشرق بعید تک پھیلا ہوا ہے، اور بالخصوص مشرقی پاکستان کے توچپہ چپہ پر آپ
ے جلائے ہوئے چراغ روشنی پھیلا رہے ہیں، درس و تدریس اور تبلیغ و ارشاد آپ کا اصل مشن
ا، اور مختلف دینی مراکز میں علمی خدمات انجام دیتے رہے، مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور اور مدرسہ
رفیہ تھانہ بھون کے علاوہ ایک طویل عرصہ تک ڈھاکہ یونیورسٹی اور مدرسہ عالیہ ڈھاکہ سے بھی وابستہ
ہے اور ہزاروں تشنگان علوم کو سیراب کرتے رہے۔

دینی، علمی اور اصلاحی خدمات کے ساتھ ساتھ آپ کی سیاسی و ملی خدمات بھی ناقابل فراموش
ں اور مسلم لیگ کی جدوجہد آزادی قیام پاکستان کے سلسلہ میں آپ کی خدمات جلیلہ بڑی قابل قدر اور
قابل فراموش ہیں، آپ کی سیاسی جدوجہد کا آغاز ۱۹۳۸ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس
ٹنہ سیشن سے ہوا جہاں مولانا تھانویؒ کے نمائندہ خصوصی کی حیثیت سے آپ نے حضرت تھانویؒ
تاریخی پیغام پڑھ کر سنایا تھا۔ اور قائداعظم اور دیگر اکابرین مسلم لیگ کے سامنے حضرت تھانوی

قدس سرہٗ کے نقطۂ نگاہ کی ترجمانی فرمائی تھی اس کے بعد مسلم لیگ اور کانگریس کے آخری فیص
کن انتخابات کے سلسلہ میں آپ نے پورے ہندوستان کا طوفانی دورہ کر کے مسلم رائے عامہ کو
کے حق میں ہموار کیا اور جہاں جہاں کانگریس کے نظریۂ متحدہ قومیت کا اثر تھا، ان مقامات پر
کر اس کے باطل اثرات کو مٹایا اور یہ بات بلا خوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ اس الیکشن کی کامیابی
مولانا عثمانی قدس سرہٗ کے اس دورہ کا بہت بڑا دخل تھا جس کا برملا اعتراف قائداعظم اور ق
ملت خان لیاقت علی خان مرحوم نے کیا ہے اسی طرح سلہٹ ریفرنڈم کی مہم جو نہایت معرکہ آ
مہم تھی اس کی فتح کا سہرا بھی مولانا عثمانیؒ کے سر تھا۔

ملکی سیاسیات میں آپ شروع سے دو قومی نظریہ اور مسلمانوں کی جداگانہ تنظیم کے
صرف حامی بلکہ داعی اور علمبردار رہے اور آپ نے کانگریس کے نظریہ متحدہ قومیت کی ہمیشہ مخا
کی اور ہر زمانہ میں ہندو مسلم اتحاد کے دلفریب نعروں کا کھوکھلا پن واضح کرتے اور ان کے نقصا
سے مسلمانوں کو آگاہ کرتے رہے۔

اکتوبر ۱۹۴۵ء میں تحریک پاکستان کی حمایت میں اکابر علماء کی ایک تنظیم "جمعیت علماء
"قائم کی جس کے پہلے مرکزی صدر علامہ شبیر احمد عثمانی منتخب ہوئے اور جس کے اراکین عاملہ میں
مفتی محمد شفیع دیوبندی مولانا اطہر علی سلہٹی، مولانا محمد طاہر قاسمی، مولانا مفتی محمد حسن امرتسر
علامہ سید سلیمان ندوی وغیرہ حضرات شامل تھے، آپ اس جمعیت کے نائب صدر مقرر ہوئے
تحریک پاکستان میں بھرپور حصہ لیا اور ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو قیام پاکستان کے موقع پر اپنے د
مبارک سے پاکستانی پرچم لہرایا۔

قیام پاکستان کے بعد پاکستان میں نظام اسلام کے نفاذ کے لئے انتھک جدوجہد
کرتے رہے، اور ۱۹۴۹ء میں قرارداد مقاصد کے نام سے دستور اسلامی کا خاکہ علامہ شبیر احمد
مولانا مفتی محمد شفیع، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کے ساتھ مل کر قومی اسمبلی میں پاس کرایا پھر
شہاب الدین وزیر داخلہ پاکستان کے ہمراہ حکومت پاکستان کی طرف سے حکومت سعودی عرب

مولانا احتشام الحق تھانویؒ نے اپنے تعزیتی کلمات میں فرمایا: کہ
مولانا عثمانی کی وفات سے تمام دینی و علمی حلقے یتیم ہو گئے ہیں، اور پاکستان اپنے
مذہبی بانی و سرپرست سے محروم ہو گیا ہے آپ کے علم و فضل، خلوص و عمل اور
زہد و تقویٰ کو دیکھ کر اسلاف کی یاد تازہ ہو جاتی تھی ان کی صحبت کی برکت سے
ہزارہا بندگانِ خدا کو یقین و معرفت کی دولت میسر آئی تھی ساری زندگی ذکر و اذکار
درس و تدریس، تبلیغ و اصلاح اور خدمت اسلام میں گزر دی، اور آخر میں ۱۹۴۸ء
میں میری دعوت پر دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈو الہ یار میں بطور شیخ الحدیث تشریف
لائے اور آخر عمر تک اپنے علمی و روحانی فیض سے ایک جہان کو منور کیا اور اپنے علم
ظاہر اور علم باطن کے ذریعے ایک جہان کو فیض یاب کیا اللہ تعالیٰ ان کو درجات عالیہ
نصیب فرمائے۔ آمین۔

مولانا محمد یوسف بنوری فرماتے ہیں کہ: - حضرت عثمانی کی رحلت سے مسند علم و تحقیق،
مسند تصنیف و تالیف، مسند تعلیم و تدریس، مسند بیعت و ارشاد بیک وقت خالی
ہو گئیں، اور اب ان کو پر کرنے والا کوئی نظر نہیں آتا،

مولانا شمس الحق افغانی فرماتے ہیں کہ: - مولانا عثمانی کی وفات سے جو خلاء پیدا ہوا ہے
وہ کبھی پر نہیں ہوگا وہ اس وقت پورے عالم اسلام میں اسلاف کی یادگار تھے"

مولانا تقی عثمانی فرماتے ہیں کہ: - حضرت مولانا عثمانی کے سانحہ ارتحال کے ساتھ ہی چودھویں
صدی کی پوری تاریخ رخصت ہو گئی ہے حق تعالیٰ ہمیں ان کے نقش قدم پہ چلنے
کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

آسماں تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے ✿ سبزہ نورستہ تیرے در کی دربانی کرے

(تفصیل کے لیے "تذکرۃ الظفر" مؤلفہ محمد عبدالشکور ترمذی اور سیرت عثمانی مرتبہ احقر غازی غفرلہ دیکھیے)

آپ کی اولاد صالحہ میں سے مولانا محمد احمد عثمانی، مولانا قمر احمد عثمانی اور مولانا محمد مرتضیٰ عثمانی جید عالم و فاضل

لئے نیز بنگالی مشن میں ایک ممبر کی حیثیت سے شرکت فرمائی، اور میدان عرفات میں سلطان ابن سعود
کی درخواست پر مسلمانانِ عالم کو خطاب فرمایا، قیام پاکستان کے بعد اردو کو سرکاری زبان کے لئے
پانچ لاکھ بنگالی مسلمانوں کے دستخطوں کے ساتھ ایک یادگار تحریری دستاویز قائد اعظم کی خدمت
میں پیش کی جس کے بعد قائد اعظم نے اردو کو سرکاری زبان بنانے کا اعلان کیا -

جب حکومت پاکستان کی طرف سے ملکی قوانین کو اسلامی اصولوں کی روشنی میں مدون کرنے
کے لئے ایک لاء کمیشن قائم کیا گیا تو آپ کو ایک اعزازی رکن کی حیثیت سے شامل کیا اور آپ نے
اراکین لاء کمیشن کی دینی رہنمائی فرمائی اس کے بعد ۱۹۵۱ء میں ہر مکتب فکر کے جید علماء کے اجلاس
میں جو مولانا احتشام الحق تھانوی کی قیام گاہ پر منعقد ہوا تھا اس میں شرکت فرمائی اور بائیس نکات
پر مشتمل ایک دستوری خاکہ حکومت پاکستان کو پیش کیا اور ہمیشہ اعلائے کلمۃ الحق کے لئے کام کرتے
رہے الغرض جب بھی آپ نے یہ محسوس کیا کہ اب عملی سیاست میں حصہ لینا مسلمانوں کے مفاد میں
ہے تو دوسرے دینی مشاغل علمیہ کے ساتھ ملکی سیاست میں عملی طور پر حصہ لینے سے کبھی دریغ نہیں کیا۔

۱۹۶۹ء میں جب ملک میں سوشلزم اور دوسرے لادینی نظریات کا مقابلہ کرنے کے لئے
عملی سیاسیات میں عملی طور پر حصہ لینے کی ضرورت پیش آئی تو انتہائی ضعف و پیرانہ سالی کے باوجود
میدان عمل میں نکل آئے اور مرکزی جمعیت علماء اسلام کے امیر اعلیٰ کی حیثیت سے ملک کے دونوں
حصوں میں مسلمانوں کو اس فتنہ سے آگاہ فرماتے رہے،

بہرحال آپ ساری زندگی علمی، دینی، تبلیغی، اصلاحی، سیاسی اور ملی خدمات میں مصروف
رہے اور اپنے علم و عمل اور زہد و تقویٰ کی شمع نورانی سے ایک عالم کو منور کرتے رہے اور آخر کار
۲۱ ذی قعدہ ۱۳۹۴ھ مطابق ۸ دسمبر ۱۹۷۴ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون -

ہزاروں عقیدتمندوں نے نماز جنازہ میں شرکت فرمائی، اور مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد
شفیع صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی -

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ

مفتی اعظم مولانا محمد شفیع دیوبندیؒ کا شمار ایسے علمائے حق میں ہوتا ہے جنہوں نے پوری زندگی علوم دینیہ کی خدمت اور امت مسلمہ کی اصلاح کے لئے صرف فرمائی، وہ نہ صرف مفسر عہد مدبر عصر، عالم بے بدل، فاضل اجل، فقیہ دوراں اور محقق اعظم تھے، بلکہ راہ سلوک و تصوف کے بے مثل امام تھے اور شیخ کامل تھے، عالموں کے عالم اور اصحاب ارشاد کے صدر نشین تھے اور حقیقت میں ہمارے عظیم اسلاف کی یادگار تھے ان کی زندگی ہم سب کے لئے مشعل راہ اور نمونۂ ہدایت تھی،

آپ ۲۰ اور ۲۱ شعبان ۱۳۱۴ھ مطابق ۱۸۹۷ء کی درمیانی شب میں قصبہ دیوبند ضلع سہارنپور میں پیدا ہوئے، خاندانی اعتبار سے آپ عثمانیؒ تھے آپ کے والد ماجد مولانا محمد یٰسین دیوبندیؒ ایک جید عالم دین اور صاحب نسبت بزرگ تھے، حضرت مفتی اعظمؒ نے ایک دینی ماحول میں آنکھ کھولی اور بچپن ہی سے جلیل القدر علماء کی صحبت میں بیٹھنے کا شرف حاصل ہوا پانچ سال کی عمر میں حافظ محمد عظیم صاحب کے پاس دارالعلوم دیوبند میں قرآن کریم کی تعلیم شروع کی، فارسی کی تمام مروجہ کتابیں اپنے والد محترم سے دارالعلوم میں پڑھیں حساب و فنون ریاضی کی تعلیم اپنے چچا مولانا منظور احمد صاحب سے حاصل کی، سولہ سال کی عمر میں دارالعلوم کے درجہ عربی میں داخل ہوئے، اور ۱۳۳۵ھ میں فارغ التحصیل ہوئے جن عظیم المرتبت علمائے امت سے حضرت مفتی اعظمؒ نے شرف تلمذ حاصل کیا، ان میں امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ مفتی اعظم ہند مولانا عزیز الرحمٰن عثمانیؒ، شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، عارف باللہ

مولانا سید اصغر حسین دیوبندیؒ، شیخ الادب مولانا اعزاز علی دیوبندیؒ، استاذ العلماء مولا[نا]
رسول خان ہزارویؒ اور فخر العلماء مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی جیسے اکابرین شامل ہیں جو اپنے
اپنے شعبوں میں اپنی نظیر آپ ہی تھے۔

زمانہ طالب علمی میں حضرت مفتی اعظمؒ کا شمار نہایت ذہین اور محنتی طلباء میں ہوتا تھا او[ر]
امتحانات میں ہمیشہ امتیاز کے ساتھ کامیاب ہوتے تھے، اسی لئے اساتذہ آپ سے بے حد
شفقت اور محبت کا سلوک کرتے تھے ۱۳۳۵ھ میں فارغ التحصیل ہوئے تو حضرت مولانا
حبیب الرحمٰن عثمانیؒ نے انہیں ابتدائی کتب کی تعلیم کے لئے استاذ مقرر فرمادیا پھر بہت جلد درجہ عل[یا]
کے استاذ ہوگئے، اور تقریباً ہر علم و فن کی جماعتوں کو پڑھایا ان کا درس ہمیشہ ہر جماعت میں مقب[ول]
رہا، مگر دورۂ حدیث کی مشہور کتاب ابوداؤد شریف اور عربی ادب کی مشہور کتاب مقامات حریری
درس تو ایسا ہوتا تھا کہ مختلف ملکوں کے علماء اور اساتذہ بھی شریک ہونا سعادت سمجھتے
دارالعلوم میں تدریس کا یہ سلسلہ ۱۳۶۲ھ تک جاری رہا۔ اس ۲۷ سال کے عرصہ میں انڈونیشیا، ملائ[یشیا]
سنگاپور، برما، برصغیر، افغانستان، بخارا، سمرقند، وغیرہ کے تقریباً پچیس ہزار طلباء نے ان سے
شرف تلمذ حاصل کیا، ان میں سے ہزاروں اب بھی مختلف ملکوں میں دین کی خدمت میں مصروف
دارالعلوم دیوبند میں تدریس کے دوران مفتی اعظم ہند حضرت مولانا عزیز الرحمٰن عثمانیؒ نے
کے سلسلہ میں آپ سے کام لینا شروع کیا وہ سوالات کے جوابات خود لکھتے اور آپ سے لکھو
اور اصلاح و تصدیق کے بعد یہ روانہ کر دیئے جاتے ۱۳۴۴ھ میں وہ مستعفی ہوگئے، ارباب
دارالعلوم نے مختلف صورتوں سے دارالافتاء کا کام چلایا، مگر ۱۳۴۹ھ میں یہ کام مستقل آپ
سپرد کر دیا گیا، آپ کو اس عظیم کام کی اہمیت کا بہت احساس تھا کیونکہ دارالعلوم میں نہ صرف
کے کونے کونے سے استفسار موصول ہوتے تھے بلکہ دنیا بھر کے ملکوں سے مسلمان مختلف
فقہی مسائل کے بارے میں آخری فیصلوں کے لئے دارالعلوم دیوبند سے رجوع کیا کرتے تھے
مفتی صاحب اپنی جگہ یہ سمجھتے تھے کہ وہ صدر مفتی کے منصب کا حق پوری طرح ادا نہیں کر سکیں

تاہم حضرت مولانا سید اصغر حسین دیوبندیؒ اور حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی
پرستی مدد اور اعانت کے وعدے پر انہوں نے یہ عظیم منصب قبول کیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم
آپ صدر مفتی کے عظیم منصب کا حق پوری طرح ادا کرتے رہے اور قیام پاکستان تک اس عظیم
سب پر فائز رہے۔

حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے سلوک و تصوف میں بھی بلند مقام پایا تھا ابتداء میں آپ
ت شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ سے ۱۹۲۰ء میں بیعت ہوئے پھر ان کی وفات کے بعد
ا ھ میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے بیعت ہوئے، جنہوں نے آپ کی علمی اور
ی صلاحیتوں کو دیکھ کر ۱۳۴۹ھ میں آپ کو اپنا خلیفہ اور مجاز بیعت قرار دے دیا، حضرت
امت تھانویؒ کے خلفاء مجازین میں حضرت مفتی اعظمؒ کو ایک خاص مقام حاصل تھا اور حضرت
الامت آپ پر خاص توجہ فرمایا کرتے تھے آپ تقریباً بیس سال تک حضرت حکیم الامت کی
ت میں رہے اور ان کی زیر نگرانی کئی عظیم تالیفات اپنے قلم سے تصنیف فرمائیں۔ جیسے احکام القرآن
ہ ناجزہ وغیرہ بہرحال آپ پر حضرت حکیم الامتؒ کو ایک خاص اعتماد تھا، حضرت مولانا مفتی
حمد تھانوی مدظلہٗ فرماتے ہیں کہ حضرت حکیم الامت تھانویؒ کو آپ کی علمی و فقہی بصیرت پر اس
تماد تھا کہ اپنے ذاتی معاملات میں بھی ان سے مشورہ لیتے اور فتویٰ طلب فرماتے اور اس
فرماتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت حکیم الامتؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مفتی محمد شفیع کی عمر دراز کرے مجھے ان
ہ خوشیاں ہیں ایک تو یہ ان کے ذریعے علم حاصل ہوتا رہتا ہے اور دوسری یہ کہ اللہ تعالیٰ
ہے کہ میرے بعد بھی کام کرنے والے موجود ہیں "
ولانا قاری محمد طیب قاسمی مدظلہٗ فرماتے ہیں کہ
"حضرت مفتی اعظمؒ ہمارے شیخ حضرت حکیم الامت کے علمی اور روحانی ترجمان
ور صحیح جانشین تھے، ہمارے قدیم اسلاف کی یادگار تھے۔ فقہ و تفسیر میں امامت کا

مرتبہ حاصل تھا، ایک مایہ ناز مصنف، ادیب اور شاعر تھے، ایک شیخ کامل تھے اور عارف
عارف کامل تھے، الغرض آپ کی شخصیت ایک جامع شخصیت تھی اور اکابرین امت کو آپ
کی ذات پر مکمل اعتماد تھا، امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا حسین
احمد مدنیؒ، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، اور مولانا اصغر حسین دیوبندیؒ جیسے مشاہیر بھی آپ
سے رائے لیتے تھے اور آپ کو وقت کا محقق، مفسر، مدبر، اور فقیہ تسلیم کرتے تھے درس و
تدریس اور تبلیغ و اصلاح کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا بھی آپ کا محبوب مشغلہ رہا اور
آپ کے قلم فیض رقم سے تین سو سے زائد تالیفات منصۂ شہود پر آئیں جن میں اسلام کا نظام
اراضی، ختم نبوت کامل اور سیرت خاتم الانبیاء، کشکول، جواہر الفقہ، مقام صحابہ رضا
مجالس حکیم الامتؒ، احکام القرآن، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، عزیز الفتاویٰ اور تفسیر
معارف القرآن، علمی دنیا کا شاہکار ہیں۔ تفسیر معارف القرآن آٹھ جلدوں میں مکمل ہوئی ہے
اور اس دور کا زبردست کارنامہ ہے، جس کے متعلق شیخ الاسلام حضرت ظفر احمد عثمانیؒ
کی رائے ہے کہ حضرت مفتی صاحب نے اس تفسیر کو لکھ کر تمام علماء اور مفسرین پر احسانِ عظیم
کیا ہے۔"

حضرت مفتی اعظمؒ نے دینی و علمی خدمات کے علاوہ سیاسی و ملی خدمات بھی انجام
دی ہیں، آپ نے حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے ایماء پر تحریک پاکستان میں زبردست حصہ
لیا، اور کھلم کھلا مسلم لیگ کی حمایت فرماتے رہے حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ مجدد العلوم
دیوبند کے سرپرست اعلیٰ اور علمائے دیوبند کے شیخ و مربی تھے انہوں نے اپنے متوسلین
اور خلفاء کے ذریعے زعمائے مسلم لیگ خصوصاً قائد اعظم محمد علی جناح کی اصلاح اور دینی
تربیت کا فیصلہ کیا اور اپنے خلفاء و تلامذہ میں سے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا ظفر احمد
عثمانیؒ، مولانا مرتضیٰ احسن چاندپوریؒ، مولانا عبدالکریم گمتھلویؒ مولانا اطہر علی سلہٹیؒ
علامہ سید سلیمان ندویؒ، مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ، مولانا جمیل احمد شروانی، مولانا

یر محمدؒ جالندھریؒ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ اور مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ کو ان کی
صلاح اور تبلیغ کے لئے مقرر کیا، ان حضرات نے زعماء مسلم لیگ کی اصلاح کے لئے تبلیغ
ین کا خوب حق ادا کیا جس سے قائداعظم بہت متاثر ہوئے۔ پھر ان علمائے حق نے باقاعدہ
حریک پاکستان میں حصہ لیا اور ایک تنظیم "جمعیت علمائے اسلامؒ کے نام سے تشکیل دی، جس
لے پہلے صدر علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، اور نائب صدر مولانا ظفر احمد عثمانیؒ منتخب ہوئے اور
حضرت مفتی اعظمؒ پاکستان اس کے ناظم اعلیٰ مقرر ہوئے، حضرت مفتی اعظمؒ نے ۱۹۴۵ء
یں لیاقت علی خان مرحوم کے حلقۂ انتخاب میں جہاں کانگریس کا زبردست اثر تھا، مسلم لیگ
ی حمایت میں فتویٰ صادر فرمایا، جس کی بدولت ہوا کا رخ بدل گیا اور لیاقت علی خان کامیاب
ہوئے اور لیاقت علی خان نے کھلے الفاظ میں یہ اعتراف کیا کہ یہ کامیابی حضرت مفتی محمد شفیع
صاحبؒ کے فتویٰ کی بدولت ہوئی ہے۔ اسی طرح سرحد ریفرنڈم میں کامیابی شیخ الاسلام علامہ
بیر احمد عثمانیؒ اور مفتی اعظم مولانا محمد شفیع صاحب کے دوروں کی بدولت ہوئی اور اس کا سہرا
ی انہیں کے سر ہے، اس کا اعتراف خود قائداعظم نے بھی کیا ہے قیام پاکستان کے بعد شیخ الاسلام
امہ عثمانیؒ کے حکم پر دیوبند سے کراچی کو ہجرت کی اور پھر یہاں آکر ملک میں اسلامی دستور کے نفاذ
ر دینی تعلیم کے لئے جدوجہد کی، قرارداد مقاصد کی ترتیب و تدوین اور اس کی منظوری میں
پ کا بڑا حصہ ہے ۱۹۴۹ء میں حضرت شیخ الاسلام علامہ عثمانیؒ کی وفات کے بعد جمعیت علماء
سلام کے مرکزی صدر منتخب ہوئے اور آپ کی ذمہ داریاں اور بڑھ گئیں۔ آپ دستوریہ کے تعلیمات
لامیہ بورڈ کے ایک اہم رکن رہے، بعد میں قانون کمیشن کے ممبر نامزد ہوئے، ۱۹۵۳ء میں
امہ سید سلیمان ندوی کی وفات کے بعد تعلیمات اسلامی بورڈ کے صدر منتخب ہوئے اور ۱۹۵۸ء
ب یہ خدمت انجام دیتے رہے ۱۹۵۱ء میں مولانا احتشام الحق تھانویؒ کی قیام گاہ پر ہونے
لے جید علماء کے اجلاس کی صدارت فرماتے رہے، اور بائیس نکات پر مشتمل ایک دستوری
ہ حکومت پاکستان کو پیش کیا، اس کے ساتھ دینی تعلیم کے فروغ کا بڑا احساس رہا، ۱۳۷۰ھ

یں نہایت بے سروسامانی کے عالم میں ایک مدرسہ کراچی میں قائم کیا۔ جو صرف چند ماہ کے
ایک مرکزی دارالعلوم کی شکل اختیار کر گیا جس میں دو ہزار سے زائد طلباء تحصیل علم میں مص
ہیں اور ملک بھر میں جس کی شاخیں موجود ہیں اور آپ کا یہ دارالعلوم پاکستان میں دارالعلوم دیو
مثال ہے دارالعلوم سے ایک دینی جریدہ" ماہنامہ البلاغ" نکلتا ہے جو دنیا بھر میں
امتیازی شان حاصل کئے ہوئے ہے آج کل دارالعلوم کراچی کے سربراہ حضرت ڈاکٹر عبد الحی
ہیں جو حضرت مفتی اعظم کے قریبی دوست اور پیر بھائی ہیں، دارالعلومؒ کی نظامت حضرت
اعظمؒ کے صاحبزادوں خصوصاً مولانا محمد رفیع عثمانی اور مولانا محمد تقی عثمانی سنبھالے ہو
ہیں جو اپنے علم و عمل اور زہد و تقویٰ میں حضرت مفتی اعظمؒ کے صحیح طور پر وارث ہیں او
مولانا قاری محمد طیب قاسمی مہتمم دارالعلوم دیوبند کہ مولانا محمد تقی عثمانی اس وقت حضرت
اعظمؒ کے صحیح جانشین علمی ہیں،، مولانا موصوف اسلامی نظریاتی کونسل میں بڑی خدمات انجا
رہے ہیں اور تمام مسودۂ قانون مولانا تقی عثمانی صاحب نے ہی ترتیب دیا ہے اللہ تع
ان کی عمر دراز کرے اور ان سے زیادہ سے زیادہ دینی و علمی خدمات لیتا رہے آمین!

بہرحال حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ ساری زندگی خدمتِ اسلام اور خدمتِ
میں مصروف رہے اور آخری دم تک درس و تدریس، فقہ و افتاء اور تبلیغ و ارشاد میں مص
رہے، اتنے بڑے عالم اور مفتی اعظمؒ ہونے کے باوجود منکسر المزاج تھے بڑے خوش
خندہ جبیں اور لطیف الروح تھے نہایت سادہ اور صاف ستھرا لباس زیب تن فرمایا کر
تحریر و تقریر میں بڑی مہارت حاصل تھی، حافظہ بڑا غضب کا تھا اور عربی ادب کے ش
اور پاکستان میں تمام علماء دیوبند کے امام تھے اور سرپرست اعلیٰ تھے۔ ۹ اور ۱۰ شوال ا
۱۳۹۶ھ مطابق ۵/۶ اکتوبر ۱۹۷۶ء کی درمیانی شب کو آپ نے رحلت فرمائی ایک
زائد مسلمانوں نے آپ کے جنازہ میں شرکت کی اور حضرت ڈاکٹر عبد الحیٔ صاحب عار
نے نماز جنازہ پڑھائی، بڑے بڑے علماء کرام نے آپ کی وفات پر گہرے رنج و غم

یا، دینی اور حکومتی اداروں میں تعزیتی قراردادیں منظور کی گئیں، تعزیتی جلسے منعقد کیے گئے اور
س معمارِ پاکستان دینی، روحانی پیشوا کو خراجِ عقیدت پیش کیا گیا۔ ممتاز عالمِ دین حضرت علامہ
ید محمد یوسف بنوری نے اپنے تعزیتی بیان میں فرمایا کہ:۔

" آپ سے دارالعلوم دیوبند کی پوری تاریخ وابستہ تھی اور ہمارے
اسلاف کی آپ آخری یادگار تھے "

لانا احتشام الحق تھانوی نے فرمایا کہ:۔

آپ کی وفات سے تمام علمائے کرام یتیم ہو گئے ہیں"۔

نا مفتی محمود صاحب نے فرمایا کہ:۔

اب ایسا جید عالم دین اور فقیہ دین مشکل ہی پیدا ہوگا"۔

نا سید ابوالاعلیٰ مودودی نے فرمایا کہ:۔

ان کی وفات تمام عالم اسلام کا عظیم سانحہ ہے وہ بہت بڑے
محقق، مدبر، مفسر اور فقیہ تھے"۔

اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلائے
علامہ اقبال نے ایسی ہی عظیم شخصیت کے لئے فرمایا تھا کہ"

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی ان علما
حق میں سے تھے جن کا علم و فضل، زہد و تقویٰ اور خلوص و للّٰہیت ایک امر مسلمہ کی حیث
رکھتے ہیں، آپ اپنے دور کے عظیم محدث، جلیل القدر مفسر، بہترین محقق اور بلند پایہ ع
دین تھے، ایک عارف کامل اور مایہ ناز مصنف تھے آپ ایک بلند پایہ علمی خاندان سے ت
رکھتے تھے اور سلسلۂ نسب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے ملتا ہے آ
کا آبائی وطن یوپی کا مردم خیز علاقہ قصبہ کاندھلہ ضلع مظفر نگر ہے، آپ کے والد ما
محمد اسماعیل صاحب کاندھلوی ایک ممتاز عالمِ دین اور صاحب نسبت بزرگ تھے
شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر مکی قدس سرہٗ سے بیعت تھے
۱۲ ربیع الثانی ۱۳۱۷ھ مطابق ۱۹۰۰ء میں بھوپال میں پیدا ہوئے جہاں آپ کے
محترم محکمۂ جنگلات کے آفیسر تھے، نو سال کی عمر میں آپ نے اپنے والد ماجد سے قر
مجید حفظ کیا پھر آپ کے والد محترم ابتدائی دینی تعلیم کے لئے حکیم الامت مجدد الملت حض
مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آپ کو لے کر حاضر ہوئے اور ف

"میں ادریس کو خانقاہ امدادیہ اشرفیہ میں داخل کرنے آیا ہوں
اور اسے آپ کے سپرد کرتا ہوں"

اس پر حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ نے برجستہ فرمایا کہ:۔

"یوں نہ کہیئے کہ خانقاہ میں داخل کرنے آیا ہوں بلکہ یوں

لیجئے کر خانقاہ کے مدرسہ اشرفیہ میں داخل کرنے آیا ہوں۔"

"سبحان اللہ! یہاں حضرت حکیم الامت تھانویؒ کا نورِ بصیرت اس حقیقت کو ظاہر کرتا ہے کہ مولانا حافظ اسماعیل صاحبؒ کا بیٹا خانقاہی نظام کے لئے پیدا نہیں ہوا بلکہ اس سے تو قدرت قرآن و سنت کے علوم کی ایسی خدمت لے گی جو صدیوں میں کسی مردِ مومن کا نصیبہ ہوتی ہے۔"

بہر حال حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کے اس ارشاد پر آپ کو خانقاہ اشرفیہ کے بجائے مدرسہ اشرفیہ میں داخل کر دیا گیا اور صرف و نحو کی ابتدائی کتابیں خود حکیم الامت تھانویؒ نے پڑھائیں، اس کے بعد ثانوی تعلیم اور اعلیٰ تعلیم کے لئے حضرت حکیم الامتؒ آپ کو ساتھ لے کر مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور حضرت اقدس مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کی خدمت میں لے گئے جہاں حدیث و تفسیر، فقہ، کلام، منطق و فلسفہ اور دیگر علوم دینیہ کی تکمیل کی، یہاں کے اساتذہ میں حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ، حضرت مولانا حافظ عبد اللطیف صاحبؒ حضرت مولانا ثابت علی صاحبؒ اور حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ جیسے اکابر علماء سے استفادہ کیا۔ اور انیس برس کی عمر میں تمام علوم و فنون کی تعلیم سے فراغت حاصل کی پھر مرکزِ علوم اسلامیہ دار العلوم دیوبند تشریف لے گئے، جہاں امام العصر حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ، شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مفتیٔ اعظم مولانا عزیز الرحمن عثمانیؒ، فخر العلماء مولانا حبیب الرحمن عثمانیؒ، اور مولانا سید اصغر حسین دیوبندیؒ، جیسے مایہ ناز اساتذہ کے سامنے زانوئے ادب تہہ کئے اور دوبارہ دورۂ حدیث سے فراغت حاصل کی،

فراغتِ تعلیم کے بعد ۱۹۲۱ء سے آپ کی تدریسی زندگی کا آغاز ہوا سب سے پہلے مدرسہ امینیہ دہلی سے تعلق قائم ہوا، مدرسہ امینیہ دہلی کا یہ وہ زمانہ تھا جب مولانا کفایت اللہ صاحب دہلویؒ مدرسہ کی روح رواں تھے، مدرسہ امینیہ سے ایک سال کا تعلق رہنے کے بعد دار العلوم دیوبند کی کشش آپ کو دیوبند کھینچ لائی، اور خدا تعالیٰ نے آپ کو یہ شرف بخشا۔

کہ اپنے عظیم اساتذہ علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ، مفتی عزیز الرحمن عثمانیؒ، اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، جیسے اکابر کے پہلو بہ پہلو مسندِ درس و تدریس پر فائز ہو گئے اور تقریباً نو برس تک دار العلوم دیوبند سے وابستگی رہی، اس کے بعد بعض وجوہ کی بناء پر آپ حیدر آباد دکن چلے گئے جہاں کم و بیش نو برس تک دار العلوم دیوبند سے وابستگی رہی اس کے بعد بعض وجوہ کی بناء پر آپ حیدر آباد دکن چلے گئے جہاں کم و بیش نو برس تک ہی قیام رہا، اگرچہ نہ وہاں دار العلوم سے وابستگی جیسی نعمت تھی اور نہ علامہ کشمیریؒ اور علامہ عثمانیؒ جیسے علم و حکمت کے سرچشموں سے قرب حاصل تھا، مگر اس اعتبار سے حیدر آباد دکن کا زمانہ قیام آپ کی زندگی کا قیمتی حصہ گردانا جا سکتا ہے کہ تعلیق الصبیح شرح مشکوٰۃ المصابیح جیسی مایہ ناز کتاب کی تالیف کا موقع ملا اور اس کی ابتدائی چار جلدیں اسی قیام کے دوران دمشق جا کر طبع کرائیں۔ ۱۹۳۹ء میں شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے بلانے پر پاکستان تشریف لائے اور دو برس جامعہ عباسیہ بہاولپور میں شیخ الجامعہ کی حیثیت سے قیام فرمایا اور پھر جب لاہور میں حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری قدس سرہٗ کی سعی و کاوش سے جامعہ اشرفیہ کا قیام عمل میں آیا تو حضرت مفتی صاحبؒ نے آپ سے فرمایا کہ:-

"مولانا میں آپ کو پراٹھا اور پلاؤ چھوڑ کر سوکھی روٹی کی دعوت دیتا ہوں۔"

اس پہ آپ نے فوراً فرمایا کہ:-

"حضرت! خدمتِ دین کی خاطر مجھے منظور ہے۔"

اس طرح حضرت مفتی محمد حسن صاحبؒ کی دعوت پر جامعہ اشرفیہ لاہور میں شیخ الحدیث والتفسیر کے عہدۂ جلیلہ پر فائز ہوئے اور آخر دم تک اسی جامعہ سے وابستہ رہے اور جامعہ اشرفیہ آپ کی تدریس و تبلیغ کا مرکز رہا۔ ہزاروں طالبانِ علم اسی چشمۂ علم و عمل سے سیراب و شاداب ہوئے، کراچی سے خیبر تک آپ نے تبلیغی دورے کئے اور اعلائے کلمۃ الحق بلند کیا، لاکھوں

مسلمانوں کی اصلاح فرمائی۔ آپ کی نورانی مجالس میں ہر قسم کے افراد شریک ہوتے امراء و غرباء زعماء طلباء علماء سب ہی آپ کے درس و مجالس میں بڑے ذوق و شوق سے شریک ہوتے تھے، آپ جب تقریر فرماتے تو معلوم ہوتا تھا کہ علم و عمل کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے اور بڑے بڑے علمی نکات چٹکیوں میں حل فرماتے تھے، سامعین پر آپ کی تقریر کا بیحد اثر ہوتا تھا بڑے سادہ اور علمی انداز میں وعظ فرماتے تھے، ایک مرتبہ مدرسہ خیر المدارس ملتان کے سالانہ جلسہ کے موقع پر آپ خطاب فرما رہے تھے بڑے بڑے علماء اور خطباء تشریف فرما تھے سامعین بڑے ذوق و شوق سے تقریر سن رہے تھے، دوران تقریر کسی علمی نکات پر مدلّانہ دلیل بیان فرما رہے تھے کہ آپ کی علمی قابلیت اور دینی بصیرت سے متاثر ہو کر امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ دوران تقریر مجمع کے سامنے کھڑے ہو گئے اور شدت جذبات میں فرمانے لگے کہ:۔ لوگو! دیکھ لو! یہ ہیں ہمارے اکابر جس کا علم و تقویٰ بے مثل

ہے لوگو! خوب دیکھ لو اور سُن لو! یہ دارالعلوم دیوبند کے قابل فخر فرزند ہیں اور اس دور کے محدث اعظم اور محقق اعظم ہیں“

ان الفاظ کو ادا کرتے ہوئے حضرت شاہ صاحبؒ مسرت و جذبات میں جھوم رہے تھے۔ اسی طرح استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ:۔

مولانا محمد ادریس صاحب کا علمی مقام بہت بلند ہے وہ علم و عمل کا گہرا سمندر ہیں“

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ:۔

”مولانا ادریس صاحب صرف عالم ہی نہیں بلکہ ایک چلتا پھرتا کتب خانہ ہیں اور اپنے زمانہ کے محدث، مفسر، محقق، ادیب و متکلم ہیں“

آپ شیخ المحدثین والمفسرین تو تھے ہی، مگر اپنے زمانہ کے مایۂ ناز مصنف بھی تھے اور آپ کے قلم فیض رقم سے سینکڑوں تالیفات منصّہ شہود پر آئیں جن میں تفسیر معارف القرآن شرح

مشکوٰۃ، سیرت مصطفےٰ، شرح بخاری، عقائد اسلام، اصول اسلام، خلافت راشدہ، ختم نبوت اور اسلام و نصرانیت علمی شاہکار ہیں، آپ کی تالیف ”سیرت مصطفےٰ“ کے متعلق حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا ارشاد گرامی ہے کہ:۔

”مولانا حافظ محمد ادریس صاحب جو علمی و عملی کمالات کے جامع ہیں ان کی ”سیرت مصطفےٰ“ تالیف قلب پر بے حد اثر کرتی ہے اور قلب کو سکون بخشتی ہے“

ایک اور مایہ ناز تصنیف تعلیق الصبیح شرح مشکوٰۃ المصابیح“ کے بارے میں آپ کے استاذ محترم علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ:۔

”علامہ مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کی شرح مشکوٰۃ کی مانند کوئی شرح روئے زمین پر موجود نہیں ہے“

اسی طرح شیخ الاسلام علامہ مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:۔

”مولانا محمد ادریس صاحب ایک عالم باعمل تھے اور اُن کے اساتذہ کو بھی ان پر فخر ہے انہوں نے عربی میں جو شرح مشکوٰۃ لکھی ہے وہ ہمیشہ اُن کا نام روشن رکھے گی“

آپ کے علمی مقام کے بارے میں حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ:۔

”جی چاہتا ہے کہ مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کا علم چرا لوں“

مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع صاحب قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ:۔

”مولانا کاندھلوی کا مقام بہت بلند تھا وہ علماء اولیاء اور اتقیاء کی صف میں بلند مقام رکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں ظاہری و باطنی خوبیوں سے خوب نوازا تھا وہ اپنے علمی و عملی کمالات میں بے نظیر تھے“

بہر حال آپ کا علمی و روحانی مقام بہت بلند تھا۔ اور وہ اپنے دور کے علماء محدثین کے امام مانے جاتے تھے، اخلاق و عادات میں سلفِ صالحین کا نمونہ تھے، نہایت متواضع منکسر المزاج اور مہمان نواز تھے، خفیف الجسم اور لطیف الروح تھے، حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری فرماتے ہیں:۔ کہ آپ دنیا کے بکھیڑوں سے بے خبر تھے مطالعہ اور تصنیف و تالیف میں ہمہ وقت مستغرق رہتے تھے سارے اوقات علم و عمل اور درس و تدریس سے معمور رہتے تھے، کتابوں کے عاشق تھے جو نئی کتاب شائع ہوتی فوراً خرید لیتے تھے متبع سنت اور حق و صداقت کے پیکر تھے، اہلِ علم کے قدردان تھے اور بڑی قابل قدر شخصیت کے مالک تھے!!

آپ کا روحانی سلسلہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ سے منسلک تھا اور آپ کا سیاسی مسلک بھی اپنے شیخ کے عین مطابق تھا، نظریۂ پاکستان کے دل سے حامی تھے، اور آخر دم تک پاکستان میں نظام اسلام کے نفاذ کے لیئے کوشاں رہے، تحریک ختم نبوت میں بھی بھرپور حصہ لیا اور تحریر و تقریر کے ذریعے قادیانیت کی تردید کرتے رہے اپنے ہمعصر علماء و اکابر کے محبوب و محبوب رہے، خصوصاً علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا مفتی محمد شفیعؒ، مولانا احتشام الحق تھانویؒ اور مولانا قاری محمد طیب قاسمی مدظلہٗ سے گہرے تعلقات تھے اور یہ حضرات ایک دوسرے کا حد سے زیادہ احترام و اکرام فرماتے اور دینی و ملی معاملات میں ایک دوسرے سے مشورہ فرماتے رہتے تھے، غرضیکہ آپ کی ساری حیات طیبہ اسلام کی خدمت میں گزری، آپ ایک سچے عاشق رسولؐ اور ولیٔ کامل تھے، کئی بار حج و زیارت کی سعادت نصیب ہوئی اور ۷ رجب المرجب ۱۳۹۶ھ مطابق ۲۸ جولائی ۱۹۷۶ء کو اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ہزاروں عقیدتمندوں نے نماز جنازہ پڑھی اور آپ کے بڑے صاحبزادے مولانا محمد مالک صاحب کاندھلوی جو آپ کے صحیح علمی اور روحانی جانشین ہیں اور حدیث و تفسیر کے مایۂ ناز عالم ہیں انہوں نماز جنازہ کی امامت فرمائی، حق تعالیٰ ہمیں ان کے نقشِ قدم پہ چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین"

(تفصیل کے لئے "تذکرہ ادریس" ملاحظہ فرمایئے)

حضرت مولانا بدرِ عالم میرٹھی مہاجرِ مدنیؒ

آپ کا وطن میرٹھ تھا اور آپ ایک نہایت شریف سید گھرانے کے چشم و چراغ تھے، ۱۳۱۶ھ کو شہر بدایوں میں آپ پیدا ہوئے جہاں آپ کے والد ماجد حاجی تہور علی صاحبؒ محکمۂ پولیس میں انسپکٹر تھے، ابتدائی تعلیم الٰہ آباد کے انگریزی اسکول میں پائی۔ دورانِ تعلیم حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کا ایک وعظ سننے کے بعد آپ کو علوم دینیہ کی طرف توجہ ہوئی تو والد صاحبؒ نے ۱۳۳۰ھ میں آپ کو حضرت الشیخ مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہٗ کی خدمت میں سہارنپور مظاہر العلوم میں داخل کر دیا، یہاں حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، حضرت مولانا ثابت علی صاحبؒ، حضرت مولانا حافظ عبداللطیف صاحبؒ اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ سے تمام علوم دینیہ کی تکمیل کی اور ۱۳۳۶ھ میں دورۂ حدیث پڑھ کر سندِ فراغ حاصل کی اور پھر وہیں ۱۳۳۷ھ میں معین مدرس مقرر ہو گئے، مگر جلد ہی مدرسی چھوڑ کر مزید تعلیم اور مکرر دورۂ حدیث کے لئے دار العلوم دیوبند تشریف لے گئے اور یہاں دورۂ حدیث میں شریک ہو کر ۱۳۳۹ھ میں حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ، حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن عثمانیؒ، حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور حضرت مولانا سید اصغر حسین دیوبندیؒ جیسے اکابر علماء سے دورۂ حدیث کی کتابیں پڑھیں اور سندِ فراغتِ تعلیم حاصل کی، پھر ۱۳۴۰ھ میں دار العلوم دیوبند ہی میں اپنے اساتذہ کے پہلو بہ پہلو مسندِ تدریس پر فائز ہوئے، ۱۳۴۶ھ کے وسط میں اپنے استاذ مکرم علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کے ساتھ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل چلے گئے وہاں درس و تدریس کے ساتھ ساتھ پانچ سال تک حضرت علامہ کشمیریؒ کے درس

صحیح بخاری میں پورے التزام کے ساتھ شریک ہوتے رہے، ۱۷ سال تک جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں علم حدیث کی تدریسی خدمات انجام دیں آخر میں صدر مدرس منتخب ہوئے پھر صحت کی خرابی کی وجہ سے ڈابھیل سے بہاولپور چلے آئے، جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں حضرت شاہ صاحبؒ کی وفات کے بعد آپ نے اپنے استاذ کے علوم و معارف کو "فیض الباری علی الصحیح البخاری" کے نام سے چار جلدوں میں مرتب فرمایا جس میں اپنے استاذ حضرت علامہ کشمیریؒ کی نادر علمی تحقیقات اور تفردات کو پیش کر کے آپ نے ایک عظیم الشان علمی کارنامہ انجام دیا ہے ۱۳۶۲ھ میں آپ ندوۃ المصنفین سے وابستہ ہو گئے جہاں آپ کو ترجمان السنۃ کے نام سے اردو زبان میں حدیث کی ایک جامع کتاب کی ترتیب کا کام سپرد ہوا، جسے آپ نے بڑی شان سے شروع فرمایا چار جلدیں لکھ چکے تھے کہ حیاتِ مستعار کی مدت پوری ہو گئی۔ آپ نے اولاً حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہٗ کو تھاما اور آخر میں حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن عثمانیؒ کے خلیفہ ارشد حضرت مولانا قاری محمد اسحاق صاحب میرٹھی سے وابستہ ہو گئے تھے اور انہیں سے خلافت حاصل کی ۱۹۴۷ء میں تقسیم ملک کے بعد پاکستان تشریف لے آئے، اور یہاں شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے قائم کردہ دار العلوم الاسلامیہ ٹنڈو الہ یار میں حضرت مولانا احتشام الحق تھانویؒ کی دعوت پر استاذ حدیث اور نائب مہتمم کے منصب پر فائز ہوئے، یہاں درس و تدریس اور تبلیغ و ارشاد کے ساتھ ساتھ نظام اسلام کے نفاذ کے لئے کوشاں رہے اور اپنے ہمعصر علماء حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحبؒ، حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ، حضرت مولانا محمد ادریس صاحبؒ اور حضرت مولانا احتشام الحق صاحبؒ کے شانہ بشانہ دستور اسلامی کی ترتیب و تدوین میں مصروف رہے، ۱۹۵۱ء میں ہر مکتب فکر کے جید علماء کرام کے اجلاس میں شریک رہے جس میں بائیس نکات پر مشتمل دستور اسلامی کا خاکہ حکومت کو پیش کیا گیا تھا اسی طرح تحریک ختم نبوت میں بھرپور حصہ لیا اور تحریر و تقریر کے ذریعے ردِ قادیانیت فرماتے رہے۔

محدث عصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ آپ کی علمی، تدریسی، تصنیفی اور تبلیغی خدمات اور اوصاف و کمالات کے بارے میں اپنے تفصیلی تاثرات میں فرماتے ہیں کہ:

حضرت مولانا بدر عالم صاحبؒ ان ممتاز علماء میں سے تھے جن کی بدولت علمِ دین کی ساکھ قائم ہے جن سے مدرسے آباد ہیں، ممبر بارونق ہیں، موصوف قابل مدرس، فاضل مقرر، کامیاب و مقبول مصنف تھے۔ اردو، عربی کے ادیب و شاعر تھے، موثر اسلوب، شگفتہ طرز ادا کے مالک تھے، عام گفتگو میں بھی الفاظ کیا ہوتے موتی کی پروئی ہوئی لڑیاں ہوتی تھیں جو ان کی نوک زبان سے بکھرتی تھیں۔ موثر تعبیر دل نشین طرز ادا ان کی خصوصیت تھی، صدق و صفا کے مجسمہ تھے، ورع و تقویٰ اور استغنا کے پیکر تھے نصیحت و خیر خواہی اور حق گوئی میں ممتاز تھے نہایت زیرک و مدبر تھے اور سب سے بالاتر یہ کہ آخری لمحات حیات میں مرشد کامل تھے، پاک و ہند اور جنوبی و مشرقی افریقہ کے سینکڑوں بندگان خدا ان کی تربیت و تزکیہ اور بیعت و ارشاد سے فیضیاب ہوئے، اور شریعت کی پابندی و استقامت ان کو نصیب ہوئی، ذکی عالم تھے، صاحب فراست بزرگ تھے، مدینہ طیبہ کی سیزدہ سالہ بابرکت زندگی ان کی سرشت و طبیعت میں بہت کارگر اور موثر ثابت ہوئی، مدینہ کے انوار و برکات نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا، ان کے فطری جوہر کھلے، کرم گستری، مہمان نوازی، مروت، جوانمردی اور اپنے مخلصین سے مخلصانہ ادائیں وہ سب سے زیادہ حیرت انگیز جوہر تھے جو نمودار ہوئے ابتدائی دورِ طالب علمی میں مظاہر العلوم سہارنپور کے برکات سے بہرہ اندوز ہوئے، اور قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ قدس سرہ کے ارشد خلفاء عارف باللہ فقیہ و محدث اور صوفی باصفا حضرت مولانا خلیل احمد صاحب

سہارنپوری مہاجر مدنی قدس سرہٗ کے مرکزِ توجہات و الطاف رہے، اور اُن کے
آغوشِ شفقت میں تربیت نصیب ہوئی، درمیانی عمر میں آیۃ من آیات امام العصر
حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری دیوبندیؒ کے آغوشِ تربیت میں پہنچے، دیوبند
میں اُن کے فیض اور انوارِ علوم و معارف سے مستفیض ہوئے اور حضرت عارف
باللہ مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی قدس سرہٗ سے شرفِ بیعت کی سعادت
نصیب ہوئی، عرصہ دراز تک ان انفاس قدسیہ اور صحبتِ مقدسہ کے برکات
سے مالامال ہوتے رہے، انتہائی استقامت و استقلال کے ساتھ اذکار و
اشغال نقشبندیہ کی مداومت نصیب ہوئی، بالآخر حضرت مفتی صاحبؒ کے
خلیفہ ارشد حضرت مولانا قاری محمد اسحاق میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ سے خلعتِ خلافت
سے سرفراز فرمایا، الغرض اس طرح علمی و عرفانی سرچشموں سے کما حقہٗ سیرابی کا
موقع نصیب ہوا، اور اپنے عہد کے ممتاز اکابر کے فیوض سے پورے طور پر
فیضیاب اور ان کی ظاہری و باطنی برکات کی سعادت سے ہمکنار ہوئے۔
حیاتِ طیبہ کے آخری لمحات و انفاس میں سید الانبیاء رسالت پناہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے جوارِ مقدس میں قیام کی تمنا پوری ہوگئی، چنانچہ ۱۳۷۲ھ میں مدینہ طیبہ
ہجرت کی، خاکِ پاک مدینہ نے اور حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے
جوارِ مقدس نے طبیعت میں خاص استقامت کی سعادت بخشی اور چارسالہ طویل
علالت کے زمانہ میں صبر و شکر کے وہ قابلِ رشک مظاہر و آثار ظہور میں آئے کہ عقل
حیران ہے "فیض الباری" شرح بخاری چار ضخیم جلدوں میں جو حضرت شیخ امام العصر
کی تقاریر درسِ صحیح بخاری کا مجموعہ ہے، یہ عربی میں ہے اور "ترجمان السنۃ"
اُردو میں خدمتِ حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ بے نظیر شاہکار ہیں جو رہتی
دنیا تک ان کی زندہ یادگار اور اہلِ علم و دین کے طبقہ میں منبع فیض بنے رہیں گے۔

"جواہر الحکم" کے نام سے احادیث نبویہؐ کا ایک مجموعہ جو عصرِ حاضر کی عوامی اصلاحی خدمت
کے طور پر انتہائی دلنشین تشریحات کے ساتھ تالیف فرمایا ہے تین حصوں میں شائع ہوچکا ہے
یہ ان کی آخری تصنیف ہے اور ان کی شرحِ صدر کا عمدہ نمونہ ہے، ان کے علاوہ نزول عیسیٰ
علیہ السلام، زبدۃ المناسک، آوازِ حق "ترجمہ الحزب الاعظم" شانِ حضور، "قسمت کا ستارہ
اور محبوب الارث وغیرہ تالیفات آپ کے قلمِ فیض رقم سے نکلیں۔
مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور سے فراغتِ تحصیل علوم کے بعد دارالعلوم دیوبند پہنچے اور
حضرت امام العصر مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ کے تلمذ کی سعادت کے ساتھ ہی ساتھ دارالعلوم
دیوبند میں منصبِ تبلیغ و تدریس پر فائز رہے اور اسی زمانہ میں تبلیغ اور تقریر خصوصاً رد قادیانیت
میں اچھی شہرت حاصل کی اور نہایت کامیاب اور مقبول مقرر ثابت ہوئے۔
۱۳۴۶ھ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں حضرتِ امام العصر مولانا محمد انور شاہ صاحبؒ کے
قافلہ کے ہم رفیق بنے اور حدیث کے اساتذہ میں تقرر ہوا، اسی دور میں دیوبند کے "مہاجر"
اخبار کے قابل ترین مضمون نگار رہے، ڈابھیل کے بعد بہاولپور اور بہاولنگر آپ کا مرکزِ فیض ر
اور آخر میں دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈو الہ یار (سندھ) میں استاذ حدیث اور نائب مہتمم کے منص
پر فائز ہوئے، عرصہ سے مدینہ منورہ زادھا اللہ نوراً کی سکونت کی آرزو دل میں موجزن
تھی اور نہایت ہی والہانہ انداز میں مدینہ کی ہجرت کا سودا دماغ میں سمایا ہوا تھا، چنانچہ البدر الس
تعلیقات فیض الباری میں انتہائی والہانہ اور رقت انگیز انداز میں اس آرزو کا اظہار کیا،
رب العرش العظیم کی بارگاہ سے شرفِ قبولیت کے ساتھ سرفرازی ہوئی اور نالہ ہائے
سحری رنگ لائے اور جوارِ حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی تمنا نے تصور سے بالاتر ط
پر واقعہ کی صورت اختیار کرلی، عبادت و استقامت، ادب و سکون، ذکر و فکر کے ساتھ
مسجد نبویؐ کی حاضری نصیب ہوتی رہی، یہاں تک کہ علالت نے صاحبِ فراش بنادیا، پورے
چارسال صاحبِ فراش رہے، اس دور میں صبر و شکر و رضا بالقضاء کے جو منازل طے کئے ا

جو نعمتیں اُن کو نصیب ہوئیں قابلِ صد رشک ہیں ۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ !

ماہ رجب المرجب کے مقدس مہینہ اور جمعہ کے مبارک دن میں حبیب رب العالمین کے
دار میں جنت البقیع کے خاک مقدس میں جس کا ایک ایک ذرہ آفتاب عالم تاب سے زیادہ
نور ہے اس خادم علم دین، اس با غیرت و با حمیت شخصیت نے اپنی جان کو جان آفرین کے
سپرد کیا، یعنی یوم جمعہ ۲ رجب ۱۳۸۵ھ ۲۹ اکتوبر ۱۹۶۵ء کو واصل بحق ہو گئے،

الغرض ذوق و وجدان، بصیرت و عرفان، علم و عمل، ورع و تقویٰ کا یہ پیکر نوری، تقریر و
تحریر کے کمال کا حامل اور ظرافت و شگفتگی کا مظہر اپنی باوقار شخصیت کے ساتھ اپنے احباب و
اقربا و مخلصین سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو گیا،

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس خادمِ علم و دین کو اپنی بیکراں رحمت سے نوازے اور جنۃ الفردوس
اور رضوان الٰہی سے سرفراز فرمائے، آمین !

★ "ہمارے اکابر اپنے متعلقین و احباب کو یَا حَیُّ یَا قَیُّومُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ ۔ کی تعلیم فرمایا کرتے تھے کہ جب کوئی مشکل درپیش ہو تو اس دعا کو صبح و شام کم از کم سو بار پڑھا کریں اس سے زیادہ جتنی ہمت ہو۔"

(شیخ الاسلام مولانا ظفر احمد عثمانی رح)

★

حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رح

اُستاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ اُن جلیل القدر علماء میں
ہیں جن کا علم و فضل اور زہد و تقویٰ مسلّم ہے آپ کی ولادت باسعادت اپنی ننھیال میں
عمر وال بلّہ تحصیل نکودر ضلع جالندھر میں ۱۸۹۵ء کو ہوئی، آپ کے والد ماجد کا نام الٰہی بخش
اور دادا کا نام خدا بخش تھا، آپ بچپن ہی سے اپنے ماموں جناب میاں شاہ محمد صاحب رح
زیر تربیت رہے جو قطب الارشاد امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ سے
بیعت اور بے حد متقی اور صالح بزرگ تھے، قرآن بھی انہی سے پڑھا، ۱۹۰۵ء میں مدرسہ
رشیدیہ نکودر ضلع جالندھر میں داخلہ لیا اور دو سال تک وہاں مکتبی تعلیم حاصل کی بعد از
مدرسہ رشیدیہ رائے پور گوجراں ضلع جالندھر میں مولانا فضل احمد صاحب رح اور مولانا مفتی
جالندھری رح سے صرف و نحو فقہ و اصول، فلسفہ و منطق اور ادب کی کتابیں پڑھیں، کچھ عرصہ
سلطان احمد صاحب رح سے اکتسابِ فیض کیا بعد ازاں مدرسہ منبع علوم گلاؤٹھی میں مولانا
نبی، مولانا کریم بخش پنجابی اور مولانا محی الدین سے علوم و فنون اخذ کئے پھر اعلیٰ تعلیم مولانا
الیسین سرہندی، مولانا سلطان احمد پشاوری، مولانا سلطان احمد بریلوی اور مولانا عبد
سلطان پوری سے مدرسہ اشاعت العلوم بریلی میں حاصل کی اور سندِ حدیث حضرت
محمد یسین سرہندی رح سے حاصل کی، حضرت مولانا حافظ محمد احمد قاسمی رح مہتمم دار العلوم
دیوبند کے دست مبارک سے سندِ فراغ عطا ہوئی، سندِ فضیلت حاصل کرنے کے
آپ کو اسی مدرسہ اشاعت العلوم بریلی میں اساتذہ نے تدریس پر مامور کیا، قریباً ایک

ہاں قیام رہا ۱۳۳۶ھ میں مدرسہ عربیہ منظری صادق گنج ریاست بہاولپور میں بحیثیت
درس آپ کا تقرر ہوا، اور وہاں ایک عرصہ تک درسِ نظامی کی تمام کتابیں پڑھائیں
ان اساتذۂ رائپور کے ایماء سے مدرسہ عربیہ فیض محمدی جالندھر میں درس و تعلیم
لاح و تربیت کا سلسلہ جاری فرمایا۔ یہاں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ علماء دیوبند
سے اہم خصوصیت ہی ان کی ظاہر و باطن کی جامعیت ہے وہ بیک وقت جامع
مجمع البحرین رہے ہیں، علومِ ظاہری کی تکمیل کے بعد اصلاحِ باطن کی تکمیل ان کے یہاں
ہے اور جب تک کسی شخص میں مدرسہ و خانقاہ بہم یکجا نہ ہوں تب تک اس کی شخصیت
ور ادھوری رہتی ہے۔ حضرت مولانا جالندھریؒ نے تربیتِ باطنی اور تکمیلِ سیرت کے
نقاہِ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون کو منتخب کیا جہاں حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا
لی تھانوی قدس سرہٗ مسندِ ارشاد پر جلوہ افروز تھے اور جہاں انسان سازی کا کام بڑی
ی اور سلیقہ سے ہو رہا تھا۔ آپ کی تھانہ بھون سب سے پہلی حاضری ۱۳۴۲ھ میں
ر ایک سال تک اصلاحی مکاتبت کا سلسلہ جاری رہا، اس کے بعد آپ کی درخواست
امت تھانوی قدس سرہٗ نے بتاریخ ۹ رذی الحجہ ۱۳۴۳ھ بعد نماز مغرب مسجد
اشرفیہ میں آپ کو چاروں سلسلوں میں بیعت کیا اور خلافت سے بھی نوازا۔ اسی
آپ کو اعلیٰ دینی تعلیم کے لئے ایک معیاری مدرسہ کے قیام کا داعیہ ہوا، حضرت
ت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے آپ نے اس تجویز کا ذکر کیا، حضرت حکیم الامتؒ
ی تحسین فرمائی تو توکلاً علی اللہ مسجد عالمگیر اٹاری بازار جالندھر میں مورخہ ۱۹ ر
۱۳۴ھ مطابق ۹ رمارچ ۱۹۲۱ء کو مدرسہ کا آغاز کر دیا گیا، حضرت حکیم الامت
ہٗ نے اس کا نام "مدرسہ عربیہ خیر المدارس" تجویز فرمایا، حضرت مولانا خیر محمد صاحب
سرہٗ کے علم و فضل اخلاص و تقویٰ اور حسنِ انتظام اور حضرت حکیم الامت تھانویؒ کی
ن کی بدولت "خیر المدارس" کو بہت جلد مقبولیتِ عامہ نصیب ہوئی اور پنجاب کے

طلباء کا مرجع بن گیا پھر یہ مدرسہ ۱۹۴۷ء تک جالندھر میں تعلیمی خدمات ا
رہا اور قیامِ پاکستان کے بعد آپ نے ملتان شہر کے وجود کو جو دورِ قدیم سے اکابر
کا مہبط رہا ہے شرف بخشا اور ۸ راکتوبر ۱۹۴۷ء کو گیان تھلہ بیرون دہلی دروازہ
خیر المدارس کی نشاۃ ثانیہ ہوئی اور حضرت مولانا جالندھری قدس سرہٗ کے علاوہ م
کاملپوریؒ، حضرت مولانا عبدالشکور کاملپوریؒ، حضرت مولانا عبدالشکور کاملپور
مولانا محمد شریف کشمیری اور حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ اور دیگر اکابر علماء کی تدریسی
نے "خیر المدارس" کو اسم بامسمّٰی بنا دیا، اور ہزاروں طالبانِ علم اس چشمۂ فیض
شاداب ہو کر ملک و بیرون ملک دینی علمی اور تبلیغی خدمات میں مصروف ہیں۔
مدرسہ خیر المدارس اپنی چند منفرد خصوصیات کی بناء پر ہمیشہ اکابرِ امت کا مصد
ہے ذیل میں چند حضرات اکابر کی آراء گرامی درج کی جاتی ہیں۔ جن سے مدرس
کے بانی کا مقام بخوبی واضح ہو جاتا ہے، حضرت شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثما
علیہ فرماتے ہیں کہ :- "یہ مدرسہ خیر المدارس ابتدائے تعمیر ہی
حضرت حکیم الامت مجدد ملت مولانا اشرف علی تھانوی قدس س
کی سرپرستی میں اہلِ حق کا ایک اچھا مرکز رہا ہے ا
کے سالانہ جلسوں سے بھی صحیح تبلیغ کا بہت نفع پہنچتا ر
اس کے سرپرست حضرت حکیم الامت تھانویؒ اور بانی و مہتم
مولانا خیر محمد جالندھریؒ ہمیشہ پاکستان کے حامی رہے اور ا
پاکستان میں آنے کے بعد جہاں تک میرا علم ہے اس کے اسا
ملازمین پاکستان کی بقاء اور استحکام کو ایک اسلامی فریضہ
سمجھتے ہیں"
حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ خیر المدارس کے متعلق فرماتے ہیں :- کہ

مدرسہ بزرگوں کے طریق پر نہایت اخلاص اور خوبی کے
اتھ چلایا جا رہا ہے اور یہ مخلص حضرات کی مساعی جمیلہ
ے ترقی کر رہا ہے ۔"

لانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ :۔

مدرسہ حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ کی ذاتِ گرامی کے اہتمام
خوبیٔ انتظام کا بہترین ضامن ہے اور مدرسین میں علم وعمل
ے انوار نمایاں ہیں ۔"

پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں کہ :۔

ع الخیرات حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ کا نامِ نامی ہی خیر
اور مضاف الیہ کی برکت سے وہ جامع الخیرات ہوگیا اُن
درسہ پہلے جالندھر اور پھر پاکستان کے شہر ملتان میں ایک مرکزی
سہ کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہا ہے جہاں سے
ڑوں علماء و فضلاء صلحاء اور قراء فارغ ہو کر ملک کے
ف طبقوں میں دینی و علمی خدمات میں مشغول ہیں ۔"

یث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ فرماتے ہیں کہ :۔

سہ خیر المدارس تقسیم ہند سے پہلے جالندھر میں حکیم الامت حضرت مولانا
ی قدس سرہٗ کی سرپرستی میں جاری تھا اور یہ نام خیر المدارس بھی حضرت
امتؒ ہی کا تجویز کردہ ہے اور تقسیم ہند کے بعد شیخ الاسلام حضرت علامہ
حمد عثمانی قدس سرہٗ کی سرپرستی میں دینی و علمی خدمات انجام دیتا رہا ہے اس
ں حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ ہیں جو حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے خلیفہ
یت وطریقت کے زبردست عالم ہیں میرے علم میں اب تک پاکستان میں

اس شان کی کوئی درسگاہ نہیں ہے ، اللہ تعالیٰ اس خیرِ کثیرہ کے چشمۂ فیض
کو قیامت تک جاری رکھے ۔ آمین ۔

بہر حال یہ مدرسہ خیر المدارس بقول حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ ، کہ :۔

" حضرت مولانا جالندھریؒ کے حسنِ انتظام عمقِ علم اور حسنِ نیت و
اخلاص کی اساس ہے اور آپ کی محنت و مقبولیت کا ثمرہ ہے ۔"

حضرت اقدس مولانا جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کا ذہن خالص تعلیمی تھا اور زندگی کی تمام توانائیاں
تعلیم و تدریس اور اصلاح و تربیت کے لئے وقف تھیں ، سیاست سے عملاً ہمیشہ بے تعلق
رہے ، مگر مسلمانوں کی صلاح و بہبود کے لئے ہر طرح کوشاں رہے ، تحریک پاکستان میں
آپ کا موقف اپنے شیخ و مربی حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ کے موافق تھا ، قیام پاکستان
کے بعد قرار دادِ مقاصد اور اسلامی نظام کے نفاذ میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے دستِ راست تھے ،

۱۹۵۱ء میں حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ کی صدارت میں اسلامی دستوری خاکہ (۲۲
نکات) مرتب کرنے کے لئے اکابر علماء کا جو اجتماع کراچی میں حضرت مولانا احتشام الحق تھانویؒ
کی قیام گاہ پر منعقد ہوا تھا اس میں شرکت فرمائی ، ۱۹۵۲ء میں خواجہ ناظم الدین مرحوم کی جانب
سے دستوری مسائل پر غور کرنے کے لئے جن ممتاز علما کو دعوت دی گئی ان میں آپ بھی شامل
تھے ، ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں بھرپور تعاون فرمایا ۔ اور زندگی کے آخری لمحے تک
مجلسِ تحفظ ختم نبوت کے سرپرست ، مشیر اور اس کی مجلس شوریٰ کے صدر نشین رہے ،
اور آخر تک حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ ، حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ اور حضرت مولانا
احتشام الحق تھانویؒ وغیرہ اکابر علماء کے ساتھ اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے کوشاں رہے

حضرت مولانا جالندھری قدس سرہ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ مختلف ذوق اور
نظریات کے حضرات آپ کے حسنِ تدبر ، اخلاص اور معاملہ فہمی پر مکمل اعتماد کرتے تھے اس
بنا پر مختلف حلقوں کو جوڑنے اور ان کے مابین پیدا شدہ غلط فہمیاں رفع کرنے میں بڑا مؤثر

کردار ادا کرتے تھے، شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی قدس سرہٗ کی وفات کے بعد جب جمعیت علماءِ اسلام کے بزرگوں میں اختلاف پیدا ہُوا تو آپ نے اتحاد و اتفاق کرانے کے لئے بڑی محنت کی اور متعدد بار لاہور و کراچی کا سفر کیا بالآخر ۱۹۵۴ء میں کراچی میں اکابر جمعیت کا اجلاس طلب کیا جس میں بالاتفاق حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ جمعیت کے صدر منتخب ہوئے، اور حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کو نائب صدر منتخب کیا گیا، ۱۹۶۹ء میں پھر نا اتفاقی ہوئی تو آپ نے بستر علالت پر اتفاق و اتحاد کی کوششیں کیں الغرض اخلاق و اوصاف میں آپ اپنی نظیر آپ تھے، حق تعالیٰ نے آپ کو بہت سی خوبیوں سے نوازا تھا حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ :-

"حضرت جالندھریؒ کی شخصیت تھانہ بھون اور دیوبند سے تعلق کی وجہ سے شہرہ آفاق تھی جب وفاق المدارس کے اجتماعات میں اُن سے مصاحبت و ہم نشینی کے مواقع میسّر آئے تو انہیں جذبات سے بالاتر اور طیش و غضب سے پاک دیکھا، عقل و دانش اور حلم و تدبّر اُن کے رگ و ریشہ میں کوٹ کوٹ کر بھرا تھا، خفیف الجسم اور سبک روح تھے اور بڑی قابل قدر ہستی تھی اور مولانا جالندھریؒ اپنے دور کے جیّد عالم دین تھے، بڑے عاقل و متین اور مدبّر و منتظم تھے، علم و وقار کا مجسمہ اور خدا ترسی و للّٰہیت کا بہترین نمونہ تھے اُن کا مدرسہ خیر المدارس اسم با مسمّٰی ہے اور تعلیم و تدریس کے ساتھ ساتھ تزکیۂ نفوس اصلاحِ اخلاق اور تربیّت قلوب کی طرف بھی توجّہ تھی، صورت کے ساتھ روح بھی تھی اور صفائی معاملات میں خصوصی امتیاز تھا[1]"

---

[1] در ماہنامہ بینات کراچی دسمبر ۱۹۷۰ء

الغرض آپ ایک عظیم محدّث، مدبّر، محقق اور عارفِ کامل تھے، متبع سنّت اور صد[ق] و صداقت کا پیکر تھے، درس و تدریس اور وعظ و ارشاد آپ کی زندگی کا اصل محور تھا، اور تصنیف و تالیف کا شغل بہت ہی کم تھا تاہم چند مفید رسائل تالیف فرمائے "خیر الاصول"، "خیر التنقید فی اثبات التقلید"، "خیر الوسیلہ"، "تیسیر الابواب"، "خیر المصابیح فی اثبات التراویح"، "نماز حنفی مترجم"، آخری عمر میں صحیح بخاری کی ایک مختصر سی شرح بھی تحریر فرمائی اور اپنے کچھ حالات بھی قلمبند کئے۔

آپ کے مقام علمی و روحانی کے متعلق حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی مدظلہٗ فرماتے ہیں کہ :- حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ بڑے عالم اور بزرگ تھے، علم کے پرکھنے کے لئے قرآن کی تالیفات، درس و تدریس، خیر المدارس کی بنیاد، مناظرے تبلیغ اسلام کے مواعظ، مجلسی گفتگو حاضر و بعید سب کے لئے شاہد عدل ہیں مگر ہر فن والا ہی فن والے کے درجہ کو پہچان سکتا ہے، اس لئے اہل علم ہی ان کے علمی مرتبے کو پہچان سکتے ہیں۔ جیسے ہر فن کے ماہر کو اس کے فن والے ہی ماہر ہونا اور کس درجہ کا ماہر ہے، پہچان لیتے ہیں ورنہ دوسروں کے لئے تو سب یکساں ہی معلوم ہُوا کرتے ہیں یہ قاعدہ سب کے نزدیک تسلیم شدہ ہے حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ کی علمی مہارت اہل علم میں معروف و مشہور ہے مگر بزرگی کا کیا درجہ ہوگا، اس تک ہر اہل علم بھی نہیں پہنچ سکتا "ولی را ولی می شناسد" ایک صحیح قاعدہ ہے، فن میں کیا درجہ ہے اس کو اہل باطن بزرگ ہی پہچان سکتے ہیں دوسروں کے بس کا کام نہیں ہے، اس کے لئے حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ جو زمانۂ حال میں اور خصوصاً علوم باطنہ کے مجدد تسلیم شدہ ہیں ان کا بیعت و تربیّت کی اجازت نامہ اور مرض وفات میں جن خلفاء کا انتخاب تربیّت مجمع فرما کر اعلان فرما دیا

تھا جو "اشرف السوانح" میں درج ہے اِس میں حضرت مولانا خیر محمدؒ صاحب" کا نام نامی درج ہونا ان کے باطنی مرتبہ کی عظیم شہادت ہے۔ بلکہ ایک دفعہ فرمایا تھا:۔ کہ "انجن تو چھوٹا سا ہے مگر گاڑیاں بہت کھینچتا ہے" چونکہ حضرت مولانا کی ظاہری جسامت بہت مختصر تھی اس کی طرف اشارہ فرما کر باطنی قوّت و فوقیت کو انجن کی زبردست اسٹیم سے تشبیہ دے کر باطنی مرتبہ ظاہر فرمایا ہے، حضرت حکیم الآمت کی اُن دو شہادتوں کے سامنے اور کسی کی تعریف و ستائش پر کتاب کی کتاب میں بھی اس پایہ کی تعریف نہیں ہو سکتی۔"[۲۵]

بہر حال آپ کی عالمانہ رفعت و عظمت کا اندازہ لگانا بہت مشکل ہے، آپ اپنے ہمعصر علماء کے محب و محبوب تھے بالخصوص علاّمہ سید سلیمان ندویؒ، مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ ...ناظفر احمد عثمانیؒ، مولانا احمد علی لاہوریؒ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، مولانا سید عطاء اللہ ...ا بخاریؒ، مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ، مولانا احتشام الحق تھانویؒ آپ کے بڑے قدر ...تے اور مرتبہ شناس تھے۔

آپ کی پوری زندگی تعلیم و تربیت، اصلاح و ارشاد اور دعوت و تبلیغ میں بسر ہوئی ...دوں افراد آپ کے فیض علمی و روحانی سے مستفیض ہوئے۔ اور آخر کار یہ مرد مومن ۲۰ ...بان ۱۳۹۰ھ کو اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملے۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

ہزاروں افراد نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔ اور مولانا شمس الحق افغانی نے نماز جنازہ ...ھائی اور خیر المدارس کے دار الحدیث کے عقب میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔ بڑے بڑے ...ء و زعماء نے اظہار تعزیت کیا، حضرت مولانا احتشام الحق صاحب تھانویؒ نے اپنے تعزیتی ...ت میں فرمایا کہ:۔

---

[۲۵] مکتوب گرامی بنام احقر بخاری عفرلہٗ)

"مولانا کی وفات کے بعد عُلماء اپنے آپ کو یتیم محسوس کر رہے ہیں وہ اس زمانہ میں عُلماء سلف کی یادگار تھے اور تمام علماء میں افضل اور قابل احترام تھے"

حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ فرماتے ہیں :۔ کہ

"حضرت جالندھری کی موت عقل و دانش، علم و وقار، تدبر و تنظم اور مکارم اخلاق کی موت ہے اُن کے وجود سے علم اور علماء کا وقار قائم تھا، خانقاہ کی عظمت باقی تھی ارشاد و تحقیق کی شمعیں روشن تھیں اور اصلاح و تربیت کی محفلیں آباد و بارونق تھیں۔"

مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے یہ تاریخ وفات لکھی تھی ؎

وفات جس کی ہے بیشک وفات علم و عمل
یہ کیسی ہستیٔ بے مثل کھو گئی تاریخ
سرِ الم سے پکارا جو آج ہاتف نے

۱

وفات خیر محمدؒ ہی ہو گئی تاریخ!!

۱۳۸۹
۱
۱۳۹۰
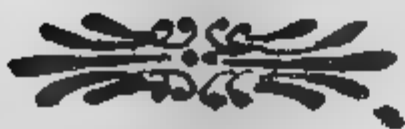
حضرت مولانا عبدالرحمٰن کاملپوریؒ

محدثِ کبیر، عارف باللہ حضرت مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری رحمۃ اللہ علیہ کا شمار ان علماء میں ہوتا ہے جو ساری زندگی قرآن و حدیث کی خدمت اور تبلیغ وارشاد میں گزارتے ہیں۔ آپ کا سلسلۂ نسب مشہور افغان قبیلہ یوسف زئی سے منسلک ہے آپ کے آباؤ اجداد شرافت و دیانت پاکیزگیٔ عمل اور دینداری میں امتیازی حیثیت رکھتے تھے والد ماجد مولانا گل محمد صاحب اپنے وقت کے مشہور طبیب ایک سنجیدہ عالم دین، نہایت متقی اور عبادت گزار بزرگ تھے۔ آپ کی پیدائش ۲۷ اگست ۱۸۷۲ء کو ضلع کیمبل پور میں ہوئی۔ آبائی وطن کیمبل پور ہونے کی وجہ سے نسبت کامل پوری ہونی چاہیئے تھی، مگر یہ نسبت آپ کے نام سے مناسبت نہیں رکھتی تھی اس لئے کمالِ تقویٰ و علم کی وجہ سے کاملپوری نسبت مشہور ہوئی، حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کی لطیفہ گوئی، بذلہ سنجی اور لطافت طبع مشہور ہے اس لئے آپ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ :۔

"کامل پوری نہیں کامل پورے ہیں۔"

آپ بچپن ہی سے خدا ترس، رحم دل، خوش اخلاق اور سنجیدہ طبیعت تھے۔ بچپن سے تعلیم کا شوق تھا قرآن مجید اپنے وطن ہی میں پڑھا۔ پھر ابتدائی تعلیم عربی اور فارسی شمس آباد میں پڑھی، اس کے بعد مکھڈ تشریف لائے۔ اور مولانا قاضی عبدالرحمٰن صاحب سے شرح جامی اور ملاحسن تک کتابیں پڑھیں پھر آپ نے ہندوستان کا عزم کیا اور ۱۹۱۲ء میں مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لیا۔ اس زمانے میں مظاہر العلوم میں حضرت اقدس مولانا خلیل

احمد سہارنپوریؒ اور مولانا عبداللطیفؒ، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، مولانا عنایت علیؒ اور مولانا عبدالوحیدؒ جیسے اکابر مدرسین موجود تھے اور اپنے فیضِ علمی سے دنیا کو سیراب کر رہے تھے آپ نے مظاہر العلوم میں داخلہ لے کر مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ، مولانا عبداللطیفؒ اور مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، جیسے اساتذہ سے دورۂ حدیث پڑھا۔ اور ۱۳۳۱ھ میں سندِ فراغت تعلیم حاصل کی۔ پھر مکرر دورۂ حدیث کے لئے دار العلوم دیوبند تشریف لے گئے اور شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ، علامہ شبیر احمد عثمانی، مولانا محمد احمد قاسمیؒ سے کتب احادیث پڑھیں، اور مظاہر العلوم سہارنپور کی طرح دار العلوم دیوبند سے بھی نمایاں کامیابی حاصل کی، فراغتِ تعلیم کے بعد اپنے استاذِ کرم حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کے حکم پر مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں مدرس مقرر ہوئے۔ اور اپنے استاذِ محترم کے لگائے ہوئے باغ علم کے مستقل باغبان بنے اور قیام پاکستان تک آبیاری کرتے رہے،

۱۳۴۴ھ میں مظاہر العلوم کی تاریخ میں یہ انقلاب آیا کہ حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحبؒ نے مدینہ طیبہ ہجرت کرنے کا ارادہ فرمایا۔ مظاہر العلوم سے حضرت اقدس سہارنپوریؒ کی روانگی واقعی بڑی حیران کن واقعہ اور ناقابل تلافی نقصان تھا۔ مگر آپ نے تلامذہ کی ایک ایسی پاکیزہ اور قابل و لائق جماعت تیار کر لی تھی، کہ آپ کو یقین کامل تھا کہ میرے جانے کے بعد اس چمنستانِ علم کی رکھوالی اور اس گلستان چمن کی شرافت کی نگہبانی کی پوری صلاحیت ان میں موجود ہے، چنانچہ آپ عازم مدینہ منورہ ہوئے، اور آپ کی جگہ آپ کے قابل و لائق شاگرد حضرت مولانا عبدالرحمٰن کاملپوریؒ صدر مدرس مقرر ہوئے اور قیام پاکستان تک علمی و تدریسی خدمات انجام دیتے رہے اس عرصہ میں ہزاروں طالبان علم فیضیاب ہوئے۔ اور علوم دینیہ سے اپنے سینوں کو منور کیا، تقسیم ملک کے بعد آپ بہبودی تشریف لائے اور وہاں سے استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ کی دعوت پر مدرسہ خیر المدارس ملتان تشریف لائے، جہاں تین سال قیام فرمایا اور سینکڑوں علماء آپ سے علوم حدیث کی سند حاصل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔ ۱۹۴۹ء میں جامعہ عباسیہ بہاولپور

کی طرف سے شیخ الفقہ کے عہدہ کے لئے آپ کو دعوت دی گئی، مگر آپ نے وہاں جانے سے انکار کردیا۔ پھر شوال ۱۳۶۹ھ میں مولانا احتشام الحق تھانویؒ کی دعوت پر دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈوالہ یار کے عہدۂ شیخ الحدیث کے لئے تشریف لے گئے۔ جہاں تین سال شعبان ۱۳۷۲ھ تک حدیثِ رسولؐ کے چراغ جلاتے رہے۔

آپ ایک جیّد عالم، قابل مدرس، محقق، محدّث، اور فقیہہ ہی نہ تھے بلکہ اپنے وقت کے ایک شیخ طریقت اور آسمانِ روحانیت کے آفتاب بھی تھے آپ نے پہلے حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کے دستِ حق پر بیعت کی، اور پھر وقت کے مجدّدِ اعظم حکیم الامّت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور مسلسل کئی برس سلوک و تصوّف کے منازل طے کرنے کے بعد ان کے خلیفۂ مجاز مقرر ہوئے۔ آپ کی روحانی صلاحیتوں کو دیکھ کر حضرت حکیم الامت تھانویؒ آپ کو کامل پوری نہیں بلکہ کامل پورے فرمایا کرتے تھے۔

آپ کو اپنے شیخ سے از حد محبت تھی اور ساری زندگی انؒ کے بتائے ہوئے اصولوں پر گزار دی، اپنے ہم عصر علماء و اکابرین کا بھی بیحد احترام کرتے تھے خصوصًا مولانا ظفر احمد عثمانیؒ علامہ سید سلیمان ندویؒ، مولانا مفتی محمدؒ حسن امرتسریؒ، مولانا خیر محمد جالندھریؒ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، مولانا سید محمدؒ یوسف بنوریؒ، اور مولانا شمس الحق افغانی کے محب و محبوب تھے مفتیٔ اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع دیوبندیؒ اور سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ سے بھی گہرے تعلقات اور مراسم تھے اور ان حضرات کا بے حد احترام فرماتے تھے اسی طرح آپ کے ہمعصر علماء بھی آپ کا بے حد احترام کرتے تھے، اور آپ کی شخصیت کا کھلا اعتراف کرتے تھے۔

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے ایک مرتبہ خیر المدارس ملتان کے قیام کے دوران فرمایا:- کہ "قیامت کے روز اتنا کہ دینا اپنے لئے کافی سمجھتا ہوں کہ میں نے مولانا عبدالرحمٰن کاملپوریؒ کو دیکھا ہے"

علامہ سید سلیمان ندویؒ نے فرمایا کہ:- مولانا عبدالرحمٰن کی شان کا کیا کہنا

ایک ایک خط مکاتیبِ عبادۃؒ الرحمٰن میں ایک ایک مقام پایا ہے"

مولانا عبدالباری ندویؒ فرماتے ہیں، کہ:-

"مولانا کی قدر تو وہ آدمی جانے گا جسے صحابہؓ کرامؓ کی زندگی پسند ہو"

مولانا مفتی محمدؒ شفیع صاحب فرماتے ہیں کہ:-

"حضرتِ تھانویؒ کے وصال کے بعد ہم سب میں تغیّر آیا، اور زمانہ کے حالات سے متأثر ہوئے مگر مولانا عبدالرحمٰن صاحبؒ کا کمال ہے کہ آپ میں کوئی تغیّر نہیں آیا"

محمدؒ یوسف بنوریؒ فرماتے ہیں:- کہ "مولانا عبدالرحمٰن صاحبؒ کاملپوری علوم اسلامیہ دینیہ اور عقلی و نقلی فنون کے جامع ترین عالم تھے۔ اصناف علم و فضل و کمال ان کی شخصیت میں مجتمع تھیں وہ عالم و عارف تھے صوفی و محقق اور فقیہہ و محدث تھے علم اصول و کلام کے ایک ماہر اصول اور فاضل متکلم تھے، غرض علمی دنیا کے آفتاب و ماہتاب تھے، کوہ وقار و تمکنت، پیکر علم و عمل، تواضع و انکساری اور اصلاح و تقوی میں یگانۂ روزگار تھے، تواضع خاموشی اور کم گوئی آپ کی ایک فطری کرامت تھی، بڑے قابل قدر بزرگ تھے"

(تجلّیات رحمانی مؤلفہ سعید الرحمٰن)

بہرحال آپ کا مقام بہت بلند تھا، اور اپنے وقت کے عظیم محدّث، فقیہہ اور شیخ کامل تھے، آپ کے تلامذہ میں بڑے جلیل القدر علماء بھی شامل ہیں، جن کے اسمائے گرامی سے آپ کی عظیم شخصیت اور علمی مقام کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے،

شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، مولانا بدر عالم میرٹھی، مولانا عبد الشکور کامل پوریؒ، مولانا اسعداللہ سہارنپوریؒ، مولانا شمس الحق فریدپوریؒ، مولانا مفتی جمیل احمد تھانویؒ، مولانا محمدؐ یوسف کاندھلویؒ، مولانا غلام غوث ہزاروی،

مولانا محمد احمد تھانوی ؒ ، اور مولانا ابرار الحق صاحب ؒ خاص طور پہ قابلِ ذکر ہیں ، یہ تمام علماء بھی اپنے اپنے وقت کے جید ترین علماء میں شمار ہوتے ہیں ،

الغرض آپ ساری زندگی ، درس و تدریس اور تبلیغ و ارشاد میں مصروف رہے اور آخر کار ۲۷ ، شعبان ۱۳۸۵ھ مطابق دسمبر ۱۹۶۵ء کو اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے ۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ۔

ہزاروں عقیدت مندوں نے نمازِ جنازہ پڑھی ، اور حضرت مولانا نصیر الدین نے امامت کے فرائض انجام دیئے ، اللہ تعالیٰ ہمیں اُن کے نقشِ قدم پہ چلنے کی توفیق عطا فرمائے ۔ آمین ۔

(تفصیل کے لئے " تجلیاتِ رحمانی ؒ " ملاحظہ فرمایئے)

● " حُبِّ مال اور حُبِّ جاہ یہ دونوں قلب کی ایسی بیماریاں ہیں جن کے باعث انسان کی دنیاوی زندگی اور اُخروی زندگی اجیرن ہو جاتی ہے اور غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ انسانی تاریخ میں اب تک جتنی انسانیت سوز لڑائیاں لڑی گئیں اور جو فساد برپا ہوئے اُن میں سے اکثر و بیشتر کو انہی دو بیماریوں نے جنم دیا تھا ۔ "

(مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی ؒ)

حضرت مولانا اطہر علی سلہٹی ؒ

مخدوم العلماء والصلحا حضرت مولانا اطہر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریک پاکستان کے اُن علماء حق میں سے تھے ، جنہوں نے مسلم لیگ کی حمایت میں نہ صرف زبانی بلکہ عملی طور پہ کام کیا ، آپ مشرقی پاکستان میں دیوبندی مسلک کا سب سے پہلا نمونہ تھے آپ نے نصف صدی سے زائد بے غرضی اور لگن کے ساتھ احیاء دین و شریعت اور اعلائے کلمۃ الحق کے لئے کام کیا ، آپ کی زندگی جذبۂ خدمت دین اور شوقِ حریت کا حسین امتزاج تھی ۔

آپ ضلع سلہٹ مشرقی پاکستان کے ایک شریف ، معزز اور دیندار گھرانے میں ۱۳۰۹ھ مطابق ۱۸۹۱ء میں پیدا ہوئے ، قرآن مجید اپنے والد ماجد سے پڑھا اور ابتدائی تعلیم مدرسہ پڑدلیس تھانہ بیانی بازار میں حاصل کی ، ثانوی تعلیم مدرسہ قاسمیہ مراد آباد میں حاصل کی ، پھر مرکز علوم اسلامیہ دار العلوم دیوبند تشریف لے آئے ، اور امام العصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیری ، شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی ؒ ، عارف باللہ حضرت مولانا اصغر حسین دیوبندی ؒ اور استاذ العلماء حضرت مولانا رسول خان ہزاروی ؒ جیسے آفتاب علم و عمل اساتذہ کے سامنے زانوئے ادب تہہ کیا ،

تعلیم سے فراغت کے بعد مدرسہ عالیہ جھگا باڑی میں مدرس رہے ، کچھ عرصہ ضلع کملا میں مدرسہ قاسمیہ کے صدر مدرس رہے ، بحیثیت مدرس آپ کی کامیابی اور مہارت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ سلہٹ میں یہ بات ضرب المثل بن گئی تھی ، کہ جو شخص آپ کے درس میں بیٹھے اور پھر بھی سبق نہ سمجھے ، اس کو پڑھنا ہی ترک کر دینا چاہیے تعلیمی و تدریسی خدمات کے ساتھ ہمیشہ تبلیغی و اصلاحی خدمات بھی انجام دیتے رہے اور اس سلسلہ میں برلائی ضلع کشور

گنج کے ایک رئیس کی درخواست پر وہاں تشریف لے گئے، اور کئی سال تک تبلیغی و اصلاحی خدمات میں معروف رہے اور دینی سرگرمیوں کی وجہ سے جلد ہی مرجع عوام و خواص بن گئے بعد میں کچھ دینی مصلحت کی وجہ سے ببیبت نگر چھوڑ کر پورن تھانہ میں مقیم ہو گئے جہاں ایک چھوٹی سی مسجد کی بنیاد رکھی، آپ کی کوششوں اور مساعی جمیلہ کی بدولت آج اس مسجد کا شمار مشرقی پاکستان کی عظیم مساجد میں ہوتا ہے اور اس مسجد کا پانچ منزلہ مینار دہلی کے قطب مینار کی یاد دلاتا ہے، یہاں قیام کے دوران حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے علم سے درس و تدریس کے ساتھ عقیدتمندوں کے اخلاق و اعمال کی اصلاح میں مصروف رہے اور حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کی تحریر کردہ تنظیم المسلمین اور تعلیم المسلمین کی اشاعت کے بعد دعوت و تبلیغ کے کاموں میں پہلے سے زیادہ وقت گزارنے لگے، ۱۹۴۵ء میں مدرسہ امداد العلوم کے نام ایک دینی مدرسہ قائم کیا۔ جو کچھ عرصہ بعد عظیم الشان دینی ادارہ "جامعہ امدادیہ کشور گنج کی شکل اختیار کر گیا جس میں اب تک ہزاروں طالبان علم حدیث حاصل کر چکے ہیں اور آپ کے ہزاروں طالبان علم اور فیض یافتہ حضرات اندرون و بیرون ملک دینی و ملی خدمات میں مصروف ہیں۔

تعلیمی و تدریسی کاموں کے علاوہ آپ نے اس وقت کے مجدد اعظم حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ساتھ روحانی تعلق قائم رکھا، اور ان کے دستِ حق پر بیعت کی اور پھر اپنے شیخ کی ہدایات و احکامات پر عامل رہ کر مسلسل سلوک و تصوف کے مدارج طے کرتے رہے اور تین سال کے مختصر عرصہ میں شعبان ۱۳۴۸ھ میں خلافت و اجازت کے شرف سے مشرف ہوئے حکیم الامت سے تعلق کے بعد آپ فرمایا کرتے تھے:۔ کہ

"مجھے یوں معلوم ہوتا تھا کہ جتنا بھی میں نے علم حاصل کیا تھا اور جو کچھ پڑھا تھا وہ محض زبانی تھا حضرت حکیم الامت سے تعلق کے بعد حقیقت سمجھ میں آئی اور ان پر حقیقی معنوں میں عمل کرنے کی توفیق ہوئی"

یہ حقیقت ہے کہ آپ نے اپنے آپ کو سلوک کے اس اصول کے تحت کہ مرید اپنے آپ کو شیخ کے حوالے اس طرح کر دے جیسے میت کو غسال کے حوالے کر دیا جاتا ہے آپ نے واقعی اپنے آپ کو حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ کے تابع کر رکھا تھا اور جیسے وہ حکم فرماتے، اسی پر عمل کرتے تھے،

علمی، دینی، تبلیغی و اصلاحی خدماتِ جلیلہ کے ساتھ ساتھ آپ نے اپنے استاد محترم شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی اور اپنے ہمعصر علماء شیخ الحدیث حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ اور مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع صاحب دیوبندیؒ کے شانہ بشانہ تحریکِ پاکستان اور اس کے بعد نظام اسلام کے نفاذ کے سلسلہ میں بھرپور عملی حصہ لیا اور وہ خدماتِ جلیلہ انجام دیں۔ جنہیں تاریخ پاکستان کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ حضرت مولانا اطہر علی رحمۃ اللہ علیہ کی سیاسی زندگی کا آغاز سلہٹ ہی سے ہوا۔ جہاں سرحد کی طرح سے مسلم لیگ ریفرنڈم کرا رہی تھی اور آسام کے ساتھ یہ علاقہ کانگرس کا مضبوط اڈا تھا لیکن حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی اور حضرت مولانا اطہر علی سلہٹی کی دن رات کوشش اور جد و جہد سے سلہٹ کا علاقہ پاکستان کی سرحد میں شامل ہو گیا، پاکستان بن جانے کے بعد تحریک پاکستان میں شامل علماء نے مشرقی و مغربی پاکستان میں یہ فیصلہ کیا کہ اب ہمیں پاکستان تو حاصل ہو گیا ہے مگر ضرورت اس بات کی ہے کہ اس ملک میں نظریہ پاکستان اور قائد اعظم کی خواہش کو پورا کرنے کے لئے اسلامی نظام کے قیام کی کوشش تیز کر دی جائے چنانچہ اس کے لئے قومی اسمبلی کے اندر نظامِ اسلام کے روحِ رواں شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی ایک مضبوط چٹان بن کر کام کر رہے تھے اور ان کے رفقاء جمعیت علماء اسلام میں رہ کر پورے پاکستان میں سرگرمِ عمل تھے چنانچہ دائیں بازو مشرقی پاکستان میں اس تحریک کی قیادت حضرت مولانا اطہر علی صاحب، مولانا شمس الحق صاحب فرید پوری اور مولانا دین محمد وغیرہ فرما رہے تھے اور بائیں بازو مغربی پاکستان میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، مولانا ظفر احمد عثمانی، مولانا محمد حسن امرتسری، مولانا خیر محمد جالندھری، اور

مولانا محمد ادریس کاندھلوی اسی تحریک نظام اسلامی کو پروان چڑھا رہے تھے، شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی جب پاکستان بننے کے بعد ڈھاکہ جب پہلی مرتبہ جمعیت علماء اسلام کی ایک عظیم الشان کانفرنس میں شریک ہوئے۔ تو مولانا اطہر علی سلہٹی مرحوم نے ہی خطبۂ استقبالیہ پیش کیا جو آج بھی مطبوعہ موجود ہے جس کے پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس ملک میں قرآن و سنت کی روشنی میں مسلمانوں کو زندگی بسر کرانے کے لئے مولانا مرحوم کے دل و دماغ میں کس قدر عزم و استقلال کی پختگی موجزن تھی غرض کہ آپ ساری زندگی پاکستان میں نظام اسلام کے لئے جدوجہد کرتے رہے اور اس مقصد کے لئے مشرقی پاکستان سے قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ اس کے بعد قرارداد مقاصد کی ترتیب و تدوین میں شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور مفتیٔ اعظم حضرت مولانا محمد شفیع صاحب کے دست راست رہے، پھر ۱۹۵۱ء کے ہر مکتبۂ فکر کے جید علماء کے اجلاس میں شرکت کے لئے کراچی تشریف لائے اور ۲۲ نکات کی ترتیب و تدوین میں علماء کا ہاتھ بٹایا۔ پھر ۱۹۵۳ء میں حکومت پاکستان کی طرف سے دستوری تجاویز میں ضروری ترامیم کے سلسلے میں جن علماء کو شرکت کی دعوت دی گئی ان میں مولانا اطہر علی صاحب بھی شامل تھے اسی طرح اردو کو سرکاری زبان بنانے والی تحریک میں بھی بھرپور حصہ لیا۔ اور مولانا ظفر احمد عثمانی کے ہمراہ اس سلسلہ میں بھی قائد اعظم سے ملاقات کی۔ اور ہمیشہ آپ نے ہر جابر و ظالم کے سامنے کلمۂ حق ادا کیا۔ تحریک ختم نبوت میں بھرپور حصہ لیا۔ ۱۹۷۰ء میں سوشلزم کے خلاف کفر کا فتویٰ دیا۔ اور اس لادینی نظام کے سیلاب کو روکنے کے لئے مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، مولانا مفتی محمد شفیع۔ مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ اور مولانا مفتی جمیل احمد تھانویؒ کے شانہ بشانہ ضعف و پیرانہ سالی کے باوجود زبردست تحریک چلائی اور پاکستان کے اہم شہروں میں دورہ فرماتے رہے اور عوام کو اس لادینی فتنے سے آگاہ کرتے رہے،

الغرض حضرت مولانا مرحوم کی ذات گرامی مشرقی و مغربی پاکستان میں احیاء دینی،

روحانی، اخلاقی تعلیم و تربیت اور نشر و اشاعتِ علوم و معارف قرآنیہ کے لئے وقف تھی آپ کی تقریر و تحریر مؤثر اور دلپذیر ہوتی تھی۔ زندگی بڑی سادہ تھی، تکلف، تصنع اور مادی آرائش و زیبائش سے نفرت تھی۔ ان خوبیوں کے علاوہ مجاہد فی سبیل اللہ تھے اور اعلائے کلمۃ الحق سے کبھی کوتاہی سے کام نہیں لیا۔ اس کی سزا بھی بھگتنی پڑی اور مجیب الرحمٰن کے ظالمانہ دور حکومت میں آپ کو کلمۃ الحق کی پاداش میں قیدی بنایا گیا۔ یہاں تک کہ قید خانہ ہی میں آپ کے ہاتھ پاؤں توڑ دیئے گئے۔ رہائی کے بعد آپ پر فالج کا زبردست حملہ ہوا اور میمن سنگھ ہسپتال میں ۵ اکتوبر ۱۹۷۶ء مطابق ۱۰ شوال ۱۳۹۶ھ کو رات دس بجے اپنی جان، جان آفرین کے سپرد کر دی۔

إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

جامعہ امدادیہ کشور گنج میں آپ کی تدفین ہوئی جو آپ ہی کی جاری کردہ ایک عظیم الشان درسگاہ ہے، آپ کی وفات پر ملک کے ممتاز علماء نے گہرے رنج و غم کا اظہار کیا۔ آپ کی علمی، دینی، روحانی اور سیاسی کارناموں کا اعتراف کیا۔ ذیل میں چند مشاہیر علماء کے مختصر تاثرات درج کئے جاتے ہیں،

مولانا محمد یوسف صاحب بنوریؒ فرماتے ہیں کہ:۔

"مولانا اطہر علی صاحب سابق مشرقی پاکستان کے ممتاز ترین عالم تھے۔ علمی و سیاسی خدمات میں مشہور بزرگ تھے آپ بنگلہ دیش کے علماء و فضلاء میں جامع شخصیت تھے، وہ عالم تھے۔ فاضل تھے، صوفی تھے، درویش تھے، دیوبند کے فاضل تھے اور حکیم الامت تھانویؒ کے خلیفہ ارشد تھے۔"

مولانا جمیل احمد تھانوی صاحب فرماتے ہیں۔ کہ:۔

مولانا اطہر علی صاحب کی شخصیت اس دور میں چراغ راہ

کی حیثیت رکھتی تھی۔ اُن کی زندگی سلف الصالحین کا نمونہ تھی
اور اپنے علم وفضل، زہد وتقویٰ اور بے لوث خدمتِ دین کی
وجہ سے عوام وخواص میں بے حد مقبول تھے، اُن کی وفات
علمی حلقوں کا عظیم نقصان ہے"۔

مولانا محمد تقی عثمانی ایم۔اے۔ ایل۔ ایل بی فرماتے ہیں کہ:۔

حضرت مولانا مرحوم پوری اُمت مسلمہ کی گرانقدر متاع تھے۔ اُن
کی وفات پوری دنیائے اسلام کے لئے ایک سانحہ عظیم ہے"۔

مولانا محمد متین خطیب صاحب فرماتے ہیں کہ:۔

"حضرت مولانا کی ذات بابرکات کی وفات سے پوری قوم یتیم ہوگئی ہے اور علماء
کی روشن شمع بجھ گئی، کشورِ گنج مشرقی پاکستان میں جامعہ امدادیہ، آپ کی عظیم
دینی درسگاہ ہے جس کی بنیاد پر آپ نے لاکھوں روپے خرچ کئے تھے،
اس جامعہ کی عظیم الشان مسجد شہداء کے ممبر ومحراب آج بھی آپ کے مواعظ
حسنہ اور ذکر اللہ کی صدائیں یاد دلاتے ہیں اور آج بھی ذکر اللہ کی صدائیں بلند ہو
رہی ہیں اور انشاء اللہ قیامت تک بلند ہوتی رہیں گی۔

اللہ تعالیٰ درجات عالیہ نصیب فرمائیں۔ آمین،

شیخ عالم، قطب ملت حضرت اطہر علیؒ
وارث علم نبوتؐ ، حضرت اطہر علیؒ
جانشین تھانویؒ مردِ حق، روشن ضمیر
ہادیٔ راہِ ہدایٔ حق کی رحمت حضرت اطہر علیؒ

حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ ان علمائے حق میں سے
تھے جن کی زندگی کا ہر گوشہ رضائے الٰہی کے تابع ہوتا ہے، آپ اپنے دور کے محقق عالم،
بے مثال مفسر، مدبر، اور عارفِ کامل تھے، آپ گوجرانوالہ میں گکھڑ ریلوے اسٹیشن سے
مشرق کی جانب قصبہ جلال میں ۲ رمضان المبارک ۱۳۰۴ھ کو پیدا ہوئے۔ ماہ نزولِ قرآن
کے دوران پیدا ہوئے، ماہ نزولِ قرآن کے دوران پیدا ہونے والا یہ نیّرِ تاباں عمر بھر اسی
نورِ ہدایت کی ضیا پاشی کرتا رہا، آپ کے والدِ محترم شیخ حبیب اللہ سلسلۂ چشتیہ میں بیعت
تھے، اور صاحب درد بزرگ تھے ہوش سنبھالتے ہی والدہ محترمہ نے تعلیم وتدریس شروع
کردی اس کے بعد ایک درویش صفت مردِ قلندر مولانا عبدالحق صاحب کے سایۂ عاطفت میں
دے دیئے گئے انہوں نے بکمال شفقت ومحبت تربیت فرمائی، پھر امام انقلاب مولانا
عبیداللہ سندھیؒ کی آغوش شفقت میں چلے گئے انہوں نے اپنے پیر طریقت مولانا غلام
محمد دین پوریؒ کے سپرد کردیا پھر تحریک آزادی ہند کے جانباز سپاہی مولانا تاج محمود امروٹیؒ
کے جذبہ جہاد وجانبازی سے سرشار ہوئے، اس کے بعد جب مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی
تحریک پہ گوٹھ پیر جھنڈا میں مدرسہ دارالرشاد کا قیام عمل میں آیا تو حضرت لاہوریؒ کو حضرت
سندھیؒ نے وہاں داخل کرادیا، یہاں پر آپ نے نہایت محنت وشوق سے چھ سال تک
علومِ دینیہ کی تکمیل کی، ۱۹۲۷ء میں آپ فارغ التحصیل ہوئے۔ فراغت کے بعد اسی مدرسہ
میں مدرس مقرر ہوئے اور حضرت سندھیؒ نے اپنی صاحبزادی آپ کے حبالۂ عقد میں دے

دی۔ آپ گوٹھ پیر جھنڈا میں تقریباً تین سال تک نہایت محنت و جانفشانی سے تدریس و تعلیم میں مشغول رہے پھر جب مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے "جمعیت الانصار" قائم کی تو مدرسہ دارالرشاد سے مولانا لاہوریؒ کو اپنے پاس بلا لیا۔ اور نظارۃ المعارف القرآنیہ کے نام پر علماء کرام اور جدید تعلیم یافتہ حضرات کی ایک مخلوط جماعت تیار کی جس کا مقصد حالاتِ حاضرہ کے تقاضوں کے مطابق تبلیغی مشن چلانا تھا۔ حضرت لاہوریؒ نے اس جماعت کی تنظیم میں حضرت سندھیؒ کا پورا پورا ساتھ دیا، اس کے بعد حضرت سندھیؒ کے حسب ارشاد آپ نواب شاہ کے ایک مدرسہ میں آ گئے اور تدریس و تعلیم کا مشغلہ جاری رکھا، اس کے بعد مولانا سندھیؒ کے حکم پر علی گڑھ میں بھی تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے، پھر جب مولانا سندھیؒ کو افغانستان کی طرف ہجرت کرنا پڑی تو اپنے پیچھے آپ کو جمعیت الانصار کا نگران مقرر فرمایا، اور حضرت سندھیؒ نے کابل کے قیام کے دوران اپنی تنظیم اور سرگرمیوں کے بارے میں آپ کو کچھ خطوط ارسال کئے تھے، چونکہ چند ہم خیال حضرات کو پہنچانے تھے خطوط تو مکتوب الیہم کو پہنچا دیئے گئے، لیکن بعد میں پکڑے گئے،

حکومت ہند برطانیہ نے اس تحریک کو کچلنے کا کام شروع کر دیا، اگر حضرت سندھیؒ کی وہ تحریک کامیاب ہو جاتی جس کا مقصد استخلاص وطن کے سوا کچھ نہ تھا تو پاکستان ۱۹۴۷ء سے کئی سال قبل معرض وجود میں آ چکا ہوتا۔ ان خطوط کے پکڑے جانے کے بعد حضرت لاہوریؒ کو بھی گرفتار کر لیا گیا، دہلی سے شملہ لایا گیا۔ اور وہاں حوالات میں بند کر دیا گیا۔ حوالات کا نگران آپ کی حسنِ سیرت اور محاسن سے اس قدر متاثر ہوا کہ آپ کو اپنی بساط کے مطابق ہر طرح کی سہولتیں اور مراعات پہنچانے میں لگ گیا آپ کو نماز کے وضو کے لئے صاف پانی مہیا کرتا۔ کبھی کبھی مٹھائیوں سے تواضع کرتا اسی طرح بستر وغیرہ بھی اپنے گھر سے لایا کرتا۔ شملہ سے آپ کو لاہور لایا گیا اور پھر جالندھر وہاں پر حضرت خلیفہ غلام محمد دین پوری بھی پابہ زنجیر لائے گئے ان کو بھی اسی جرم کی پاداش میں لایا گیا تھا جس جرم کی پاداش میں آپ سنتِ یوسفی

ادا کر رہے تھے جالندھر میں آپ کو قصبہ راہوں میں نظر بند کر دیا گیا، اس کے بعد آپ کو راہوں سے لاہور لایا گیا۔ سی آئی ڈی پولیس کے افسر نے ایک مسلمان افسر کے سامنے آپ سے یوں خطاب کیا کہ حکومت آپ کو صوبہ سندھ یا دہلی واپس بھیجنے کے لئے تیار نہیں کیونکہ اس کا یقین ہے کہ سندھ یا دہلی میں آپ کی واپسی کسی لحاظ سے مناسب نہیں لہٰذا آپ کو لاہور ہی میں رہنا ہو گا لیکن آپ کو اس سلسلے میں دو ضامن پیش کرنے ہوں گے جو ہزار ہزار روپے کی ضمانتیں دیں تب گورنمنٹ آپ کو رہا کرے گی۔

آپ نے فرمایا:- کہ یہاں میرا کوئی شناسا نہیں ہے اگر آپ
مانیں تو میں دہلی یا سندھ سے ضامن لا دیتا ہوں"

لیکن حکومت نہ مانی۔ بہ ہزار دقت قاضی ضیاالدین مرحوم فاضل دیوبند ہیڈ ماسٹر اسلامیہ ہائی سکول گوجرانوالہ کا نام نامی یاد آیا جو ان دنوں لاہور میں قیام پذیر تھے ان سے ملے تو انہوں نے ملک لال خان منیجر انجمن اسلامیہ گوجرانوالہ کا نام تجویز کیا چنانچہ اس طرح نہایت محنت و جانفشانی کے بعد آپ کو دو ضامن ملے۔ لاہور میں رہائش پذیر ہونے کے بعد آپ نے درس قرآن مجید شروع کر دیا اور آہستہ آہستہ احباب کی امداد و اعانت پر اشاعت قرآن اور اسلام کی ترقی کے لئے انجمن خدام الدین کا قیام عمل میں لایا گیا اور انجمن کے آپ ہی امیر منتخب ہوئے بعد میں انجمن کی طرف سے خدام الدین کے نام سے ایک ہفت روزہ دینی رسالہ نکالنا شروع کیا جو اب تک ملک و ملت کی دینی خدمات سرانجام دے رہا ہے اس کے ساتھ آپ نے مدرسہ قاسم العلوم قائم کر دیا اس کی ابتدا ایک عربی مدرسہ سے ہوئی جو بعد میں قاسم العلوم کے نام سے مشہور ہو گیا۔ اس میں عربی مدارس کے فارغ التحصیل طلباء اور علماء حضرات آ کر تفسیر قرآن پڑھنے لگے، رفتہ رفتہ اس چشمۂ فیض میں دارالعلوم دیوبند، سہارنپور، مدرسہ امینیہ دہلی مدرسہ شاہی مراد آباد سے فارغ علماء کی جماعتیں آنے لگیں اور یہاں پر یکم رمضان سے آخر ذیقعد تک یہ خاص کلاس ہوا کرتی تھی جو کہ آپ کے آخر دم تک جاری رہی ان کی سندات پر امام العصر علامہ محمد انور شاہ

کشمیریؒ، شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور مجاہد اسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے دستخط ہوتے تھے اب یہ مدرسہ آپ کے فرزند ارجمند مولانا عبیداللہ انور مدظلہٗ کی زیرِ نگرانی چل رہا ہے۔ مدرسہ کے اقامت پذیر طلباء کے لئے ایک مکان کرایہ پر لے رکھا تھا لیکن جگہ کی قلت کی وجہ سے اُن کو سخت دقت پیش آتی تھی۔ اس کے پیشِ نظر انجمن نے مدرسہ کی عمارت بنانے کا فیصلہ کیا اور لائن سبحان خان میں ایک قطعہ اراضی خرید کر مسجد و مدرسہ کی بنیاد رکھی جس کا سنگِ بنیاد شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے رکھا۔

بہرحال آپ پون صدی کی داستانِ تحریک آزادیٔ ہند کے امین تھے، ہر ملی معیبت میں قوم کا ساتھ دیا۔ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ لیکن اس مردِ آزاد نے ہر موقع پر اعلائے کلمۃ الحق کہا، قرآن مجید اور سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل پر ہمیشہ زور دیتے رہے، اور اگر ملتِ بیضا میں کسی طاغوتی طاقت نے کوئی فتنہ اُٹھایا۔ تو اس کا ڈٹ کر دندان شکن جواب دیتے۔ تحریک ختم نبوت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اگر حکومت وقت نے دین کے بارے میں کوئی خلاف شرع کام کیا تو اس پر ارباب اختیار کے سامنے کلمۂ حق کہنے سے باز نہ آتے، اس سلسلے میں کئی بار آپ کی زبان بندی بھی ہوئی، چنانچہ ۱۹۳۱ء میں میکلیگن انجینیرنگ کالج لاہور کے انگریز پرنسپل نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف نازیبا کلمات استعمال کئے آپ نے جرأت رندانہ سے کام لے کر اس کے خلاف کلمۂ حق بلند کیا اور آپ کو اس سلسلے میں گرفتار کر لیا گیا۔ لیکن بعد میں ارباب حکومت کو اپنی حماقت سے تائب ہونا پڑا اور آپ کو باعزت طور پر رہا کر دیا گیا۔

الغرض آپ ساری زندگی اسلام کی خدمت میں مصروف رہے اور ساری عمر تفسیر، سنت اور تزکیۂ باطنی کرنے کے ساتھ ساتھ آپ نے قرآنِ پاک کا رواں رواں اُردو ترجمہ کیا اس کے علاوہ چند چھوٹے چھوٹے رسالے تالیف فرمائے، جن میں تذکرہ رسوم الاسلامیہ، اسلام میں نکاح بیوگان، ضرورۃ القرآن۔ اصلی حنفیت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وظائف، میراث میں حکم شریعت، توحید مقبول، نوٹ کا شرعی فیصلہ

مد احادیث کا گلدستہ اور فلسفہ روزہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں، ذیل میں آپ کے چند اقوال درج کئے جاتے ہیں"۔ ملاحظہ فرمائیے۔

۱ :۔ ہر کام میں حصولِ رضائے الٰہی ہونا چاہیئے۔

۲ :۔ قرآن مجید اور احادیث نبوی کی تشریح دو جملوں میں ہو سکتی ہے۔ خدا تعالیٰ کو عبادت سے اور خلقِ خدا کو خدمت سے راضی رکھے۔

۳ :۔ دل کتنا ہی سخت ہو مگر ذکر الٰہیہ کی متواتر ضربوں سے نرم ہو جاتا ہے جس طرح سخت پتھر میں پانی کے ٹپکنے سے نشیب پڑ جاتا ہے۔

۴ :۔ دین پر استقامت طلب کرو، کرامت طلب نہ کرو۔ کیونکہ استقامت کا درجہ کرامت سے بڑھ کر ہے۔

۵ :۔ جو موتی اللہ والوں کی جوتیوں میں ملتے ہیں۔ بادشاہوں کے خزانوں میں نہیں ملتے"

آخر کار یہ مردِ درویش ۱۷ رمضان المبارک ۱۳۸۲ھ کو اپنے خالقِ حقیقی سے جاملے"

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

لاکھوں افراد نے نماز جنازہ میں شرکت کی اور میانی قبرستان میں آپ کی آخری آرامگاہ بنائی گئی۔ کافی عرصہ تک آپ کے مزار مبارک سے شمیم جنت کی خوشبو آتی رہی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ تیرے در کی دربانی کرے

(تفصیل کے لئے "مردِ مومن" دیکھئے)

حضرت مولانا شاہ وصی اللہ اعظمیؒ

حضرت مولانا شاہ وصی اللہ اعظمی صاحبؒ فتح پور ترجا کے ایک گاؤں میں ۱۳۱۴ھ میں پیدا ہوئے۔ دس بارہ سال کی عمر میں آپ نے قرآن مجید حفظ کر لیا۔ گھر پر عربی اور فارسی کی ابتدائی کتب پڑھنے کے بعد ۱۳۲۸ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے۔ اور ۱۳۳۵ھ میں سندِ فراغ حاصل کی۔ علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ آپ کے اساتذہ گرامی تھے۔ دورانِ تعلیم ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کو اصلاحِ اعمال کی فکر اور ذوقِ عبادت عطا فرمائی تھی۔ اجتماعات سے الگ تھلگ رہنے کے عادی تھے۔ خوش نصیبی سے طالبعلمی کے زمانہ ہی میں آپ کو حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضری اور تربیت باطنی کا شرف حاصل ہو گیا۔ اور نصابِ تعلیم کو پورا کر کے خانقاہِ تھانہ بھون کے ہو رہے۔ آپ کی فطری قابلیت کو اللہ تعالیٰ نے حضرت حکیم الامت تھانویؒ کی تربیت سے چار چاند لگا دیئے اور بہت جلد باطنی تربیت مکمل کر کے حضرتؒ کے خلفاءِ مجازین میں شامل ہو گئے۔

حضرت حکیم الامت تھانویؒ کی وفات کے بعد آپ کی ذات طالبین کا مرجع بن گئی۔ فتح پور کے زمانہ قیام میں قرب وجوار کے اضلاع کے علاوہ دوسرے علاقوں کے لوگ آپ تک پہنچتے رہتے۔ اس کے بعد آپ گورکھپور تشریف لے آئے۔ اور گورکھپور ایک دینی اور روحانی مرکز بن گیا۔ پھر آپ نے یہاں سے اللہ آباد منتقل ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ جہاں آپ کی مقبولیت کا اس پیمانہ پر ظہور ہوا جو کبھی کبھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے خواص اولیاء کے لئے ہوتا ہے۔ مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ اپنے

مریدین کو تلاوت کلام پاک کے لئے سختی سے تاکید کرتے اور نفاق جیسے روحانی خبث سے بچنے کی تلقین فرماتے، اپنا محاسبہ کرنا ان کے ہر مرید پر لازم تھا۔ آپ کے انداز تربیت میں حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے اسلوب اصلاح کی جھلک پائی جاتی تھی۔ جو اپنی اصلاح کے لئے آتا اس پر خود بھی کڑی نظر رکھتے۔ اور محاسبۂ نفس کی تاکید فرماتے مخاطبین میں وکلاء بیرسٹر جج اور اعلیٰ حکام سے لے کر غریب امیر سب موجود ہوتے۔ مگر ہر شخص کا محاسبہ اس طرح کیا جاتا تھا۔ جو اس شخص کے خاص نفسیاتی حالات کے لحاظ سے مفید ہو، فرمایا کرتے تھے کہ "یہ نہ سمجھنا کہ میں صرف ڈانٹنا ہی جانتا ہوں۔ بلکہ ضرورت کی بناء پر خلوص کے ساتھ اس کو اختیار کرتا ہوں۔ ورنہ اگر خلوص نہ ہوتا۔ تو کیوں کہتا اور یہ سب کیوں خاموش رہتے۔"

صبح کی مجلس خاص میں منتہی طلباء اور علماء شریک ہوتے اور بعد نماز ظہر کی مجلس میں عام لوگوں کو شرکت کی اجازت ہوتی، متوسلین و مریدین کی اصلاح کی خاطر وصیۃ السالکین، وصیۃ الاخلاص، وصیۃ الاخلاق، توقیر العلماء جیسی معرکتہ الآراء کتابیں تصنیف فرمائیں۔ آپ کا شمار حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے ممتاز خلفاء میں ہوتا ہے۔ اور حضرت حکیم الامتؒ کی آپ پر خاص عنایات تھیں، مفتی اعظم پاکستان حضرت اقدس مفتی محمد شفیع صاحبؒ اس سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ "۱۳۴۶ھ کی پہلی حاضری تھانہ بھون میں روزانہ مجلس خاص و عام میں شرکت ہوتی تھی۔ ایک روز مجلس میں حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے مولانا وصی اللہ صاحب کا تذکرہ ایک خاص محبت و عنایت اور تحسین کے انداز میں فرمایا۔ اور مجھ سے دریافت کیا کہ کیا آپ ان کو جانتے ہیں۔؟ تھانہ بھون کے اس قیام نے میرے قلب میں اپنے ہم سبق (شاہ وصی اللہ) کی سبقت کو قابل رشک اور اپنی "تاخیر کو قابلِ حسرت و افسوس بنا دیا تھا۔ اس سوال پر بے ساختہ حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کے سامنے یہ شعر نکل گیا ؎

ما و مجنوں ہم سبق بودیم در دیوانِ عشق
او بصحرا رفت و ما در کوچہ ہا رسوا شدیم

اِس پر حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ نے ایک خاص لطف کے انداز میں ایک جملہ اِرشاد فرمایا۔ کہ "ہاں یہاں یہی دستور ہے۔ کہ کسی کو صحرا دیا جاتا ہے کسی کو سہرا دیا جاتا ہے۔ ہر ایک کو جو کچھ عطا ہُوا ہے اس پر راضی رہنا چاہیئے" بات آئی گئی ہو گئی لیکن اپنے اِس صحرا نورد ہم سبق دوست کے کمالات کی عظمت ہمیشہ دل میں رہی، اِس وقت بھی میں یہ سمجھا کرتا تھا کہ حضرت حکیم الامت رح کے خلفاء میں ایک خاصی تعداد ایسے حضرات کی ہے۔ جو اپنی جگہ آفتاب و ماہتاب ہیں۔ اگر ان کی روشنی اس آفتاب عالمتاب کے سامنے ظاہر نہیں ہوتی۔ ان میں خصوصیت سے شاہ وصی اللہ صاحبؒ اور حضرت مفتی محمد حسن صاحبؒ پر نظر جاتی تھی۔ اور حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کی وفات کے بعد ان آنکھوں نے اِس کا مشاہدہ کر لیا۔ کہ ان بزرگوں کی مجلس ایک کیمیا تاثیر رکھتی تھی"۔

آپ نے ۲۵ رنومبر ۱۹۶۷ء کو رحلت فرمائی۔

اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُوْن ؀

حضرت مولانا شبیر علی تھانویؒ

رئیس العلماء حضرت مولانا شبیر علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اُن علمائے حق میں سے تھے، جنہوں نے تحریک پاکستان میں عملی طور پر کام کیا۔ اور جن کی جد وجہد و کاوش سے یہ ملک معرضِ وجود میں آیا، آپ اپنے وقت کے عالم باعمل اور مدبر و منتظم تھے، آپ ماہ رمضان ۱۳۱۲ھ میں بانس بریلی یا شاہجہان پور میں پیدا ہوئے، جہاں آپ کے والد محترم جناب اکبر علی صاحب مرحوم کسی بڑے سرکاری عہدے پر فائز تھے آپ نسباً فاروقی تھے۔ اور حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ آپ کے حقیقی چچا تھے آپ کا اصل وطن تھانہ بھون ضلع مظفر نگر ہے اور ایک زمیندار، دیندار اور علمی خاندان کے فرد تھے: بچپن ہی سے اپنے چچا حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی خدمت میں تھانہ بھون آگئے۔ اور اِن ہی کی نگرانی میں آپ نے ابتدائی تعلیم کا آغاز کیا پھر حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کے حکم سے مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لیا۔ یہاں دوسرے مشاہیر علماء کے علاوہ حضرت مولانا عبداللہ گنگوہیؒ اور حضرت مولانا الشیخ خلیل احمد سہارنپوریؒ جیسے بزرگوں سے خصوصی استفادہ کیا اور ان کے فیض علمی و روحانی سے خوب سیراب و شاداب ہوئے، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کی آپ پر خصوصی توجہ تھی اور بہت ہی عنایت فرماتے تھے اسی لئے فراغتِ تعلیم کی سند خود اپنے دستِ مبارک سے عطا کی اس کے بعد آپ مکرّر دورۂ حدیث کے لئے دیوبند تشریف لے گئے اور شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ کے درسِ حدیث میں شرکت کی اور وہاں سے بھی دورۂ حدیث کی سند حاصل کی۔

فراغت تعلیم کے بعد آپ تھانہ بھون ہی میں قیام پذیر ہو گئے اور کتابوں کی تجارت کا
سلسلہ شروع کر دیا پھر کچھ عرصہ بعد "امداد المطابع" کے نام سے ایک پریس جاری کیا اور تھانہ
بھون سے ایک ماہنامہ "الامداد" شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی یاد میں
جاری کیا پھر شیخ الاسلام حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مل کر تفسیر بیان القرآن
کا خلاصہ "تلخیص بیان" کے نام سے شائع کیا اسی طرح حضرت حکیم الامت تھانویؒ کی "کلید
مثنوی" کے کچھ بقایا حصے مکمل کر کے "شرح شبیری" کے نام سے شائع کئے اس کے علاوہ حضرت
تھانویؒ کی بہت سی تصانیف، مواعظ و ملفوظات اور حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کی شہرہ
آفاق تالیف "اعلاء السنن" بیس ضخیم جلدوں کی کتاب اور "احکام القرآن" وغیرہ کتاب کی
پہلی طباعت کا مکمل انتظام آپ ہی کا کارنامہ ہے۔ علاوہ ازیں حضرت تھانویؒ کے قلمی
مسودات جن میں بکثرت عبارتیں قلمزد ہو کر حواشی پر پیچ در پیچ صورت میں لکھی ہوتی تھیں اور
ان کو صحیح پڑھنا بھی ہر ایک کا کام نہ تھا پھر کاتب سے اس کی کتابت کرانا اور تصحیح کا انتہائی
اہتمام کر کے چھپوانا صرف آپ ہی کی خصوصیت تھی۔ بقول مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا
مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ کے حق تعالیٰ جل شانہ نے حضرت حکیم الامتؒ کی تصانیف و
مواعظ سے جو عظیم فائدہ پہنچایا ہے اس میں حضرت مولانا شبیر علی صاحب کا ایک خاص حصہ
ہے۔" (ماہنامہ البلاغ۔ کراچی)

ان دینی و علمی خدمات کے ساتھ ساتھ کچھ عرصہ آپ نے مدرسہ امداد العلوم اشرفیہ
تھانہ بھون میں تدریسی خدمات بھی انجام دی ہیں۔ پھر جب مولانا احمد حسن سنبھلیؒ سے مدرسہ
اور خانقاہ کا انتظام اچھا نہ چل سکا تو حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے آپ کی ذہانت و قابلیت
کے پیش نظر ۱۳۳۷ھ میں مدرسہ اشرفیہ اور خانقاہ اشرفیہ کا اہتمام و انتظام آپ کے
سپرد کر دیا جسے آپ نے احسن طریقے سے انجام دیا۔ اور بقول حضرت مولانا ظفر احمد
عثمانیؒ کہ "برادرم مولانا شبیر علی تھانوی نے خانقاہ اشرفیہ کا انتظام بہت اچھا کیا"

اس کے علاوہ مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور جو دار العلوم دیوبند کے بعد ہندوستان میں سب
سے بڑا علمی مرکز ہے اس کی مجلس شوریٰ نے بھی حضرت حکیم الامت تھانویؒ کی وفات کے
بعد جس شخصیت کو مظاہر العلوم کا سرپرست منتخب کیا وہ حضرت مولانا شبیر علی صاحب تھانویؒ
کی ہی ذات گرامی تھی جس کے بارے میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ
مدظلہٗ فرماتے ہیں کہ:۔

> مولانا شبیر علی صاحبؒ ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۶۳ھ میں مدرسہ
> مظاہر العلوم سہارنپور کے سرپرست مقرر ہوئے اور شوال ۱۳۶۹ھ
> میں حج کو چلے گئے اور وہاں سے مستقل پاکستان چلے گئے"

بہر حال آپ ایک عظیم مدبر، محقق اور منتظم تھے اور دینی و علمی حلقوں میں بے حد مقبول
اور امتیازی شان کے حامل تھے آپ کے اخلاق و عادات نہایت اعلیٰ تھے۔ ہر کام میں
اتباع سنت کا خاص خیال رکھتے تھے، نہایت سادہ، متواضع اور باوقار شخصیت کے مالک
تھے، زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ اپنے رفیق خاص حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری
محمد طیب صاحب قاسمی مدظلہٗ مہتمم دار العلوم دیوبند سے ملاقات کے لئے دیوبند تشریف لے
گئے، دوران قیام حضرت قاری صاحب اور آپ دفتر دار العلوم دیوبند میں مصروف گفتگو تھے
اس وقت دار العلوم کا پنکھا چل رہا تھا آپ نے فوراً تھانہ بھون کی روایات کے تحت محسوس
کیا کہ کئی گھنٹے سے یہ دار العلوم کا پنکھا چلتا رہا ہے اور صرف ہماری وجہ سے چلتا رہا ہے۔
دار العلوم کا کوئی کام نہیں ہے اس لئے اس کا خرچہ ہمیں ادا کرنا چاہیئے۔
چنانچہ آپ نے فوراً ایک روپیہ حضرت قاری صاحب کے حوالے کیا اور کہا کہ یہ دار العلوم
کے فنڈ میں جمع کر دیا جائے۔ حالانکہ آپ دار العلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے ممبر تھے اور حضرت
مہتمم صاحب کے رفیق خاص بھی، مگر آپ کے زہد و تقویٰ نے اتنی سی بات کی بھی اجازت
نہیں دی جو خلاف شرع ہو۔ (بحوالہ ذکر مجذوبؒ)

دینی، علمی اور تدریسی خدمات کے علاوہ تحریک پاکستان میں بھی آپ کی خدمات کے علاوہ تحریک پاکستان میں بھی آپ کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی میں ایک تنظیم "مجلس دعوت الحق" کے نام سے جاری کی گئی جس کے مرکزی صدر حضرت مولانا شبیر علی تھانوی منتخب ہوئے۔ انہوں نے بڑی تندہی سے اور جانفشانی سے اس مجلس کے پروگرام کو پورے ہندوستان میں پھیلایا اس مجلس کا اصل مقصد یہ تھا کہ سرکاری ملازمین اور مسلم لیگ کے زعماء میں پاکستان کی حمایت کے ساتھ ساتھ دینی جذبات پیدا کئے جائیں۔ تاکہ آئندہ ایک اسلامی مملکت کی تشکیل اور اس کے قیام میں سہولت پیدا ہو۔ اسی پروگرام کے مطابق آپ نے جو اہم کردار ادا کیا وہ کسی ذی علم سے پوشیدہ نہیں ہے اور جب حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی نے ارباب مسلم لیگ کو تبلیغ کرنے کا فیصلہ فرمایا اور اپنے خدام اور خلفاء کو وفود کی صورت میں قائد اعظم کی خدمت میں بھیجا تو آپ اکثر وفود میں قیادت فرماتے تھے۔ وفود میں باقی جو حضرات اکثر شریک ہوتے تھے ان میں علامہ شبیر احمد عثمانی، مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی، مولانا ظفر احمد عثمانی، مولانا سید مرتضیٰ حسن چاندپوری۔ مولانا مفتی عبدالکریم گمتھلوی، مولانا اطہر علی سلہٹی اور مولانا مفتی محمد حسن امرتسری وغیرہ اکابر علماء خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ اِس سلسلہ میں منشی عبدالرحمٰن خان صاحب فرماتے ہیں کہ

دربار اشرفیہ کی طرف سے مولانا شبیر علی تھانوی بطور سفیر تبلیغ قائد اعظم کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے اور حقیقت یہ تھی کہ قائد اعظم کی تمام تر دینی تربیت حضرت حکیم الامت تھانوی کا فیضان تھا اور ان کا اسلامی شعور حضرت تھانوی ہی کی بدولت تھا مگر حضرت تھانوی کے قریب لانے میں مولانا شبیر علی صاحب کا بڑا حصہ ہے اور قائد اعظم اتنا متاثر ہوئے کہ فرماتے تھے ، کہ "ہمیں ایسی مرد حق کی دعاؤں کی ضرورت ہے جو ایک

چھوٹے سے قصبہ میں رہتے ہیں مگر ان کا علم و عمل اور زہد و تقویٰ ہندوستان کے تمام علماء سے زیادہ ہے"

واقعی حضرت حکیم الامت تھانوی تمام عالم اسلام کے لئے سرمایۂ حیات تھے اور تمام علمائے اُمت کے امام اور اس صدی کے مجدد اعظم تھے اُن کی دعاؤں کے طفیل ہی یہ ملک معرضِ وجود میں آیا ورنہ بڑا مشکل تھا۔

بہر حال آپ نے تحریک پاکستان میں نمایاں خدمات انجام دی ہیں جس کی تفصیل "تعمیر پاکستان اور علمائے ربانی مؤلفہ منشی عبدالرحمٰن میں ملاحظہ فرمایئے۔

قیام پاکستان کے بعد آپ ناظم آباد کراچی میں مقیم ہو گئے اور ایک کتب خانہ کھولا پھر "بہشتی زیور" مکمل و مدلل طبع کرائی اور ساری زندگی حضرت حکیم الامت کے مواعظ و ملفوظات کو شائع کراتے رہے، دوسرے علماء کے ساتھ پاکستان میں نظام اسلام کے لئے بھی کوشاں رہے عمر کے آخری حصہ میں علالت و کمزوری کے باعث اکثر گھر ہی پر رہتے اور ذکر و اذکار میں ہر وقت مشغول رہتے آخر کچھ عرصہ علیل رہنے کے بعد ۲۱ رجب ۱۳۸۸ھ مطابق ۲۰ اکتوبر ۱۹۶۸ء کو بعد مغرب اپنے مکان واقع ناظم آباد کراچی میں رحلت فرما گئے۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

اِس حادثہ فاجعہ سے تمام ہی علمی و دینی حلقے متاثر ہوئے اور دینی مدارس میں ختم قرآن اور ایصالِ ثواب کا اہتمام کیا گیا ہزاروں عقیدتمندوں نے نمازِ جنازہ پڑھی اور حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری اور حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی کے پہلو میں پاپوش نگر کراچی کے قبرستان میں آپ کو دفن کیا گیا۔ مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع صاحب نے اپنے تعزیتی کلمات میں فرمایا۔

"حضرت مولانا شبیر علی صاحب ہمارے شیخ حضرت حکیم الامت کی خاص نشانی اور ان کی بہت سی خصوصیات کے تنہا وارث تھے ان کی وفات سے تھانوی سلسلہ سے تعلق رکھنے والے حضرات آج اپنے ایک امام امیر کے سایۂ عاطفت سے محروم ہو گئے" اللہ تعالیٰ درجات عالیہ نصیب فرمائے۔ آمین "

حضرت مولانا فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا فضل علی قریشی بن فرزند علی قریشی ۱۲۷۰ھ / ۱۸۵۳ء میں داؤد خیل میں پیدا ہوئے۔ مولانا قمر الدین سے کتب درسیہ کی تحصیل کی اور دورۂ حدیث حضرت مولانا احمد علی محدث سہارن پوری سے پڑھا۔ بھائیوں کے ساتھ داؤد خیل سے ترکِ سکونت کر کے ضلع مظفر گڑھ آئے اور حکومت سے کچھ رقبہ لے کر کاشتکاری شروع کی۔ ان کی کوششوں سے جنگل ہی لہلہاتے ہوئے کھیتوں میں نہیں بدلا بلکہ "مسکین پور" کے نام سے ایک بستی آباد ہو گئی۔

مولانا فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدا میں مولانا سید لعل شاہ ساکن دندہ شاہ بلاول سے بیعت کی۔ اُن کے وصال کے بعد موسیٰ زئی شریف گئے۔ اور خواجہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر تجدید بیعت کی۔ مولانا موصوف ایک اچھے خوشنویس تھے۔ خواجہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خط و کتابت اُن ہی کے ذمہ تھی۔

آپ اکابر علمائے دیوبند کی خدماتِ دینیہ کے بڑے قدردان تھے۔ ایک دفعہ دیوبند گئے تو حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، قاری محمد طیب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اکابر دیوبند نے عزت و احترام کا سلوک کیا۔ دیوبند سے دہلی آئے اور مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ امینیہ تشریف لے گئے۔ فرق باطلہ کے خلاف آپ نے اکابر دیوبند کے ساتھ مل کر بڑا کام کیا۔ ایک بار سید عطاء اللہ شاہ بخاری بغرض تقریر قادیان جا رہے تھے تو آپ بھی ساتھ گئے اور قادیان میں آپ ہی کی صدارت میں جلسہ ہوا جس سے ایوانِ

قادیان میں زلزلہ سا آگیا۔

حضرت مولانا کا ذریعہ معاش کاشتکاری تھا، خود ہل چلاتے اور فارغ اوقات میں اصلاح و ارشاد کے فرائض انجام دیتے تھے۔ مہمان نواز، ایثار پیشہ اور متواضع بزرگ تھے، کوئی مہمان بے وقت آجاتا تو اپنا کھانا بھجوا دیتے اور خود صبر و شکر کر لیتے تھے۔

آپ یکم رمضان ۱۳۵۴ھ مطابق ۲۲ر نومبر ۱۹۳۵ء کو "مسکین پور" میں واصل بحق ہوئے اور وہیں مزار ہے۔ آپ کے خلفاء میں مولانا عبدالغفور مدنی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالمالک صدیقیؒ، مولانا عبداللہ بہلویؒ، مولانا حسین علی قریشی اور خواجہ محمد سعید قریشی قابلِ ذکر ہیں۔

(بحوالہ تجلیاتِ فضل علیؒ)

حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ یوم جمعہ بوقت سحر ۲۴ ربیع الاول ۱۳۱۰ھ کو پٹنہ صوبہ بہار (بھارت) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد صاحب کا نام حافظ ضیاء الدین اور دادا کا نام سید نور الدین احمد تھا، آپ کا سلسلۂ نسب چھتیسویں پشت میں حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے۔ ابتدائی تعلیم آپ نے اپنے نانا سے حاصل کی۔ اور قرآن کریم بھی اُن ہی سے حفظ کیا، قرأت قاری سید عمر عاصم عرب سے سیکھی، پٹنہ سے پنجاب منتقل ہوئے تو راجووال میں قاضی عطا محمدؒ صاحب کے مدرسہ میں پڑھتے رہے، اس کے بعد ۱۹۱۴ء میں امرتسر آ گئے۔ اور وہاں مولانا نور احمد امرتسریؒ سے قرآن پاک کی تفسیر پڑھی فقہ اور اصولِ فقہ کی تعلیم حضرت مولانا غلام مصطفےٰ قاسمی سے حاصل کی، اور حدیث کی تعلیم حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب امرتسریؒ بانی جامعہ اشرفیہ لاہور سے حاصل کی۔ آپ سب سے پہلے حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑہ شریف والوں سے بیعت ہوئے۔ پیر صاحبؒ نے قرآن و وظائف پڑھنے کی تلقین فرمائی، حضرت پیر صاحبؒ کی وفات کے موقعہ پر جب آپ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا! حضرت! کوئی نصیحت فرمائیے" اُس وقت پیر صاحبؒ عالم جذب میں تھے فرمایا! "اتباع شریعت"۔

ان کے وصال کے بعد آپ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائپوری قدس سرہٗ کے خلیفہ اور جانشین حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ سے دوبارہ بیعت ہوئے اور خلافت سے مشرف ہوئے، حضرت رائپوری آپ سے بہت محبت فرماتے تھے، جب شاہ جی کے انتقال کی خبر

حضرت رائپوریؒ کو پہنچی تو بے اختیار رو پڑے اور رونے میں آواز تک نکل گئی، مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی مدظلہٗ کے الفاظ ہیں:

"جس کا شیخ اپنے مرید کی وفات پر پھوٹ پھوٹ کر روئے اس کی محبوبیت کی کیا انتہا ہو سکتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ شیفتگی مرید کی اعلیٰ قابلیت کا نشان ہوتی ہے اس لئے ماننا پڑے گا کہ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ بیشک صاحب لسان خطیب ہی نہ تھے بلکہ ایک بے نظیر صاحب دل عارف بھی تھے"

آپ ہندوستان کے شعلہ بیان مقرر، عظیم مجاہد اور تحریک آزادی کے نامور کارکن تھے۔ ہندوستان و پاکستان کا کوئی شہر ہو جہاں آپ نے اپنی سحر آفرین خطابت اور ہنگامہ خیز تقریر سے سوتے ہوئے جذبات کو جگا نہ دیا ہو۔ پہلی جنگ عظیم کے بعد جب انگریزوں نے ہندوستان میں رولٹ ایکٹ نافذ کیا تو ملک میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی اور اسی غم و غصہ کا نتیجہ جلیانوالہ باغ کے حادثہ کی شکل میں رونما ہوا۔ ان حالات نے آپ کو سیاست کے میدان میں لا کھڑا کیا تحریک عدم تعاون نے جب شدت اختیار کی تو آپ نے برصغیر کے کونہ کونہ میں اپنی سحر انگیز خطابت کے موتی بکھیر دیئے، اسی طرح آپ مذہبی واعظ سے سیاسی مقرر بن گئے۔ پھر حضرت مولانا داؤد غزنویؒ کی تحریک پر خلافت کی تحریک میں شامل ہو گئے اور مولانا ابوالکلام آزاد کے رسالہ "الہلال" اور مولانا ظفر علی خان کی کتاب "ستارہ صبح" کے مطالعہ نے شاہ جی کے دل پر گہرا اثر کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے شاہ جی ملک و ملت کے ایک عظیم خطیب اور قائدین گئے شاہ جی نے چالیس برس تک تنہا شرک و بدعات، رسومات اور تمام سماجی برائیوں کے خلاف مسلسل جہاد کیا، انگریزوں کو ناک چنے چبوائے اور مرزائیت کو شکست فاش دی، ان کے علاوہ دریدہ دہن آریہ سماجیوں کو ہمیشہ کے لئے خاموش کر دیا۔ فرنگی کے خلاف شاہ جی کی زبان

سے الفاظ نہیں شعلے برستے تھے، ان کی آنکھیں گھری سرخ ہوتیں اور سننے والے ہر لب پر صدائے تحسین اور ہر آنکھ میں آنسو ہوتے، اُن کی تقریر نہ ہوتی تھی بلکہ ساحرانہ فن کاری کا مخلصانہ گہوارہ ہوتی تھی، حلقۂ احرار کی تاریخ اگر مرتب کی جائے تو اس کی مجموعی قربانی کا نام "سیدعطاء اللہ شاہ بخاری" ہوگا۔

بہر حال آپ بلند مرتبہ اجتہادی شان اور مقبولیت عوام کے اونچے اونچے معیار کے باوجود عجز و انکساری کا دامن سنبھالے درویشانہ زندگی بسر کرتے رہے۔ اور دنیا کی کوئی نقرئی دلفریب کاری انہیں متأثر نہ کر سکی۔

آزادئ وطن کے حصول اور ختم نبوّت کی حفاظت کے لئے جو شاہراہ کار انہوں نے متعین کر لی تھی آخری سانس تک اُسے نبھاتے رہے۔ اور بالآخر یہ مردِ حق ۹ ربیع الاول ۱۳۸۱ھ مطابق ۲۱ر اگست ۱۹۶۱ء کو اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملا۔

اولاد میں چار فرزند ایک دختر یادگار چھوڑیں۔ بڑے فرزند مولانا سید عطاء المنعم بخاری آپ کے صحیح جانشین ہیں۔

میں
خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں
کہ اگر ہم اپنی اصلاح کر لیں تو تمام دنیا سدھر
سکتی ہے اور بغیر کسی ظاہری تبلیغ کے بھی بہت کچھ سدھر سکتی ہے،
ہمارے اسلاف نے الفاظ سے زیادہ کردار سے اسلام کی
تبلیغ کی ہے "
(مفتی اعظم مولانا محمد شفیع صاحب)

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ ۱۱ر صفر ۱۳۱۰ھ کو لدھیانہ میں پیدا ہوئے۔ قرآن مجید اور ابتدائی تعلیم گھر کے مدرسہ لدھیانہ میں حاصل کی۔ پھر آپ کے والد مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے نکودر ضلع جالندھر کے عربی مدرسہ میں داخل کرا دیا جس کے مہتمم مولانا حافظ محمد صالح اور صدر مدرس مولانا محمد عبد اللہ کلاڈھی رحؒ تھے۔ دو سال تعلیم حاصل کرنے کے بعد امرتسر میں مولانا نور احمد امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گئے۔ بعد ازاں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے۔ اُس وقت دارالعلوم کے مہتمم حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی علیہ الرحمہ اور صدر مدرس امام العصر حضرت علامہ محمد انور کشمیری رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ :-

"میری دیکھ بھال اور نگرانی مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی رحؒ نے کچھ اس انداز سے کی جس کی وجہ سے میں اُنہیں اپنا پہلا سیاسی استاذ مانتا ہوں، اور تعلیم کے سلسلہ میں میرے اسباق خاتم المحدثین حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحبؒ کے پاس تھے۔ مجھے فہم قرآن اور علمِ حدیث میں جو کچھ حاصل ہوا وہ سب حضرت شاہ صاحبؒ کی خاص توجہ اور فیضان کا نتیجہ ہے۔"

آپ ۱۹۱۹ء کے شروع میں حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی اجازت سے شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحؒ کے ساتھ سیاسی جلسوں میں جانے لگے۔ اسی سال جلیانوالہ باغ کا واقعہ پیش آیا جس میں ہزاروں ہندو، سکھ
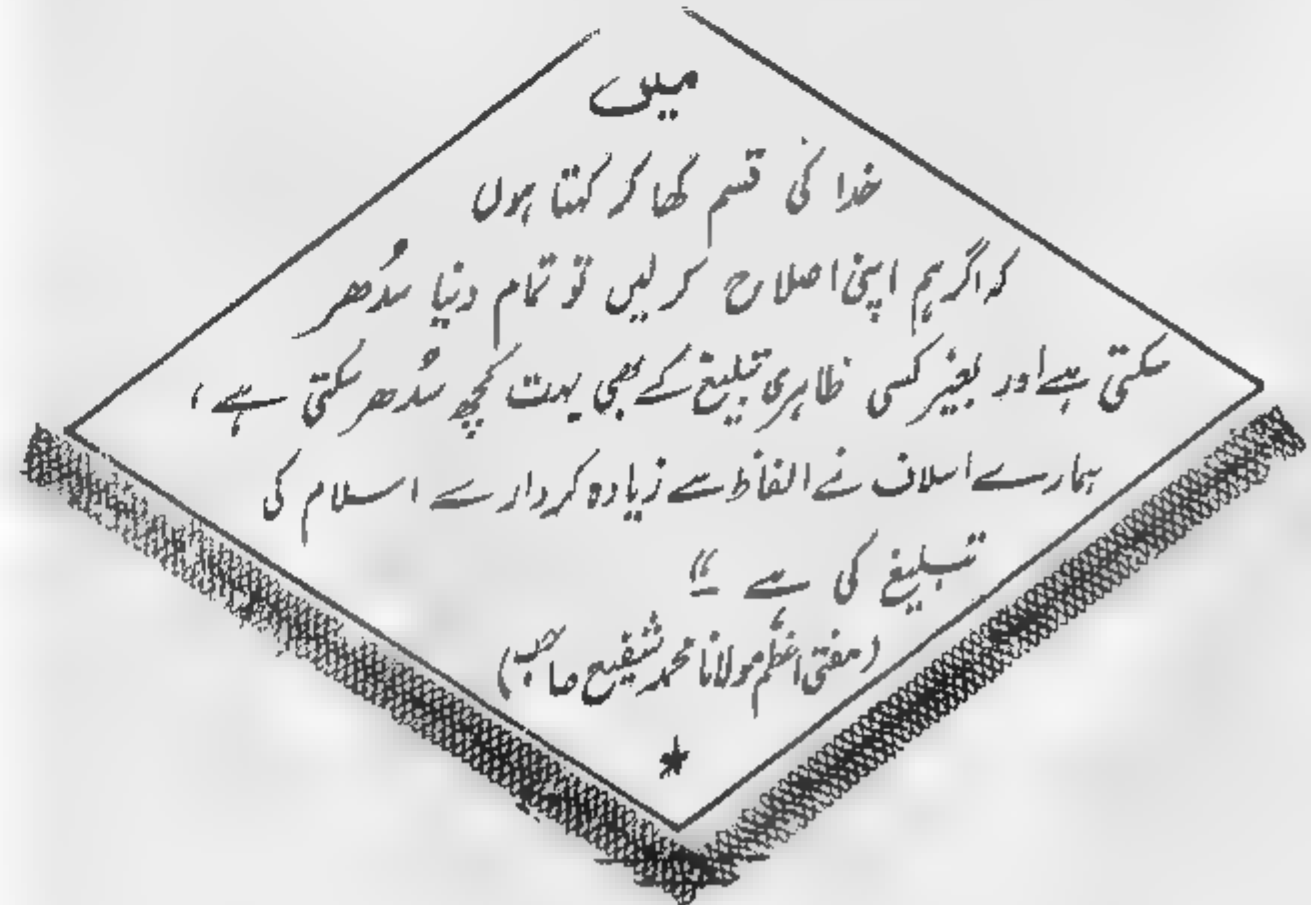
اور مسلمان بے گناہ، انگریزوں نے مشین گنوں سے بھون دیئے۔ اس سے سارے ہندوستان میں کہرام مچ گیا اور انگریز کے خلاف آگ بھڑک اٹھی اور زبردست تحریک چل پڑی۔ آپ نے عملی طور پر اس تحریک میں حصّہ لیا۔ یہاں تک کہ قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ مگر آپ کے پائے ثبات میں کبھی لغزش نہیں آئی۔

آپ نے سیاسی خدمات کے علاوہ بہت سی دینی کتب بھی شائع کرائیں اور تقریر و تحریر کے ذریعے کلمۂ حق بلند کرتے رہے اور آخرکار ۱۱ر صفر ۱۳۷۶ھ کو وفات پائی۔ اِنّا لِلّٰہِ وَ اِنّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

آپ کی اولاد میں مولانا خلیل الرحمٰن، مولانا عزیز الرحمٰن، مولانا انیس الرحمٰن مولانا سعید الرحمٰن اور مولانا محمد احمد ممتاز علماء میں سے ہیں۔

(بحوالہ تذکرہ رئیس الاحرار مطبوعہ دہلی)

حضرت مولانا شاہ اسعد اللہ سہارنپوریؒ

آپ کی ولادت باسعادت ۱۳۱۴ھ مطابق ۱۸۹۷ء کو قصبہ رام پور ضلع سہارنپور میں ہوئی آپ کا تاریخی نام مرغوب اللہ اور اصلی نام اسعد اللہ رکھا گیا۔ آپ کے والد ماجد مولوی رشید اللہ بن مفتی بشارت اللہ ایک اچھے عالم دین اور متقی بزرگ تھے، قرآن شریف کی تعلیم آپ نے اپنی والدہ ماجدہ سے حاصل کی، پھر عربی کی ابتدائی تعلیم رام پور ہی میں حاصل کر کے ایک سرکاری اسکول میں کچھ عرصہ انگریزی تعلیم بھی حاصل کرتے رہے۔ اس کے بعد ۱۳۲۹ھ کے آخر میں اپنے چچا مولانا شیخ محمد فضل اللہ صاحبؒ کے ساتھ رام پور سے تھانہ بھون چلے آئے اور وہاں پہنچ کر حضرت مولانا عبداللہ گنگوہیؒ سے عربی کی ابتدائی کتب سے متوسطات تک کی کتابیں پڑھیں۔ اس کے علاوہ مشکوٰۃ شریف کے بھی کچھ اسباق ان ہی سے پڑھے نیز اسی زمانے میں کچھ اسباق ترجمہ قرآن پاک اور مشکوٰۃ شریف کے حکیم الامت مجدد ملت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نور اللہ مرقدہٗ سے پڑھے۔ اس کے بعد ۱۳۳۲ھ میں مدرسہ "مظاہر العلوم" سہارنپور میں داخل ہوئے۔ اور یہاں مشکوٰۃ شریف ہدایہ اولین مختصر المعانی وغیرہ سے اپنی تعلیم کا آغاز فرمایا اور ۱۳۳۴ھ میں سند فراغ تعلیم حاصل کی حضرت مولانا عبداللہ گنگوہیؒ اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے علاوہ آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلویؒ، حضرت مولانا ثابت علی صاحبؒ، حضرت مولانا عبداللطیف صاحبؒ، حضرت مولانا عبدالوحید صاحب، حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ صاحبؒ اور حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کامل پوری شامل ہیں۔ دستار فضیلت

حضرتِ اقدس مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری قدس سرہٗ کے دست مبارک سے عطا ہوئی جو آپ کے بڑے اُستاذ تھے۔

تعلیم کی فراغت کے بعد آپ نے ایک سال کُتب فنون پڑھیں، اس کے بعد مدرسہ مظاہر العلوم میں قائم شدہ انجمن ہدایت الرشید کے ناظم مقرر ہوئے۔ پھر ۱۳۳۷ھ میں مدرسہ مظاہر العلوم میں اپنے اساتذہ کی زیرِ نگرانی معین مدرس اور شوال ۱۳۳۸ھ میں باقاعدہ مدرس کی حیثیت سے تقرر ہُوا اور درس نظامی کی ہر کتاب کو پڑھایا اور پھر مستقل مشغلہ زندگی وعظ و تبلیغ، مناظرہ اور درس و تدریس، نیز ابتدائے ایام میں کچھ دنوں اردو، فارسی میں شعر گوئی بھی مشغلہ رہا اور ہمیشہ آخر دم تک درس حدیث پڑھاتے رہے۔ ۱۳۳۷ھ تا ۱۳۴۷ھ رنگون بحیثیت ناظم مدرسہ راندیریہ میں قیام رہا۔ یکم صفر ۱۳۶۵ھ سے مظاہر العلوم میں درس و تدریس کے ساتھ ساتھ نائب ناظم مقرر ہوئے۔ اور حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب قدس سرہٗ کی وفات کے بعد یکم محرم الحرام ۱۳۷۴ھ سے مظاہر العلوم کے ناظم اعلیٰ مقرر ہوئے، اور آخر وقت تک مدرسہ آپ ہی کی نظامت میں چلتا رہا۔ اس زمانے میں مظاہر العلوم نے ہر لحاظ سے ترقی کی ہے اور دار العلوم دیوبند کے بعد ہندوستان میں واحد عظیم دینی درسگاہ ہے جس نے عالمی شہرت حاصل کی ہے۔ غرض یہ کہ حضرت مولانا مرحوم نے ساری زندگی درس و تدریس اور تبلیغ و ارشاد میں گزار دی اور ہزاروں تلامذہ ایسے ہیں جو اپنے وقت کے خود بھی بڑے محدث، مفسر، فقیہہ، مصنف اور متکلم ہوئے ہیں آپ کے ممتاز تلامذہ میں حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی مدظلہٗ، حضرت مولانا شاہ ابرار الحق ہردوئی مدظلہٗ، حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی ؒ، حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی، حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی، حضرت مولانا عاشق الٰہی بلند شہری، حضرت مولانا اکبر علی سہارنپوری ؒ، حضرت مولانا مفتی مظفر حسین اجراڑوی، حضرت مولانا محمد احمد تھانوی ؒ حضرت مولانا افتخار الحسن کاندھلوی ؒ اور حضرت مولانا نجم الحسن تھانوی شامل ہیں۔

آپ کا روحانی سلسلہ وقت کے مجدد اعظم حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ؒ قدس اللہ سرہٗ سے منسلک تھا اور زمانہ طالبعلمی ہی میں آپ حکیم الامت حضرت تھانوی ؒ کے دست حق پر بیعت ہو گئے تھے اور حضرت کی طرف سے بہت جلد چاروں سلسلوں میں خلافت و اجازت سے بھی نواز دیئے گئے تھے حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ سے تعلق کے بارے میں آپ خود فرمایا کرتے تھے کہ :-

حضرت حکیم الامت ؒ سے اس طرح تعلق پیدا ہوا کہ مولانا فضل اللہ صاحب ؒ جو کہ میرے بچا اور خسر بھی تھے، انہوں نے حضرت سے ملاقات کروائی، ان کا قیام اکثر تھانہ بھون ہی میں رہتا تھا۔ میں جس وقت خانقاہ امدادیہ کے مدرسہ میں پڑھتا تھا اور طالبعلمی کے زمانہ ہی میں تھا کہ میرے چچا کی درخواست پر حضرت ؒ نے مجھے بیعت کر لیا، حالانکہ حضرت ؒ طلباء کو بیعت نہیں فرماتے تھے مگر بندے کو بیعت فرما لیا تھا۔ پھر خاص توجہ فرمانے لگے۔ اور حضرت ؒ سے تعلق بڑھتا گیا اور گناہوں میں کمی ہونے لگی، حضرت ؒ کے تعلق نے بڑا کام کیا۔“[1]

الغرض حضرت حکیم الامت ؒ کے تعلق کے بعد آپ کی دنیا ہی بدل گئی، حضرت حکیم الامت ؒ نے بہت جلد خلافت سے نوازنے کے بعد آپ کو رشد و ہدایت کے کام پر لگا دیا تھا۔ آپ نے بھی پھر بہت سارے علماء اہل علم اور دوسرے حضرات کو بیعت کیا اور بہت سے خلعتِ خلافت سے نوازے گئے جن میں پاکستان میں مخدوم العلماء حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی مدظلہٗ آپ کے اجل خلفاء میں سے ہیں جو اپنے علم و فضل، زہد و تقویٰ اور خلوص و للٰہیت میں اپنی مثال آپ ہیں اور فقہ و حدیث میں اعلیٰ مقام پر فائز ہیں، اس وقت

---

[1] دیکھیئے بزم اشرف کے چراغ مولفہ پروفیسر احمد سعید تھانوی۔ ایم۔ اے

جامعہ اشرفیہ لاہور کے صدر مفتی ہیں اور پورے برصغیر میں اسلاف کی عظیم یادگار ہیں۔ حق تعالیٰ عمر میں برکت دے اور ان کا سایۂ عاطفت تادیر ہمارے سروں پر سلامت رکھے آمین

درس و تدریس اور مدرسہ کے انتظام و اہتمام کی مصروفیات کے باوجود آپ نے بہت سی کتابیں تالیف فرمائیں جن میں سے چند تالیفات یہ ہیں :۔

* اسعاد النحو شرح نحو میر اردو ۔ کتاب کا موضوع نام سے ظاہر ہے ۔
* التحفۃ الحقیرۃ فی نسبت سبع العشیرۃ ۔ اس کتاب میں ہیئت کے ایک مشہور بحث "نسبۃ ارتفاع اعظم الجبال الی قطر الارض" کا بڑے عمدہ پیرائے میں حل ہے ۔
* العطائف من اللطائف ۔ اس رسالے میں لطائفِ ستہ کے متعلق مفید بحث ہے ۔
* ایک فیصلہ ۔ حکیم الامت تھانوی کے ایک ملفوظ کی شرح ہے جو بوادر النوادر میں طبع ہو چکا ہے
* رسالۃ المنالمۃ فی شرح المکالمۃ یہ امکانِ کذب کے متعلق ایک بحث ہے جو بوادر میں طبع ہوئی ہے ۔ * صرف پر کچھ آٹھ معین اسباق
* ہفت اختر حضرت تھانویؒ کے چھ مواعظ اور ملفوظات جو بچپن کے لکھے ہوئے ہیں اس میں حضرت تھانویؒ کی اصلاحات بھی ہیں ۔
* تکمیل الایمان فی شرح حفظ الایمان * شرح التقصیر فی التفسیر * تقریر طحاوی
* حاشیہ بر طحاوی * اشکالات طحاوی کے جوابات * شرح حماسہ
* عروض یا قافیہ یہ مفتی سعد اللہ صاحب کے رسالہ کی شرح ہے ۔
* فتنہ ارتداد اور مسلمانوں کا فرض یہ رسالہ شدھی تحریک کے زمانہ میں بار ہا طبع ہوا ہے
* صحائف اسعد یہ حضرت تسکینؔ کے نام مکاتیب کا مجموعہ ہے جو مکاتیبِ جگرؔ کے ساتھ طبع ہوا ہے ۔
* کلام اسعد حصہ اول و دوم ۔ یہ آپ کا مجموعۂ کلام منظوم وغیرہ ہے ۔ ان کے علاوہ بہت سے مضامین مختلف موضوعات پر پاک و ہند کے مختلف رسائل میں وقتاً فوقتاً شائع

ہوتے رہتے تھے جو نہایت مفید ہوتے تھے ۔ آپ کا نعتیہ کلام بھی مختلف رسائل میں اکثر شائع ہوتا رہتا تھا، کیونکہ ادب اور شعر و شاعری سے آپ کو بڑی مناسبت تھی اور اردو فارسی اور عربی کے بہت اچھے اشعار اور نعتیں وغیرہ لکھتے تھے ۔ ایک سچے عاشق رسول ﷺ اور صاحب نسبت بزرگ تھے، کئی بار حج و زیارت کی سعادت نصیب ہوئی ۔

آپ اخلاق و عادات میں اپنے اسلاف کا عین نمونہ تھے اور ساری عمر اپنے اکابر کے مسلک و مشرب پر قائم رہے ۔ آپ جوانی میں مناظرہ اور تقریر میں بہت مشہور تھے اور اپنے وقت کے ممتاز محدث، مفسر، فقیہ اور عارف تھے ۔ نہایت متواضع، منکسر المزاج اور خندہ جبیں تھے جو بھی آپ سے ملتا اس کے حق میں دعائیں کرتے ملنے والا ان سے مل کر بہت خوش ہوتا تھا ۔ اپنے اوراد و وظائف و نماز کے پورے طور پر پابند تھے آپ کی زبان نہایت سلیس و شگفتہ تھی، فقہ و ادب کی اونچی کتابوں کے مدرس اور مصنف تھے حدیث کا ذوق بھی بڑا عمدہ تھا ۔ بڑے صاحب حال بزرگ تھے ۔

درس و تدریس اور تبلیغ و ارشاد کے علاوہ مدرسہ کے اہتمام کی مصروفیات سے آپ کی صحت گرتی چلی گئی اور چند ماہ سے بہت کمزور ہو گئے تھے اور عموماً غفلت سی طاری رہتی تھی، آخر میں تو سوکھ کر کانٹا ہو گئے تھے ۔ مگر تعلق مع اللہ کا یہ عالم تھا کہ خادم آپ کو اٹھا کر لاتا اور جماعت کی صف میں کھڑا کر دیتا، حضرت مرحوم پوری نماز قیام و قعود اور رکوع و سجود کے ساتھ ادا فرماتے اور سلام پھیرتے ہی پھر دوسرے کے اٹھانے کے محتاج ہو جاتے تھے بہر حال کئی سال صاحب فراش رہنے کے بعد ۱۴ / ۱۵ رجب المرجب ۱۳۹۹ھ ۔ مطابق ۱۰ / ۱۱ جون ۱۹۷۹ء کی درمیانی شب کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے ۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔

دوسرے دن ۱۱ ½ بجے دار الطلبہ جدید میں نمازِ جنازہ ہوئی جس میں ہزاروں افراد نے شرکت کی ۔ حضرت مولانا مسیح اللہ خان شروانی خلیفہ حکیم الامت تھانویؒ مرکز تبلیغ یعنی نظام الدین

کے حضرات کے علاوہ دارالعلوم دیوبند کے نائب مہتمم اور اکابر مدرسین شریک جنازہ ہوئے، اور حضرت مولانا حافظ عبداللطیف صاحبؒ سابق ناظم مظاہر العلومؒ سہارنپور کے قریب تدفین عمل میں آئی۔

آپ کی اولادِ صالحہ میں مولانا احمداللہ صاحب، مولانا محمداللہ صاحب، ارشد اللہ صاحب، اجود اللہ صاحب اور امجداللہ صاحب شامل ہیں، ان میں اوّل الذکر دو حضرات ممتاز علماءِ دین میں شمار ہوتے ہیں اور اپنے بزرگوں کی روایات کے مطابق درس و تدریس اور تبلیغ و اصلاح میں مصروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا مرحوم کے فیض کو تاقیامت جاری رکھے آمین۔

آپ کی شخصیت علمی و دینی حلقوں میں بہت ممتاز تھی اور برصغیر کے ہزاروں علماء کے آپ استاذ تھے اسی لئے آپ کی رحلت تمام اہل دین اور اہلِ قلوب کے لئے ایک عظیم سانحہ تھی اور خصوصاً شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی مدظلہٗ کے لئے تو بڑا صدمہ ہے کیونکہ حضرت مولانا مرحوم حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے دست راست تھے اور معتمد علیہ ساتھیوں میں سے تھے۔ ذیل میں چند مشاہیر علماء کے مختصر تأثرات درج کئے جاتے ہیں تاکہ آپ کی علمی فضیلت و قابلیت کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکے :-

حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی مدظلہٗ فرماتے ہیں کہ :-

"حضرت مولانا کی رحلت سے ہماری کمر ٹوٹ گئی ہے وہ ہمارے مشفق اُستاذ اور شیخ و مربّی تھے اور اسلاف کی یادگار تھے۔"

حضرت مولانا سیّد عبدالشکور ترمذی مدظلہٗ فرماتے ہیں۔ کہ

حضرت مولانا اسعداللہ صاحب مرحوم اپنے وقت کے عظیم محدّث، مفسر، فقیہ اور محقق تھے۔ تحریر و تقریر اور

مناظرے میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔"

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی مدیر "بینات" لکھتے ہیں کہ :-

"مولانا مرحوم کے ساتھ مظاہر العلومؒ کی نصف صدی سے زیادہ کی تاریخ وابستہ ہے موصوف کو فرقِ باطلہ کے رد اور مباحثہ و مناظرہ کا بھی خاص ذوق تھا۔ انہوں نے آریوں قادیانیوں اور دیگر گمراہوں کے ساتھ بڑے کامیاب مناظرے کئے اور اپنے حریفوں کو ہمیشہ شکست دی۔ شعر و سخن اور ادب و انشاء سے بھی مولانا کو خصوصی شغف تھا اردو، فارسی، عربی تینوں زبانوں میں وہ برجستہ اور فی البدیہہ شعر کہا کرتے تھے۔ مزاح میں مزاح و انبساط بھی خوب تھا۔ وہ طلبہ کو لطیفے اور چٹکلے بھی خوب سناتے تھے۔ حضرت حکیم الاُمت تھانوی قدس سرہٗ کے خلیفۂ خاص تھے اور ان کی خدمت میں حاضری کے بعد آپ کی کایا پلٹ ہو گئی۔ اور صوفی صافی، عارف و مرشد بن گئے حق تعالیٰ شانہٗ حضرت مرحوم کو اپنے قرب و رضا اور درجاتِ عالیہ سے نوازے آمین"

حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدیر "الحق" فرماتے ہیں کہ :-

حضرت مولانا اسعداللہ صاحب ناظم مظاہر العلوم سہارنپور ایک باصلاحیت منتظم، حدیث کے بلند پایہ استاذ، ایک عظیم شیخ طریقت اور متبحر عالم دین تھے مولانا مرحوم نے عمر بھر دین اور طلبۂ دین کی خدمت کی آپ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہٗ کے دیرینہ رفیق اور معتمد رفیق تھے حق تعالیٰ ان کے فیوضات و برکات کو جاری و ساری رکھے آمین :

آسمان تیری لحد پر شبنم افشانی کرے ؎ سبزۂ نورستہ تیرے در کی دربانی کرے

حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی

آپ کی شخصیت کوئی محتاج تعارف نہیں ہے آپ حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلویؒ شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کے فرزند ارجمند اور حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی بانیٔ تبلیغی جماعت کے بھتیجے ہیں، اصل وطن کاندھلہ ہے اسی نسبت سے کاندھلوی کہلاتے ہیں، آپ ۱۱رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ کو پیدا ہوئے اور اوّل تا آخر تمام تعلیم مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں حاصل کی اور ۱۳۳۴ھ میں دورۂ حدیث حضرتِ اقدس مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ اور اپنے والد گرامی حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھ کر سندِ فراغ حاصل کی، آپ کے دوسرے اساتذہ میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ اور حضرت مولانا عبد اللطیف صاحبؒ خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں۔

فراغتِ تعلیم کے بعد مظاہر العلوم سہارنپور ہی میں آپ مدرس مقرر ہوئے اور بہت جلد ہی اپنی اعلیٰ صلاحیتوں کی وجہ سے صدر مدرس مقرر ہوئے اور حضرتِ اقدس مولانا خلیل احمد صاحبؒ نے آپ کو "شیخ الحدیث" کا خطاب عطا فرمایا، آپ تا وقتِ تحریر اسی منصبِ جلیلہ پر فائز ہیں آپ نے روحانی سلسلہ بھی حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہٗ سے قائم فرمایا اور علم ظاہر کے ساتھ علم باطن میں بھی خوب خوب فیض حاصل کیا اور خلافت سے بھی نوازے گئے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہٗ کی رحلت کے بعد حضرت مولانا شاہ عبد القادر رائپوری قدس سرہٗ سے تعلق قائم کیا اور ان سے بھی خلافت حاصل کی۔ ساری زندگی درس و تدریس اور تبلیغ و اصلاح میں بسر کی ہے، آپ ایک بڑے عالم باعمل اور شیخ کامل ہیں۔ متبع

سنّت اور حق و صداقت کا پیکر ہیں۔ تواضع و انکساری میں اسلاف کی عظیم یادگار ہیں۔ بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں بڑے بڑے علما آپ کے تلمیذ و مرید ہیں، ایک سچے عاشق رسولؐ ہیں اور اسی جذبۂ عشق میں کئی سال ہوئے مدینہ منورہ ہجرت فرما گئے ہیں اور اپنی حیات طیبہ کے آخری لمحات دیارِ حبیبؐ میں گزار رہے ہیں اللہ تعالےٰ عمر مبارک میں برکت عطا فرمائیں۔ آمین

آپ نے ۱۳۳۵ھ میں مظاہر العلوم سہارنپور میں باقاعدہ تدریسی زندگی کا آغاز کیا۔ اور اسی سال بذل المجہود شرح ابی داؤد میں اپنے استاذ و شیخ مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہٗ کے ساتھ مل کر کام شروع کیا جو ۱۳۴۵ھ میں تکمیل کو پہنچا، تدریس کے ساتھ تصنیف کا سلسلہ بھی جاری رہا اور آپ کے قلم فیض رقم سے بہت سی کتابیں منصۂ شہود پر آئیں جن میں "تاریخ مشائخ چشتیہ" "تاریخ مظاہر" "شرح مسلم" "تقاریر مشکوٰۃ" "یاد ایام" "شرح الفیہ اردو" "خصائل نبوی شرح شمائل ترمذی" "تنذرات الحدیث" "اوجز المسالک شرح موطا امام مالکؒ" "فضائل قرآن" "فضائل رمضان" "فضائل تبلیغ" "فضائل نماز" "فضائل ذکر" "فضائل صدقات" "فضائل حج" "حکایات صحابہؓ" "اعتدال فی مراتب الرجال" "مقدمات کتب حدیث" "الکوکب الدری" "لامع الدراری علی جامع البخاری" "فضائل درود شریف"— "جزء افضل الاعمال" "سیرت صدیق رضؓ" "حواشی اصول الشاشی" "حواشی کلام پاک" "تقریر نسائی شریف" "مشائخ تصوف" "فتنہ مودودیت" "مشرقی کا اسلام" "نظام مظاہر العلوم" "جامع الروایات" "مکتوبات تصوف" "اکابر کا رمضان" اور تقریر بخاری شریف وغیرہ آپ کے علمی شاہکار ہیں ان کے علاوہ بہت سی کتابوں کے مسودات اور بہت سے مقالات غیر مطبوعہ صورت میں ہیں ٭ آپ ۲۴ مئی ۱۹۸۲ء کو مدینہ منورہ میں رحلت فرما گئے اور جنت البقیع میں میں تدفین ہوئی۔

حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی

آپ ۱۳۱۵ھ میں دیوبند میں پیدا ہوئے۔ آپ نسبی طور پر سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے ہیں، آپ کے والدِ ماجد مولانا حافظ محمد احمد قاسمی صاحبؒ چالیس سال دارالعلوم دیوبند کے مہتمم اور اسی دوران میں چار سال ریاست حیدرآباد دکن عدالتِ عالیہ کے مفتی رہے آپ کے دادا حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہٗ دنیائے اسلام کے مشہور و معروف بزرگ اور ربانی عالم تھے۔ جنہوں نے ۱۸۶۷ء میں دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی۔ جو آج ایشیا کی بے نظیر مذہبی یونیورسٹی سمجھی جاتی ہے۔

آپ کے دادا کے شاگرد اور شاگردوں کے شاگرد ہزار ہا کی تعداد میں ہند و بیرونِ ہند میں پھیلے ہوئے ہیں جو حلقہ دارالعلوم کہلاتا ہے اس لئے یہ خاندان پورے ملک اور بیرونی حلقہ اثر میں وقعت و عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ ۱۳۲۲ھ میں آپ کو دارالعلوم دیوبند میں داخل کیا گیا اور وقت کے ممتاز اکابر کے عظیم الشان اجتماع میں کتب نشینی کی تقریب عمل میں آئی دو سال کی مدت میں قرآن شریف تجوید و قرأت کے ساتھ حفظ کیا، پانچ سال میں فارسی، ریاضی اور حساب کا کورس مکمل کیا اور آٹھ سال میں دارالعلوم سے عربی کا نصاب پورا کیا، اس طرح ۱۳۳۷ھ مطابق ۱۹۱۸ء میں تعلیم سے فراغت پاکر آپ نے سندِ فضیلت حاصل کی۔ دوران تعلیم میں دارالعلوم کے تمام اساتذہ آپ کے ساتھ بوجہ خاندانی شرف اور آبائی نسبت کے شفقت و محبت سے پیش آتے تھے اور مخصوص طریق پر تعلیم و تربیت میں حصہ لیتے رہے حدیث کی خصوصی سند آپ نے وقت کے مشاہیر علماء و اساتذہ سے حاصل کی اور بہت سے

بزرگوں کی ہمت اور توجہ آپ کے ساتھ تھی، آپ کے اساتذہ میں امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ، مفتی اعظم ہند مولانا عزیز الرحمٰن عثمانیؒ، مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور مولانا سید اصغر حسین دیوبندیؒ جیسے اکابر شامل ہیں۔

۱۳۳۹ھ میں آپ کا سلسلۂ بیعت حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہٗ سے قائم ہوا جس کے پانچ ماہ بعد حضرت شیخ الہندؒ کا وصال ہوگیا۔ پھر ۱۳۵۰ھ میں آپ کو حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کی طرف سے خلافت سے نوازا گیا، ۱۳۴۱ھ میں دارالعلوم کی تدریس کے زمانہ میں ہی آپ کو دارالعلوم دیوبند کا نائب مہتمم بنادیا گیا تھا پھر ۱۳۴۸ھ میں باقاعدہ طور پر آپ کو دارالعلوم کا مہتمم مقرر کیا گیا اور تاحال آپ اسی عہدۂ جلیلہ پر فائز ہیں۔ آپ کے دورِ اہتمام میں دارالعلوم دیوبند نے بہت ترقی کی ہے اور آپ نے دارالعلوم کی شہرت و عظمت کو چار چاند لگا دیئے اور آج پوری دنیا میں دارالعلوم دیوبند کا نام روشن ہے۔

دارالعلوم کے اہتمام کے علاوہ درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری ہے اور حدیث کی اونچی کتابیں زیرِ درس رہتی ہیں، اس کے علاوہ فنِ خطابت اور تقریر میں بھی آپ کو خداداد ملکہ اور قوتِ گویائی حاصل ہے اور زمانہ طالبعلمی ہی سے آپ کی تقریریں پبلک جلسوں میں شوق اور دلچسپی کے ساتھ سُنی جاتی تھیں، اہم سے اہم اسلامی مسائل پر دو دو تین تین گھنٹے مسلسل اور بے تکلف تقریر کرنے اور ٹھوس علمی مواد پیش کرنے میں آپ کو کوئی تکلف نہیں ہوتا تھا، حقائق و اسرارِ شریعت کھولنا اور تخلیق و ایجادِ مضامین آپ کا خاص حصہ ہے جسے آپ کے اکابر و اساتذہ بھی تسلیم کرتے ہیں۔ غرضیکہ آپ کی تقریروں نے ملک و بیرونِ ملک میں ایک وسیع حلقہ پیدا کیا ہے اور اس وقت آپ ایک بہت بڑے خطیب، ادیب، محقق، مدبر، محدث، مفسر، مصنف اور شیخ کامل تسلیم کئے جاتے ہیں، آپ کے ہمعصر ساتھیوں میں مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ

شیخ المحدثین حضرت علامہ محمد ادریس کاندھلوی اور محدث اکبر مولانا سید بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی جیسے اکابر علماء ہیں۔ آپ ایک بین الاقوامی شہرت کے مالک ہیں متعدد بار حج کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔ اور کئی بار پوری دنیا میں تبلیغی دورے فرما چکے ہیں اور اپنی علمی تقریروں سے اپنی علمی قابلیت کا لوہا منوا چکے ہیں، آپ کی متعدد قابلِ قدر تصانیف بھی ہیں جن میں "التشبہ فی الاسلام" "سائنس اور اسلام" "تعلیماتِ اسلام اور مسیحی اقوام" "مسئلہ زبان اور ہندوستان" "دین و سیاست" "خطبہ صدارت جمعیت العلماء مراد آباد کانفرنس" "خطبہ صدارت بمبئی" "خطبہ صدارت جمعیت العلماء صوبہ سندھ کانفرنس" "اصولِ دعوتِ اسلام" "مشاہدات" "کلمات طیبات" "تاریخ دار العلوم دیوبند" "اسلامی مساوات" "مسئلہ تقدیر اور سفر نامہ افغانستان وغیرہ مشہور تالیفات ہیں۔ آپ ایک مایۂ ناز مصنف ہونے کے ساتھ ایک بہترین شاعر بھی ہیں اور آپ کا مجموعۂ کلام شائع بھی ہو چکا ہے اس وقت آپ کی ذات گرامی بقیۃ السلف ہے اور آپ اخلاق و عادات میں قدیم اسلاف کا عین نمونہ ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کی عمر میں برکت عطا فرمائیں۔ آمین"

آپ کے بڑے صاحبزادے مولانا محمد سالم قاسمی صاحب ایک بڑے عالم و فاضل ہیں۔ اور علماء محققین میں شمار ہوتے ہیں۔

آپ ۱۸؍ شوال المکرم ۱۴۰۳ھ میں رحلت فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی

مخدوم العلماء حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی مدظلہ ایک بلند پایہ علمی خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔ اور آپ کا اصل وطن قصبہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر ہے اور سلسلۂ نسب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے، آپ کے والد ماجد مولانا حافظ سعید احمد تھانوی علی گڑھ کالج میں ملازم تھے۔ "الاخلاق المحمدیہ چار جلدیں" سیرت صلاح الدین "نساء المسلمین" وغیرہ کتب کے مصنف تھے اور کچھ عرصہ ہفتہ وار "اسلام" کے مدیر اور انجمن تبلیغ الاسلام کے مہتمم و ناظم بھی رہے تھے آپ کے دادا جناب حافظ امیر احمد صاحب صاحب تھانوی ۱۸۵۷ء کے قریب پشاور میں کمشنر رہے تھے آپ ۱۹۰۰ء کے لگ بھگ قصبہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر انڈیا میں پیدا ہوئے، آپ کی ننہال راجوپور ضلع سہارنپور کی تھی، قرآن شریف کی ابتداء وہیں ہوئی پھر والد صاحب کی ملازمت کی وجہ سے علی گڑھ زیادہ رہنا ہوا اس لئے یہیں ناظرہ قرآن پاک ختم کر کے اسکول میں اردو کی تعلیم حاصل کی۔ پھر ۱۳۳۲ھ میں مدرسہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون میں آکر فارسی کتب تیسیر المبتدی سے یوسف زلیخا تک اور عربی کتب میزان الصرف سے ہدایۃ النحو تک پڑھیں، جب حضرت مولانا اشفاق صاحب نے جلال آباد میں ایک دینی مدرسہ قائم کیا تو یہاں چلے گئے اور شرح جامی کی جماعت میں شامل کر دیئے گئے بعد ازاں حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری قدس سرہ کے ارشاد اور توجہ دلانے سے ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۳۶ھ کو مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخل ہوئے اور کافیہ کبریٰ، نور الایضاح اسباق تجویز ہوئے اور تمام کتب کے علوم و فنون

سے اوّل پوزیشن میں ۱۳۴۲ھ کو فراغت حاصل کی، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہٗ نے آپ کو دورۂ حدیث کی تمام کتب میں اوّل پوزیشن حاصل کرنے پر کچھ کتابیں اور ایک جیبی گھڑی انعام میں عنایت فرمائیں۔ درجہ ابتدائی میں کل کتب کے آپ کے استاذ مولانا ظہور الحق دیوبندیؒ تھے اور بعد میں حضرت مولانا حافظ عبد اللطیف صاحبؒ، مولانا ثابت علی صاحبؒ مولانا منظور احمد صاحبؒ، مولانا عبد الرحمن کامل پوریؒ، مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ، مولانا بدر عالم میرٹھی صاحبؒ اور حدیث شریف میں مشکوٰۃ کے استاذ مولانا ثابت علی صاحبؒ ترمذی شریف اور طحاوی شریف کے مولانا عبد اللطیف صاحبؒ ابوداؤد اور ابن ماجہ کے مولانا عبد الرحمن کاملپوریؒ، مسلم شریف و نسائی اور موطائین کے حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ استاذ تھے، سند حدیث حضرت اقدس سہارنپوری رحمۃ اللہ کے دست مبارک سے عطا ہوئی اور حضرت اقدس رحمۃ اللہ نے تمام کتب حدیث کی خصوصی اجازت بھی مرحمت فرمائی تھی۔

بعد فراغت کھم ضلع ونگل حیدر آباد دکن کے مدرسہ میں حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے تدریس وعظ و تبلیغ وغیرہ کے لئے تشریف لے گئے کچھ عرصہ کے بعد مدرسہ نظامیہ حیدر آباد میں نائب شیخ الادب کا عہدہ آپ کو سونپا گیا تقریباً گیارہ ماہ بعد حضرت اقدس سہارنپوریؒ کی تعمیل ارشاد میں واپس سہارنپور پہنچے۔ اور مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپورؒ میں مدرس اعلیٰ مقرر کئے گئے اور ہر علم و فن کی کتابیں پڑھاتے رہے اور ۱۳۷۰ھ تک مظاہر العلوم ہی میں مختلف علوم و فنون کی کتب عالیہ کا سلسلہ جاری رکھا اسی دوران ۱۳۴۶ھ میں سہارنپور ہی سے رسالہ "المظاہر" اور ۱۳۶۸ھ میں ایک دوسرا رسالہ ماہنامہ دیندار جاری فرمایا جو ایک عرصہ تک دعوت و تبلیغ کی خدمات انجام دیتے رہے ۱۳۵۶ھ میں آپ حج کے لئے تشریف لے گئے اور ۱۳۶۰ھ میں حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانویؒ کی علالت و تیمارداری کی غرض سے تھانہ بھون قیام فرمایا

چونکہ یہ قیام طویل تھا اس لئے مدرسہ سے سال بھر کی رخصت لیتے رہے اور خانقاہ اشرفیہ کے مدرسہ امداد العلومؒ میں فتاویٰ اور درس و تدریس کی خدمت میں مشغول رہے۔ مدرسہ مظاہر العلوم کی تدریس کے دوران ہزاروں طالبان علم نے آپ سے کسب فیض کیا جن میں رئیس التبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلویؒ، حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کاندھلوی امیر تبلیغی جماعت انڈیا، مولانا انیس الرحمن لدھیانوی، مولانا بشیر اللہ برمی، مولانا عبید اللہ حسینی ناظم تبلیغ، مولانا محمد عامر رامپوری، مولانا مفتی منظور احمد بجنوری، مولانا شاہ ابرار الحق ہردوئی خلیفہ تھانویؒ، مولانا قاضی زاہد الحسینی کیمبلپوری اور مولانا فضل احمد صاحب مہتمم مدرسہ قاسم العلوم فقیر والی جیسے مشاہیر علماء آپ کے تلامذہ میں شامل ہیں۔

ہندوستان کے مختلف مدارس عربیہ خصوصاً مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپورؒ اور امداد العلومؒ تھانہ بھون میں ہزاروں افراد کو اپنے فیض علمی و روحانی سے مستفید کرنے کے بعد ۱۳۷۰ھ میں پاکستان کے لئے رخت سفر باندھا اور حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ بانی جامعہ اشرفیہ لاہور کی دعوت پر جامعہ اشرفیہ لاہور میں تدریسی و فقہی خدمات کے لئے تشریف لے گئے یہاں ۱۳۹۱ھ تک بلند پایہ کتب زیر درس رہیں بعد ازاں طبعی اعذار کی وجہ سے اسباق بند کر دیئے گئے اور صرف افتاء کا کام باقی رہا ہے اور تیس برس سے جامعہ اشرفیہ کے صدر مفتی کے عہدۂ جلیلہ پر فائز ہیں۔ آپ کے فتاویٰ کو ملک اور بیرون ملک میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور پاکستان میں مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے بعد فتاویٰ میں آپ ہی کو اعلیٰ مقام حاصل ہے اور آپ کے فتاویٰ پر شیخ الاسلام حضرت علامہ ظفر احمد عثمانیؒ، مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ، حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ، حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب امرتسریؒ، حضرت علامہ محمد ادریس کاندھلویؒ اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ اعتماد کا اظہار فرما

چکے ہیں، آپ کا روحانی سلسلہ حضرت اقدس مولانا خلیل احمد سہارنپوری اور حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی سے منسلک تھا اور دونوں حضرات اکابر سے آپ نے خوب خوب فیضِ علمی و روحانی حاصل کیا، حضرت حکیم الامت تھانوی نے آپ کو حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سے بیعت کروایا تھا اور خود بھی خصوصی توجہات وعنایات سے نوازتے رہے تھے تربیت و اصلاح حضرت مولانا شاہ محمد اسعد اللہ صاحب قدس سرہٗ مجاز بیعت حضرت حکیم الامت نے فرمائی اور اجازت بیعت سے بھی نوازا، آپ ایک جیّد عالم دین، عظیم الشان فقیہ اور بہترین شیخ کامل ہیں، متبع سنّت اور عاشق رسول ہیں، حق و صداقت کا پیکر اور اخلاق و عادات میں اسلاف کی یادگار ہیں، آپ اردو، عربی، فارسی کے بہترین ادیب اور قادر الکلام شاعر ہیں، بہت سی نعتیں، نظمیں، قصائد اور عربی فارسی اردو قطعات اس کا بیّن ثبوت ہیں۔ درس و تدریس اور خدمت افتاء کے علاوہ آپ نے بہت سی کتب و رسائل بھی تالیف فرمائے ہیں۔ جن کا ذیل میں مختصر تعارف درج کیا جاتا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے:-

(۱) زکوٰۃ الحلی اور علامہ سید سلیمان ندوی -(اردو) یہ کتاب غالباً لکھنؤ میں ۱۳۴۵ھ میں طبع ہوئی تھی۔ استعمال اور غیر استعمالی زیوروں پہ زکوٰۃ کے متعلق سید صاحب کی تالیف سیرت عائشہ کے ایک مضمون پر رد و تنقید ہے"۔

(۲) دعوت التبلیغ (اردو) اس کتاب میں تبلیغ کے متعلق آیات قرآنی اور احادیث نبوی پر عنوانات قائم کرکے ان کا سلیس ترجمہ کیا گیا ہے۔

(۳) تقبیر المنطق حاشیہ تیسیر المنطق (اردو) موضوع نام سے ظاہر ہے یہ رسالہ ایک دن اور ایک رات میں لکھا گیا تھا۔

(۴) تراجم الحماسیین (عربی) حماسہ کے پہلے باب کے متفرق شعراء کے احوال اس کتاب میں مذکور ہیں۔

(۵) حاشیہ تبلیغِ دین (اردو) جس میں اختصار کے ساتھ احادیث کی تخریج اور مضمون کتاب کا ضروری حل موجود ہے۔

(۶) حاشیہ عربی معلقہ اوّل سبع معلقات (غیر مطبوعہ)

(۷) اظہار الطرب شرح اردو ازہار العرب۔

(۸) شرح عربی ازہار العرب

(۹) دعوت التجارۃ (اردو) تجارت کے فضائل و فوائد پر مشتمل ہے، اولاً رسالہ خالد دیوبند میں طبع ہوا پھر کراچی میں کتابی شکل میں جمع ہو کر کفلیتہ ضلع سورت میں گجراتی زبان میں طبع ہوا ہے۔

(۱۰) جمال الاولیاء (اردو) یہ کتاب یوسف بن اسماعیل نبہانی کی "لامع علامات الاولیاء" کا اردو ترجمہ ہے جو حضرت حکیم الامت تھانوی کے حکم سے کیا گیا تھا اور ۱۳۴۹ھ میں مکمل ہوا ۱۳۵۹ھ میں پہلے تھانہ بھون اور پھر مکتبہ مدنی گوجرہ ضلع فیصل آباد سے اور ۱۹۶۲ء میں دوبارہ شائع ہوئی۔

(۱۱) دلائل القرآن علی مسائل النعمان (عربی) حضرت حکیم الامت تھانوی کی خواہش یہ تھی کہ قرآن مجید سے مذہب حنفیہ کے دلائل جمع کئے جائیں۔ یہ کام اوّلاً حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی کو سونپا گیا مگر مولانا کے مسلسل اسفار اور دینی مشاغل کی وجہ سے یہ کام اس طرح تقسیم کیا گیا کہ اوّل کی دو منزلیں خود مولانا ظفر احمد عثمانی کے پاس رہیں اور دو منزلیں ۳، ۴، حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی صاحب کے پاس، اور دو منزلیں ۵، ۶ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کے پاس اور آخری منزل حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی کے سپرد ہوئی ان سب حضرات نے اپنی اپنی مفوضہ خدمات کو بڑے عالمانہ اور محققانہ انداز میں مکمل کر دیا۔ اس کے کچھ حصے طبع ہو گئے اور کچھ غیر مطبوعہ حالت میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کے صاحبزادے مولانا محمد تقی عثمانی صاحب

کے ہاں دارالعلوم کراچی میں پڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس عظیم الشان تالیف کو مکمل طور پر جلد ہی منظرِ عام پر لائے۔ آمین

(۱۲) ارث الحفید (اردو) پوتے کی میراث۔ پاکستان میں یتیم پوتے کی میراث پر فرقۂ اہل قرآن و منکرین حدیث کی طرف سے اسمبلی میں ایک بل پیش ہوا تھا اس کے جواب میں یہ مضمون لکھا گیا تھا پہلے یہ مضمون ماہنامہ "الصدیق" ملتان میں شائع ہوا اور پھر کتابی صورت میں لاہور سے طبع ہوا۔

(۱۳) حلیۃ اللحیۃ (اردو) جس میں قرآن و حدیث سے اور از روئے عقل کے یکمشت داڑھی کے اثبات پر دلائل دیئے گئے ہیں یہ کتاب لاہور طبع ہوئی ہے۔

(۱۴) التحریر النادر فی حرمۃ نبش القبر الشیخ عبد القادر۔ (اردو) حضرت مولانا شاہ عبد القادر رائپوری کے جسد خاکی کو قبر سے نکال کر ہندوستان منتقل کرنے کی جو تحریک اٹھی تھی اس کے عدم جواز و حرمت پر ایک محققانہ مضمون اور عالمانہ تحریر ہے جو ۱۳۹۱ھ میں سرگودھا سے شائع ہوا ہے۔

(۱۵) البحث والسفر عن عدم افتراض القبر بالحفر۔ (اردو) رسالہ بالا کا جواب ماہنامہ بینات کراچی میں شائع ہوا یہ رسالہ اسی کا جواب اور رد ہے۔

(۱۶) نصاب و نظامِ دینی مدارس۔ اس کتاب میں دینی مدارس پر اعتراضات کے جوابات ان کی ضروریات اور نصاب کے ہر ہر جز کی وجہ پیش کی گئی ہے یہ کتاب ناشران قرآن لاہور نے طبع کرائی ہے۔

(۱۷) رسالہ ضرورت مذہب۔ یہ رسالہ اس عنوان سے اردو منظوم پر مشتمل ہے۔

(۱۸) مثنوی علاج المصائب۔ (اردو) یہ پہلے رسالہ دیندار سہارنپور میں اور پھر کتابی شکل میں طبع ہوا ہے۔

ٹی وی سینما۔ یہ اردو منظوم رسالہ ہے اس میں چالیس عقلی دلائل سے اس کی قباحت

بتلائی ہے۔

(۲۰) عظمتِ حدیث۔ یہ تصنیف منکرین حدیث کے شبہات کے جوابات کا مجموعہ ہے۔

(۲۱) مسدس اصلاح کالج۔ موضوع نام سے ظاہر ہے یہ کتاب لاہور سے طبع ہوئی ہے۔

(۲۲) عقائدِ مشرقی اور تحریک خاکسار کا مقصد۔ موضوعِ تالیف ظاہر ہے۔

(۲۳) شرح بلوغ المرام۔ یہ کتاب اردو زبان میں لاہور سے طبع ہوئی ہے۔

(۲۴) فضائلِ بعیت اردو (۲۵) آٹھ تراویح بدعت ہیں"

(۲۶) اسبابِ شکست (۲۷) احرام جدہ کا تصفیہ اردو

(۲۸) نبیٔ کل کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اردو (۲۹) جمیل الکلام۔ یہ حضرت تھانویؒ کے ملفوظات ہیں

(۳۰) ہفت مسئلہ کی تشریح۔ (۳۱) الضحادی علی الطحادی عربی۔

(۳۲) حضرت تھانویؒ کے مواعظ کی تسہیل و تشریح وغیرہ وغیرہ۔

ان کتب و رسائل کے علاوہ حضرت مفتی صاحب مدظلہٗ کے بہت سے طویل طویل مضامین ملک کے مختلف رسائل ہفت روزہ خدام الدین لاہور، ہفت روزہ صوت الاسلام لاہور ماہنامہ البلاغ کراچی، بینات کراچی، ترجمان اسلام، پیام اسلام اور پیام مشرق لاہور میں طبع ہوئے ہیں اور مختلف موضوعات پر علمی و فقہی مسائل کثرت سے چھپتے رہتے ہیں۔

اِن کے علاوہ آپ کے عربی قصائد، منظومات اور تاریخی قطعات بھی طبع ہوئے ہیں کیونکہ شعر و شاعری کا بھی آپ کو خداداد ذوق حاصل ہے۔ آپ کی اولاد صالحہ میں کئی صاحبزادے ہیں۔ جن میں بڑے صاحبزادے جناب مولانا مشرف علی تھانوی استاذ جامعہ اشرفیہ لاہور ہیں۔ جو واپڈا کالونی میں ایک جامع مسجد کے خطیب بھی ہیں اور مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان کے مرکزی ناظم اعلیٰ بھی ہیں۔ اور علم و عمل میں اپنے اکابر و اسلاف کا نمونہ ہیں۔ اور ایک قابلِ فخر عالم و فاضل ہیں، عارف باللہ شیخ العصر الحاج حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحیؒ صاحب عارفی مدظلہم خلیفہ حضرت حکیم الامت تھانویؒ

قدس سرہٗ کے مجاز بعیت ہیں اور اس وقت جید علماء میں شمار ہوتے ہیں۔ دوسرے صاحبزادے جناب مولانا قاری احمد میاں تھانوی جو دارالعلوم دینیہ لاہور کے پرنسپل اور صدر قاری ہیں اور ایک نوجوان صالح فاضل ہیں۔

اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب مدظلہم کی عمر میں برکت دے۔ اور ان کے خلاف رشید کو اُن کا صحیح جانشین بنائے۔ آمین۔

آپ ۲۵ ردسمبر ۱۹۹۴ء کو لاہور میں رحلت فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

● "آدمی جب کامل ہوتا ہے جب اُس میں تین صفتیں موجود ہوں، اس کا علم فقہاء جیسا ہو، عبادت اولیاء جیسی ہو اور اس کے اعتقادات متکلمین جیسے ہوں۔"

★

● "زہد کا آخری درجہ یہ ہے کہ مال آنے پر آدمی اتنا خوش نہ ہو کہ غرور اور تکبر میں مبتلا ہو جائے اور مال کے چلے جانے پر اتنا غم نہ ہو کہ یاس اور ناامیدی لازم آئے۔"

شیخ الحدیث
(علامہ محمد ادریس۔ کاندھلوی رح)

حضرت مولانا حافظ جلیل احمد شروانی رح

رئیس الامت حضرت مولانا حافظ الحاج جلیل احمد صاحب شروانی علی گڑھی رح حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی قدس اللہ سرہٗ کے اجل خلفاء میں سے تھے ضلع علی گڑھ کے رئیس خاندان شیروانی سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ ۱۳۱۵ھ میں حافظ محمد مصلح الدین صاحب کے گھر پیدا ہوئے اور قرآن پاک اور تجوید کی تعلیم ایک صاحب کمال اور صاحب نسبت بزرگ حضرت مولانا قاری محمد صدیق صاحب خراسانی رح سے حاصل کی۔ جب آپ نے قرآن کریم حفظ کر لیا تو آپ کے والد گرامی حافظ محمد مصلح الدین صاحب رح نے بطور انعام آپ کے استاذ مکرم کو ایک بنگلہ عطا فرمایا۔ قرآن کریم کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد آپ کے والد صاحب رح نے آپ کو دنیاوی تعلیم میں لگا دیا۔ چونکہ آپ ایک رئیس زادے تھے اس لئے آپ کو رئیسانہ طور طریق سے تعلیم دلائی گئی۔ آپ کے لئے خاص طور پر ایک خادم مقرر تھا جو آپ کی خدمت کے لئے ساتھ رہتا تھا غرضیکہ نہایت شاہانہ انداز سے آپ نے تعلیم حاصل کی مگر اس کے باوجود آپ فطری طور پر نہایت متواضع اور تنہائی پسند تھے اور بچپن ہی سے آپ کا رجحان دین کی طرف تھا، بچپن ہی سے نماز اور روزے کے پابند تھے۔ حلال و حرام جائز و ناجائز باتوں کا خاص خیال رکھتے تھے۔ اس کے ساتھ آپ کے استاذ مکرم مولانا قاری محمد صدیق صاحب رح کی صحبت سے دین میں اور پختگی آگئی پھر آپ کے زمانہ تعلیم ہی میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی دعوت پر جب حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کا مسلم یونیورسٹی میں وعظ ہوا تو آپ اس قدر متاثر

ہو سکے کہ پھر ساری زندگی حکیم الامت قدس سرہ کے ہی ہو کر رہ گئے ۔ حضرت حکیم الامت ؒ کی پہلی دفعہ زیارت تھی جو آپ کو زمانہ طالب علمی میں نصیب ہوئی ، آپ کے والد ماجد کو بھی حضرت حکیم الامت سے خاص عقیدت تھی اس لئے آپ کے والد صاحب ؒ نے حضرت حکیم الامت ؒ سے گھر پر تشریف آوری کی درخواست کی جو حضرت حکیم الامت ؒ نے بخوشی منظور فرمائی اور مکان پر تشریف لے گئے ، حضرت حکیم الامت ؒ نے اپنی خداداد فراست سے آپ کو بچپن ہی کے زمانہ میں پہچان لیا اور آپ کے والد کو فرمایا کہ :-

"یہ لڑکا آپ کے کام آئے گا"

اس ملاقات کے بعد آپ نے حضرت حکیم الامت ؒ سے باقاعدہ خط و کتابت شروع فرما دی اور اپنے استاذ قاری محمد صدیق صاحب ؒ سے حضرت حکیم الامت ؒ کے مواعظ و ملفوظات سے کر پڑھنا شروع کر دیئے اور حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ سے اصلاح باطن اور بیعت کی درخواست کی جو بارگاہِ اشرفی میں منظور ہوئی ! اور حضرت حکیم الامت ؒ نے باقاعدہ آپ کو بیعت فرمالیا ۔ بیعت کے بعد آپ کی دنیا ہی بدل گئی ، ہر بات میں حضرت حکیم الامت ؒ سے مشورہ طلب کرنے لگے حتیٰ کہ اپنے خانگی امور تک میں حضرت ؒ سے مشورہ لیتے تھے ۔ حضرت حکیم الامت ؒ سے اتنا تعلق اور عشق ہو گیا کہ اپنے والد ماجد کی وفات کے بعد مستقل طور پر تھانہ بھون میں قیام کا ارادہ کر لیا تاکہ حضرت حکیم الامت ؒ کے قریب رہ کر زیادہ سے زیادہ استفادہ کیا جا سکے ۔ آپ نے اپنے اس ارادے سے حضرت حکیم الامت ؒ کو مطلع کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ :-

"اگر جائداد کی نگرانی کا خاطر خواہ انتظام ہو جائے تو بیشک اس ارادہ پر عمل کریں"

چونکہ بفضلہ تعالیٰ جائداد کا ایک معتد بہ حصہ ورثہ میں ملا تھا اس لئے اتنی بڑی جائداد کا انتظام کرنا بھی ایک مشکل کام تھا لیکن آپ اپنے پیر و مرشد حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ کی خدمت

اقدس میں حاضری کا مصمم ارادہ فرما چکے تھے ادھر حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ بھی دعا ئیں فرماتے تھے تو منجانب اللہ ایک نگران کا انتظام ہو گیا اگرچہ بعض متعلقین حضرات نے خورد برد بھی کی مگر آپ نے اپنے شیخ و مربی حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کی خدمت بابرکت میں حاضری کو ترجیح دی اور مالی نقصانات کو برداشت کیا ۔ تھانہ بھون میں آپ کو قیام کے لئے ایک مکان کی مستقل ضرورت بھی تھی اور چونکہ حضرت حکیم الامت ؒ کو آپ کی طبیعت کا حال معلوم تھا اس لئے حضرت حکیم الامت ؒ کو اس کی فکر تھی کہ ایسا مکان ہو جس میں ہر قسم کی سہولت موجود ہو ، چنانچہ متعدد مکانات میں رہائش رکھنے کے بعد حضرت ؒ نے خود اپنا ذاتی دولت خانہ رہائش کے لئے عطا فرما دیا ، آپ چودہ سال تک اس دولت کدہ میں قیام فرما رہے مگر آپ کے بار بار عرض کرنے کے باوجود حضرت حکیم الامت ؒ نے اس کا کوئی کرایہ نہیں لیا ، قیام تھانہ بھون کے دوران آپ نے عربی نصاب کو مکمل کرنے کا ارادہ ظاہر کیا چنانچہ حضرت حکیم الامت نے آپ کے لئے عربی نصاب کی کتابیں تجویز فرمائیں اور خود حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ آپ کو کاندھلہ لے کر گئے اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی ؒ کے والد ماجد محمد اسمٰعیل صاحب ؒ سے کہا کہ :- "مولوی صاحب ! اس کا آپ ایسا ہی خیال رکھیں جیسے آپ میری اولاد کا رکھتے اور دیکھئے دو باتوں کا خیال رکھیئے ایک تو یہ کہ رات کو تنہا نہیں سو سکتے ۔ دوسرے یہ کہ اندھیرے میں ان کو نیند نہیں آتی ۔"

چنانچہ آپ نے مولانا اسماعیل صاحب ؒ کے اس مدرسہ میں باقاعدہ دینی تعلیم حاصل کی اس کے بعد آپ تھانہ بھون واپس تشریف لے آئے اور حضرت حکیم الامت کے مشورہ سے یہاں بھی حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی ؒ اور چند دیگر اکابرین سے استفادہ کیا ۔ حضرت حکیم الامت کی دعاؤں اور دوسرے اکابر علماء کی خصوصی توجہات اور اپنی رات دن کی محنت اور شوق سے بفضلہٖ تعالیٰ چند ہی روز کے اندر آپ میں وہ قابلیت پیدا ہو گئی جو آٹھ آٹھ دس دس سال

لگانے والوں میں بہت ہی کم پیدا ہوتی ہے اس کی بڑی وجہ یہی ہے کہ ہر کام اپنے پیر و مرشد کے مشورہ کے بغیر نہیں کرتے تھے، کتاب کا انتخاب ہو یا کسی اُستاد کا، ہر کام حضرت حکیم الامتؒ کے مشورہ سے کیا جاتا تھا غرضیکہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی ذات بابرکات سے آپ کو ایسی والہانہ عقیدت و محبت تھی کہ اکثر مجلسوں میں بار بار حضرت حکیم الامتؒ کے ارشادات ہی کا ذکر فرماتے تھے۔ اکثر جب کوئی مسئلہ بیان فرماتے تو اس مسئلہ پر بطور استدلال و استشہاد تو ضیح حضرت حکیم الامتؒ کے ملفوظات بیان فرماتے تھے۔ جب کسی مسئلہ کو بیان فرماتے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضرت حکیم الامتؒ کے علوم آپ کی طرف منتقل ہو رہے ہیں۔ حضرت حکیم الامتؒ سے عقیدت و محبت کی وجہ سے آپ نے اپنی کوٹھی جس کا نام پہلے جلیل منزل تھا مگر حضرتؒ سے تعلق کے بعد اس کا نام تبدیل کر کے اشرف منزل رکھ دیا۔ آپ کے لئے ہر کام میں اپنے شیخ کا اتباع ضروری تھا آپ پہلے شیروانی زیب تن فرماتے تھے جب یہ سُنا کہ حضرت علماء کے لئے شیروانی پسند نہیں فرماتے تو آپ نے شیروانی پہننا چھوڑ دیا۔ اور حضرتؒ کے اتباع میں چھ کلی والی اچکن پہننا شروع کر دی اور زندگی بھر یہی چھ کلی والی اچکن زیب تن فرماتے رہے اسی طرح جب آپ کو معلوم ہوا کہ حضرت حکیم الامتؒ علماء کے لئے اس بات کو پسند نہیں فرماتے کہ ہاتھ پہ گھڑی باندھیں تو آپ نے بھی اسی دن سے ہاتھ پہ گھڑی باندھنا چھوڑ دیا اور اس کے بعد سے جیبی گھڑی استعمال کرنا شروع کر دیا۔ مختصر یہ کہ ہر قول و فعل میں اپنے شیخ کا اتباع فرماتے تھے۔

آپ نے حضرت حکیم الامتؒ کے ارشادات پر خود بھی عمل کیا اور عوام و خواص کے لئے بھی حضرتؒ کے ملفوظات و ارشادات کو ضبط کر کے ایک ایسا عظیم کارنامہ انجام دیا جو رہتی دنیا تک یاد رہے گا۔ اور جس سے قیامت تک لاکھوں کروڑوں افراد استفادہ کر کے اپنی روحانی پیاس بجھاتے رہیں گے۔ آپ نے حضرت حکیم الامتؒ کے ارشادات کو بڑی محنت و شوق سے جمع کیا اور "الافاضات الیومیہ" کے نام سے سات حصوں میں ہزاروں

ملفوظات کا ذخیرہ جمع کر کے شائع کیا جس کے اندر "القول الجلیل" کے نام سے بھی تین چار حصے شائع ہو چکے ہیں اور دو حصے "القول الجلیل" کے نام سے علیحدہ بھی شائع ہو چکے ہیں حق تعالٰے کا آپ پر بڑا فضل و کرم تھا اللہ تعالٰے آپ کی اس محنت کو شرف قبولیت بخشے آمین۔ اس کے علاوہ آپ کی کئی تصانیف بھی شائع ہوئی ہیں۔ جو "ملفوظات التصوف" "قرآن کا نیا معجزہ" "قرآن کا عجیب وعدہ" "آثار رحمت" "جمہوری نظام وغیرہ ناموں سے طبع ہوئی ہیں یہ آپ کے لئے صدقۂ جاریہ ہیں۔

حضرت مولانا شروانی صاحبؒ علی گڑھ کے ایک رئیس خاندان کے فرد تھے ہر قسم کا آرام و راحت بفضلہ تعالیٰ آپ کو نصیب تھا مگر محض دین کے تحفظ کے جذبہ نے آپ کو ترک وطن اور ہجرت پر مجبور کیا چنانچہ قیام پاکستان کے بعد آپ اپنا سب کچھ چھوڑ کر پاکستان تشریف لے آئے اور یہاں آکر سب سے پہلا کام جو آپ نے انجام دیا وہ اپنے شیخ و مربی حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ کی عظیم اور دلی خواہش کو منظر عام پہ لانا تھا۔ حضرت حکیم الامتؒ کی وہ دلی خواہش اور تمنا کیا تھی؟ وہ یہ تھی کہ یہاں پاکستان میں بھی مجلس صیانۃ المسلمین کو قائم کیا جائے اور اس کے مرتبہ قواعد و ضوابط کے تحت اصلاح و تربیت کا کام اجتماعی انداز میں کیا جائے۔ مجلس صیانۃ المسلمین کی اہمیت کا اندازہ حضرت حکیم الامتؒ کے ارشادات کی روشنی میں دیکھنا ہو تو "مجلس صیانۃ المسلمین حضرت تھانویؒ کی نظر میں" رسالہ ملاحظہ فرمایا جائے۔

غرضیکہ آپ نے اپنے شیخ و مربی حضرت حکیم الامتؒ کے ہر قول و فعل کو عام کرنے کا کام جاری رکھا اور اسی مقصد کے لئے پہلے آپ نے علی گڑھ شہر میں مجلس قائم فرمائی اور قیام پاکستان تک یہ کام علی گڑھ میں جاری رہا۔ پاکستان ہجرت فرمانے کے بعد حضرت اقدس مولانا مفتی محمد حسن صاحب امرتسریؒ بانی جامعہ اشرفیہ لاہور کے تعاون سے لاہور شہر میں مجلس کا کام شروع کیا اور آج بحمداللہ پورے پاکستان

میں یہ عظیم الشان کام بڑے ذوق و شوق سے ہو رہا ہے اور جہاں بھی حضرت حکیم الامت ؒ کے متوسلین اور عقیدت مند موجود ہیں۔ مجلس صیانۃ المسلمین قائم ہے اور ایسی کون سی جگہ یا شہر ہے جہاں حضرت ؒ کے چاہنے والے نہ ہوں۔

بہر حال حضرت مولانا علی گڑھی ؒ کی یہی خواہش تھی کہ تمام مسلمان حضرت حکیم الامت ؒ کے بتلائے ہوئے اس نظام کو خود بھی اپنائیں اور دوسروں کو بھی اس طرف دعوت دیں اور پھر سب مل کر اس نظام کے تحت انفرادی اور اجتماعی طور پر معاشرہ کی اصلاح میں لگ جائیں اس جد و جہد میں آپ نے دامے، درمے، قلمے اور قدمے ہر طرح کام کیا اور اپنے ہمراہ لایا ہوا کل سرمایہ بھی اسی کام کی اشاعت اور جد و جہد میں لگا دیا۔ اور جب تک آپ حیات رہے اس وقت تک اسی کی اشاعت میں مصروف رہے اور جب ؒ آپ کو امراض نے گھیر لیا قویٰ کمزور ہو گئے ہمت نے جواب دے دیا اور آپ نے دیکھا کہ مجلس کے کام کو پوری محنت سے نہیں چلایا جا سکتا تو احباب کے مشورہ سے اپنے رفقائے کار میں سے حضرت مولانا سید نجم الحسن صاحب تھانوی مدظلہ کو مجلس کی خدمت پر مامور فرما کر صدر بنا دیا۔ اور اب اس کام کو بفضلہ تعالیٰ آپ کے قابل فخر صاحبزادہ مولانا وکیل احمد شروانی استاذ و نائب مفتی جامعہ اشرفیہ لاہور و ناظم نشر و اشاعت مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان اور حضرت مولانا مشرف علی تھانوی مدظلہ ناظم اعلیٰ مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان و استاذ جامعہ اشرفیہ لاہور بڑے احسن طریقے سے جاری رکھے ہوئے ہیں۔ اس لحاظ سے حضرت مولانا جلیل احمد شروانی صاحب ؒ کو پاکستان میں مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان کا بانی کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ آپ نے اپنے شیخ کی تعلیمات کو عام کرنے کا پورا پورا حق ادا کیا اور ساری عمر اپنے شیخ کی ہدایات پر عمل پیرا رہے۔ آپ ایک عالم و فاضل اور درویش زادہ ہونے کے باوجود اخلاق فاضلہ اور کمالات حسنہ سے معمور تھے، بڑے خوش خلق، متواضع کم گو اور منکسر المزاج تھے۔ معمولات اور تقویٰ کے شدت سے پابند ہونے کے باوجود

خشک مزاج ذرا سے بھی نہ تھے، تکبر اور متکبر انسان سے آپ کو بڑی سخت نفرت تھی اور متواضع آدمی کو بے حد پسند فرماتے تھے، ہر قول و فعل میں سنت کی پوری پوری پابندی فرماتے تھے ہر کام میں تقویٰ و طہارت کا خیال رکھتے تھے جس دن آپ جامعہ اشرفیہ لاہور میں تشریف لائے اور جس مکان میں آپ کا قیام ہوا تو اس کے ایک کمرہ میں مدرسہ کی چٹائی بچھی ہوئی تھی آپ نے اس کو فوراً اٹھوا دیا اور اپنی خرید کر بچھائی" اسی طرح اس مکان کا میٹر مشترک تھا آپ نے حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب ؒ بانی جامعہ اشرفیہ سے عرض کیا کہ:- کہ ہو سکتا ہے ہم بجلی زیادہ خرچ کر دیں اور حساب میں کم لگا دی جائے تو اس طرح مدرسے کے نقصان کا احتمال ہے اگر اجازت ہو تو میں اپنا علیحدہ میٹر لگوا لیتا ہوں"

چنانچہ آپ نے اجازت کے بعد اپنا میٹر الگ لگوا لیا، آپ کے وصیت نامہ میں ایک جگہ لکھا ہوا دیکھا کہ ایک دفعہ مکان کی چھت پر کسی کی پتنگ کی ڈوری گری ہوئی ملی جو میں نے اٹھا کر رکھ لی۔ اس کے مالک کو تلاش کیا مگر وہ نہیں مل سکا، لہٰذا میرے ورثاء کو چاہیئے کہ اس کے مالک کی تحقیق کر کے اس کی قیمت ادا کریں"

غرضیکہ اسی طرح کی بہت سی مثالیں ہیں جو آپ کے تقویٰ و طہارت کے سلسلہ میں پیش کی جا سکتی ہیں مگر یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں ہے۔ آپ نے ساری حیات دین کی خدمت کی اور آخر دم تک سنت پر عمل پیرا رہے، علالت کے دوران بھی حیا و شرم کا یہ عالم تھا کہ ڈاکٹر کے اصرار پر بھی ہسپتال میں صرف اس لئے داخل نہیں ہوئے کہ وہاں نامحرموں سے واسطہ پڑے گا وہ میرے پاس آئیں گی مجھے ہاتھ لگائیں گی وغیرہ"

بہر حال اسی حالت میں اس مرد مومن نے ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۷۵ھ مطابق ۲۶ نومبر ۱۹۵۵ء کو اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

جس رات آپ کا انتقال ہوا، اُس رات حضرت مولانا محمد عرفان صاحبؒ برادر زادہ حضرت مفتی محمد حسن صاحبؒ نے ایک خواب دیکھا جو اپنی مسجد واقع کرشن نگر میں تشریف فرما تھے انہیں حضرت مولانا کی وفات کا بالکل علم نہیں تھا انہوں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا مجمع ہے جو نیلا گنبد کی طرف سے آرہا ہے اور اس میں کسی کا جنازہ ہے اس مجمع میں سے رات کی رانی کی سی عمدہ خوشبو آرہی ہے جس نے فضا کو معطّر کر دیا، صبح کی نماز کے بعد معلوم ہوا کہ حضرت مولانا جلیل احمد صاحبؒ وصال فرما گئے تو مولانا محمد عرفان صاحبؒ فرماتے ہیں۔ کہ:۔ "جب میں نے آپ کو قبر کے اندر اُتارا تو بعینہٖ وہی خوشبو جو میں نے رات کو مجمع کے اندر محسوس کی تھی وہی خوشبو قبر کے اندر محسوس کی اور بڑی شدّت سے محسوس کی"

اسی طرح اس رات جناب پروفیسر چوہدری سردار محمد صاحبؒ کی اہلیہ محترمہ جو نہایت درجے صالحہ اور عابدہ خاتون ہیں، حضرت حکیم الاُمت تھانوی قدس سرہٗ سے بیعت کا شرف حاصل ہے اور جناب جنرل محمد ضیاء الحق صاحب صدر پاکستان کی بڑی ہمشیرہ ہیں انہوں نے خواب میں دیکھا کہ اُن کے شوہر پروفیسر سردار محمد صاحب مرحوم جو اس زمانہ میں ڈیرہ غازیخان کے ایک کالج میں پرنسپل تھے آئے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ تم سو رہی ہو اور ایک شہید اعظم کا جنازہ تیار ہے اور میں اسی میں شرکت کے لئے آیا ہوں"۔ اس کے تھوڑی دیر بعد ایک آدمی اطلاع کے لئے پہنچ گیا کہ حضرت مولانا جلیل احمد صاحبؒ رحلت فرما گئے ہیں"

اس کے علاوہ یہ بھی کتنی عجیب بات تھی کہ آپ کے جنازہ کی نماز بھی اس عظیم المرتبت شخصیت نے پڑھائی جس نے مجدد وقت حضرت حکیم الاُمت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کی پڑھائی یعنی شیخ الاسلام علامہ مولانا محمد ظفر احمد عثمانیؒ نے پڑھائی، ٹنڈو الٰہیار سے حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی تشریف آوری منجانب اللہ ہوئی جس کا مختصر واقعہ یہ ہوا کہ جس وقت آپ ٹنڈو الٰہیار سے لاہور تشریف لائے تو اسٹیشن پہ ہی حضرت مولانا

عثمانی مرحوم کو بتایا گیا کہ مولانا جلیل احمد صاحبؒ کا آج صبح انتقال ہو گیا۔ حضرت مولانا عثمانیؒ نے فرمایا کہ:۔ "عجیب بات ہے کہ کئی دنوں سے میں لاہور آنے کے لئے سوچ رہا تھا مگر مدرسہ کی مصروفیات کی وجہ سے ارادہ ملتوی ہوتا رہا کہ اچانک کل قلب میں لاہور آنے کا شدّت سے تقاضا پیدا ہوا۔ میں خود حیران تھا کہ اتنا شدید تقاضا کیوں ہوا، وجہ سمجھ میں نہ آتی تھی میں اس تقاضہ سے چل پڑا مگر اب معلوم ہوا کہ اس کی وجہ یہ تھی کہ مجھے اپنے مخلص دوست کی نماز جنازہ پڑھانی تھی۔" مجھ سے اُن کو شدید تعلق تھا اور خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں یہ مجھ سے پڑھتے رہے ہیں اور افتاء کا کام بھی سیکھا، بڑے مخلص دوستوں میں سے تھے تو میرا اس وقت آنا منجانب اللہ ہی ہوا ورنہ اس وقت آنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔"

چنانچہ حضرت مولانا عثمانیؒ نے جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور میں حضرت مولانا شروانیؒ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ نماز جنازہ میں شرکت کرنے والے طلباء علماء اور عوام و خواص کے علاوہ اکابر علماء حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب امرتسریؒ حضرت مولانا رسول خان ہزارویؒ، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، حضرت مولانا محمد مسیح اللہ خان شروانی، حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی اور حضرت مولانا محمد ضیاء الحق صاحب سابق صدر مدرس جامعہ اشرفیہ لاہور کے اسمائے گرامی خاص طور پہ قابل ذکر ہیں۔ جامعہ اشرفیہ کے دیگر علماء مدرسین حضرات ان کے علاوہ تھے۔ آپ کی وفات حسرت آیات پر اکابر علماء و مشائخ نے گہرے رنج و غم کا اظہار کیا۔ حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحبؒ نے اپنے تعزیتی کلمات میں فرمایا کہ:۔

"وہ نوری جامہ ہم سے پوشیدہ ہو گیا، اُن کی بڑی مقتدر

پاک اور متقی ذات تھی اور حضرت مرحوم اپنے وقت میں اپنی
نظیر آپ ہی تھے "

حضرت مولانا عبدالماجد دریاآبادی فرماتے ہیں کہ :-

"مولانا جلیل احمد صاحب شروانی حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ کے محب خصوصی اور خلیفہ خاص تھے، ضلع علی گڑھ کے رہنے والے اور مشہور شیروانی خاندان کے فرد تھے رئیس اور رئیس زادے تھے، کم سنی ہی سے اپنے مرشد کے عشق میں ترکِ وطن کر کے تھانہ بھون آگئے۔ اور یہیں خانقاہِ اشرفیہ میں رہ کر علومِ دین کی تحصیل و تکمیل کی۔ ۱۹۴۷ء کی ہل چل میں ہزار ہا کا مالی نقصان اٹھا کر لاہور ہجرت کی اور اب جامعہ اشرفیہ میں مقیم تھے، بڑے گہرے دیندار، معمولات اور تقویٰ کے شدت سے پابند ہونے کے باوجود ذرا سے خشک مزاج نہ تھے اور اپنی صالحیت کا زعم و پندار تو چھو کر بھی نہ گیا تھا، مہمان نواز اور بڑے ہی منکسر المزاج اور متواضع تھے "

حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی مدظلہٗ نے آپ کی وفات حسرت آیات پر حسب ذیل قطعہ تاریخ وفات تحریر فرمایا "

آں جلیل احمد کہ شروانی رئیس — فقر و صبر و معرفت چوں برگزید
کرد دل لبریز از شوقِ جہاد — نیک می آید ز تالیفش پدید!
چوں بیماری سل در او فتاد — ناگاہ یک اجل بروئے رسید

جستم از دل تاریخ وفات
گفت مرد مومنے خونی شہید
۱۳۷۵ھ

حضرت مولانا مفتی عبدالکریم گمتھلوی

آپ کا وطن ضلع کرنال کی تحصیل کیتھل کا مشہور قصبہ گمتھلا گڈھو تھا اسی وجہ سے آپ اپنے نام کے ساتھ گمتھلوی لکھا کرتے تھے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۵ محرم الحرام ۱۳۱۵ھ میں آپ کے ننھیال موضع کنگیڑی ضلع کرنال میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد حکیم محمد غوث صاحب دہلی کے تعلیم یافتہ علاقہ کے مشہور ترین حکیم تھے فارسی میں بہت ذوق رکھتے تھے اور دہلی کے مشہور نقشبندی خاندان سے بیعت و ارادت کا تعلق رکھتے تھے

آپ نے قرآن شریف کی تعلیم اپنے قصبہ کے پیر جی محمد اسحاق صاحب سے حاصل کی پھر مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور تشریف لے گئے اور شیخ المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری قدس سرہٗ کے ظلِ عاطفت میں علومِ دینیہ کی باقاعدہ تعلیم شروع کر دی۔ اسی اثناء میں درسِ نظامی کا کچھ حصہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کے زیرِ سایہ خانقاہِ امدادِ اشرفیہ تھانہ بھون میں کئی حضرات مدرسین مولانا انوار الحق صاحب امروہی اور مولانا سید احمد حسن صاحب سنبھلی سے پڑھنے کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔ اور گاہ بہ گاہ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی سے استفادہ فرماتے رہتے، خانقاہِ امدادیہ میں تعلیم کے ساتھ تربیت کا خاص اہتمام تھا اس لئے تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت روحانی بھی حاصل کرتے رہے پھر مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور سے ۱۳۳۷ھ میں دورۂ حدیث کی کتابیں پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری قدس سرہٗ کے دستِ مبارک سے سند عطا ہوئی۔ پھر حضرت اقدس مولانا سہارنپوری نور اللہ مرقدہٗ کے حکم پر ہی موضع اجراڈہ ضلع

میرٹھ کے مدرسہ میں مدرس ہو کر تشریف لے گئے اور کچھ عرصہ اپنے فیض علمی سے طلباء اور دوسرے مسلمانوں کو مستفیض فرماتے رہے، اس کے بعد مختلف مدارس عربیہ میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا اور پھر مستقل طور پر خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون میں اپنے شیخ و مربی حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ کے زیر سرپرستی تدریسی، تالیفی اور فتویٰ نویسی کی خدمات انجام دینے لگے۔ حضرت حکیم الامت کو چونکہ آپ پر حد درجہ اعتماد اور اطمینان تھا اس لئے بڑے بڑے اہم کاموں کی انجام دہی پر آپ کو مامور کیا جاتا تھا اور یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ حضرت مفتی صاحبؒ کی زندگی کا بڑا حصہ جس طرح اپنے مرشد کے زیر سایہ گزرا ہے اسی طرح آپ کے سوانح اور دینی خدمات کے تذکرہ کا بھی زیادہ حصہ حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے سوانح کے ساتھ منضبط ہو کر شائع اور محفوظ ہو گیا ہے۔ "اشرف السوانح" کی تالیف کے وقت آپ نے اپنی دینی خدمات کا تذکرہ حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ کو لکھ کر دیا تھا، وہ "مکارم عشرہ" کے عنوان سے "اشرف السوانح" میں شامل ہے ان میں سے بعض اہم خدمات کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کی مجلس میں تذکرہ ہوا کہ پنجاب میں وراثت کا قانون شریعت کے خلاف ہے مثلاً بہن اور بیٹی کو حصہ نہیں دیا جاتا، حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ نے بڑے اہتمام سے فرمایا کہ وہاں کے مسلمانوں کو اس طرف توجہ دلانا ضروری ہے حضرت مفتی صاحب نے عرض کیا کہ علماء کرام اگر خاص سعی فرمائیں تو ممکن ہے کہ لوگ سمجھ جائیں۔"

"ارشاد فرمایا:۔ کہ

جس قدر کوشش ہو سکے اِس میں دریغ نہیں کرنا چاہیئے
نفع کی فکر میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے!

حضرت حکیم الامت کے اس ارشاد پر حضرت مفتی صاحب نے ہمت فرمائی۔ اور پنجاب بھر میں بہنوں اور بیٹیوں کو میراث دلانے کی تحریک شروع کر دی۔ اور عام جلسوں اور اجتماعات میں

حضرت مفتی صاحبؒ نے اِس مسئلہ کی وضاحت فرمائی اور لاہور و امرتسر کے علاقوں میں سفر بھی کئے پھر اسی مقصد کے لئے تحریری طور پر ایک فتویٰ "ظلم پنجاب کے متعلق خدائی دھمکیت" کے عنوان سے چھپوایا جس کو عام تقسیم کیا گیا پھر ایک رسالہ "غصب المیراث" شائع کرا کے تقسیم کیا جس کے تمام مصارف کا اہتمام حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے فرمایا! اس کے ساتھ ساتھ جب اطرافِ آگرہ سے فتنہ ارتداد کی افسوسناک خبر ملی تو حضرت حکیم الامت کے حکم کے مطابق آگرہ اور اس کے نواح میں تبلیغ کا کام بھی جاری فرمایا! اور حضرت مفتی صاحبؒ نے حضرت مولانا عبدالمجید صاحب بچھرالویؒ کو ساتھ ملا کر پورے دو سال تک فتنۂ ارتداد کے خلاف تحریک چلائی اور نہایت اہتمام کے ساتھ یہ دونوں حضرات تبلیغ دین فرماتے رہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ان دونوں مقاصد میں کامیابی نصیب ہوئی اور تھوڑے ہی عرصہ بعد آپ کے جلسوں اور تحریروں کا نتیجہ سامنے آگیا اور یہ ظالم قانون تبدیل کر دیا گیا۔ اور پاکستان بن جانے کے بعد ۱۹۴۹ء میں جب یہ قانونِ وراثت شرعی ضابطوں کے مطابق پنجاب میں نافذ ہوا تو آپ خوش ہو کر فرماتے تھے کہ خدا کا شکر ہے کہ ہم نے اپنی سعی اور کوششوں کا کسی قدر نتیجہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے"۔

اِن تحریکات اور اہتمام تبلیغ کے علاوہ آپ نے تقریباً ایک سو مکاتب و مدارس قائم کئے جن کی مالی امداد حضرت حکیم الامتؒ خود فرماتے تھے۔ بہر حال فتنۂ ارتداد اور دوسرے لادینی فتنوں کا آپ نے ڈٹ کر مقابلہ کیا اور تحریری و تقریری جہاد فرماتے رہے اور کامیاب رہے، پنجاب کے سفر سے واپسی کے بعد حضرت حکیم الامتؒ کے حکم سے حضرت مفتی صاحبؒ پھر خانقاہ تھانہ بھون میں مقیم ہو گئے۔ اور تقریباً پورے پچیس سال خانقاہِ سے باقاعدہ تعلق رہا اس ۲۵ سال کے عرصہ میں حیدر آباد سندھ میں تقریباً ایک سال تک تعلیمی و تدریسی اور تبلیغی خدمات انجام دیں اور کچھ مہینے ریواڑی میں دینی و تدریسی خدمات میں مصروف رہے، مرزائیت وغیرہ کے خلاف بھی کافی تحریک چلائی اور کئی مناظرے اور مباحثے کئے اسی طرح ہندوستانی

کے اندر شرعی قاضی مقرر نہ ہونے کی وجہ سے عورتوں کو بعض حالات میں سخت مصائب کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ حضرت حکیم الامت رحؒ نے اس طرف توجہ فرمائی اور اسی سلسلہ میں حضرت مولانا مفتی عبدالکریم صاحبؒ اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کو ساتھ ملا کر ایک کتاب "الحیلۃ الناجزۃ" کے نام سے تالیف فرمائی۔ جس میں ان مشکلات کا حل تجویز فرمایا جس سے عورتوں کے مصائب میں بہت کمی ہو گئی۔

الغرض آپ کی زندگی کا اکثر حصہ حضرت حکیم الامت کے زیر سایہ گزرا اور اس دوران خدمت درس و تدریس اور افتاء کے علاوہ بہت سے فتنوں کے خلاف تحریکات بھی چلاتے رہے اور علمی و فقہی اور گرانقدر تصنیفی خدمات بھی انجام دیں۔ بہشتی گوہر جو بہشتی زیور کا گیارہواں حصہ ہے اس پر آپ نے حضرت حکیم الامتؒ کے حکم سے اصلاح فرمائی گویا اس کو دوبارہ لکھا گیا اور تفسیر "بیان القرآن" پر نظر ثانی بھی فرمائی ان کے علاوہ کئی اور تصانیف بھی تالیف فرمائیں جن میں "حیلۂ ناجزہ" رسالہ جبریہ تعلیم، قانون اوقاف، المختارات، تجدد اللمعہ فی تعدد الجمعہ "القول الرفیع فی الذب عن الشفیع" "ذباب المجتہدین عن ذباب المجتہدین" اور افادۃ العوام ترجمہ نصوص خطبات الاحکام "وغیرہ علمی شاہکار ہیں۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ طبعی ذہانت و فطانت کے علاوہ چونکہ طویل زمانہ تک حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کے زیر تربیت رہے اور تعلیمی و تصنیفی خدمات انجام دیتے رہے تھے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایک خاص علمی ذوق سے ان کو حصہ عطا فرمایا تھا جو ہر کسی کو صرف کتب بینی سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ آپ اخلاق و عادات میں قرون اولیٰ کا نمونہ تھے متبع سنت اور ایک سچے عاشق رسولؐ تھے۔ متعدد بار حج و زیارت کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپ نے پہلی مرتبہ غالباً ۱۳۲۵ھ میں حرمین شریف کا سفر کیا اور تقریباً آٹھ ماہ قیام کیا تمام مقامات مقدسہ کی زیارت کی پھر دوسرے حج میں معہ اہل و عیال تشریف لے گئے۔ اور ایک سال حجاز میں قیام کے بعد دوسرا حج کر کے واپسی ہوئی۔ دوسرے سفر حج میں مسلسل آٹھ ماہ

مدینہ منورہ میں قیام کا شرف حاصل ہوا اور مدرسہ علوم شرعیہ مدینہ منورہ میں حدیث و فقہ کی بڑی کتابیں مسلم شریف اور موطاء امام مالک ہدایہ وغیرہ کے درس دینے کا موقعہ اللہ تعالیٰ نے نصیب فرمایا، حرم محترم نبویؐ کے بعض اساتذہ بھی درس حدیث میں شریک ہوا کرتے تھے ایک مدرس حرم سے ایک مرتبہ آپ نے دریافت کیا کہ آپ تو صاحب مذہب ہیں، موطاء امام مالک آپ کے امام کی کتاب ہے اس کو تو آپ حنفیوں سے زیادہ سمجھتے ہوں گے پھر آپ اس کے سبق میں کیوں شریک ہوتے ہیں؟" تو اس عالم نے فرمایا کہ:۔ "اپنے مذہب کے خلاف جو بات ہوتی ہے اس کا جواب

> تو ہم خود دے دیتے ہیں مگر احادیث میں جو تطبیق آپ دیتے ہیں ان کو سننے کے لئے میں آتا ہوں پھر اس کو جا کر حرم نبویؐ میں طلباء کو سناتا ہوں، یہ فن تطبیق جیسا کہ آپ حضرات کو آتا ہے ہمیں نہیں آتا۔"

بہرحال آپ اپنے وقت کے جید ترین عالم دین، عظیم الشان فقیہ اور عارف کامل تھے ساری عمر اپنے شیخ حضرت حکیم الامت تھانویؒ قدس سرہٗ کے مسلک و مشرب پر سختی سے قائم رہے اور ان کے مجاز صحبت قرار پائے۔ حضرت حکیم الامت فرمایا کرتے تھے کہ "واللہ میں مفتی عبدالکریم کو اپنی اولاد کی طرح سمجھتا ہوں۔" ۱۹۴۸ء میں آپ اپنے خاندان والوں کے ہمراہ ہجرت فرما کر قصبہ ساہیوال ضلع سرگودھا میں قیام پذیر ہو گئے اور تقریباً سوا سال اسی قصبہ میں رہ کر بعارضہ بخار و اسہال بتاریخ ۹ رجب المرجب ۱۳۶۸ھ مطابق ۸ مئی ۱۹۴۸ء کو اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔
آپ کے خلف الرشید حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی صاحب مدظلہٗ آپ کے صحیح علمی و روحانی جانشین ہیں جو اپنے علم و عمل اور زہد و تقویٰ میں آپ کا عین نمونہ ہیں۔ اور قابل قدر عالم دین ہیں۔

(تفصیلی حالات "بزم اشرف کے چراغ" میں دیکھئے)

حضرت مولانا محمد اللہ حافظ جی حضور رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی ولادت باسعادت بنگلہ دیش کے مشہور ضلع نواکھالی کے گاؤں لودھیا میں ۱۳۱۲ھ میں ہوئی۔ آپ کے والدِ ماجد میاں جی محمد ادریس مرحوم بھی ایک اسلامی مفکر تھے اور آپ کے دادا میاں جی اکرام الدینؒ، حضرت سید احمد شہید بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ میں بیعت تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم فارسی وغیرہ اور قرآن پاک ناظرہ اپنے چچا میاں جی محمد یونسؒ کے مکتب میں پڑھی۔ پھر مولوی محمد عثمان اور مولوی عبدالرحمٰن کے مدرسہ میں فارسی کی بہت سی کتابیں پڑھیں۔

۱۳۳۵ھ میں پانی پت پہنچے اور قاری عبدالسلام صاحب خلف الصدق حضرت قاری عبدالرحمٰن محدث پانی پتی سے حفظ قرآن کے ساتھ ساتھ فنِ قرأت کی مہارت حاصل کی۔ غالباً ۱۳۳۶ھ میں آپ نے مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لیا اور ۱۳۴۰ھ میں اکابر اساتذہ سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی۔ ۱۳۴۵ھ میں آپ حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ کی طرف سے خلیفہ مجاز مقرر ہوئے۔ اس طرح جوانی کے عالم ہی میں آپ علوم ظاہری و باطنی کی تحصیل سے فارغ ہوگئے۔ حضرت مولانا اظہار الاسلام آپ کی دینی وعلمی اور ملّی خدمات کے بارے میں فرماتے ہیں کہ :-

"حضرت شیخ الہندؒ مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کی صحبت، حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی روحانی تربیت اور پانی پت، سہارنپور اور دیوبند میں مذہبی علوم کی تعلیم نے حضرت مولانا محمد اللہ حافظ جی حضورؒ کی شخصیت کو ایک جامع کمالات شخصیت بنا دیا تھا۔ آپ علوم ظاہری و باطنی کی

تعلیم و تربیت سے فارغ ہو چکنے کے بعد مدرسہ یونیسیہ برہمن باڑیہ میں مدرس مقرر ہوئے۔ اس وقت بنگلہ دیش کے مشہور عالم دین حضرت مولانا شمس الحق فرید پوریؒ بھی اسی مدرسہ میں اُستاذ تھے۔ جیّد ومحقق عالمِ دین ہونے کے ساتھ ساتھ آپ حافظِ قرآن بھی تھے، اس لئے آپ کو وہاں مدرسے میں حافظ جی کے لقب سے بلایا جانے لگا۔ حضرت مولانا شمس الحق فرید پوری نے اس کے ساتھ "حضور" کے لفظ کا اضافہ فرمایا تو "حافظ جی حضور" کا یہ لقبی نام بنگلہ دیش کی تاریخ کا ایک اہم باب بن گیا۔ آپ اپنے شیخ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر اس مدرسہ میں چار سال تک تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ اس کے بعد آپ ڈھاکہ چلے گئے اور حضرت مولانا شمس الحق فرید پوریؒ کے ساتھ مل کر ایک نیا مدرسہ "اشرف العلوم" قائم کیا۔

اسی زمانہ میں آپ لال باغ شاہی مسجد میں امام وخطیب مقرر ہوئے، یہاں بھی قرآنی تعلیم کے لئے ایک مکتب قائم کیا جو بعد میں ایک بہت بڑا مدرسہ "جامعہ قرآنیہ" کے نام سے معروف ہوا۔ جہاں آخر دم تک شیخ الحدیث کی حیثیت سے آپ تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ جہاں مدرسہ اشرف العلوم اور جامعہ قرآنیہ لال باغ کے اُستاذِ حدیث وفقہ کی حیثیت سے آپ نے ہزاروں طالبانِ علمِ حدیث کو اپنے فیضِ علمی و روحانی سے مستفیض کیا وہاں اس کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم کا فروغ، طریقت کے سلسلے میں مریدوں کی اصلاح اور سیاسی وملّی تحریکات میں سرگرمی کے ساتھ حصّہ لیا۔ ان تین شعبوں میں آپ نے اپنی حیات کی تقسیم کی۔ اولاً آپ معلّم علومِ دینیہ تھے۔ پھر مصلح شیخ طریقت پھر سرگرم سیاسی رہنما، مگر آخر دم تک یہ تینوں ہی شعبے بیک وقت آپ کی ذات کے ساتھ منسلک رہے۔ آپ بنگلہ دیش میں سو سے زائد مکاتب ومدارس

خود تو تدریس کی طرف توجہ زیادہ کردی اور دار الافتاء مفتی احمد الرحمٰن کے سپرد کردیا۔

حضرت علامہ بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے بعد حضرت مفتی ولی حسن صاحبؒ جامعہ کے شیخ الحدیث منتخب ہوئے اور آپ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت کے مطابق جامعہ کے مہتمم مقرر ہوئے۔ آپ کے دورِ اہتمام میں جامعۃ العلوم الاسلامیہ نے بہت زیادہ ترقی کی۔ تدریس و افتاء اور جامعہ کے اہتمام کی خدمات کے ساتھ ساتھ آپ نے دوسری دینی و ملی سرگرمیوں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ مجلس تحفظ ختم نبوت میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ علاوہ ازیں وفاق المدارس کی تنظیم اور نظام اسلام کے جدوجہد میں بھی نمایاں خدمات انجام دیں۔

الغرض حضرت علامہ محمد یوسف بنوریؒ نے آپ پر خصوصی اعتماد کیا، اور آپ نے حضرت بنوریؒ کے جانشین کی حیثیت سے اُن کے مشن عظیم کو آگے بڑھایا اور آخر وقت تک دینی و علمی خدمات میں مصروف رہے۔ حضرت مولانا فقیر محمد پشاوریؒ خلیفہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے آپ کو خلافت و اجازت حاصل تھی اور زندگی بھر انہی کے بتائے ہوئے اصولوں پر زندگی گزاری اور ۲۳ جنوری ۱۹۹۰ء کو وفات پائی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

اللہ تعالیٰ درجاتِ عالیہ نصیب فرمائیں۔ آمین!

(ماہنامہ "بینات" کراچی)

دینیہ کے بانی ہونے کے ساتھ بنگلہ دیش، بھارت اور برطانیہ میں لاتعداد مریدین کے شیخ تھے، ساٹھ سے زائد آپ کے خلفاء ہیں۔ آپ کی بنا کردہ تحریکِ خلافت دو گروہ بٹ جانے کے باوجود آپ دونوں گروہوں کے محبوب قائد تھے اور آپ سیاسی معتقدین کی تعداد بے شمار ہے۔"[1]

حضرت علامہ مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہٗ فرماتے ہیں کہ:۔

"بنگلہ دیش خصوصاً ڈھاکہ بڑی بڑی علمی سیاسی اور روحانی شخصیتوں سے مالا مال تھا۔ حضرت مولانا عبدالوہاب صاحبؒ، حضرت مولانا اطہر علی صاحبؒ اور حضرت مولانا شمس الحق فریدپوری جیسی عظیم شخصیات کی مشاورت کا مرکز ڈھاکہ شہر ہی رہا۔ جس طرح مدرسہ اشرف العلوم ڈھاکہ جو حضرت مولانا عبدالوہاب صاحب قدس سرہٗ کی زیرِ سرپرستی چل رہا تھا، علماء کی مشاورت کا مرکز تھا اُسی طرح جامعہ قرآنیہ لال باغ اجتماعی دینی سرگرمیوں کا مرکز رہا۔ حضرت مولانا اطہر علی صاحب اور حضرت مولانا شمس الحق صاحبؒ کے بعد حضرت مولانا محمد اللہ حافظ جی حضورؒ کی شخصیت لوگوں کی توجہ کا مرکز تھی۔ آپ ان حضرات میں سے تھے جنہیں دیکھ کر ہی خدا یاد آتا ہے۔ آپ ایک سادہ و بے تکلف بزرگ تھے۔ صدق و صفا اور سادگی و تواضع کا پیکر تھے۔ ہمہ تن ذکر و شغل اور اصلاح و ارشاد میں مشغول رہتے تھے۔ بنگلہ دیش میں حضرت حکیم الامتؒ کے آخری خلیفہ تھے۔ بالآخر ساری عمر درسِ حدیث اور خدمتِ اسلام میں بسر کرنے کے بعد، ۷ مئی ۱۹۸۷ء بمطابق ۱۹ رمضان المبارک ۱۴۰۷ھ کو ڈھاکہ میں انتقال فرماگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعون۔ لاکھوں افراد نے نمازِ جنازہ پڑھی۔ اللہ تعالیٰ درجاتِ عالیہ نصیب فرمائیں۔ آمین!"

(ماخوذ نقوش رفتگاں)

[1] ماہنامہ البلاغ کراچی جون ۱۹۸۷ء

حضرت مولانا محمد مسیح اللہ خان شروانی

آپ کا تعلق ضلع علی گڑھ کے مشہور شروانی خاندان سے ہے، ۱۳۲۰ھ میں اپنے وطن سرائے برلہ ضلع علی گڑھ میں پیدا ہوئے۔ ابتداءً سرکاری اسکول میں درجۂ ششم تک پڑھا، بچپن ہی سے ذکر و نوافل اور اوراد و وظائف اور دینی تعلیم حاصل کرنے کا شوق دامن گیر تھا اس لئے سرکاری اسکول سے بددل ہو کر تعلیم چھوڑ دی، بالآخر مجبور ہو کر آپ کے والد صاحب نے دینی تعلیم حاصل کرنے کی اجازت دے دی مشکوٰۃ المصابیح تک اپنے وطن میں پڑھا۔ پھر ۱۳۴۸ھ میں دار العلوم میں داخلہ لیا اور ۱۳۴۹ھ میں دورۂ حدیث کی تکمیل کر کے مزید دو سال تک دار العلوم دیوبند میں رہ کر معقولات کی کتابیں، امورِ عامہ، قاضی مبارک تصریح، شرح چغمینی، سبع شداد وغیرہ پڑھیں۔ زمانۂ تعلیم ہی میں آپ حضرت حکیم الامت تھانویؒ سے بیعت ہو گئے تھے اور پھر بہت جلد ہی ۱۳۵۱ھ میں خلافت سے بھی سرفراز ہوئے، حضرت حکیم الامتؒ نے ایک مرتبہ اپنے گیارہ مخصوص خلفاء کے نام ایک اعلان میں تحریر فرمائے تھے۔ اس میں لکھا تھا کہ:-

"اپنے چند مجازین کے نام لکھتا ہوں کہ جن کے طرزِ تعلیم پر مجھے اعتماد ہے ان میں سے جس سے چاہیں اپنی تربیت متعلق کر لیں۔"

اِن گیارہ مخصوصین میں حضرت مولانا مسیح اللہ خان شروانی صاحب کا اسم گرامی بھی شامل تھا، ۱۳۵۷ھ میں حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ نے انہیں جلال آباد کے نزدیک ایک مدرسہ میں مدرس بنا کر بھیجد یا، اس وقت یہ مدرسہ صرف ایک مکتب کی حیثیت میں قائم تھا، مگر

چند ہی سالوں میں آپ کی مخلصانہ جدوجہد اور خونِ جگر کی آبیاری سے اس مدرسہ کا شمار جواب "مفتاح العلوم" کے نام سے موسوم ہے، ہندوستان کے بڑے مدارس عربیہ میں ہوتا ہے، مولانا موصوف مدظلہٗ کی کمال جدوجہد اور سعئ تبلیغ سے مدرسہ اور مسجد کی عظیم الشان عمارتیں تعمیر ہو چکی ہیں مدرسہ کا احاطہ نہایت وسیع اور مسجد دیدہ زیب ہے۔ آپ کے یہاں جمعہ کے دن بعد نماز جمعہ ایک عام مجلس ہوتی ہے جس میں مدرسہ کے اساتذہ و طلباء کے علاوہ گرد و نواح کے مریدین کا ایک بڑا مجمع ہوتا ہے اس میں حضرت حکیم الامت کے ملفوظات و مواعظ خود پڑھ کر سناتے ہیں، اِن کے مریدین کا حلقہ کافی وسیع ہے، پیچیدہ مسائل و مباحث کو آسان اسلوب میں مثالوں اور واقعات و حکایات کے ذریعہ سے سمجھانے میں انہیں خاص ملکہ حاصل ہے۔ فنِ تصوّف پر اُن کی ایک کتاب شریعت و تصوّف ہے جو حضرت حکیم الامت تھانویؒ قدس سرہٗ کی تصوّف سے متعلق کتابوں سے ماخوذ کتاب و سنّت کی روشنی میں تصوّف کے مسائل و مضامین کو نہایت سہل اور آسان انداز میں اس طرح سمجھایا گیا ہے کہ ایک عام آدمی بھی اِن مسائل کو بخوبی سمجھ سکتا ہے، مولانا کا فیضانِ عام ہے اور ہندوستان و پاکستان کے علاوہ دوسرے ممالک میں بھی آپ کے متعلقین موجود ہیں۔ آپ کا شمار حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ کے مخصوص خلفاء میں ہوتا ہے آپ فرمایا کرتے ہیں کہ:-

"مجھے حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ سے غائبانہ عقیدت و محبت تو بہشتی زیور اور دیگر کتب کے دیکھنے سے بچپن ہی میں پیدا ہو گئی تھی مگر جب سے حضرتؒ کو دیکھا کسی دوسرے کی طرف خیال بھی نہیں گیا۔"

حضرت حکیم الامت کو آپ پر جو خصوصی اعتماد تھا، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک مرتبہ کسی کے دریافت کرنے پر حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ نے فرمایا کہ:-

عیسٰی (یعنی حضرت مولانا محمدؒ جیسے صاحبؒ) اور مسیح (یعنی حضرت مولانا مسیح اللہ خان) دونوں بڑھ گئے ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ نے جلال آباد ایک جلسہ میں سب لوگوں کے سامنے آپ سے فرمایا کہ :-

"میرے جی میں ایک بات ہے اسے میں کیوں نہ کہدوں اور میں سب کے سامنے صاف صاف کہتا ہوں کہ مولوی مسیح اللہ صاحب سے مجھے محبت ہے"

ایک بار حضرتؒ نے فرمایا کہ جو بات بار بار تقاضے کے ساتھ تمہارے دل میں آوے بس اسی پر عمل کرنا۔ (بزم اشرف کے چراغ)

حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ سے آپ کو خصوصی عقیدت و محبت ہے یہی سبب ہے کہ شاید ہی آپ کی کوئی ایسی مجلس ہوگی جو حضرت حکیم الامتؒ کے ملفوظات و ارشادات عالیہ کے بیان سے خالی ہو، جب کبھی اپنے شیخ کا تذکرہ فرماتے ہیں تو ایک عجیب سوز عشق کی کیفیت آپ پر طاری ہو جاتی ہے جب کبھی کوئی مسئلہ بیان فرماتے ہیں۔ تو بار بار فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اپنے شیخ کی برکت سے عرض کر رہا ہوں، جلال آباد کے زمانہ قیام میں آپ ہمیشہ تھانہ بھون بالالتزام حاضر ہوتے رہے، خانقاہ میں مجلس عام و خاص ہر ایک میں آپ کو حاضری کا شرف حاصل تھا بعض اوقات ایسا بھی ہوا کہ خاص مجلس میں آپ صرف اکیلے ہی ہوتے تھے۔ غایتِ احترام کی وجہ سے آپ حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کے سامنے بہت کم بقدر ضرورت کلام فرماتے تھے، اس پر حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ نے فرمایا کہ :- آپ بولا کریں اور فرمایا کہ بریں نہیں کہہ رہا ہوں حضرتؒ نے فرمایا ہے کہ ان سے کہہ دو کہ مجھ سے بے تکلف ہوں اور بولا کریں۔" اس سے حضرت حکیم الامت کا آپ سے خصوصی تعلق ظاہر ہے آپ اس وقت اکابر علماء دین سے ہیں اور ایک شیخ کامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت عطا فرمائے۔ آمین۔

آپ ۱۶ رجمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ کو رحلت فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

حضرت مولانا شمس الحق فریدپوریؒ

مجاہد اسلام حضرت مولانا شمس الحق صاحب فریدپوری رحمۃ اللہ علیہ ان علماء حق میں سے تھے جن کا علم و عمل اور تقویٰ و طہارت ایک امر مسلمہ کی حیثیت رکھتے تھے آپ مشرقی پاکستان کے ان مجاہدین اسلام میں سے تھے جن کے اخلاص و للّٰہیت، مجاہدانہ عزم و عمل اور پرخلوص خدمات کی ایک دنیا قائل ہے اور اسی لئے آپ تمام علمی اور دینی حلقوں میں ہر دلعزیز شخصیت کے مالک تھے۔

غیر منقسم ہندوستان میں علم دین کے دو بڑے مرکز تھے ایک دارالعلوم دیوبند اور دوسرا مظاہر العلوم سہارنپور، آپ نے ان دونوں مرکزوں سے اکتساب فیض کیا تھا اور ان دونوں اداروں میں آپ کو اکابر اہل اللہ کی صحبت اٹھانے کا موقعہ ملا۔ پھر ان مرکزوں سے تحصیل علم کے بعد تھانہ بھون میں وقت کے مجدد اعظم حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے چشمۂ فیض سے بھی سیراب و شاداب ہوئے۔ جہاں علم کی حقیقت کے سامنے قلب کو سوز و گداز نصیب ہوا آپ مشرقی پاکستان کے شہر فریدپور کے رہنے والے تھے اور یہیں ۱۹۰۸ء کے لگ بھگ پیدا ہوئے۔ آخر وقت تک وطن وہی رہا لیکن تعلیمی اور تبلیغی خدمات کے لئے ڈھاکہ کو بھی اپنا مستقر بنا لیا تھا۔ ابتدائی تعلیم اپنے وطن ہی میں حاصل کی پھر ثانوی اور اعلیٰ تعلیم کے لئے مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لیا جہاں حضرت مولانا عبدالرحمٰن کاملپوریؒ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ اور حضرت مولانا عبداللطیف سہارنپوریؒ جیسے یگانۂ روزگار مشاہیر علماء سے فیض حاصل کیا اور سندِ فراغتِ تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد مرکز علوم اسلامیہ دارالعلوم دیوبند کا رُخ کیا اور امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ اور شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ جیسے آفتاب

علم و عمل اساتذہ سے مکرر دورہ حدیث پڑھ کر سند فراغت حاصل کی پھر حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کی خدمت میں تھانہ بھون تشریف لائے اور فیض علمی کے ساتھ فیض روحانی سے بھی سرسبز و شاداب ہوئے، اور ایک عرصہ تک ان کی صحبت میں رہنے کا موقع نصیب ہوا۔ پھر ان کے حکم پر ڈھاکہ شہر میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا۔ اور وہیں پر قلعہ لال باغ کے پاس جامعہ قرآنیہ کے نام سے ایک دینی درسگاہ کی بنیاد ڈالی جو ڈھاکہ کے مشہور اور مرکزی دینی اداروں میں نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ اگر آپ یہیں پر قیام فرماتے کبھی کبھی چھٹیاں گزارنے کے لئے یا خرابی صحت کی بناء پر اپنے اہل و عیال کے پاس فریدپور چلے جاتے تھے ورنہ مدرسہ کے انتظام کے علاوہ ملک کی دینی اور کسی حد تک ملی اور سیاسی سرگرمیوں میں مؤثر حصہ لینے کی وجہ سے سال کے بیشتر اوقات یہیں پر گزارتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اخلاص اور دینی لگن کی وجہ سے آپ کو عوام و خواص میں غیر معمولی مقبولیت اور وجاہت عطا ہوئی تھی، وہ چاہتے تو اپنے لئے بہتر کوٹھی بنگلے بنا سکتے تھے لیکن آپ نے اپنے قیام کے لئے جامعہ قرآنیہ کا ایک ایسا تنگ و تاریک حجرہ منتخب کیا جسے دیکھ کر کن فی الدنیا کانک غریب (دنیا میں ایسے رہو، جیسے ایک پردیسی) کی عملی تفسیر سامنے آجاتی تھی۔

مولانا مرحوم بنگلہ زبان کے بڑے اچھے مصنف تھے۔ بنگال کے عوام کو دینی تعلیمات سے روشناس کرانے کے سلسلے میں اُن کی خدمات "ناقابل فراموش ہیں"۔ بہشتی زیور حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی وہ مقبول عام کتاب ہے جس نے لاکھوں بلکہ شاید کروڑوں مسلمانوں کو فائدہ پہنچایا، زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جس سے متعلق ایک مسلمان کی ضروریات کو اسں میں جمع نہ کر دیا گیا ہو۔ حضرت مولانا شمس الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس عظیم الشان کتاب کا بنگلہ ترجمہ کیا ہے جو ان اطراف میں بہت مقبول ہے۔ اس کے علاوہ حضرت حکیم الامت تھانوی کی اور بھی بہت سی تصانیف کو بنگلہ زبان میں منتقل کرنے کا سہرا بھی آپ ہی کے سر ہے۔

اخلاص اور خیر خواہی کے ساتھ حق گوئی اور بیباکی آپ کی خاص صفت تھی، وقت کے

حکمرانوں کے ساتھ آپ کے بڑے اچھے تعلقات تھے اور عام طور پر وہ اُن میں گھلے ملے رہتے تھے لیکن جہاں کہیں دین کا معاملہ آجاتا اور حدود اللہ میں کوئی رخنہ پڑتا نظر آتا تو آپ پوری صفائی و بیباکی اور جرأت و عزیمت کے ساتھ اپنی بات کہنے سے نہ چوکتے تھے اس صاف گوئی کے صلے میں آپ کو بعض حکمرانوں کا معتوب بھی بننا پڑا لیکن چونکہ آپ کا عقیدہ غم اخلاص کے ساتھ ہوتا تھا اس لئے عام طور سے حکمران اس کا احساس کرتے تھے کہ اُن کی حمایت و مخالفت میں کوئی ذاتی مفاد یا گندی سیاست کا کوئی داعیہ شامل نہیں ہوتا وہ جو کچھ کہتے ہیں اللہ کے لئے کہتے ہیں۔ اس احساس کا نتیجہ تھا کہ سینکڑوں معاملات میں حکمرانوں کی مخالفت کے باوجود کوئی اُن کے درپئے آزار نہیں ہوا۔ اور کسی نے انہیں اپنا دشمن نہیں سمجھا۔

آپ کا روحانی سلسلہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ سے منسلک تھا اور درس و تدریس اور تبلیغ و اصلاح کے ساتھ ساتھ حضرت حکیم الامتؒ سے سلوک و تصوف کے منازل طے کرتے رہے اور ان کے دست حق پر بیعت کی اور پھر ساری زندگی اُن کے مسلک و مشرب پر سختی سے ڈٹے رہے اور ان کے بتائے ہوئے اصولوں پہ قائم رہے پھر حضرت حکیم الامت تھانویؒ کی وفات کے بعد شیخ الاسلام حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ سے روحانی تعلق قائم کیا اور تجدید بیعت کی پھر ان کے ارشادات عالیہ پر عمل پیرا رہے اور خلعت خلافت سے نوازے گئے حضرت مولانا عثمانی قدس سرہ نے اپنی کتاب "انوار النظر فی آثار الظفر" میں آپ کا اسم گرامی اپنے خلفاء عظام میں لکھا ہے۔ مولانا عثمانی آپ کی علمی و روحانی صلاحیتوں سے بے حد متاثر اور مطمئن رہے۔ آپ کو حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانیؒ سے ایک خاص عشق اور لگاؤ تھا کوئی کام حضرت عثمانیؒ کے مشورہ اور صلاح کے بغیر نہیں کیا اور پوری طرح اُن کے مسلک پر قائم رہے کئی بار آپ نے شیخ حضرت عثمانیؒ کی معیت میں حج و زیارت کا سفر طے کیا اور تحریک پاکستان میں حضرت عثمانیؒ کے دست راست رہے، سلہٹ ریفرنڈم میں

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ اور حضرت مولانا اطہر علی صاحبؒ کے ساتھ پورے مشرقی پاکستان میں دورہ فرماتے رہے اور آخر کار کامیابی حاصل کی۔

قیام پاکستان کے بعد پاکستان میں نظام اسلام کے نفاذ کے لئے کوشاں رہے اور مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندیؒ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ، حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ، حضرت مولانا اطہر علی سلہٹیؒ اور حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری کے شانہ بشانہ مشرقی و مغربی پاکستان میں تحریک نظام اسلام میں بھرپور حصہ لیتے رہے، ۱۹۵۱ء میں علامہ سید سلیمان ندویؒ اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی سرپرستی میں ہونے والے اجلاس میں کراچی تشریف لائے جو مولانا احتشام الحق صاحب تھانویؒ کی قیام گاہ پر منعقد ہوا تھا اس میں بائیس نکات پر مشتمل ایک دستوری خاکہ حکومت پاکستان کو پیش کیا۔ ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت میں بھی حصہ لیتے رہے اور مشرقی پاکستان میں حضرت مولانا اطہر علی صاحب اور حضرت مولانا مفتی دین محمد صاحب کے ساتھ مل کر قادیانیوں کے خلاف تحریر و تقریر کے ذریعے خدمات انجام دیتے رہے اس کے بعد جب بھی کسی لادینی تحریک نے سر اٹھایا تو آپ بغیر کسی خوف و خطر کے کلمۂ حق بلند کرتے رہے غرضیکہ آپ نے ساری زندگی درس و تدریس، تبلیغ و ارشاد اور خدمت اسلام میں بسر کی اور مشرقی پاکستان میں ہزاروں افراد کو اپنے فیض علمی و روحانی سے مستفید کیا اور لاکھوں بندگان خدا کی اصلاح کا ذریعہ بنے بہرحال آپ ایک عظیم محدث، مفسر، محقق، مدبر، مقرر، مصنف اور عارف کامل تھے، نہایت متواضع منکسر المزاج اور لطیف الروح تھے، اخلاق و کردار میں اکابرین دیوبند کا کامل نمونہ تھے اکابر کے حد درجہ قدر دان اور محب و محبوب تھے۔ خصوصاً حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ، حضرت مولانا اطہر علی سلہٹیؒ، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ اور حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کے تو عاشق صادق تھے، نہایت زیرک، مدبر

اور منتظم تھے، متبع سنت اور عشق رسول ﷺ میں سرشار تھے۔

بہرحال ایک مخلص دینی و روحانی پیشوا تھے۔ آپ نے کوئی زیادہ عمر نہیں پائی بمشکل ساٹھ کے قریب پہنچے ہوں گے اکثر آپ کو بیماریوں نے گھیرا ہوا تھا مگر باوجود ضعف و علالت کے ہمیشہ دین کی خدمت کے لئے کوشاں رہے اور آپ کے عزم و حوصلہ میں کبھی کمی نہیں آئی ایسا محسوس ہوتا تھا کہ عمر گزرنے کے ساتھ ساتھ اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ ان کی محبت میں بے پناہ اضافہ ہو رہا ہے اور خدمت دین کے ولولے اور جذبے جواں ہو رہے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ پاکستان کے جس حصے میں جب کبھی علماء کی طرف سے کسی اجتماعی کام کا پروگرام بنتا تو ناممکن تھا کہ مشرقی پاکستان کے علماء میں مولانا شمس الحق فریدپوریؒ کا نام اس کا جزو نہ ہو۔ بہرحال یہ مرد حق اسلامی خدمات انجام دیتے ہوئے ۲ ذی قعدہ ۱۳۸۸ھ مطابق ۱۲ جنوری ۱۹۶۹ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

إنا لله وإنا إليه راجعون۔

ہزاروں عقیدت مندوں نے نماز جنازہ میں شرکت کی اور تمام علمی و دینی حلقوں میں آپ کی وفات کو زبردست محسوس کیا گیا۔

مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ فرماتے ہیں کہ:-

مشرقی پاکستان کے مشہور عالم ربانی جامعہ قرآنیہ لال باغ ڈھاکہ کے بانی اور شیخ الحدیث مولانا شمس الحق صاحب فریدپوریؒ مرحوم دیوبند کے فارغ التحصیل تھے اور سرچشمۂ سلوک تھانہ بھون سے روحانی فیض حاصل کیا تھا، مخلص و حق گو تھے بلا خوف لومۃ لائم ہمیشہ اعلان حق کرتے رہے، استقامت رائے اور ثبات فکر اور اظہار حق میں فرید وحید تھے،

اللہ تعالیٰ درجات عالیہ نصیب فرمائے۔ آمین۔

حضرت مولانا شمس الحق افغانی

آپ ۷ رمضان المبارک ۱۳۱۸ھ مطابق ۱۹۰۰ء کو ترنگ زئی تحصیل چارسدہ ضلع پشاور میں مولانا غلام حیدر بن مولانا خان عالم ابن مولانا سعد اللہ کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد صاحب سے حاصل کی ۱۹۰۹ء میں پرائمری سکول میں داخلہ لیا۔ اور ۱۹۱۳ء میں فارغ ہوئے پھر سرحد و افغانستان کے مختلف علماء سے فنون کی کتابیں پڑھیں پھر اعلیٰ تعلیم کے لئے ۱۳۳۸ھ / ۱۹۲۰ء میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ اور ۱۳۳۹ھ ۱۹۲۱ء میں امام العصر حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری، شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، مولانا سید اصغر حسین دیوبندی اور مولانا رسول خان ہزاروی وغیرہ ہم حضرات سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند فراغ حاصل کی۔ علم طب کی تکمیل بھی دارالعلوم میں کی۔ اور پھر جون ۱۹۲۲ء میں اللہ تعالےٰ نے حج کی سعادت نصیب فرمائی، حج سے واپس ہوئے تو ہندوستان میں شدھی تحریک زوروں پر تھی، دارالعلوم دیوبند کی طرف سے شہر دھانند کے فتنۂ ارتداد اور شدھی تحریک کی روک تھام کے لئے جو پچاس مبلغین راجپوتانہ بھیجے ان کے قائد آپ تھے، آریہ سماج کے خلاف تبلیغ کا مرکز شہر آگرہ ڈھولی کھار میں قائم کیا گیا، آپ کی مخلصانہ تبلیغی کوششیں رنگ لائیں ہزاروں نام مسلمانوں کو ارتداد سے بچایا گیا اور بیشمار ہندو حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

آریوں کے مشہور مناظرین کو عام جلسوں میں عبرتناک شکست کا منہ دیکھنا پڑا جب فتنۂ ارتداد کے خاتمہ پر کامیابی کے ساتھ دارالعلوم دیوبند واپسی ہوئی تو دارالعلوم میں

ایک جلسہ ہوا جس میں علامہ محمد انور شاہ کشمیری اور علامہ شبیر احمد عثمانی تشریف فرما تھے ان کے ارشاد پر آپ نے تبلیغی حالات و کوائف پر ایسی جامع تقریر فرمائی کہ ان بزرگوں نے دل کھول کر دعائیں دیں۔

کم و بیش ایک سال تک دارالعلوم دیوبند کے کتب خانہ میں نادر کتب کا مطالعہ کرتے رہے، قیام حجاز کے دوران سلطان عبدالحمید خان کے مکتبۂ حمیدیہ میں خوب خوب مطالعہ کرتے رہے، ۱۳۴۲ھ میں مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ کراچی میں بطور صدر مدرس آپ کا تقرر ہوا، ۱۳۴۲ھ میں مدرسہ ارشاد العلوم قصبہ علی خان لاڑکانہ سندھ میں صدر مدرس رہے، ۱۳۴۶ھ میں مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ دروازہ لاہور میں بطور صدر مدرس تدریسی خدمات انجام دیں ۱۳۵۰ھ میں دارالفیوض ہاشمیہ سجاول سندھ میں صدر مدرس مقرر ہوئے۔ پھر ۱۳۵۴ھ تا ۱۳۵۷ھ دارالعلوم دیوبند میں درجہ علیا کے اُستاذ اور شیخ التفسیر رہے۔ ۱۹۲۹ء میں قلات کے وزیر معارف مقرر ہوئے۔ ۱۹۴۷ء میں دوبارہ اسی عہدہ پر فائز ہوئے۔ ۱۹۴۴ء میں جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے مدرس اعلیٰ رہے، ۱۹۶۴ء میں شیخ التفسیر والحدیث اکیڈمی علوم اسلامیہ کوئٹہ کے منصب پر کام کیا۔ ۱۹۶۲ء میں جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں شیخ التفسیر کے منصب پر فائز ہوئے۔ اور تقریباً بارہ تیرہ سال تک تدریس کی خدمت انجام دیتے رہے آپ کے تلامذہ ہزاروں کی تعداد میں ملک اور بیرون ملک علمی خدمات انجام دے رہے ہیں درس و تدریس کے ساتھ ساتھ آپ نے بہت سی کتابیں بھی تالیف فرمائیں جن میں "علوم القرآن اردو" "سوشلزم اور اسلام" "اسلام عالمگیر مذہب ہے" "معین القضاۃ والمفتین عربی" "شرح ضابطہ دیوانی اردو" "سرمایہ دارانہ اور اشتراکی نظام کا موازنہ اسلام سے" "عالمی مشکلات اور ان کا قرآنی حل" "مدارس کا معاشرہ پر اثر" "ترقی اور اسلام" "آئینۂ آریہ" "متنازعہ مسائل کا حقیقی حل" "تصوف اور تعمیر کردار" "اسلامی جہاد" "کمیونزم اور اسلام" "احکام القرآن" "مفردات القرآن" "مشکلات القرآن" "حقیقت زمان و مکان" وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

آپ وقت کے بہت بڑے عالم، مفسّر، مدبّر، محقّق، اور عارف ہیں۔ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ سے بعیت ہیں اور حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ بانی جامعہ اشرفیہ لاہور کے خلیفۂ مجاز ہیں۔ بین الاقوامی شہرت کے مالک ہیں اور بزرگوں کی یادگار ہیں، بہت سی دینی انجمنوں اور دینی مدارس کے سرپرست اور عالم اسلام کے عظیم مذہبی پیشوا ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر میں برکت عطا فرمائیں۔ آمین۔

آپ نے ۱۶ر اگست ۱۹۸۲ء کو رحلت فرمائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

★

دنیا میں سب طمع کے یار ہیں، بے طمع کا یار صرف اللہ ہے، جو سب کچھ دیتا ہے لیکن کچھ نہیں لیتا۔ پھر بے طمع کے یار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ شفاعت کئے بغیر چین نہیں لیں گے، یا پھر بے طمع کے یار اللہ والے ہیں۔ باقی سب طمع کے یار ہیں، بیوی، اولاد اور برادری، اور برادری تو ایسی ہے کہ اگر اپنے بدن کے گوشت کا قیمہ بنا کر انہیں کھلا دیں تو بھی کوئی خوش نہ ہو گا

(شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ)

حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ ۱۳۱۸ھ / ۱۹۰۱ء میں سیوہارہ ضلع بجنور کے ایک تعلیم یافتہ گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد مولوی شمس الدین صدیقی اپنے قصبہ کے معزز و متدین بزرگ تھے۔ ابتدائی تعلیم آپ نے مدرسہ عربیہ فیض عام سیوہارہ میں حاصل کی۔ پھر ثانوی و اعلےٰ علوم و فنون کی تکمیل کی غرض سے دار العلوم دیوبند میں داخلہ لیا جہاں امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ، مفتی اعظم مولانا عزیز الرحمٰن عثمانیؒ، مولانا سید اصغر حسین دیوبندیؒ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور مولانا رسول خان ہزارویؒ سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی۔

فراغت کے بعد علامہ کشمیریؒ کے حکم پر بطور معین المدرسین آپ نے تدریس کا آغاز کیا۔ تاریخ دار العلوم دیوبند میں ۱۳۴۴ھ کا سال مرقوم ہے۔ تقریباً ایک سال بعد حضرت علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو مدراس بھیج دیا۔ یہاں بھی آپ نے ایک سال تدریس کی اور یہیں سے آپ کی تصنیفی زندگی کا آغاز ہوا۔ اس مختصر قیام مدراس میں آپ نے دو کتابیں "حفظ الرحمٰن عند المذاہب النعمان" اور "مالا بار میں اسلام" تحریر فرمائیں۔ اس عرصہ میں اتنی رقم بچالی جس سے حج کر سکیں۔ چنانچہ حج کی سعادت حاصل کی۔ جب آپ کے استادِ محترم حضرت علامہ انور شاہ صاحبؒ دیوبند سے ڈابھیل تشریف لے گئے تو آپ بھی وہاں پہنچ گئے۔ ڈابھیل کے عرصۂ قیام میں آپ ہفتہ میں ایک دو دن کے لئے گرد و نواح کے قصبات میں برائے تبلیغ تشریف لے جاتے تھے۔ ۱۹۳۳ء میں انجمن تبلیغ الاسلام کلکتہ کی دعوت پر آپ کلکتہ تشریف لے گئے۔ اس کے سرپرست مولانا ابو الکلام آزاد تھے۔ یہاں روزانہ دفتر انجمن تبلیغ سراج بلڈنگ میں اور عشاء کے بعد مسجد جلال الدین میں درسِ قرآن کا سلسلہ جاری رہا۔

آپ اور مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی رحمۃ اللہ علیہ ابتدا ہی سے ایک ایسے تالیفی و تصنیفی ادارے کی بُنیاد رکھنا چاہتے تھے جس میں کتاب وسُنت، فقہ و تاریخِ اسلامی کی مستند اور معیاری کُتب شائع کی جائیں۔

کلکتہ کے قیام کے دوران اللہ تعالےٰ نے اس ادارے کے قیام کے اسباب مہیا فرما دیئے اور دارالحکومت دہلی میں "ندوۃ المصنفین" کی بُنیاد رکھ دی گئی۔ اس کی مجلس ادارت آپ کے علاوہ آپ کے تین اور استاذ بھائی مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانیؒ، مولانا سید بدرِ عالم میرٹھیؒ اور مولانا سعید احمد اکبر آبادیؒ شامل تھے۔ اس ادارے نے اُردو زبان میں کتاب وسنت اور تاریخ اسلامی پر جو معیاری کُتب شائع کیں وہ کسی تعارف کی محتاج نہیں ہیں۔ آپ کی مشہورِ عام کتاب "قصص القرآن"، "اخلاق اور فلسفۂ اخلاق" "اسلام کا اقتصادی نظام" اسی ادارے کی شائع کردہ کُتب ہیں۔ اس ادارہ کے زیرِ اہتمام کئی اور شاہکار کُتب زیورِ طباعت سے آراستہ ہو کر منظرِ عام پر آئیں جن میں مولانا بدرِ عالم میرٹھی مہاجر مدنیؒ کی معروف تالیف "ترجمان السنۃ" چار جلدیں بھی شامل ہیں۔ ان کے علاوہ سینکڑوں رسائل وکتب بھی اسی ادارے کی طرف سے شائع ہوئیں۔

آپ نے تبلیغ و اشاعت کے علاوہ ملکی سیاسیات میں بھی بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا۔ انگریز کو مُلک سے نکالنے میں پیش پیش رہے۔ کئی بار قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ آپ جمعیت علمارِ ہند کے ناظم اعلیٰ بھی رہے اور تحریک آزادی میں مُلک بھر کے دَورے کرتے رہے۔ خلافت اور کانگریس کی تحریک کے سلسلہ میں تو مولانا کی جدّوجہد اور قربانیاں تاریخ میں یادگار رہیں گی۔ تقسیمِ ملک کے بعد جس طرح انھوں نے ہندوستانی قومیت اور جمہوریت کے تصوّر کو اس مُلک میں قائم کرنے کی جس طرح سعی کی وہ ہندوستان کی تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔

بہرحال آپ کی دینی، علمی اور سیاسی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔ آپ نے یکم ربیع الاوّل ۱۳۸۲ھ مطابق ۲ر اگست ۱۹۶۲ء کو وفات پائی۔ حق تعالےٰ درجاتِ عالیہ نصیب فرمادیں۔ آمین!

(بیس بڑے مسلمان)

حضرت مولانا سیّد محمدؐ یُوسف بنّوریؒ

محدثُ العصر، محقّقِ دوراں حضرت سیّد محمدؐ یوسف صاحب بنوری رحمۃ اللہ علیہ اُن علمارِ محققیّن میں سے تھے جن پر پورا عالمِ اسلام بجا طور پر ناز کرسکتا ہے، حضرت مولانا یوسف بنوریؒ علمِ دین کی اس تابندہ روایت کے امین تھے جو تحریک دیوبندی کے نام سے برعظیم ہندوپاک میں قائم ہوئی تھی۔ آپ کے تبحرِ علمی اور خدمتِ دین کی ضوفشانی پاکستان کی تاریخ کا ایک ناقابلِ فراموش حصّہ ہے۔

آپ ۴ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ مطابق ۱۹۰۶ء میں پشاور کے قریب ایک گاؤں بنوّر میں پیدا ہوئے آپ کے والد مولانا سیّد محمد زکریا صاحب بنوریؒ ایک ممتاز عالمِ دین اور مشہور تاجر تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد اور ماموں سے حاصل کی۔ اس کے بعد پشاور کے علمار اور امیر حبیب اللہ خان کے دور میں کابل کے ایک دینی مکتب میں عربی اور دین کی ثانوی تعلیم حاصل کی اس عرصے میں آپ نے اصولِ فقہ، منطق وفلسفہ اور معانی کی متوسط کتابیں کتابیں جن علماء و اساتذہ سے پڑھیں اُن میں پشاور اور کابل کے ممتاز علمار مولانا شیخ عبدالقدیر افغانی اور شیخ محمد صالح افغانی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ ۱۹۴۵ء سے ۱۹۴۷ء تک آپ نے مختلف علوم وفنون اور حدیث کی تعلیم دارالعلوم دیوبند میں حاصل کی جہاں امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیری اور شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ جیسے آفتابِ علم و عمل اساتذہ سے خصوصی استفادہ کا موقع ملا اور آپ کو لائق اور ہونہار شاگردوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ حضرت بنوریؒ نے علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کے ہمراہ خادم کی حیثیت سے شب و روز سفر کیا

اور جب علامہ کشمیریؒ اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ دارالعلوم دیوبند سے الگ ہو کر ڈابھیل چلے گئے اور وہاں جامعہ اسلامیہ قائم کی تو حضرت سید مولانا بنوریؒ کو وہاں کا صدر مدرس اور شیخ الحدیث کا عہدہ دیا گیا اس کے ساتھ مجلس علمی ڈابھیل کا رکن بھی مقرر کیا۔ اس مجلس کی بہت سی کتابیں قاہرہ میں شائع ہوئیں۔ کتابوں کی طباعت کے سلسلے میں جب آپ ۱۹۳۷ء میں قاہرہ تشریف لے گئے تھے تو خلافتِ عثمانیہ کے دینی امور کے سابق جنرل سیکرٹری شیخ محمد زاہد الکوثری محقق العصر سے بھی استفادہ کیا، اس کے علاوہ فقہ مالکی کے علماء سے بھی فیضیاب ہوئے اور حدیث کی سند حاصل کی۔

قیام پاکستان کے بعد شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے قائم کردہ مدرسہ دارالعلوم الاسلامیہ میں مولانا احتشام الحق تھانویؒ کی دعوت پر شیخ التفسیر کے عہدہ جلیلہ پر فائز ہوئے۔ تین سال کے بعد آپ کراچی تشریف لے گئے اور مدرسہ عربیہ اسلامیہ قائم کیا۔ جس میں گذشتہ ۲۲ برس سے دینی تعلیم دی جارہی ہے اور یہ مدرسہ آپ کا صدقۂ جاریہ ہے۔ اس میں آپ نے دینی علوم کی تحقیق کے لئے ایک ادارہ قائم کیا جس کے تحت بیسیوں کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ اس کے علاوہ پندرہ سال قبل ایک ماہنامہ "بینات" جاری کیا۔ جس کو آپ نے دینی جذبے کی تکمیل کے لئے جاری رکھا ظلم و استبداد کو پناہ دینے والے حکمرانوں کے خلاف استعمال کیا اس میں ان کا قلم کبھی مصلحت کا پابند نہیں رہا۔ آپ کی تصانیف میں عربی کی چار بڑی کتابیں اور درجنوں مقدمات شامل ہیں۔ جو دوسروں کی تصانیف پر تحریر کئے ہیں۔ آپ نے "معارف السنن" کے نام سے حدیث کی مشہور کتاب جامع ترمذی کی شرح چھ جلدوں میں شائع کروائی۔ اس کے لئے مزید چھ جلدیں لکھنے کا ارادہ تھا۔ لیکن افسوس زندگی نے وفا نہ کی۔

مولانا بنوریؒ بے مثال محقق اور عظیم محدث ہونے کے ساتھ عربی کے ادیب اور شاعر بھی تھے۔ ان کی تحریروں میں سادگی اور روانی کا ایسا خوبصورت امتزاج ملتا ہے کہ

پڑھنے والا اس کی افادیت کا قائل ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ انکی تحریروں میں استدلال و تفکر پیش کیا گیا ہے۔ جنہیں سرسری انداز سے پڑھنے کو طبیعت چاہتی ہی نہیں اور ان سے اتفاق نہ کرنے والے بھی ان باریکیوں اور مباحث پر سوچنے کے لئے مجبور ہو جاتے ہیں۔ اس کے برعکس ان تحریروں سے اندھی تقلید پر شدید ضرب پہنچتی ہے۔ یہی کیفیت ان کی اردو تحریروں میں بھی وہی عظمت اور عالمانہ وقار ملتا ہے۔ آپ کو یہاں بھی اسی قدر عبور حاصل تھا۔ آپ نے تقریباً ۴۵ سال تک مسندِ تدریس کو رونق بخشی اور درسِ حدیث دینے میں مصروف رہے۔ آپ سے فیض یاب ہونے والے اتنی بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ کہ ان کے بارے میں کوئی صحیح تعداد بتانا ممکن نہیں۔ مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی سے فارغ التحصیل ہونے والے علماء میں پاکستان کے علاوہ افغانستان، انڈونیشیا، افریقہ، امریکہ اور یورپ کے لوگ بھی شامل ہیں۔ جو اس وقت خود بھی تعلیم دینے میں مصروف ہیں۔ آپ ساری زندگی پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے کوشاں رہے ۱۹۵۱ء میں علامہ سید سلیمان ندویؒ اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی سرپرستی میں ۲۲ نکات پر مشتمل ایک دستوری خاکہ حکومت کو پیش کیا اور آپ نے تحفظ ختم نبوت کے سلسلے میں جو کارنامہ انجام دیا ہے اس کو صدیوں تک یاد رکھا جائے گا۔ پاکستان میں فتنہ قادیانیت کے لئے جو تحریک اٹھی تھی۔ حضرت بنوریؒ کی قیادت میں اس تحریک نے پورے ملک میں جوش و خروش پیدا کیا۔ اس تحریک میں اس قدر والہانہ پن اور شدت تھی کہ قومی اسمبلی نے اس مسئلہ کو متفقہ طور پر منظور کیا اور قادیانی غیر مسلم اقلیت قرار پائے مولانا بنوریؒ پاکستان کے علاوہ دیگر اسلامی ممالک میں بھی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے، "مؤتمر اسلامی کانفرنس" آپ کو ہر سال بلاتی تھی۔ اس سال وہ خرابی صحت کی وجہ سے نہیں جا سکے۔ اور دوسرے بوجہ ملک میں اسلامی نظریاتی کونسل کے اجلاس جاری تھے۔ ان میں شمولیت بھی ضروری تھی۔ کیونکہ آپ انہی دنوں اسلامی نظریاتی کونسل کے ممبر مقرر ہوئے تھے۔ اس لئے آپ کی موجودگی اسلامی کونسل میں نہایت ضروری تھی لیکن وقت نے آپ کو اس کام کے لئے مہلت ہی نہ دی اور وہ چراغ

بجھ گیا جس سے روشنی کا سلسلہ جاری تھا۔

مولانا بنوری کا علمی و روحانی مقام بہت بلند تھا۔ اکابر علماء کو بھی آپ کی جامع شخصیت کا اعتراف تھا اور آپ کی ذات پر مکمل اعتماد تھا۔ مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب آپ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ:۔

"مولانا محمد یوسف صاحب بنوری، علامہ محمد انور شاہ کشمیری کے علم کے صحیح حامل ہیں"

اسی طرح حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب قاسمی صاحب مدظلہ اور مخدوم العلماء حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی مدظلہ کی متفقہ رائے ہے کہ "مولانا سید محمد یوسف صاحب بنوری اپنے وقت کے جید عالم، محدث، مفسر اور فقیہ تھے۔ وہ حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری اور حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی کے علوم و معارف کے امین تھے، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے خلیفہ اور روحانی جانشین تھے وہ تحریک ختم نبوت کے عظیم مجاہد اور ایک سچے عاشق رسول تھے"

بہرحال حضرت مولانا بنوری ملک و ملت کے لئے عظیم سرمایہ تھے۔ وہ بہت سادہ خوش مزاج اور خلیق شخصیت تھے، اُن سے جو بھی ایک بار ملتا وہ آپ کو کبھی فراموش نہیں کر سکتا تھا۔ نہایت متواضع، مہمان نواز اور متبع سنت تھے۔ آخرکار یہ مرد مومن ۱۷ اکتوبر ۱۹۷۷ء مطابق ۳ ذی قعد ۱۳۹۷ھ بروز سوموار اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

دو جگہوں پر نماز جنازہ پڑھائی گئی، پہلی نماز جنازہ راولپنڈی میں ہوئی جس کی نماز جنازہ کی امامت مولانا عبدالحق صاحب نے کی اور دوسری نماز کراچی میں پڑھائی گئی جس کی امامت حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحب عارفی نے فرمائی۔ ہزاروں عقیدتمندوں نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔

اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کو درجاتِ عالیہ نصیب فرمائے آمین۔ اور ہمیں اُن کے نقش قدم پہ چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(تفصیلی حالات۔ بینات بنوری نمبر میں ملاحظہ فرمائیے)

حضرت مولانا احتشام الحق تھانویؒ

خطیب الامت قائد اہلسنت حافظ الحاج حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اُن علماء حق میں سے تھے جن کا علم و فضل، زہد و تقویٰ اور خلوص و للّٰہیت ایک امر مسلمہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ اپنے دور کے عظیم محدث، مفسر، مدبر، محقق، فقیہ، متکلم اور مایہ ناز خطیب تھے، آپ جیسی شخصیتیں کہیں صدیوں میں پیدا ہوتی ہیں۔ آپ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے ایک ادارہ تھے، اور پورے برصغیر میں اسلاف کی عظیم یادگار تھے، آپ قصبہ کیرانہ ضلع مظفر نگر کے رئیس خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ اور آپ کا شجرۂ نسب سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ملتا ہے آپ کے والد محترم مولانا ظہور الحق تھانوی ایک بڑے زمیندار، متقی اور اپنے زمانہ کے جید عالم تھے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے بیعت تھے آپ کی والدہ محترمہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کی حقیقی بہن تھیں اور بڑی عابدہ زاہدہ خاتون تھیں، حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب سے بیعت تھیں۔

آپ اسی دینی علمی گھرانے میں ۱۹۱۵ء میں شہر اٹاوہ میں پیدا ہوئے۔ پھر ہوش سنبھالتے ہی اپنے ماموں حکیم الامت تھانوی کی خدمت میں تھانہ بھون آ گئے اور دس بارہ سال ہی کی عمر میں حکیم الامت تھانوی ہی کی زیر نگرانی قرآن مجید حفظ کیا۔ پھر انہی کے حکم پر مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخل ہوئے۔ اور مولانا حافظ عبداللطیف صاحب اور شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی کی خصوصی شفقت و عنایت کا مرکز بنے رہے۔ پھر اعلیٰ تعلیم کے لئے مرکز علوم اسلامیہ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اور ۱۹۳۷ء میں

حدیث و تفسیر، فقہ و کلام، منطق و فلسفہ اور دیگر علوم دینیہ کی تعلیم درجہ اوّل میں پاس کرکے سندِ فراغ حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، شیخ الادب مولانا اعزاز علی امروہیؒ، مفتی اعظم مولانا محمد شفیع دیوبندیؒ اور علامہ محمد ابراہیم بلیاویؒ شامل ہیں۔

دیوبند سے فراغت کے بعد آپ نے الٰہ آباد یونیورسٹی اور پنجاب یونیورسٹی سے فاضل اور مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ پھر اپنے اساتذہ اور بزرگوں کے حکم پر دینی و تبلیغی خدمات میں مصروف ہو گئے۔ آپ کی تبلیغی خدمات کا آغاز دہلی کی جامع مسجد سے ہوا جہاں آپ باقاعدہ امامت کے ساتھ ہر جمعہ خطاب عام فرماتے۔ اس میں مرکز کے سرکاری ملازمین کے علاوہ مرکزی اسمبلی اور کونسل آف سٹیٹ کے ممبران بڑی تعداد میں شریک ہوتے ان ارباب حکومت میں لیاقت علی خان مرحوم، خواجہ ناظم الدین، مولانا ظفر علی خان، مولوی تمیز الدین، سردار عبدالرب نشتر، سر عبدالحلیم غزنوی اور سر عثمان وغیرہ حضرات بڑے ذوق و شوق سے شریک ہوتے تھے۔ آپ نے حکیم الامت تھانویؒ کی قائم کردہ مجلس دعوت الحق کے پروگرام کے مطابق جدید تعلیم یافتہ طبقہ میں اور بالخصوص حکومت ہند سے متعلق سرکاری ملازمین اور اعلیٰ حکام میں تبلیغی خدمات انجام دیں۔ پھر شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی قائم کردہ جمعیت علماء اسلام میں شامل ہو گئے۔ جو تحریک پاکستان کے حامی علماء پر مشتمل تشکیل کی گئی تھی۔

جمعیت علماء اسلام کے پلیٹ فارم سے آپ کی سحر انگیز خطابت نے ایوان کانگریس میں زلزلہ مچا دیا۔ اور شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ، مولانا اطہر علی سلہٹیؒ اور دیگر اکابرین کے شانہ بشانہ تحریک پاکستان کے حق میں دورہ فرماتے رہے۔ سرحد کا ریفرنڈم شیخ الاسلام علامہ عثمانیؒ، مفتی محمد شفیعؒ اور مولانا مرحوم ہی نے کامیاب فرمایا۔ پھر ۱۹۴۷ء میں قیام پاکستان سے آٹھ روز قبل علامہ

عثمانیؒ کی معیت میں کراچی تشریف لائے۔ اور مہاجرین کی آبادکاری میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور ملک و قوم کی خدمات انجام دیتے رہے۔ پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد سب سے بڑا اور اہم کام اس کے دستور کی ترتیب و تشکیل کا مسئلہ تھا جس کے لئے ان حضرات نے یہ خدمات انجام دی تھیں۔

قیام پاکستان کے فوراً بعد اس مہم کا آغاز حضرت علامہ عثمانیؒ کی زیر قیادت ہوا اور اس میں سب سے اہم کردار حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی صاحبؒ کے حصہ میں آیا۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے مولانا موصوف نے بھارت کا سفر کیا۔ اور منتخب جید علماء اور مفکرین میں سے علامہ سید سلیمان ندوی، مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ، مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ اور ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کو پاکستان لائے ان حضرات نے شیخ الاسلام علامہ عثمانیؒ کی نگرانی میں اسلامی دستور کے اصول پر ایک دستوری خاکہ تیار کیا۔ جو مرکزی اسمبلی میں قرارداد مقاصد کے نام سے منظور ہوا۔ اس کے علاوہ دوسرا اہم کام دینی تعلیم کی اشاعت کا تھا اور علامہ عثمانیؒ نے پاکستان میں بھی دارالعلوم دیوبند کی طرز پر ایک مرکزی درسگاہ قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس کے قیام کی ذمہ داری بھی حضرت مولانا تھانویؒ مرحوم کے سپرد کی گئی۔

مولانا موصوف نے اپنی اعلیٰ صلاحیتوں کے ساتھ باحسن وجوہ ان خدمات کو انجام دیا۔ اور حیدرآباد سندھ کے مضافات میں ٹنڈو الہ یار کے مقام پر ایک عظیم الشان مرکزی دارالعلوم قائم کیا جس میں اکابر مدرسین کو جمع کیا۔ جن میں مولانا سید بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنیؒ، مولانا عبدالرحمٰن کاملپوریؒ، مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ، مولانا اشفاق الرحمٰنؒ کاندھلوی، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ اور مولانا محمد مالک کاندھلویؒ جیسے مشاہیر علماء درس حدیث پڑھا چکے ہیں۔ دارالعلوم مولانا مرحوم کا عظیم کارنامہ اور صدقہ جاریہ ہے۔ ہزاروں افراد ملک و بیرون ملک سے یہاں سے فارغ التحصیل ہو کر دینی خدمات میں مصروف ہیں

اس کے علاوہ جیکب لائن کراچی میں ایک مسجد تعمیر کرائی۔ جو آج پاکستان کی عظیم الشان مساجد میں شمار کی جاتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ کراچی اور دوسرے علاقوں میں متعدد دینی مدرسے اور مکتب قائم کئے، جہاں سے قرآن و حدیث کی آواز بلند ہو رہی ہے۔ یہ سب مولانا مرحوم کا صدقہ جاریہ ہیں۔ حق تعالیٰ مولانا کی ان خدمات کو قبول فرمائیں۔ (آمین)

حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی ساری زندگی ملک و ملت اور اسلام کی خدمت میں گزری۔ اور آپ نے ہر چیلنج کا مقابلہ کیا۔ ۱۹۵۱ء میں جب اسلامی دستور کے مسئلہ میں ارباب حکومت کی طرف سے علماء کو چیلنج دیا گیا۔ کہ اسلامی فرقوں کے درمیان باہم اتفاق و اتحاد نہیں ہے تو اس نازک موقع پر حضرت مولانا مرحوم ہی کی ذاتِ گرامی تھی جس نے اپنی جدوجہد اور خداداد صلاحیتوں سے ہر مکتب فکر کے جید علماء کو اپنی قیام گاہ پر جمع کیا۔ اور متفقہ طور پر اسلامی مملکت کے بائیس بنیادی اصول مرتب کر کے حکومت کو پیش کئے۔ مولانا نے آئندہ کے لئے یہ منہ بند کر دیا۔ کہ علماء میں اتفاق نہیں ہے۔ آپ نے اتفاق و اتحاد کی یہ ایک مثال قائم کر دی۔ اور یہ نادر کارنامہ ہمیشہ تاریخ میں یادگار رہے گا۔

اللہ تعالیٰ نے مولانا تھانوی مرحوم کو بہت سی خوبیوں سے نوازا تھا۔ آپ نے اپنی زندگی میں لاکھوں جلسوں سے خطاب کیا۔ لاکھوں افراد کی اصلاح کی۔ پاکستان و ہندوستان کے علاوہ ایران، افغانستان، برما، انڈونیشیا، فلپائن، امریکہ، برطانیہ، بنگلہ دیش افریقہ اور سعودی عرب وغیرہ ممالک میں تبلیغی خدمات انجام دیتے رہے۔ عرصہ تک ریڈیو پاکستان سے درسِ قرآن دیتے رہے، جس کا کوئی معاوضہ نہیں لیا۔ ملک کے چپے چپے پر آپ کی آواز گونجی مگر کسی سے کوئی ہدیہ یا نذرانہ وصول نہیں کیا۔ قرآن حکیم کی تلاوت اس انداز سے کرتے کہ معلوم ہوتا ابھی نازل ہو رہا ہے۔ آپ کی مسحور کن اور دلکش آواز اور خطابت نے لاکھوں دلوں کو تڑپایا۔ آپ کی پُرتاثیر خطابت کا اندازہ لگانے کے لئے یہی کافی ہے۔ کہ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ جیسے شہباز خطابت بھی تڑپ

اُٹھے۔ ایک دفعہ علامہ عثمانیؒ نے آپ کی تقریر سن کر فرمایا۔

"اب مجھے مرنے کی کوئی فکر نہیں ہے۔ الحمدللہ میرے بعد میرا جانشین پیدا ہو گیا ہے۔" [۱]

اسی طرح حضرت مفتی اعظم مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ :-

"مولانا احتشام الحق کے بعد کسی کی تقریر کی ضرورت نہیں رہتی وہ مجمع پر چھا جاتے ہیں۔"

ایک دفعہ مدرسہ اشرفیہ سکھر کے جلسہ میں مولانا احتشام الحق صاحبؒ کی تقریر کے بعد منتظمین جلسہ نے برکت کے لئے حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے تقریر کے لئے اصرار کیا تو مفتی اعظمؒ نے فرمایا۔ کہ :-

"کیوں مخمل میں ٹاٹ کا پیوند لگانا چاہتے ہو۔" [۲]

بہر حال مولانا موصوف خطابت کے بادشاہ تھے اور اس وقت خطیب اعظم اور خطیب الامت تھے۔ آپ اپنی دوسری صفات کے علاوہ اخلاق و عادات میں اسلاف کا نمونہ تھے۔ زہد و تقویٰ اور علم و فضل کا پہاڑ تھے۔

حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ فرماتے تھے۔ کہ :-

"مولانا سے سیاسی نظریات میں اختلاف ہو سکتا ہے۔ مگر اُن کے علم و فضل اور اُن کی دینی اور علمی خدمات سے کسی کو بھی انکار نہیں ہو سکتا۔" [۳]

حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی مہتمم مدرسہ اشرف المدارس کراچی فرماتے ہیں کہ :-

"مولانا مرحوم کو اللہ تعالیٰ نے سب سے بڑی دولت یہ عطا فرمائی تھی کہ حق گوئی میں آپ کے لئے کبھی کوئی امر مانع نہ ہوا"

۱، ۲، ۳ـــــ بحوالہ تذکرہ خطیب الامت [illegible]

آپ جبلِ استقامت تھے۔ مال و منصب کی پیش کش، قریب سے قریب تر تعلق، بڑے سے بڑے شہسوار گھٹنے ٹیک دیتے ہیں۔ ان میں سے کوئی امر بھی آپ پر کبھی ذرہ بھر بھی کوئی اثر نہ کر سکا ؎

موحد چہ بر پائے ریزی زرش (الخ) [1]

آپ کی شان تھی آپ لا یخافون فی اللہ لومۃ لائم کی تفسیر تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت مولانا محمد یوسف قریشی مدظلہ مہتمم جامعہ اشرفیہ پشاور اپنے تاثرات میں فرماتے ہیں کہ:۔ مولانا بڑے نڈر اور شجاع تھے وہ ہر موڑ پر کلمۂ حق بلند کرتے رہے۔ مولانا نے ہمیشہ اپنی ذاتی دوستیوں اور رفاقتوں کو بالائے طاق رکھ کر ارباب اقتدار پر کڑی نکتہ چینی کی۔ ۱۹۵۸ء میں مارشل لا لگا۔ تو زبانوں پر تالے لگ گئے۔ لیکن مولانا احتشام الحق صاحب ان چند رہنماؤں میں سے تھے جو اس دورِ استبداد میں بھی کلمۂ حق کہتے اور ہر موڑ پر آمریت سے ٹکراتے رہے ایک مرحلہ ایسا بھی آیا جب ایوب خان کی آمریت کی جبیں شکن آلود ہو گئی اور مولانا کو رویت ہلال کمیٹی کے فیصلے سے اختلاف کے جرم میں جیل جانا پڑا۔ تحریک جمہوریت شروع ہوئی تو مولانا تھانوی اس کی پہلی صف میں نظر آئے اور جب ملک کی بعض سیاسی جماعتوں نے تحریک بحالیٔ جمہوریت کو سوشلزم کے مخصوص مقاصد کے لئے استعمال کرنا چاہا۔ تو سب سے پہلے مولانا تھانوی نے اس خطرے کو بھانپتے ہوئے قوم کو خبردار کیا اسی طرح مسلم فیملی لاء پر مولانا کا اختلافی

[1] تذکرہ خطیب الامتؒ

نوٹ بھی مولانا کی جرأت اور بیباکی کا ایک منہ بولتا ثبوت ہے۔" [1]

بہر حال مولانا کی ذاتِ گرامی عالم اسلام کے لئے ایک سرمائے کی حیثیت رکھتی تھی۔ اور آپ کا وجود ملتِ اسلامیہ کے لئے قدرت کا بیش بہا خزانہ تھا۔ آپ نے ہمیشہ حق و صداقت کا پرچم بلند رکھا اور آخر دم تک اللہ کے دین کی خدمت انجام دیتے رہے، آپ کے متعلق حضرت مولانا خیر محمدؒ جالندھری فرمایا کرتے تھے کہ:۔

"مولانا احتشام الحق صاحبؒ علماء کی جماعت میں ایک دولہا کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جیسے بارات میں دولہا ممتاز اور منفرد نظر آتا ہے۔ اسی طرح مولانا تھانوی ایک ممتاز مقام رکھتے ہیں۔" [2]

آپ نے ۱۱ اپریل ۱۹۸۰ء بروز جمعۃ المبارک وفات پائی۔ لاکھوں عقیدتمندوں نے اپنے محبوب رہنما کی نمازِ جنازہ پڑھی اور آپ ہی کی جامع مسجد جیکب لائن کے صحن کے ایک حصہ میں تدفین عمل میں آئی، دنیائے اسلام کے علماء و صلحا اور زعماء ملت نے آپ کی وفات کو عالم اسلام کا عظیم نقصان قرار دیا۔ اور آپ کی یاد میں ملک کے اندر اور بیرون ملک تعزیتی جلسے اور اجلاس منعقد کیے گئے اور اپنے عظیم مذہبی پیشوا کو خراجِ تحسین پیش کیا گیا۔

حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی مدظلہ نے کریم النفس مولانا احتشام الحق تھانوی

۴۷۲	۸۸۹	۱۲۸	۴۹۱

"تاریخ وفات نکالی ہے۔

حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی مدظلہ نے اپنے تعزیتی کلمات میں فرمایا۔ کہ:۔

مولانا تھانوی کے انتقال سے دل پر سخت چوٹ لگی ہے اور بے حد رنج و قلق ہوا ہے اُن کی وفات سے پورے عالم اسلام کو عظیم نقصان ہوا ہے وہ ایک جیّد عالم دین

[1] بحوالہ صدائے اسلام ماہنامہ پشاور [2] "تذکرہ خطیب الامتؒ"

عظیم مفسّر، محدّث، محقق اور بلند پایہ سیاستدان تھے۔ دارالعلوم دیوبند کے مایہ ناز فضلاء میں سے تھے اور پاکستان میں دارالعلوم دیوبند کے عظیم ترجمان اور علامہ عثمانی کے علوم و معارف کے جانشین تھے۔ اپنے وقت کے عظیم خطیب اور ملّت کے عظیم رہنما تھے۔ حق تعالیٰ درجات عالیہ نصیب فرمائے آمین"[۱]

حضرت مولانا عبداللہ درخواستی مدظلہٗ فرماتے ہیں کہ:۔

مولانا تھانوی کی وفات ایک ناقابلِ تلافی نقصان ہے وہ ایک حق گو عالمِ دین، بے باک مجاہد اور جامع اوصاف و کمالات کے مالک تھے۔ دارالعلوم ٹنڈوالہ یار، جامع مسجد کراچی، ۲۲ نکاتی دستور، قرآن حکیم کی تفسیر یہ سب آپ کے صدقۂ جاریہ ہیں۔ اللہ تعالےٰ مغفرت فرمائے۔ آمین[۲]

آپ کی اولادِ صالحہ میں مولانا احترام الحق تھانوی اور مولانا قاری تنویر الحق تھانوی زیادہ معروف ہیں۔

---

[۱] تذکرہ خطیب الامتؒ۔ مطبوعہ کراچی

حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی —رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا قاضی احسان احمد بن قاضی محمد امین ۹ ربیع الاوّل ۱۳۲۴ھ/۳ مئی ۱۹۰۶ء کو شجاع آباد میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم شجاع آباد میں حاصل کی۔ اُن کے اساتذہ میں مولانا حافظ اللہ وسایا کا نام ملتا ہے۔ اٹھارہ سال کی عمر میں امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی شاگردی اختیار کی اور مجلسِ احرارِ اسلام میں شامل ہوئے۔ آپ نے مجلسِ احرارِ اسلام کی تمام تحریکوں میں سرگرمی سے حصّہ لیا۔ تحریکِ کشمیر ہو یا مسجد شہید گنج کی بازیابی کی تحریک، وہ پیش پیش نظر آئے۔ آخرالذکر تحریک میں چھ ماہ قید رہے۔ ۱۹۳۵ء کے آخری ایام (۱۳۵۴ھ) میں قادیان میں نمازِ جمعہ پہ پابندی لگی تو مجلسِ احرارِ اسلام میدانِ عمل میں نکل آئی۔ دفعہ ۱۴۴ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے نمازِ جمعہ کا اہتمام کیا اور آپ نے نمازِ جمعہ پڑھائی۔ حضرت قاضی صاحب قدس سرّہٗ اس سلسلہ میں گرفتار ہوئے اور چھ ماہ قید و بند میں گزارے۔

۱۹۳۸ء میں آپ مجلسِ احرار کی ورکنگ کمیٹی کے رکن منتخب ہوئے۔ دوسری جنگِ عظیم شروع ہوئی تو مجلسِ احرار نے "وار کونسل" تشکیل دی اور عوام کو فوج میں بھرتی دینے سے روکا۔ اس کونسل کے سربراہ آپ ہی تھے۔ امرتسر میں آپ کو گرفتار کیا گیا۔ مقدمہ چلا اور تین سال کے لئے پسِ دیوارِ زندان بھیج دیئے گئے۔ تشکیلِ پاکستان کے بعد مجلسِ احرار پاکستان میں قائم ہوئی تو مجلس کی باگ ڈور سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، شیخ حسام الدین مرحوم، ماسٹر تاج الدین انصاری اور قاضی احسان احمدؒ کے ہاتھ میں تھی۔ دو سال بعد مجلس کی سیاسی حیثیت ختم کر کے اُسے تبلیغی جماعت بنا دیا گیا۔ چنانچہ مجلسِ احرار نے اپنی سرگرمیاں عقیدۂ

ختمِ نبوّت کے تحفّظ کے لئے وقف کر دیں۔

۱۹۵۳ء کی تحریکِ ختمِ نبوّت میں آپ نے جو اہم کردار ادا کیا وہ اظہر من الشمس ہے۔ تحریک کے دوران ہی ۲۸ر فروری ۱۹۵۳ء کو شجاع آباد سے آپ کو گرفتار کیا گیا اور ڈسٹرکٹ جیل ملتان میں محبوس رہے۔ حضرت قاضی صاحب آخری بار جون ۱۹۶۰ء میں گرفتار ہوئے۔ پھر جلد ہی رہا ہو گئے۔

الغرض آپ نے جذبۂ آزادی کی پاداش اور فتنۂ قادیانیت کے خلاف شوقِ جہاد میں بحیثیتِ مجموعی نو سال قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ امیرِ شریعتؒ کی رحلت کے بعد آپ مجلسِ تحفّظ ختمِ نبوّت پاکستان کے امیر منتخب ہو گئے۔ مجلس کے سٹیج سے قادیانیت کے خلاف بھرپور کام کیا۔

علاوہ ازیں آپ شاہی مسجد شجاع آباد کے خطیب بھی رہے۔ مسجد کی توسیع و ترقی میں آپ کا بڑا حصّہ ہے۔ آپ ایک بے مثال خطیب اور مردِ مجاہد تھے۔ آپ نفیس الطبع اور باغ و بہار شخصیت کے مالک تھے۔ حد درجہ مہمان نواز تھے۔ اپریل ۱۹۶۶ء میں سرطان کے مُوذی مرض میں مُبتلا ہوئے۔ ہر چند علاج معالجہ کیا گیا۔ مگر صحت نہ ہوئی اور ۲۳ر نومبر ۱۹۶۶ء / ۹ر شوال المکرم ۱۳۸۶ھ کو واصل بحق ہوئے۔ إنّا للہ و إنّا الیہ راجعون۔

مولانا عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور شجاع آباد کے قبرستان نور شاہ میں تدفین ہوئی۔ اللہ تعالٰے درجات بلند فرمائے۔

آمین!

(سوانح قاضی احسان احمد)

حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی قدس سرّہٗ کے خلف الرشید اور دارالعلوم دیوبند کے مایہ ناز فضلاء میں سے ہیں۔ آپ ۱۳۱۹ھ میں دیوبند میں پیدا ہوئے۔ تاریخی نام ظفر الحق ہے۔ نو سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا۔ پھر شروع سے آخر تک دارالعلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کی۔ اور ۱۳۴۱ھ میں فارغ التحصیل ہوئے۔ ۱۳۴۴ھ سے ۱۳۴۶ء تک دارالعلوم میں مدرس رہے۔ اس کے ساتھ ساتھ افتاء کا کام بھی کرتے رہے۔ ۱۳۴۶ھ میں جامعہ اسلامیہ ڈابھیل چلے گئے۔ وہاں پانچ سال تک مفتی و مدرس رہے۔

۱۹۳۰ء میں انڈین نیشنل کانگریس کی تحریک آزادی کے زمانہ میں سیاسی دلچسپی کے باعث اپنے رفیق حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی ؒ کے ساتھ جامعہ اسلامیہ سے مستعفی ہو گئے اور پانچ سال تک کلکتہ میں تفسیر افتاء اور تبلیغی خدمات انجام دیں۔ وہاں مُفتی صاحب کو بڑی مقبولیت حاصل ہو گئی تھی۔ اسی زمانے میں آپ نے مولانا حفظ الرحمٰن صاحبؒ کے ساتھ مل کر ندوۃ المصنّفین کی بُنیاد رکھی۔ جہاں سے سینکڑوں کُتب و رسائل شائع ہوئے۔

مفتی صاحبؒ کا شمار ملک کے ممتاز اور بالغ نظر اربابِ علم و فضل میں ہے اور متعدد علمی و دینی اداروں کے ممبر رہے۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، جمعیت علمارِ ہند، اور دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے بھی ممبر رہے۔ مولانا حفظ الرحمٰن کے بعد آپ ہی جمعیت علمارِ ہند کے صدر منتخب ہوئے۔ تحریر و تقریر میں آپ کو یکساں قدرت حاصل ہے۔ خود داری، آزادیٔ ضمیر، حرّیتِ نفس، معاملہ فہمی، نکتہ رسی، دقیقہ سنجی

آپ کے مخصوص اوصاف ہیں؎۔

مولانا انظر شاہ مسعودی فرماتے ہیں کہ:۔

"مفتی عتیق الرحمٰن صاحب مفتیٔ اعظم حضرت مولانا عزیز الرحمٰن عثمانی کے صاحبزادے، شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے برادرزادے اور امام العصر علامہ محمد انور شاہ صاحب کشمیریؒ کے ارشد تلمیذ اور دارالعلوم دیوبند کے مایہ ناز فاضل، جن کی شعوری زندگی کا آغاز دارالعلوم میں معین المدرسی سے ہوا۔ پھر دیوبند سے ڈابھیل پہنچے۔ پھر کلکتہ سے دہلی میں آکر ندوۃ المصنفین قائم کیا۔ اپنے خاص سلیقہ، قرینہ، بالغ شعور، بھرپور تندہی سے اس ادارہ کو وہ حیثیت دی کہ دیوبند اس سے فخر کر سکتا ہے۔ انشاء پرداز بھی ہیں اور غالباً شاعر بھی، مفتی بھی ہیں اور مقرر بھی، باشعور سیاستدان بھی ہیں اور مفکر بھی، باصلاحیت منتظم بھی ہیں اور مدبر بھی، شریفانہ مزاج، بااخلاق، بامروت یہ سب اوصاف مفتی صاحب میں باتمام موجود ہیں" (نقشِ دوام)

آپ نے ۱۲ رمئی ۱۹۸۴ء مطابق شعبان المعظم ۱۴۰۴ھ میں دہلی میں وفات پائی ہے۔

۱؎ تاریخ دارالعلوم دیوبند۔

حضرت مولانا محمد عبد اللہ سلیم پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

مولانا محمد عبد اللہ بن میاں نور محمد بن میاں قطب الدین موضع سلیم پور ضلع لدھیانہ کے ایک زمیندار گھرانے میں ۵ راکتوبر ۱۹۰۴ء، ۲۶ ررجب ۱۳۲۲ھ کو پیدا ہوئے مڈل تک جدید تعلیم کے بعد مولانا محمد ابراہیم سلیم پوری کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کئے۔ دو سال بعد مدرسہ عزیزیہ لدھیانہ گئے۔ پھر امرتسر گئے۔ بعد ازاں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور درس نظامی کی تکمیل کی۔

شعبان ۱۳۴۵ھ میں دارالعلوم سے فارغ ہو کر سرگودھا میں فن طب میں مہارت حاصل کی۔ آپ نے دیوبند میں حضرت مفتی عزیز الرحمان عثمانی قدس سرہٗ سے بیعت کا شرف حاصل کیا۔ بعد میں مولانا حکیم عبد الرسول کے زیر اثر مولانا ابو السعد احمد خاں مرحوم سے تعلق قائم کیا اور تجدید بیعت کی۔ آپ کے لئے ان کی صحبت اس قدر پُرکشش ثابت ہوئی کہ آپ یکسو ہو کر خانقاہِ سراجیہ کے ہو رہے۔ مولانا ابو السعد احمد خان کی وفات کے بعد ان کی وصیت کے مطابق آپ کو خانقاہ کا سجادہ نشین مقرر کیا گیا۔

آپ نے باحسن وجوہ فرائض جانشینی ادا کئے اور سلسلہ نقشبندیہ کی ترویج و توسیع میں مصروف رہے۔ کئی بار حج و زیارت کی سعادت حاصل کی۔ آپ نے ہمیشہ دینی و علمی سرگرمیوں کی حوصلہ افزائی کی اور خانقاہ کے کتب خانہ کی ترقی میں کوشاں رہے۔

ایک دفعہ مدینہ منورہ کے کتب خانہ سے ایک نایاب قیمتی قلمی کتاب "تحقیقات" کی نقل سات سو ریال دے کر حاصل کی۔ آپ نے خانقاہ کے کتب خانہ میں خاطر خواہ اضافہ کیا۔

آپ تقریباً ساڑھے سولہ سال سجادہ نشین رہ کر ۲۷ رشوال ۱۳۷۶ھ/۱۷ رجون ۱۹۵۶ء کو فوت ہوئے۔ دوسرے روز مولانا خان محمد صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی اور خانقاہ سراجیہ کندیاں میں دفنائے گئے۔ حق تعالیٰ درجات بلند فرمائے۔ آمین

(تذکرہ علمائے پنجاب)

حضرت مولانا مُفتی مُحمد نعیم لدھیانوی علیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ

مفتی مُحمد نعیم لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ بن محمد عبداللہ بن عبدالقادر لدھیانہ میں ۱۸۹۰ء ، ۸-۱۳۰۷ھ میں پیدا ہُوئے۔ اس خانوادے نے حصولِ آزادی کی تحریکوں میں جان و مال کی پرواہ کئے بغیر بھرپور قربانی دی۔ ان کے دادا مولانا عبدالقادر نے ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں شرکت کی تھی۔ اُن کا جذبۂ حریت اُن کی اولاد میں جاری وساری رہا۔ دورِ آخر میں مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے کافی شہرت حاصل کی۔ آپ کے دادا نے سب سے پہلے مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف کفر کا فتویٰ دیا تھا۔

آپ نے ابتدائی تعلیم گھر میں حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند میں داخل ہُوئے۔ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ رحمۃ اللہ علیہ سے اکتساب فیض کیا۔ فارغ التحصیل ہُوئے تو لدھیانہ میں "انجمن اصلاحِ دارین" کے زیرِ اہتمام ایک دینی مدرسہ قائم کیا۔ جو قیامِ پاکستان تک دینی تعلیم کا مرکز رہا۔ اس کے بعد آپ ساہیوال آگئے۔ یہاں مدرسے کی تجدید کی اور علمی و دینی خدمات میں مصروف رہے۔

آپ کی پُوری زندگی اسلام کی سربلندی، اشاعتِ دین اور آزادیٔ وطن کی جدوجہد میں گزری، سیاسی طور پر جمعیت علمائے ہند سے وابستہ رہے۔ پاکستان میں جمعیت علماء اسلام کے رفقاء میں شمار ہوتے تھے۔ ۲۰ شوال ۱۳۹۰ھ ۲۰ دسمبر ۱۹۷۰ء کو ساہیوال میں فوت ہُوئے۔ دوسرے روز ٹوبہ ٹیک سنگھ میں

دفنائے گئے۔ دارالعلوم دیوبند کی سالانہ رپورٹ میں اُن کی وفات پر تعزیتی نوٹ لکھا گیا۔ جس کے الفاظ یہ ہیں :-

"مفتی محمد نعیم صاحبؒ دارالعلوم کے فاضل قدیم، متحدہ ہندوستان و پاکستان میں علمی و دینی خدمات کی وجہ سے ممتاز و مشہور اور ہندوستان کی سیاسی تحریکات کے نامور رہنما تھے۔ زندگی کا بڑا حصہ خدمتِ خلق میں گزرا اور ہمیشہ دینی و قومی جدّوجہد میں مصروف رہے۔"

(روئداد دارالعلوم دیوبند ۱۳۹ھ ص ۴)

حضرت مولانا فاروق احمد بہاولپوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ ۱۳۰۱ھ میں انبیٹھہ ضلع سہارنپور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد مولانا صدیق احمد دارالعلوم دیوبند مشہور مشائخ میں سے تھے۔ آپ کا نسب حضرت ابوایوب انصاریؓ سے ملتا ہے۔ آپ نے ابتدائی اور ثانوی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ پھر دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۳۲۵ھ میں شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ اور حضرت مولانا احمد حسن امروہیؒ سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی۔ فراغت کے بعد درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا اور اس کے ساتھ انسپکٹر مدارس دینیات کے منصب پر بھی کام کرتے رہے۔ جب جامعہ عباسیہ بہاولپور کی بنیاد رکھی گئی تو مولانا غلام محمد گھوٹویؒ "شیخ الجامعہ" اور آپ شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے اور ۱۹۴۳ء تک اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دیں۔ ۱۹۴۳ء میں دارالعلوم دیوبند میں بطور صدر مفتی آپ کا تقرر ہوا۔ اور ۱۹۴۷ء تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ پاکستان بننے کے بعد آپ واپس بہاولپور آگئے اور تعلیمی خدمت میں لگ گئے۔ اس دوران مدرسہ قاسم العلوم فقیر والی اور مدرسہ اشرف العلوم رحیم یار خاں میں پڑھاتے رہے۔ ۱۹۵۶ء میں آپ مستقل بہاولپور میں رہائش پذیر ہو گئے اور وہیں درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری رکھا۔

آخری وقت میں تلاوتِ قرآن اور ذکر و اذکار کثرت سے کرتے رہتے تھے۔ آپ ۲۷ر رمضان ۱۳۹۵ھ کو وصال فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ہزاروں عقیدت مندوں نے نمازِ جنازہ میں شرکت کی۔ آپ کی اولاد میں دو فرزند مولانا عثمان احمد اور مولانا محمد احمد ممتاز علماء میں سے ہیں۔

(ماخوذ مشاہیر علماء جلد ۱)

حضرت مولانا اکبر علی سہارنپوریؒ

استاذ العلماء حضرت مولانا اکبر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۲۶ھ یا ۱۳۲۷ھ میں شیخ احسان علی بن شیخ شیر علی کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی فارسی کتب پرائیویٹ پڑھیں اس کے بعد مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخل ہو کر فارسی کا پورا نصاب اور درسِ نظامی کی تعلیم از اوّل تا آخر حاصل کی، مظاہر العلوم میں ۱۳۴۲ھ میں باقاعدہ داخلہ لیا۔ اور ۱۳۴۷ھ میں سند فراغ حاصل ہوئی۔ آپ کے ابتدائی کتب کے اساتذہ میں مولانا ظہور الحق صاحبؒ، مولانا صدیق احمد صاحبؒ، مولانا عبد الرحمٰن اورنگ زیب آبادی اور مفتی ضیاء احمد گنگوہیؒ وغیرہ ہیں، متوسط کتابوں کی تعلیم جن حضرات سے حاصل کی اُن میں حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ مولانا عبد الشکور کاملپوریؒ، مولانا اخلاق احمد سہارنپوری اور مولانا محمد زکریا قدوسیؒ شامل ہیں، دورۂ حدیث کے اساتذہ میں حضرت مولانا حافظ عبد اللطیف صاحبؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی، حضرت مولانا عبد الرحمٰن کاملپوریؒ اور مولانا منظور احمد خان صاحبؒ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ فراغتِ تعلیم کے بعد شوال ۱۳۴۷ھ میں مدرسہ مظاہر العلوم ہی میں معین مدرس کی حیثیت سے تقرر ہوا، دو سال تک عربی کی ابتدائی کتب پڑھائیں پھر ۱۳۵۰ھ سے مدرس اوّل فارسی کی حیثیت سے درجہ اعلیٰ فارسی کا نصاب اور اس کے ساتھ ایک دو عربی کے اسباق پڑھاتے رہے نیز فارسی نصاب کی تدریس کے ساتھ ساتھ عربی کی جملہ ابتدائی اور متوسط کتابیں ترتیب وار ہر علم و فن کی زیرِ درس رہیں، یہ سلسلہ تقریباً بیس سال تک چلا ۱۳۷ھ سے مستقل طور پر درجہ وسطیٰ عربی میں منتقل کئے گئے اور ۱۳۷۷ھ تک اس درجہ کی اکثر کتابیں

جلالین شریف ہدایہ آخرین زیر درس رہیں، اس عرصہ میں گاہے گاہے مقامی اور بیرونی مدارس و مکاتب کے سالانہ جلسوں میں بھی وعظ و تقریر کے سلسلہ میں جاتے رہے، اسی عرصہ میں ایک سال کی طویل رخصت سے کر بسلسلۂ علاج لاہور تشریف لائے، اس یکسالہ تعطیل کے دوران مشہور زمانہ اخبار، روزنامہ زمیندار کے شعبۂ ادارت میں مدیر معاون کی حیثیت سے تقریباً آٹھ ماہ تک وابستہ رہے، طالبعلمی کے دور میں دو امتحانات فارسی کے منشی فاضل پنجاب یونیورسٹی سے اور کامل الٰہ آباد یونیورسٹی سے پاس کئے، اس کے بعد پورے ۳۵ سال تک شب و روز کے اکثر لمحات مظاہر العلوم کی خدمات میں گزارنے کے بعد بیس محرم الحرام ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۷ اگست ۱۹۵۷ء کو مظاہر العلوم سہارنپور سے مستعفی ہو کر پاکستان تشریف لے آئے۔ یہاں آکر مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی دعوت پر دارالعلوم کراچی میں اُستاذ حدیث کی حیثیت سے سولہ سال تک دورۂ حدیث اور موقوف علیہ کی بعض کتابیں زیر درس رہیں اور پھر آخر دم تک بخاری شریف، مسلم شریف، جلالین شریف، ہدایہ رابعہ توضیح وغیرہ زیر درس رہیں۔

حضرت مولانا کی زندگی کا سب سے قیمتی شاہکار اور وقت کی سب سے بڑی ضرورت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ کی مشہور تصنیف "اظہار الحق" جو عربی کی دو مبسوط جلدوں پر مشتمل ہے اس کا اردو ترجمہ در بائیبل سے قرآن تک کے نام سے جو تین جلدوں اور سترہ سو اکتالیس صفحات پر مشتمل ہے، لندن ٹائمز نے اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا تھا۔ کہ اگر یہ کتاب اسی طرح طبع ہوتی رہی تو مذہب عیسائیت کی ترقی بند ہو جائے گی۔ اب تک اُردو کا دامن اس بیش بہا کتب سے خالی تھا اور شکر کا مقام ہے کہ مدرسہ مظاہر العلوم کے ایک لائق فرزند نے اس خلاء کو پُر کر دیا ہے"۔

(تاریخ مظاہر العلوم سہارنپور)

حضرت علامہ محمد تقی عثمانی صاحبؒ ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل بی استاذ حدیث دار العلوم کراچی۔ اپنے مفصل مقالے میں حضرت مولانا کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"اُستاذ محترم حضرت مولانا اکبر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس وقت دار العلوم کراچی کے بزرگ ترین اُستاذ تھے، انہوں نے مظاہر العلوم سہارنپور کے اکابر علماء سے براہ راست علم دین حاصل کیا۔ پھر حکیم الامت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کی عرصۂ دراز تک صحبت اٹھائی اور پورے پچاس سال علوم دینیہ کی تدریس میں مصروف رہے، وہ ان خوش نصیب اہل علم میں سے تھے، جنہیں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ اور حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلویؒ کی زیارت اور ان سے استفادے کی سعادت بھی ملی تھی، حضرت مولانا کی لیاقت اور علمی استعداد کی بناء پر فراغت تعلیم ہی کے سال شوال ۱۳۴۷ھ میں اساتذہ نے آپ کو مظاہر العلوم میں بحیثیت معین مدرس مقرر کر دیا تھا، اس کے بعد آپ مظاہر العلوم کے باضابطہ اُستاذ کی حیثیت سے مسلسل تیس سال تک علمی و دینی خدمات انجام دیتے رہے مظاہر العلوم میں قیام کے دوران حضرت مولاناؒ کے ہاتھوں اطراف عالم کے ہزارہا شاگرد عالم بنے جو اپنے اپنے حلقوں میں دینی خدمات دیتے رہے اور ایک مرتبہ اسی سلسلے میں برما کا بھی دورہ کیا۔ ۱۳۷۶ھ میں جب دار العلوم کراچی نانک واڑہ کی قدیم عمارت سے کورنگی کے وسیع رقبہ زمین پر منتقل ہوا تو احقر کے والد ماجد مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر مولانا موصوفؒ نے یہاں فرائضِ تدریس انجام دینا منظور فرمالیا۔ آپ محرم الحرام ۱۳۷۷ھ میں کراچی تشریف لاکر ہمارے دار العلوم میں مصروفِ تدریس ہوئے، اور گذشتہ بیس سال سے یہاں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے تھے۔ اس طرح گذشتہ شعبان میں اُستاذ محترم کی تدریس کو پورے پچاس سال مکمل ہوئے تھے اس نصف صدی کے دوران بڑے بڑے علماء نے حضرت مولاناؒ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا، مشاہیر علماء میں سے حکیم الامت تھانویؒ کے خلیفۂ مجاز حضرت مولانا ابرار الحق صاحب مدظلہم بھی حضرت مولانا کے شاگرد ہیں اور ان کے علاوہ جن معروف اہل علم نے آپ سے علم حاصل کیا ان میں سے چند کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔ رئیس التبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلویؒ، امیر تبلیغ حضرت مولانا

انعام الحسن صاحب کاندھلویؒ، حضرت مولانا عبید اللہ صاحب ناظم جماعت تبلیغ، حضرت مولانا سعید احمد خان صاحب امیر تبلیغی جماعت حجاز، حضرت مولانا نسیم احمد صاحب بجنوری، حضرت مولانا مفتی منظور احمد صاحب بجنوری سابق ایڈیٹر ماہنامہ نظام کانپور وغیرہ حضرات وہ ہیں جنہوں نے مظاہر العلوم سہارنپور میں حضرت مولانا سے کسبِ فیض کیا۔

اور کراچی میں دار العلوم میں جن اہل علم نے حضرت مولانا سے پڑھا ان میں حضرت مولانا محمد رفیع صاحب عثمانی مدظلہم حال مہتمم دار العلوم کراچی مولانا مفتی عبد اللہ صاحب مہتمم مدرسہ اسلامیہ منگڈو برما، مولانا عبد الرشید صاحب افغانی ناظم جمعیت علماء انگلستان لندن، مولانا مفتی بشیر احمد صاحب قاضی و مفتی تحصیل باغ آزاد کشمیر اور مولانا عزیز الرحمن صاحب سواتی استاذ دار العلوم کراچی وغیرہم بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

یوں تو حضرت مولانا کو تحریر و تصنیف سے بھی شغف تھا اور اظہار الحق کا اردو ترجمہ مولانا کی قابل قدر یادگار ہے لیکن ان کا اصل میدان تدریس ہی تھا ان کا انداز تدریس ایسا دلنشین ہوتا تھا کہ مشکل سے مشکل بحث پانی ہوجاتی تھی۔ اس ناکارہ نے مولانا سے توضیح، جلالین اور صحیح مسلم شریف پڑھی ہے اور اس وقت پڑھی جب مولانا کے قویٰ مضبوط اور تدریسی کمال اپنے شباب پر تھا، ہمیں مولانا کے درس میں کبھی کوئی مشکل بحث معلوم نہیں ہوئی "توضیح" اصول فقہ کی بڑی معیاری کتاب ہے اور اس کے مباحث خاصے دقیق ہیں، لیکن مولانا سے پڑھتے وقت ہمیں وہ بالکل سہل معلوم ہوئی اور اس میں اور "نور الانوار" میں دقت کے اعتبار سے کوئی فرق معلوم نہیں ہوا۔ دقت کا اندازہ اُس وقت ہوا جب "توضیح" خود پڑھانے کا اتفاق ہوا، اس وقت پتہ چلا کہ اس کتاب کو ہم جس قدر آسان سمجھتے تھے وہ درحقیقت مولانا کے کمالِ تفہیم کا اثر تھا۔

تفسیر سے مولانا کو خاص شغف تھا اور ان کا جلالین کا درس اس قدر سلیس رواں شگفتہ اور مفید ہوتا تھا کہ قرآن کریم کے مضامین بڑی خوبی کے ساتھ ذہن نشین ہوتے جاتے تھے

مباحث میں تفصیل و اختصار کے لحاظ سے مولانا کے یہاں آغاز سال اور اختتام سال کے درمیان کوئی امتیاز نہ تھا وہ جس معیار پر شوال میں درس شروع فرماتے اسی معیار پر شعبان تک ثابت قدم رہتے اور کتابیں اپنے وقت پر ختم ہوجاتی تھیں مولانا کے درس میں خارجی باتیں۔ لطائف اور قصے وغیرہ بہت کم ہوتے تھے۔ اس کے باوجود وہ زیر درس بحث ہی کو اس قدر دلچسپ اور شگفتہ بنا کر پیش کرتے کہ شروع سے آخر تک درس کی شادابی برقرار رہتی تھی مولانا بڑے خلیق، ملنسار اور وضعدار بزرگ تھے اور جس کسی سے ایک مرتبہ تعلق مودت قائم ہوجاتا اُسے آخر وقت تک نبھاتے تھے، ان کی شگفتگیٔ مزاج اور حاضر جوابی سے دار العلوم کے اساتذہ کی محفلیں باغ و بہار بنی رہتی تھیں۔ "اظہار الحق" کا اردو ترجمہ جو بائیبل سے قرآن تک کے نام سے شائع ہوا ہے حضرت مولانا کی گرانقدر یادگار ہے۔ حضرت مولانا رحمت اللہ صاحبؒ کیرانوی کی یہ کتاب ردّ عیسائیت میں بے نظیر کتاب ہے لیکن دنیا کی پانچ زبانوں میں ترجمہ ہونے کے باوجود اردو کا دامن اس قیمتی علمی سرمائے سے خالی تھا آج سے اٹھارہ سال پہلے جب راقم دورۂ حدیث کا طالبعلم تھا حضرت مولانا نور احمد صاحب مدظلہم کی فرمائش پر حضرت مولانا اکبر علی صاحبؒ نے اس کتاب کا اردو ترجمہ شروع کیا اور چھ ماہ کی مسلسل محنت کے بعد اُسے پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا، مولانا کا کمال یہ تھا کہ انہوں نے یہ ترجمہ کسی مددگار کتاب کے بغیر مکمل فرمایا، حد یہ ہے کہ کتب مقدسہ کی عبارتوں کا ترجمہ کرتے وقت بائبل موجودہ اردو ترجمے کو بھی سامنے نہیں رکھا۔ اور اس کے باوجود بائیبل کی دقیق ترین عبارتوں کا ترجمہ اتنا صحیح اور برمحل کیا کہ بعد میں جب احقر نے بائیبل کے دوسرے ترجموں سے اس کا مقابلہ کیا تو بعض جگہ حیرت ہوگئی، کیونکہ اگر بائیبل کا مسلسل ترجمہ کیا جاتا تو وہ بھی انتہائی مشکل کام تھا، چہ جائیکہ مسلسل کتاب کے بجائے صرف ان اقتباسات کا ترجمہ کیا جائے جو عام طور سے سیاق و سباق کی مدد کے بغیر سمجھ میں نہیں آتے، بالآخر مولاناؒ کے اس کارنامے کی خدمت کی سعادت مجھ ناچیز کو حاصل ہوئی۔ اور پھر یہ ترجمہ احقر کی تشریح تحقیق اور مبسوط مقدمے کے ساتھ شائع ہوا۔ اور اس کام کی تکمیل پر مولانا کی طرف سے

بیشمار دعائیں نصیب ہوئیں،

آخر کار علومِ قرآن و سُنت کا یہ خادم خدمتِ دین میں اپنی نصف صدی پوری کرنے کے بعد ۲۲ ذیقعدہ ۱۳۹۷ھ کو اس دارِ فانی سے رخصت ہو گیا۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۔

ہزاروں متعلقین نے نمازِ جنازہ میں شرکت کی اور دار العلوم کراچی میں تدفین عمل میں آئی۔

اللہ تعالیٰ مولانا کی بال بال مغفرت فرمائے اور اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین۔"

(ماخوذ ماہنامہ البلاغ جنوری ۱۹۷۸ء)

● - میں ایک عالمِ دین کے لیئے اس سے بڑی ذلت اور کوئی نہیں سمجھتا کہ وہ حکومتی دوائر میں کسی عہدہ پر متمکن ہو اس کا کام ارشاد و ہدایت اور تبلیغ و اصلاح ہے اور وہ حکومت سے باہر رہ کر ہی سرانجام دیا جا سکتا ہے۔ مثل مشہور ہے کہ "ہر کہ در کانِ نمک رفت نمک شد" اقتدار کی کانِ نمک میں جا کر نمک بننے سے بہتر ہے کہ اقتدار سے باہر رہ کر اصلاح بین المسلمین کا فریضہ سرانجام دیا جائے تاکہ کسی مرحلہ پر بھی اعلاءِ کلمۃ الحق کی آواز مدہم نہ ہونے پائے گا۔

(خطیبِ پاکستان مولانا احتشام الحق تھانوی ؒ)

حضرت قاری عبد المالک صدیقی لکھنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ ۱۳۰۳ھ کو شیخ جیون علی کے ہاں علی گڑھ میں پیدا ہوئے بسلسلہ نسب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ ابتدائی تعلیم علی گڑھ ہی میں حاصل کی۔ ۱۳۱۳ھ میں والدہ صاحبہ کے ساتھ حج کو گئے۔ مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ میں ایک عرصہ تک تعلیم پاتے رہے اور استاذ القراء حضرت عبد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے قرآن پاک حفظ کیا۔ حفظِ قرآن و تجوید کے ساتھ حدیث و فقہ و تفسیر اور عربی ادب کی تعلیم بھی حاصل کی۔ اور سند الفراغ حاصل ہوئی۔

۱۳۲۳ھ میں آپ اور آپ کے بھائی قاری عبد الخالق مدرسہ تجوید القرآن سہارنپور میں تدریس پر مامور ہوئے۔ تین سال تعلیم دینے کے بعد ۱۳۲۶ھ میں آپ ترکِ ملازمت کر کے تھانہ بھون چلے گئے اور حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ سے فیض حاصل کیا۔

۱۳۲۸ھ میں آگرہ پہنچے جہاں قرأتِ سبعہ کی تکمیل حضرت قاری ضیاء الدین احمد سے کی۔ اس دوران تدریس کا شغل بھی رہا۔ پھر بریلی، ٹونک اور مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ جا کر طلباء کو فیضِ علمی پہنچاتے رہے۔ ۱۳۳۷ھ میں الٰہ آباد جا کر شیخ القراء عبد الرحمٰن ؒ مکی سے قرأتِ عشرہ کی تکمیل کی۔ اور مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ میں ایک عرصہ تک اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دیں۔ ۱۳۵۵ھ میں مولانا حیدر حسن خان ٹونکی ؒ کے ہمراہ ٹونک کے مدرسہ میں پڑھاتے رہے۔

قیامِ پاکستان کے بعد آپ ۱۹۵۰ء کے آخر میں پاکستان تشریف لے آئے۔ یہاں حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی ؒ کے اصرار پر دار العلوم الاسلامیہ ٹنڈو الٰہ یار میں

دو سال کے لگ بھگ تدریس کی۔ پھر دارالعلوم الاسلامیہ پرانی انارکلی لاہور میں شیخ التجوید مقرر ہوگئے اور آٹھ سال تک اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دیں۔ ۱۹۵۸ء میں بعض وجوہ کی بنا پر آپ نے دارالعلوم الاسلامیہ سے علیحدگی اختیار کرلی اور لٹن روڈ مزنگ چونگی لاہور پر مرکزی دارالترتیل کی بنیاد رکھی۔ یہاں بھی طلباء کا ہجوم ہوگیا اور آپ آخردم تک اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔

حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نہایت خوش الحان اور بے شمار عربی لہجوں کے ماہر اور جامع تھے۔ حسینی لہجہ، مصری لہجہ، عشاق لہجہ اور خصوصیت سے مایہ لہجہ زیادہ تر پڑھتے تھے۔ آپ کے پڑھانے کا انداز اتنا عمدہ تھا کہ آپ کے تلامذہ میں آپ کی صفات صاف جھلکتی دکھائی دیتی ہیں۔ آپ کی آمد سے قبل اس فن سے لوگ واقف نہ تھے۔ آپ کی مخلصانہ خدمات کے بعد یہ فن عام ہوا اور لاہور تجوید و قرأت کا بھی عام مرکز بن گیا۔ آپ کی پاکستان میں تشریف آوری پر شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ نے فرمایا:۔

"لاہور میں حضرت قاری صاحبؒ کی تشریف آوری اہلِ پاکستان کے لئے عموماً اور اہالیانِ لاہور کے لئے خصوصاً خداوند تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے۔

حضرت قاری صاحبؒ نے نصف صدی سے زائد عرصہ تک تجوید و قرأت کی تدریس کی۔ اس دوران میں ہزاروں طلباء نے آپ سے فیض حاصل کیا۔ آپ کے ممتاز تلامذہ میں قاری حفظ الرحمٰن، شیخ التجوید دارالعلوم دیوبند، قاری حبیب اللہ ٹونکی قاری عشرہ، قاری محمد منیر لکھنویؒ، قاری محمد اسماعیل امرتسریؒ قاری ریاست علی لکھنویؒ، قاری محمد شریف امرتسری، قاری نیاز احمد علی گڑھی قاری اظہار احمد تھانوی، قاری عبدالوہاب مکی، قاری غلام رسول لاہوری، قاری سید حسن شاہ بخاری، قاری سید حامد میاں، قاری محمد صدیق، قاری سعید الرحمٰن راولپنڈی، قاری فضل الرحیم اور قاری غلام محمد وغیرہ مشہور

قراء حضرات ہیں۔

آپ نے کئی کتابیں اور حواشی بھی لکھے اور آپ ایک اچھے شاعر و ادیب بھی تھے۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے مسلک و مشرب پر قائم رہے اور انہی کے دستِ حق پر بیعت کی اور باطنی اصلاح کرواتے رہے۔ آپ نے آخر دسمبر ۱۹۵۹ء کو رحلت فرمائی۔

عربی میں مولانا قاری اظہار احمد تھانوی نے اپنے استادِ گرامی کا مادۂ تاریخی لکھا۔ حق تعالےٰ حضرت قاری صاحب قدس سرہٗ کے درجات بلند فرمائیں۔ آمین!

(ماخوذ "مشاہیر علماء" جلد ۲)

حضرت قاری عبدالعزیز شوقی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت مولانا قاری عبدالعزیز شوقی انبالہ کے رہنے والے تھے۔ قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون کے مدرسہ اشرفیہ میں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ پھر مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں ثانوی تعلیم حاصل کرنے کے بعد دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور درسِ نظامی کی تکمیل کی۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا اعزاز علی امروہی، مولانا قاری محمد طیب قاسمی، مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا شمس الحق افغانی جیسے اکابر علماء شامل ہیں۔

فنِ تجوید دارالعلوم دیوبند کے شیخ القراء حضرت مولانا قاری حفظ الرحمٰن سے سیکھا۔ بیعت کا شرف حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حاصل کیا۔

حضرت قاری صاحب قدس سرہٗ نے پنجاب یونیورسٹی سے منشی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ عربی، اُردو اور فارسی کے اچھے ادیب تھے۔ اُردو میں شعر کہتے اور شوقی تخلص کرتے تھے۔ مظاہر العلوم سہارن پور کے زمانۂ طالب علمی میں حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ سے اصلاحی تعلق بھی رہا اور آپ نے ان تمام بزرگوں سے بھرپور استفادہ کیا تھا۔

پاکستان بننے پر ترکِ سکونت کر کے راولپنڈی آ گئے اور ریڈیو پاکستان سے وابستہ ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد لاہور آ گئے۔ آغاز میں مسلم مسجد لوہاری گیٹ میں

بطور شیخ التجوید کام کیا۔ بعد میں دارالعلوم الاسلامیہ پرانی انارکلی لاہور سے وابستہ ہو گئے۔ حضرت قاری عبدالمالک لکھنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وفات کے بعد دارالعلوم کے صدر مدرس مقرر ہوئے اور آخر دم تک اسی منصب پر فائز رہے۔

حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ مسلکِ اہلِ سنّت کے پُرجوش داعی تھے۔ تنظیم "اہلسنّت والجماعت" کی تشکیل میں آپ نے نمایاں حصہ لیا تھا۔ تنظیم کے آرگن سہ روزہ "دعوت" کے کچھ عرصہ مدیر بھی رہے اور آخر دم تک درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔

آخر ۹ شعبان ۱۳۹۱ھ / ۲۰ ستمبر ۱۹۷۱ء کو گلے کے سرطان میں مبتلا ہو کر وفات پائی۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ٥

حق تعالیٰ درجاتِ عالیہ نصیب فرمائے۔ آمین!

(تذکرہ علمائے پنجاب)

حضرت مولانا فقیر محمد پشاوری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ ۱۹۱۱ء میں آزاد قبائل کے علاقے مہمند ایجنسی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے دادا خائستہ خان بڑے عالمِ باعمل تھے۔ آپ کے والدِ ماجد خان محمد خان نے آپ کو دینی تعلیم کے لئے وقف کیا اور آپ ابتدائی تعلیم تحصیل چارسدہ میں حاصل کرنے کے بعد حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ نعمانیہ میں امرتسر تشریف لے گئے اور تقریباً دس سال تک حضرت مفتی صاحبؒ کے زیرِ نگرانی تعلیم و تربیت حاصل کرنے کے بعد درسِ نظامی کی تکمیل کی اور سند الفراغ حاصل کی۔

آپ کے استادِ گرامی حضرت مفتی محمد حسن صاحبؒ جو آپ پر نہایت شفقت فرماتے۔ اور آپ کو بکثرت اپنے ساتھ رکھتے تھے، جب بھی حضرت مفتی صاحبؒ حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کی خدمت میں تھانہ بھون تشریف لے جاتے تو اکثر آپ کو بھی اپنے ساتھ لے جاتے تھے۔ آپ چونکہ شروع ہی سے نہایت ہی رقیق القلب تھے اور دین کی باتوں کے دوران آپ پر اکثر گریہ طاری ہو جاتا تھا۔ یہ سلسلہ حضرت مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے درسِ تفسیر و حدیث یا وعظ کے دوران بھی جاری رہتا اور حضرت حکیم الامتؒ کی مجلس میں بھی۔ یہاں تک کہ حضرت حکیم الامت سے تعلق رکھنے والے حضرات میں آپ کا لقب "بکاء" (بہت رونے والے) مشہور ہو گیا تھا۔ یہ گریہ بے اختیار تھا اور اللہ تعالیٰ کی محبت یا خوف کی بناء پر ہوتا تھا۔ اس میں اکثر آواز بھی بلند ہو جاتی تھی اور اس کا سننے والوں پر بھی اثر ہوتا تھا۔ حضرت حکیم الامتؒ کی مجلس میں بناوٹی قسم کے حال و قال کی کوئی گنجائش

نہیں تھی۔ لیکن حضرت مولانا فقیر محمد صاحبؒ کا یہ گریہ اُن کی حقیقی باطنی کیفیت کا آئینہ دار تھا۔ اس لئے حضرت حکیم الامتؒ نے اس پر نہ صرف کوئی گرانی محسوس نہیں فرمائی بلکہ جب آپ خانقاہ میں حاضر ہو کر حضرت حکیم الامت تھانویؒ سے مصافحہ کرتے حضرت فرماتے۔ "رونق آگئی! رونق آگئی!"۔

حضرت حکیم الامتؒ کی رحلت کے بعد بھی آپ نے اپنے استاد و مربی حضرت مفتی محمد حسن صاحبؒ سے تعلق قائم رکھا۔ حضرت حکیم الامتؒ نے آپ کو ۱۳۵۷ھ میں خلافت سے نوازا تھا۔ غرض آپ نے حضرت حکیم الامت تھانویؒ اور حضرت مفتی محمد حسن صاحبؒ سے خوب فیضِ علمی و روحانی حاصل کیا۔

آپ پشاور کے قریب ایک چھوٹی سی بستی (جس کا نام "فقیر آباد" رکھا گیا ہے) میں اقامت پذیر ہوئے اور قرآن کریم کی تعلیم کے لئے ایک مدرسہ قائم فرمایا اور اس سے ملحقہ "خانقاہِ اشرفیہ" کے نام سے ایک خانقاہ قائم فرمائی تھی جو حضرت حکیم الامتؒ کے اندازِ تربیت و اصلاح کا مرکز بنی رہی جہاں سے سینکڑوں افراد سیراب ہوئے جن میں اکابر علماء بھی شامل ہیں۔ حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب، حضرت مولانا سید نجم الحسن تھانویؒ، حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحبؒ اور حضرت مولانا عبد الرحمٰن اشرفی، آپ کے ممتاز خلفاء میں سے ہیں۔

آپ نے آخری دور میں پشاور کے مال روڈ پر "جامعہ امداد العلوم" کے نام سے ایک عظیم الشان مدرسے کی بنیاد بھی ڈالی جو بحمد اللہ درسِ نظامی کی معیاری تعلیم کا مرکز ہے اور آپ کا صدقۂ جاریہ ہے۔ آپ نے ایک عرصہ تک علیل رہنے کے بعد ۲۳ ربیع الاول ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۲ اکتوبر ۱۹۹۱ء کو رحلت فرمائی۔ إنّا للّٰہ و إنّا إلیہ راجعون۔ حضرت مولانا محمد حسن جان مدنی نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ اور لنڈی ارباب پشاور میں تدفین ہوئی۔ اللہ تعالیٰ درجاتِ عالیہ نصیب فرمائیں۔ آمین!

(ماخوذ از، نقوشِ رفتگاں)

❋

حضرت مولانا عبدالودود قریشی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ فروری ۱۹۱۲ء کو مولانا ریحان گل کے گھر علاقہ ڈیگری پشاور شہر میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد صاحبؒ سے حاصل کی۔ پھر مدرسہ رفیع الاسلام بھانہ ماڑی پشاور میں درسیات پڑھتے رہے۔ مولانا نقیب احمد فاضل دیوبند ادچوی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے اساتذہ میں سے ہیں۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے دورۂ حدیث کی تکمیل کی۔ فراغت کے بعد تدریس کا آغاز کیا۔ ایک عرصہ تک پڑھانے کے بعد ایک مستقل ادارہ کی ضرورت محسوس ہوئی تو آپ نے پشاور کی تاریخی مسجد "مہابت خاں" میں ۱۳ر اپریل ۱۹۵۳ء کو جامعہ اشرفیہ پشاور کی بنیاد رکھی۔ پھر طلباء کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ کے بعد عیدگاہ روڈ پر ۶½ کنال کا ایک رقبہ خریدا گیا جس میں آپ نے جامعہ اشرفیہ کی تعمیر کرائی اور بحمداللہ آج یہ جامعہ صوبہ سرحد میں عظیم مدارس میں شمار ہوتا ہے۔

تدریسی خدمات کے علاوہ آپ نے تحریکِ آزادیٔ وطن میں بھی نمایاں حصہ لیا اور مصائب و آلام برداشت کئے ۱۹۴۶ء میں شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر جمعیت علماء اسلام میں شامل ہو کر مسلم لیگ کی حمایت کی۔ پھر سرحد کے ریفرنڈم میں علامہ عثمانیؒ اور مفتی محمد شفیع کی معیت میں جگہ جگہ جا کر رائے عامہ کو ہموار کرتے رہے۔ علاوہ ازیں آپ نے تحریکِ ختم نبوت میں بھی اہم کردار ادا کیا اور قادیانیت کے خلاف ایک کتاب "تیر دود بر سینۂ مردود"

لکھی جو بے حد پسند کی گئی۔ مگر حکومت نے جلد ہی اس کتاب کو بحق سرکار ضبط کر لیا، اور آپ کو ضلع بدر کر دیا گیا۔

آپ کا بیعت کا تعلق حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ سے منسلک تھا جو آخر وقت تک قائم رہا۔ اور آپ پوری زندگی حضرت حکیم الامتؒ کے مسلک و مشرب پر قائم رہے۔ ۸ر اگست ۱۹۶۵ء میں آپ کا پشاور میں وصال ہوا۔ ہزاروں افراد نے نمازِ جنازہ میں شرکت کی۔

آپ کی وفات کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے مولانا محمد یوسف قریشی آپ کے جانشین اور جامعہ اشرفیہ کے مہتمم مقرر ہوئے۔ دوسرے صاحبزادے مولانا اشرف علی قریشی مدیر "صدائے اسلام" درس و تدریس اور وعظ و تبلیغ میں مصروف ہیں۔

(بحوالہ تذکرہ علمائے سرحد)

حضرت مولانا پروفیسر انوار الحسن شیر کوٹی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محمد انوار الحسن بن احمد حسن بن محمد داؤد ۱۹۰۶ء / ۱۳۲۴ھ کو شیر کوٹ ضلع بجنور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد دار العلوم دیو بند میں داخل ہوئے اور سات سال دار العلوم میں رہ کر ۱۳۴۷ھ کو سندِ فضیلت حاصل کی۔ ۱۹۲۹ء / ۱۳۴۸ھ میں اورنٹیل کالج لاہور سے مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ اگلے سال سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور سے او۔ ٹی کی پیشہ وارانہ سند حاصل کی۔ ملازمت کا آغاز عربی زبان و ادبیات کے استاد کی حیثیت سے ستمبر ۱۹۳۰ء میں مشن ہائی سکول جالندھر سے کیا۔ ۲ اپریل ۱۹۳۱ء کو مشن ہائی سکول سے اسلامیہ ہائی سکول جالندھر منتقل ہو گئے۔ مارچ ۱۹۳۵ء میں رندھیر کالج کپورتھلہ کے پروفیسر محمود علی کے سبکدوش ہونے پر وہاں تقرر ہوا۔ ستمبر ۱۹۴۷ء تک فرائضِ تدریس ادا کئے۔ مولانا انوار الحسن نہایت محنتی اور مطالعہ کے شوقین تھے۔ دورانِ ملازمت میں انہوں نے بی اے کیا۔

ستمبر ۱۹۴۸ء میں گورنمنٹ کالج لاہور میں داخلہ لیا اور دو سال میں ایم اے اُردو کی سند حاصل کی۔ پھر جب فیصل آباد میں سکونت اختیار کی تو ۳ ستمبر ۱۹۵۲ء کو اسلامیہ کالج فیصل آباد میں عربی و فارسی کے اُستاد ہو گئے۔ ۴ مئی ۱۹۶۶ء کو ملازمت ترک کر کے ہمہ تن تصنیف و تالیف میں لگ گئے اور ساتھ ہی جامعہ عثمانیہ ڈی بلاک فیصل آباد میں خطیب بھی رہے اور متعدد تالیفات آپ کے قلم سے منظرِ عام پر آئیں۔ جن میں "انوار الشہادت"۔ "سیرت پیغمبرِ اعظم"۔ "تجلیاتِ عثمانی"

"حیاتِ عثمانی"۔ "خطباتِ عثمانی"۔ "انوارِ عثمانی"۔ "حیاتِ امداد"۔ "انوارِ قاسمی"۔ "سیرتِ یعقوب و مملوک"۔ "روحِ رمضان" وغیرہ۔

متذکرۃ الصدر تصانیف کے علاوہ اُردو اور اسلامیات کی نصابی کُتب اور بیسیوں مضامین ہیں جو رسائل و جرائد میں منتشر ہیں۔ آپ ایک بہترین ادیب و شاعر بھی تھے۔ اُن کی متعدد نظمیں اور غزلیات مختلف رسائل و اخبارات میں شائع ہوئی ہیں۔

آپ ۵ اکتوبر ۱۹۷۶ء / ۱۱ شوال ۱۳۹۶ھ کو فیصل آباد میں واصل بحق ہوئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝

اللہ تعالےٰ درجاتِ عالیہ نصیب فرمائے۔ آمین

(تذکرہ عُلمائے پنجاب)

حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ نے ۱۸۹۵ء / ۱۳-۱۳۱۲ھ میں قصبہ رائے پور ارائیاں تحصیل نکودر ضلع جالندھر کے ایک زمیندار گھرانے میں آنکھیں کھولیں۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم قریبی گاؤں رائے پور گوجراں کے مدرسہ جامعہ رشیدیہ میں حاصل کی۔ یہاں حضرت مولانا فقیر اللہ رائے پوری سے استفادہ کیا۔ پھر دارالعلوم دیوبند میں مروجہ دینی نصاب کی تکمیل کی اور سندِ فراغت حاصل کی۔

آپ نے علمی زندگی کا آغاز ریاست کپورتھلہ کے مشہور قصبہ سلطان پور لودھی میں مدرس کی حیثیت سے کیا۔ تین سال یہاں رہے۔ ۱۹ر شوال ۱۳۴۹ھ / ۹ مارچ ۱۹۳۱ء کو حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ نے مولانا احمد بخش مرحوم اور آپ کے تعاون سے اٹاری بازار جالندھر میں مدرسہ خیرالمدارس کی بنیاد رکھی تو اس مدرسہ میں بطور مدرس کام کرنے لگے۔ جالندھر کے زمانۂ تدریس میں رفض و بدعت کے خلاف آواز بلند کی اور کئی مناظرے کئے۔ زندگی درس و تدریس اور دعوت و تبلیغ کی مصروفیتوں میں گزر رہی تھی کہ ۱۹۳۵ء میں مسجد شہید گنج کی تحریک شروع ہوئی۔ اس زمانے میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی تجویز سے مجلسِ احرار اسلام میں شامل ہوئے۔

مولانا جالندھری رحمۃ اللہ علیہ نے مجلس احرار اسلام کے شعبہ تبلیغ کو اپنی انتظامی صلاحیتوں اور خطیبانہ عظمتوں سے چار چاند لگاتے۔ عوام کی زبان میں گفتگو کرنا اور سادہ مثالوں سے اپنی بات سامعین کے دلوں میں اُتار دینا

مولانا جالندھری قدس سرہٗ پر ختم تھا۔ وہ ہر لحاظ سے ایک کامیاب اور اچھے عوامی مقرر تھے۔ دوسری عالمگیر جنگ میں فوجی بھرتی کی مخالفت میں پیش پیش تھے۔ چنانچہ گرفتار ہوئے اور ۱۹۳۹ء تا ۱۹۴۳ء تک تین سال کا عرصہ جالندھر گجرات اور امرتسر کی جیلوں میں گزارا۔ اسی زمانۂ اسیری میں والدِ ماجد اور دو بھائیوں کا انتقال ہوا مگر پائے ثبات میں لغزش نہ آئی۔

۱۹۴۳ء میں آپ کا خاندان ترکِ وطن کر کے صادق آباد (پنجاب) آ گیا۔ مگر آپ نے اپنی سیاسی سرگرمیوں اور دعوت و تبلیغ کا مرکز ملتان کو بنا لیا۔ مسجد سرجاں والی حسین آگاہی میں خطبہ جمعہ دیتے تھے۔ آپ کے بارے میں مشہور ہے کہ جمعہ کے لئے دُور دراز کے سفروں اور دَوروں سے بھی ملتان آ جاتے تھے۔ آخر دَم تک یہ خدمت انجام دیتے رہے۔ قیامِ پاکستان پر مولانا خیر محمد جالندھری بھی ملتان آ گئے تو مولانا محمد علی نے مدرسہ خیر المدارس جالندھر کا احیاء کرنے میں جس طرح بھرپور کام کیا تھا، اسی طرح سے حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں ۲۲ر ذی قعدہ ۱۳۶۶ھ / ۱۸ر اکتوبر ۱۹۴۷ء کو مدرسہ خیر المدارس ملتان کی نشاۃ ثانیہ کے سلسلے میں اہم کردار ادا کیا اور آخر دم تک خیر المدارس سے وابستہ رہے۔

پاکستان بننے پر مجلس احرارِ اسلام کی سیاسی سرگرمیاں ماند پڑ گئیں تو سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مجلس تحفظ ختم نبوت کی تشکیل کی۔ اس جماعت کے پہلے امیر حضرت شاہ صاحبؒ اور ناظم اعلیٰ آپ مقرر ہوئے۔ شاہ صاحبؒ کی وفات کے بعد قاضی احسان احمد شجاع آبادی امیر چنے گئے اور آپ بدستور ناظم اعلیٰ رہے۔

مجلس تحفظ ختم نبوت کے سٹیج سے ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں بڑا کام کیا اور گرفتار ہوئے۔ ۱۹۶۷ء / ۱۳۸۶ھ میں حضرت قاضی احسان احمد صاحبؒ کی وفات پر مجلس کے امیر منتخب ہوئے۔ دورانِ امارت میں آپ نے

گراں قدر خدمات انجام دیں۔ مرکزی دفتر ملتان کی سہ منزلہ عمارت تعمیر ہوئی۔ اور ملک بھر میں مجلس کی شاخیں قائم ہوئیں اور بیرونِ ملک بھی کام کا آغاز ہوا۔

۵ اور ۶ اپریل ۱۹۷۱ء کی درمیانی شب ۸ صفر ۱۳۹۱ھ کو سلانوالی ضلع سرگودھا میں تقریر کر رہے تھے کہ دل کا دورہ پڑا۔ ۸ اپریل کو دوسری بار دورہ پڑا اور اسی بیماری میں ۱۲ اپریل ۱۹۷۱ء / ۲۴ صفر ۱۳۹۱ھ کو جان جانِ آفرین کے سپرد کی۔ اِنّا للہ و انا الیہ راجعون۔

مدرسہ خیر المدارس ملتان میں حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں تدفین عمل میں آئی۔ اللہ تعالےٰ درجاتِ عالیہ نصیب فرمائیں۔ آمین۔

(تذکرہ علمائے پنجاب)

حضرت مولانا محمد انوری لائلپوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ ۶ صفر ۱۳۱۹ھ / ۲۵ مئی ۱۹۰۱ء میں مولانا فتح دین کے گھر موضع اُکی تحصیل نکودر ضلع جالندھر میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے شاگردِ رشید اور خادمِ خاص تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد صاحب سے حاصل کی۔ پھر رائے پور گوجراں کے مدرسہ میں حضرت مولانا مفتی فقیر اللہ صاحب اور حضرت مولانا حافظ فضل احمد صاحبؒ سے درسِ نظامی کی کتابیں پڑھیں۔ پھر اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۳۳۸ھ / ۱۹۲۰ء میں امام العصر علامہ محمد انور کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے دورۂ حدیث پڑھ کر سندِ الفراغ حاصل کی۔

قیامِ پاکستان کے بعد لائل پور آکر دینی مدرسہ کا اجرا کیا۔ "مسجد انوری" کی تعمیر کروائی اور گھر میں مدرسۃ البنات قائم کر کے تدریسی خدمات انجام دیں۔ اس دینی مدرسہ میں ۱۹۶۶ء تک دورۂ حدیث بھی پڑھاتے رہے۔ آپ کے تلامذہ بکثرت ہیں۔ آپ نے تدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی جاری رکھا اور متعدد کتب شائع کیں جن میں "الصلوٰۃ" "الحج" "سیرت خاتم الانبیاء" "مکتوباتِ بزرگان" "انوارِ انوریؒ" "ملفوظاتِ رائپوریؒ" "مسئلہ حیات النبیؐ" "ردِّ قادیانیت" وغیرہ وغیرہ۔

آپ نے سب سے پہلے حضرت مفتی فقیر اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے واسطہ سے حضرت شیخ الہندؒ سے بیعت کی۔ پھر اپنے استاذِ گرامی علامہ محمد انور شاہ صاحب کشمیریؒ سے اصلاح کرواتے رہے اور اُن سے خلافت حاصل کی۔ پھر ۱۹۴۸ء میں حضرت مولانا عبدالقادر رائپوری قدس سرہٗ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور ان کی طرف سے

بھی مجازِ بیعت ہوئے۔ پھر خود سینکڑوں افراد کی اصلاح کا ذریعہ بنے۔[1]

حضرت مولانا محمد انوری صاحبؒ کو حضرت علامہ انور احمد صاحبؒ سے بطورِ خاص نسبت تھی اور اُن کے علم و نظر سے اس قدر متاثر تھے کہ "انوری" اپنے نام کا جزو بنا لیا۔ آپ ایک متقی، نیک نفس، سادہ دل اور شریف الطبع بزرگ تھے۔ اظہارِ حق میں بے باک تھے۔ اسلام کے مقابل فنون کی سرکوبی اور بیخ کنی میں سرگرم تھے۔

قادیانیت کی تردید کا جذبہ اپنے استاذ علامہ کشمیریؒ سے ملا تھا۔ شہرۂ آفاق مقدمہ بہاولپور میں علامہ کشمیری کے دستِ راست کی حیثیت سے کام کیا اور مکمل تفصیل کے ساتھ اس مقدمہ کی روئداد مرتب کی۔ الغرض پوری عمر اسلام کی خدمت کرتے ہوئے ۲۲ر جنوری ۱۹۷۰ء / ۱۴ر ذی قعدہ ۱۳۸۹ھ کو فیصل آباد میں وفات پائی اور وہیں تدفین ہوئی۔ اللہ تعالےٰ درجات بلند فرمائے۔[2]

(آمین!)

---

[1] مشاہیر علماء جلد ۱

[2] ماہنامہ "بینات"، کراچی۔

حضرت مولانا عبداللہ لدھیانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

مولانا ابو احمد عبداللہ بن مولانا محمد اسماعیل ضلع لدھیانہ کے موضع دبلیہ والی کے رہنے والے تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والدِ مکرم سے حاصل کی۔ والدِ ماجد کی وفات کے بعد کچھ عرصہ لدھیانہ میں تعلیم حاصل کر کے امرتسر چلے گئے۔ مولانا نور احمد امرتسریؒ اور مولانا مفتی محمد حسن امرتسری رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ بعد میں ۱۳۲۸ھ ۱۹۱۰ء میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور درسِ نظامی کی تکمیل کر کے سند الفراغ حاصل کی۔

فراغت کے بعد واپس لدھیانہ آکر تعلیم و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ زمانہ قیام دیوبند میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی قدس سرہٗ سے بیعت ہوئے اور اُن سے خصوصی سندِ اجازت حدیث حاصل کی۔ مدرسہ عزیزیہ لدھیانہ میں تدریس کے زمانہ میں امام العصر حضرت علامہ محمد انور شاہ صاحبؒ کے درسِ حدیث سے استفادہ کی خواہش لے کر دوبارہ مع اہل و عیال دیوبند چلے گئے۔ دارالعلوم کے منتظمین نے ابتدائی اور ثانوی درجے کے کچھ اسباق آپ کے سپرد کر دیئے۔

دو سال حضرت علامہ انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ کے بعد لدھیانہ آئے اور مدرسہ اللہ والا میں مولانا مفتی محمد نعیم۔ لدھیانویؒ کے ساتھ مل کر تبلیغ و تدریس کا کام شروع کیا۔ مدرسہ کے سالانہ جلسے کے موقع پر حضرت علامہ انور شاہ صاحبؒ تشریف لائے اور جلسہ میں تقریر کے دوران فرمایا کہ:-

"مجھے مولانا عبداللہ کے علم و دیانت پر پورا اعتماد ہے۔"

یہ مولانا کے لئے بہت بڑا اعزاز تھا۔ آپ نے اپنے علاقے میں ایک مدرسہ

انور یہ قائم کیا۔ جس میں کچھ عرصہ تدریسی خدمات کے بعد ایک اور مدرسہ "دارالعلوم نعمانیہ" کے نام سے قائم کیا اور تقسیمِ ہند تک اسی دارالعلوم میں فرائضِ تدریس انجام دیتے رہے۔

قیامِ پاکستان کے بعد پاکستان آگئے اور تدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا مشغلہ بھی جاری فرمایا اور کم و بیش ۲۸ کتب و رسائل آپ نے تصنیف کئے۔
آپ نے اپنے استاذ حضرت مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ بانی جامعہ اشرفیہ لاہور کے ہاتھ پر بیعت کی اور پھر اجازتِ خلافت سے نوازے گئے۔

آخرکار اگست ۱۹۷۵ء / ۱۳۹۵ھ میں علمی و دینی خدمات میں معروف جان، جانِ آفریں کے حوالے کی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔

(تذکرہ علمائے پنجاب)

حضرت مولانا قاری فتح محمد پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ ۱۱ر یا ۱۲ر ذی قعدہ ۱۳۲۲ھ میں پانی پت ضلع کرنال میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا اسم گرامی محمد اسماعیل تھا۔ آپ ڈیڑھ سال کی عمر میں ہی بقضائے الٰہی نابینا ہوگئے تھے۔ پانچ سال کی عمر میں آپ نے قرآن کریم کی تعلیم شروع کی۔ حفظِ قرآن کے بعد قاری شیر محمد خاں سے تجوید و قرأت کی تعلیم حاصل کی اور اُن ہی کے زیر سایہ مدرسہ اشرفیہ میں تدریس کا آغاز کیا۔ ساتھ ہی مدرسہ گنبداں میں فارسی و عربی کی تعلیم حاصل کرنے جاتے۔ نیز سید القراء مولانا ابو محمد محی الاسلام سے تجوید کی مشق بھی کرتے رہے اور ۱۳۴۶ھ میں سید القراء سے سندِ الفراغ حاصل کی۔ پھر تکمیلِ علوم کے لئے دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ امتحانِ داخلہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لیا۔

۱۳۴۷ھ میں دارالعلوم دیوبند سے دورۂ حدیث پڑھ کر سندِ فضیلت حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا حسین احمد مدنی رح، حضرت مولانا اعزاز علی امروہی رح، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی رح، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رح وغیرہ جیسے اکابر علماء شامل ہیں۔

فراغتِ تعلیم کے بعد وطن واپس آکر دوبارہ اپنے استاذ قاری شیر محمد صاحب رح کی معیت میں تدریس شروع کی اور تقریباً ۲۵ سال تک آپ اسی مدرسہ اشرفیہ پانی پت میں قرآن پاک کی تعلیم و تدریس کی خدمات انجام دیتے رہے۔ ۱۳۶۵ھ میں حج کی سعادت حاصل ہوئی۔ مدینہ منورہ میں شیخ القراء حافظ حسن الشاعر سے ملاقات

ہوئی۔ وہ آپ کی علمی قابلیت کو ذہانت سے بے حد متاثر ہوئے۔

قیام پاکستان کے بعد آپ کراچی تشریف لائے اور عرصہ دراز تک حضرت مفتی اعظم مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے مدرسہ دارالعلوم کراچی کے شعبہ حفظ و تجوید کے سرپرست اور صدر مدرس رہے اور سینکڑوں طالبانِ علمِ قرأت کو اپنے فیضِ علمی سے مستفیض کیا۔

حضرت قاری صاحبؒ ایک جید عالمِ دین، شیخِ کامل اور استاذ القراء تھے۔ قرآن کریم کی خدمت کرنے کا جو بلند اور عظیم جذبہ قادرِ مطلق نے آپ کو عطا فرمایا تھا وہ شاذ و نادر ہی کسی کو نصیب ہوتا ہے۔ آپ کی قوتِ حافظہ انتہائی مضبوط اور حیران کن تھی۔ نابینا ہونے کے باوجود قرآن کریم کی قرأتِ متواترہ کے علاوہ علم قرأت پر لکھی ہوئی کتابیں اور طویل قصائد بالکل ازبر تھے۔ علمِ قرأت پر آپ نے متعدد محققانہ تصانیف کا جو عظیم الشان ذخیرہ چھوڑا ہے وہ اس دور میں یقیناً بے مثال ہے۔

آپ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ سے بیعت تھے۔ ان کے بعد حضرتِ اقدس مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ سے تعلق قائم کیا اور خلافت سے نوازے گئے۔ ان کی رحلت کے بعد خود حضرت قاری صاحبؒ کے بیان کے مطابق حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ سے اصلاحی تعلق قائم کیا جو آخر وقت تک قائم رہا۔ آپ نے تقریباً تیرہ سال قبل پاکستان سے مدینہ منورہ ہجرت کی اور ہزاروں افراد کو اپنے فیضِ علمی و روحانی سے مستفید کیا۔ اسی دوران قیامِ مدینہ منورہ میں آپ پر فالج کا حملہ ہوا۔ معذوری اور بڑھ گئی۔ مسلسل علاج کے باوجود صحت یاب نہ ہو سکے۔ لیکن اس حالت میں بھی حرم شریف کی حاضری میں فرق نہ آیا۔ ہر نماز حرم شریف میں ادا فرماتے اور عصر سے عشا تک کا وقت حرم شریف ہی میں گزارتے تھے۔ آخر کار اخلاص و تقویٰ کا یہ مجسمہ اور قرآن کریم کا یہ خادم ۸ شعبان المعظم ۱۴۰۰ھ کو اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حق تعالیٰ درجاتِ عالیہ نصیب فرمائیں۔ آمین۔

(ماخوذ از ماہنامہ البلاغ "مفتی اعظم نمبر")

☆

حضرت مولانا بہاءُ الحق قاسمی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

آپ سنہ ۱۹۰۰ء میں امرتسر میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والدِ گرامی حضرت مولانا مفتی پیر غلام مصطفےٰ قاسمی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ مشہور عالم دین، درویش صفت انسان اور صاحبِ نسبت بزرگ تھے۔ ان کی عمر کا اکثر حصہ لوجہ اللہ تعلیم و تدریس اور تصنیف و تالیف میں گزرا تھا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے والدِ ماجد حضرت مولانا مفتی غلام مصطفےٰ قاسمی سے حاصل کی۔ پھر ثانوی اور اعلےٰ تعلیم کے لئے مدرسہ نعمانیہ امرتسر میں داخل ہوئے جہاں مخدوم الامت حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ صدر مدرس کی حیثیت سے درسِ حدیث پڑھا رہے تھے۔ آپ نے حضرت مفتی صاحبؒ کے زیرِ سایہ درسِ نظامی کی تعلیم مکمل کی اور تقریباً سنہ ۱۹۲۰ء میں دورۂ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی۔

فراغتِ تعلیم کے بعد آپ نے امرتسر ہی میں تدریس و تبلیغ کا آغاز کیا اور پھر ساری زندگی اس کی خدمت میں گزار دی۔ علاوہ ازیں آپ نے تحریک آزادی اور قیام پاکستان کی تحریک میں بھی بھرپور حصہ لیا اور تمام عمر فرنگی قوتوں اور اہلِ باطل کے خلاف جہاد کرتے رہے۔ اس سلسلہ میں بارہا قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔

قیام پاکستان کے بعد حضرتِ اقدس مفتی محمد حسن صاحب کے حکم پر امرتسر سے لاہور تشریف لائے اور ماڈل ٹاؤن میں رہائش پذیر ہوئے۔ جہاں آخر دم تک جامع مسجد ماڈل ٹاؤن میں درسِ قرآن و حدیث دیتے رہے اور جمعہ کی خطابت کے ذریعے لوگوں کے دلوں میں ایمان کی حرارت پیدا کرتے رہے اور آپ نے یکم فروری سنہ ۱۹۸۶ء بروز پیر شام ۸ بجے رحلت فرمائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ ایک بہترین

مفسرِ قرآن ، پرہیزگار عالمِ دین اور خطیب شعلہ بیان تھے۔ بلند پایہ ادیب اور بہترین مصنف تھے۔ "تذکرۂ اسلاف"، "اسلام اور اشتراکیت" آپ کی گراں قدر تصانیف ہیں۔

آپ نے اصلاحی تعلق اپنے استاذِ گرامی حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحبؒ بانی جامعہ اشرفیہ لاہور سے قائم کیا تھا اور پوری عمر اُن ہی کے مسلک و مشرب پر قائم رہے۔ آپ کے والدِ ماجد حضرت مولانا مفتی غلام مصطفےٰ قاسمیؒ، حضرتِ اقدس مفتی محمد حسن صاحبؒ کے اُستاذ تھے۔ حضرت مفتی صاحبؒ نے کئی کتب اُن سے پڑھیں۔ حضرت مولانا پیر غلام مصطفےٰ صاحب قاسمیؒ کو بھی حضرت مفتی محمد حسن صاحبؒ سے ایک خاص محبت تھی۔ جب مولانا بہاء الحق قاسمیؒ نے امرتسر میں ایک نیا مکان بنانے کا ارادہ کیا تو اُنھوں نے اپنے والد صاحبؒ سے درخواست کی کہ وہ اپنے دستِ مبارک سے بُنیاد رکھیں۔ اس پر آپ کے والد صاحبؒ نے فرمایا :۔

"بُنیاد تو وہ رکھے جسے کچھ مُدت دُنیا میں رہنا ہو۔ مَیں تو چراغِ سحری ہوں"۔

پھر فرمایا کہ :۔

"مفتی محمد حسن کو اس کام کے لئے بُلوا لو"۔

چنانچہ جیسا ارشاد فرمایا۔ ویسا ہی ہُوا کہ مکان کی بُنیاد تو حضرت مفتی محمد حسن صاحبؒ کے دستِ مبارک سے رکھوالی اور خود چند دِنوں بعد ۱۳۵۲ھ / ۱۹۳۳ء کو واصل بحق ہو گئے[1] اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ؀

بہر حال حضرت مولانا بہاء الحق قاسمیؒ ساری زندگی خدمتِ اسلام میں مصروف رہے۔ حق تعالےٰ درجات بلند فرمائیں۔ آمین !

[1] احسن السوانح صـ۱۵

حضرت مولانا محمد احمد تھانویؒ

فخرُ العُلماء حضرت مولانا محمد احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق ایک علمی خاندان سے ہے اور سلسلۂ نسب خلیفۂ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے جا ملتا ہے آپ کا آبائی وطن یوپی کا مردم خیز خطۂ قصبہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر ہے، والد ماجد مولانا حافظ سعید احمد تھانوی بن حافظ امیر احمد تھانوی علی گڑھ کالج میں آفیسر تھے، عرصہ تک ان کا قیام قصبہ علی گڑھ اور راجوپور ضلع سہارنپور میں رہا پھر مستقل طور پر اپنے آبائی وطن تھانہ بھون آ گئے، مولانا محمد احمد تھانویؒ کی ولادت باسعادت ۱۳۳۱ھ میں ان کے ننھیال راجوپور ضلع سہارنپور میں ہوئی جو دیوبند سے چھ میل مشرقی جانب واقع ہے، آپ کا اصل نام محمد احمد اور تاریخی نام شاغل تھا ولادت کے ایک سال بعد ہی آپ کے والد صاحبؒ کا انتقال ہو گیا اور والدہ صاحبہ اور آپ کے برادرِ اکبر حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی مدظلہٗ نے آپ کی تربیت کی۔

ہوش سنبھالنے کے بعد حکیم الاُمت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کی خدمت میں خانقاہِ امدادیہ کے مدرسہ اشرفیہ تھانہ بھون میں آپ کو داخل کر دیا گیا پھر ابتدائی تعلیم کے بعد مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخل ہوئے جہاں حفظِ قرآن سمیت تمام علوم دینیہ تفسیر و حدیث، فقہ و کلام، منطق و فلسفہ اور دیگر مروجہ دینی علوم کی تکمیل کی اور ۱۳۵۲ھ کو سند فراغ حاصل کی، آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا عبد الرحمٰن کاملپوریؒ، حضرت مولانا حافظ عبد اللطیف صاحبؒ، حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا

کاندھلوی صاحب قابل ذکر ہیں۔ فراغتِ تعلیم کے بعد کئی برس تک اساتذہ کی نگرانی میں مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں ہی تدریسی خدمات انجام دیتے رہے پھر اپنے بڑے بزرگ حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحبؒ کے ایماء پر چونڈہ ضلع سیالکوٹ کے ایک عربی مدرسہ میں مدرس ہو گئے اس کے بعد جامع العلوم کانپور میں جہاں حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہٗ صدر مدرس رہ چکے تھے استاذ حدیث کی حیثیت سے تشریف لے گئے وہاں قیام پاکستان تک علمی و تدریسی خدمات انجام دیتے رہے، اس کے ساتھ ساتھ محلہ کی مسجد میں درس قرآن کا سلسلہ بھی جاری فرمایا جس سے ہزاروں افراد مستفیض ہوئے۔ جامع العلوم کانپور کی مدرسی کے دوران حضرت حکیم الامت تھانویؒ سے روحانی تعلق قائم کیا جو اُن کے وصال تک جاری رہا، اس تعلق کے دوران حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ نے آپ کے بڑے بھائی حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی سے فرمایا کہ :-

”ہم تو محمد احمد کو جنٹلمین مولوی سمجھتے تھے یہ تو مولانا وٴں کے بھی مولانا نکلے“

اسی طرح مرض الموت میں حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ سے فرمایا کہ :-

”میں مولوی محمد احمد سلمہٗ کو اجازت دے دیتا مگر ابھی اس کی عمر کم ہے“

حضرت حکیم الامت کے ان ارشادات سے آپ کا علمی و روحانی مقام ظاہر ہوتا ہے حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کی وفات کے بعد حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ ، حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ سے تعلق رہا اور آخر وقت تک ان بزرگوں سے فیض حاصل کرتے رہے آپ کا سیاسی مسلک بھی شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ ، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ اور مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے موافق تھا اور جب علامہ عثمانیؒ نے تحریک پاکستان کے حامی علماء کی ایک تنظیم مرکزی جمیعت علماء اسلام کے نام سے

تشکیل دی تو آپ بھی اس میں باقاعدہ شامل ہوئے اور جمیعت علماء اسلام کانپور کے صدر کی حیثیت سے کانپور کے علاقہ میں پاکستان کے حق میں راہ ہموار کرتے رہے اور بڑھ چڑھ کر تعمیر پاکستان میں حصہ لیا، قیام پاکستان کے بعد صوبہ سندھ کے ضلع سکھر میں آباد ہو گئے اوّل اوّل تجارتی مشغلہ رکھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں دین اسلام کی خدمت کا شوق و ولولہ پیدا کیا اور توکلاً علی اللہ اپنے مکان کے بیرونی حصہ میں ایک دو طالبعلموں کو لے کر پڑھانے بیٹھ گئے اور پھر لوگوں کو توجہ دلائی اور مدرسہ کے لئے ایک مختصر سا مکان خرید لیا۔ اس کے بعد زنانہ مدرسہ کے لئے ایک کھلا مکان خریدا پھر اللہ تعالیٰ کی امداد سے ایک قطعہ زمین ایک مرکزی مدرسہ کے لئے خرید کر ”مدرسہ اشرفیہ سکھر“ کے نام سے قائم کیا جو آج سندھ میں ایک ممتاز دینی درسگاہ کہلاتی ہے اس کے ساتھ ہی آپ نے ایک جامع مسجد کے لئے زمین خریدی اُس وقت سکھر شہر میں کوئی وسیع جامع مسجد نہ تھی آپ نے بڑی محنت سے جامع مسجد تیار کرائی اور اکابرین دیوبند کے نقش قدم پر چلتے ہوئے درس و تدریس اور تبلیغ و اشاعت میں مصروف رہے۔ اس سلسلہ میں مدارس عربیہ کا جائزہ لیتے ہوئے مولانا اللہ وسایا صاحب مبلغ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان ”مدرسہ اشرفیہ سکھر“ کے متعلق لکھتے ہیں کہ :-

”مدرسہ اشرفیہ سکھر ۱۳۷۴ھ مطابق ۱۹۵۵ء میں قائم کیا گیا، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی مہتمم دارالعلوم دیوبند نے اس مدرسہ کی بنیاد رکھی اور حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے نام پر اس کا نام مدرسہ جامعہ اشرفیہ تجویز کیا گیا، مدرسہ کے بانی حضرت مولانا محمد احمد تھانویؒ جو گزشتہ سے پیوستہ سال اللہ رب العزت کو پیارے ہو گئے ہیں، حضرت حکیم الامت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ کے نیاز مندوں میں شمار ہونے کے علاوہ آپؒ سے عزیز داری بھی تھی، مولانا محمد احمد تھانویؒ نے اپنے خلوص سے مدرسہ کو چلانے

کے لئے اپنی تمام توانائیاں صرف کردیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے سکھر میں اس علمی درسگاہ کو عوام و خواص کے لئے مرجع بنادیا۔ آج اِسی مدرسہ کو قائم ہوئے ۲۶ سال کا عرصہ کوئی زیادہ مدت نہیں مگر اس مختصر عرصہ میں مدرسہ کے شب و روز کا جائزہ لیا جائے تو حیرت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح اس ادارہ کو ہر قسم کی ترقی سے سرفراز فرمایا ہے، بحمدہٖ تعالیٰ اس ادارہ کی جامع مسجد، کتب خانہ اور چھوٹے بڑے بیس کمروں پر مشتمل عمارت اور ستائیس اٹھائیس افراد کا عملہ مدرسہ کی روز افزوں ترقی کا بیّن ثبوت ہے، بحمدہٖ تعالیٰ اس مدرسہ سے عرصہ ۲۶ سال میں سینکڑوں علماء کرام فارغ التحصیل ہو چکے ہیں جن میں سندھ، بلوچستان اور پنجاب کے علاوہ بیرونِ ملک کے حضرات بھی شامل ہیں، مدرسہ سے حفاظ و قراء اور شعبۂ تعلیم نسواں سے فارغ ہونے والوں کی تعداد بھی کئی سو ہے۔ مدرسہ کے زیرِ اہتمام دارالافتاء یوم تاسیس سے قائم ہے اور اس مدرسہ سے جاری ہونے والے فتویٰ جات پورے سندھ میں اتھارٹی سمجھے جاتے ہیں، اس دارالافتاء کے صدر مفتی حضرت مولانا مفتی عبدالحکیم صاحب مدظلہٗ ہیں جو دارالعلوم دیوبند کے فاضل متقی اور بزرگ عالمِ دین ہیں۔ اب تک مدرسہ سے جاری ہونے والے فتووں کی تعداد پچاس ہزار سے زائد ہے مدرسہ ہٰذا کے زیرِ اہتمام شعبہ نشر و اشاعت بھی قائم ہے یہاں سے گاہے بگاہے تبلیغی رسائل، اشتہارات، مسائل قربانی، عیدالفطر وغیرہ رسائل شائع ہوتے رہتے ہیں اور اس طرح مدرسہ کا شعبہ نشر و اشاعت ملکِ عزیز کی خدمت کرتا رہتا ہے مدرسہ کے نظام کو چلانے کے لئے علماء کرام و شہریان پر مشتمل ایک مجلسِ شوریٰ قائم ہے اور مدرسہ کے موجودہ مہتمم مولانا محمد اسعد تھانوی ہیں جو بانی مدرسہ حضرت مولانا محمد

احمد تھانویؒ کے بڑے صاحبزادے ہیں اور جنہیں اللہ تعالیٰ نے دینی و دنیوی تعلیم سے سرفراز فرمایا ہے، مولانا محمد اسعد صاحب کی باغ و بہار شخصیت سے مدرسہ کی رونق قائم اور تمام عملہ خوش و خرم اپنے اپنے کام میں لگا ہوا ہے، مدرسہ کے ناظم جناب مولانا محمد امجد تھانوی صاحب ہیں جو مولانا محمد احمد صاحب مرحوم کے چھوٹے صاحبزادے ہیں، انتہائی پُر وقار اور دینی و دنیوی تعلیم کے فاضل ہیں بہت ہنس مکھ اور با اخلاق ہیں بہرحال مدرسہ اشرفیہ سکھر ہمارے مُلک کے اُن مدارس عربیہ میں سے ہے جن پر جتنا بھی فخر کیا جائے کم ہے اللہ تعالیٰ اِسے تا قیامت قائم و دائم رکھے۔ آمین۔[1]

الغرض حضرت مولانا محمد احمد تھانوی مرحوم کی دینی و علمی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں اور صوبہ سندھ کے حلقوں میں دینی اشاعت کے فروغ میں آپ کا بہت بڑا حصہ ہے آپ نے ایک طرف دینی تعلیم کے رواج اور مدرسہ کی ترقی کے لئے انتھک محنت کی دوسری طرف عوام میں دینی روح بیدار کرنے کے لئے وعظ و نصیحت کا سلسلہ بھی جاری رکھا خود بھی بہت بڑے واعظ مقرر اور مصلح تھے اس کے علاوہ بارہا سکھر کے علاقہ میں تبلیغ و اصلاحی جلسے بھی کرائے جن کی بدولت اہل شہر کو حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ، حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ اور حضرت مولانا احتشام الحق تھانویؒ جیسے اکابر علماء بزرگوں کی زیارت و صحبت کے مواقع میسر آئے اور شہر میں ایک عام دینی فضا پیدا ہوئی اور لاکھوں افراد کی اصلاح کا ذریعہ ہوئے۔ آپ ایک جیّد عالمِ دین بھی تھے اور عارفِ کامل بھی تھے، نہایت متواضع، منکسر المزاج، خندہ جبیں اور سُبک روح تھے، نہایت وجیہہ باوقار اور فعّال شخصیت کے مالک تھے، اہل شہر آپ کی خوش اخلاقی اور خوش خصالی کے

---

[1] ہفت روزہ لولاک فیصل آباد ۱۴ر مئی ۱۹۸۱ء

باعث آپ کے شیدائی تھے۔ سکھر شہر میں کوئی دینی کام آپ کے بغیر نہیں ہوتا تھا آپ
دن رات مدرسہ کے کاموں اور خدمتِ خلق میں مصروف رہتے تھے، علمی و دینی مصروفیتوں
کے باوجود فعّال سماجی کارکن بھی تھے اور مہمان نوازی، غریب پروری اور خدمت میں اپنی
نظیر آپ تھے، بہت سے مسائل و خطوط کے جوابات خود اپنے قلم سے لکھتے تھے اور
بہت سے دینی رسائل نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ کے بارے میں لاکھوں کی تعداد لکھ کر
تقسیم کئے غرضیکہ آپ ایک سچے عاشقِ رسول ؐ اور متبع سنت تھے، ادا ادا سے ذہانت
مترشح ہوتی تھی۔ اور قرآنی آیات سے استخراج تواریخ میں یکتائے وقت تھے، حضرت
مولانا ظفر احمد عثمانی ؒ، مفتی محمد شفیع صاحب ؒ اور مولانا محمد ادریس کاندھلوی ؒ جیسے اکابر
کی بہت ہی عمدہ تواریخ وفات نکالیں جو بہت مقبول ہوئیں، خوش اخلاقی اور خوش
خصالی کے ساتھ ساتھ حق کے اظہار میں بڑے جری تھے اور اس کے لئے کبھی کسی کو
خاطر میں نہ لاتے تھے ایک بار ایک کلکٹر صاحب نے مہاجرین پر ناشائستہ تنقید کی
آپ جلسہ میں بحیثیت صدر انجمن مہاجرین تشریف لائے تھے۔ آپ کو جلال آ گیا اور
فوراً کھڑے ہو کر مہاجرین کے کارنامے گنوائے اور کلکٹر صاحب کو آڑے ہاتھوں
لیا بھرے جلسہ میں دونوں طرف سے تلخ کلامی ہوئی، قریب تھا کہ نوبت ہاتھا پائی تک
پہنچ جاتی مگر ایک صوبائی وزیر نے جو جلسہ میں موجود تھے کلکٹر صاحب کے غلط رویے
پر حضرت مولانا مرحوم سے معافی مانگ لی اور یوں معاملہ رفع وگزاشت ہوا، کچھ عرصہ
بعد اسی کلکٹر نے آپ کو کچھ پیش کش کرنی چاہی مگر آپ نے قبول کرنے سے معذرت
کر دی اور رفقاء کو بتایا کہ یہ دراصل رشوت دے کر میرا منہ بند کرنا چاہتا تھا تاکہ آئندہ
حق گوئی کی جرأت نہ کر سکوں"۔

بہرحال اللہ تعالےٰ نے آپ کو بہت مقبولِ عام فرمایا تھا اور آپ سے بہت سے
دینی کام لئے ہیں آپ نے بیرونِ ملک اور ملک میں دینِ حق کی تبلیغ کا فریضہ ادا کیا۔

اور متعدد دینی مدارس کے سالانہ جلسوں میں آپ باقاعدگی سے شرکت فرمایا کرتے تھے بارہا
حج و زیارت کی سعادت نصیب ہوئی اور دینی و تبلیغی کاموں کے لئے مسلسل اسفار کرتے رہے
یہاں تک کہ مسلسل اسفار اور کثرت دینی مشاغل سے آپ کی صحت گرتی چلی گئی اور آپ
کمزور ہوتے چلے گئے اسی دوران کراچی میں ایک رکشا سے تصادم ہوا جس سے ایک ہاتھ
کی ہڈی ٹوٹ گئی، کافی عرصہ تک ہسپتال میں زیرِ علاج رہے پھر ضعفِ دماغ کی وجہ سے
آنکھوں میں موتیا اتر آیا جس کا آپریشن ہوا، مگر پھر دل کے دورے شروع ہو گئے اور
آخری دورہ چہار شنبہ ۷ محرم الحرام ۱۳۹۷ھ مطابق ۲۹ دسمبر ۱۹۷۶ء کو ہوا جس سے جانبر
نہ ہو سکے اور سب متعلقین کو حزین و غمگین چھوڑ کر خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

ہزاروں افراد کے علاوہ ممتاز علماء نے نمازِ جنازہ میں شرکت کی اور امامت کے فرائض حضرت
ڈاکٹر محمد عبدالحیؒ صاحب عارفی مدظلہ نے انجام دیئے۔
حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی ؒ اور حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری ؒ کے پہلو
میں تدفین ہوئی، علماءِ امت اور زعماءِ ملت نے گہرے رنج و غم کا اظہار کیا، دینی مدارس
اور دینی انجمنوں نے قرآن خوانی اور ایصالِ ثواب کا اہتمام کیا۔
علماء کرام نے آپ کو شاندار الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کیا۔ حضرت علامہ سید محمد
یوسف بنوری ؒ نے اپنے تعزیتی کلمات میں فرمایا کہ :-

حضرت مولانا محمد احمد تھانوی مرحوم عالم تھے، فاضل تھے
مدرسہ اشرفیہ سکھر کے بانی و مہتمم تھے اور مادہ ہائے تاریخی
کے استخراج میں یکتائے وقت تھے حق تعالیٰ درجات عالیہ
نصیب فرمائے"۔

حضرت علامہ محمد تقی عثمانی ؒ فرماتے ہیں کہ :-

"حضرت مولانا مرحوم خانقاہِ اشرفیہ تھانہ بھون کے منتسبین میں معروف عالم تھے"۔ حضرت مفتی جمیل احمد تھانوی مدظلہ کے چھوٹے بھائی تھے جو حکیم الامت تھانویؒ کی اہلیہ محترمہ کے داماد ہیں انہوں نے سکھر میں مدرسہ اشرفیہ کی بنیاد ڈالی جو اپنے علاقے کی ممتاز ترین دینی درسگاہ ہے اور اس خطے میں اس نے علم دین کی قابلِ قدر خدمات انجام دی ہیں اللہ تعالیٰ اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔"

جناب مولانا عبدالرشید ارشد لکھتے ہیں :۔ کہ

"افسوس کہ اکابر کے دردِ فراق میں آنسو بہانے والی علم و عمل کی محبوب شخصیت بھی واصل بحق ہوگئی، آپ کی ذات ستودہ صفات بہت سی علمی و عملی خوبیوں کی حامل تھی حق تعالیٰ اُن کی مغفرت فرمائے آمین"

جناب مولانا اشرف علی تھانوی اپنے منظوم تاثرات کے آخر میں فرماتے ہیں کہ :۔

چل دیئے آخر زبانوں پر کہانی چھوڑ کر
عالمِ باقی کی جانب دارِ فانی چھوڑ کر
دی صدا ہاتف نے عارفؔ بہرِ تاریخِ وصال
فوتِ فاضل ہے تبا و کر رہا ہے اہلِ حال

۱۳۹۷ھ

حضرت مولانا قاضی نور محمد اعوان رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا قاضی نور محمد بن قاضی شیر محمد بن زین العابدین ۱۸۹۶ء، ۱۴-۱۳۱۳ھ میں موضع پڑی ضلع اٹک میں پیدا ہوئے۔ آپ اعوان برادری کے چشم و چراغ تھے۔ تین پشتوں سے خاندان میں دینی تعلیم کی روایت چلی آرہی تھی۔ ابتدائی تعلیم کے بعد حضرت مولانا غلام رسول انہی والے کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ پھر دارالعلوم دیوبند اور جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں امام العصر حضرت علامہ محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اکابر اساتذہ سے دورۂ حدیث پڑھ کر سندِ فضیلت حاصل کی۔ ۱۹۲۲ء / ۴۱-۱۳۴۰ھ میں آبائی وطن سے ترکِ سکونت کر کے قلعہ دیدار سنگھ چلے گئے تھے۔ یہاں "مدرسہ محمدیہ" کی بنیاد رکھی اور تدریسی، تبلیغی اور تصنیفی خدمات میں زندگی گزار دی۔ آپ کو توحید و سنت کی تبلیغ میں شدید انہماک تھا۔ وعظ پُر تاثیر ہوتا تھا۔ درس قرآن میں بلا کی روانی تھی۔

آپ حضرت مولانا حسین علیؒ واں بھچراں سے بیعت تھے اور اُن کے اجل خلفاء میں شمار ہوتے تھے۔ نہایت عابد و زاہد، ذاکر و شاغل اور خوش پوش عالم تھے۔ جب ۱۳۸۱ھ میں علمائے دیوبند حیات النبیؐ کے مسئلہ پر دو گروہوں میں بٹ گئے تھے اور تند و تیز تقریریں، مناظرے اور کتابیں لکھی جا رہی تھیں تو آپ نے اصلاح کے لئے سعی فرمائی تھی۔ پھر اس سلسلہ میں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند محرم ۱۳۸۲ھ میں پاکستان تشریف لائے اور دونوں گروہوں کے سرکردہ رہنماؤں کو یکجا کیا اور حیات النبیؐ کے مسئلہ پر علمائے دیوبند کا یہ انتشار ختم ہوا۔ دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی میں اسی مقصد کے لئے علماء جمع

تھے۔ حضرت قاضی صاحبؒ بھی جمعیت اشاعت توحید و سنت پاکستان کے مرکزی صدر کی حیثیت سے علماء کے اجلاس میں تشریف لائے تھے کہ اچانک ۲۲ محرم الحرام ۱۳۸۲ھ ۲۶ جون ۱۹۶۲ء کو رُوح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ ہزاروں علماء اور عقیدت مندوں نے نمازِ جنازہ میں شرکت کی۔ امامت کے فرائض حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ نے ادا کیے۔

جناب حافظ محمد ظہور الحق ظہورؔ نے تعزیتی نظم کہی۔ تاریخ وفات اس شعر میں ضبط کی ہے ؎

سالِ تاریخ وفاتش ہاتفم در گوش گفت
روحِ او، بارِ رحمتِ خالق، بفضلِ حق رسید

۱۳۸۲ھ

حضرت قاضی صاحبؒ نے حسبِ ذیل کتابیں تالیف کی ہیں۔

۱۔ صاعقۃ الرحمٰن دو حصے ۲۔ صلوٰۃ الرسول ۳۔ ازالۃ الرین عن مسئلہ رفع الیدین۔ ۴۔ ازالۃ الاوہام عن عدم الفاتحہ خلف الامام ۵۔ ازالۃ الترعن عدد رکعات التراویح والوتر۔ ۶۔ مسئلہ علم غیب ۷۔ مسئلہ حاضر و ناظر ۸۔ اقامۃ البرہان علی اہل اللطیان وغیرہ۔

حضرت قاضی صاحب قدس سرہٗ کے جانشین آن کے صاحبزادے مولانا قاضی عصمت اللہ ہیں جو دینی و تعلیمی خدمات میں مصروف ہیں اور اس وقت ممتاز علماء میں شمار ہوتے ہیں۔

حضرت مولانا حافظ عبدالمجید فیصل آبادی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا حافظ عبدالمجید نابینا ابن چوہدری وزیر خان ۱۹۰۹ء / ۱۳۲۷ھ کے لگ بھگ چک نمبر ۲۳۱ ضلع فیصل آباد میں پیدا ہوئے۔ ان کا خاندان زراعت پیشہ تھا اور دولت و ثروت کے اعتبار سے خاصا نمایاں تھا۔ آپ بچپن میں بینائی سے محروم ہو گئے۔ قرآن مجید حفظ کیا اور فنِ تجوید میں ورک حاصل کیا۔ پھر دارالعلوم دیوبند اور جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں دینی تعلیم حاصل کی۔ دورۂ حدیث حضرت علامہ انور شاہ صاحبؒ کشمیری سے پڑھا۔

آپ نے بلا کا حافظہ پایا تھا۔ درس میں شامل ہونے سے پہلے کسی ہم جماعت سے عبارت سن لیتے اور دورانِ سبق احادیث پڑھتے۔ اکثر دینی بحث و مباحثہ میں حصّہ لیتے رہتے تھے۔ حضرت مولانا انور شاہ صاحبؒ آپ کی یادداشت کے بارے میں فرمایا کرتے تھے۔

> "جب معلوم ہُوا کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نابینا ہونے کے باوجود حافظِ حدیث تھے تو حیرت ہوتی تھی۔ لیکن اب حافظ عبدالمجید کو دیکھ کر وہ حیرت جاتی رہی۔"[1]

علومِ دینیہ کی تحصیل کے بعد آپ نے لکھنؤ میں فنِ طب کی تعلیم حاصل کی۔ پنجاب یونیورسٹی سے فارسی، عربی اور اُردو کے امتحاناتِ فاضل پاس کئے۔ پھر یہیں سے بی اے کی سند لی۔ عملی زندگی کا آغاز فیصل آباد میں بطور طبیب کیا اور شفاخانہ نقشبندیہ کے نام سے مطب کھولا۔ بہت اچھے نبّاض تھے اور اللہ تعالےٰ نے

[1] ہفت روزہ "خدام الدین" ۔ لاہور ۔

آپ کے ہاتھ میں شفاء رکھی تھی۔

تحریک آزادی میں بھرپور حصہ لیا۔ مجلس احرار اسلام کے نمایاں افراد میں شمار ہوتے تھے۔ ۱۹۳۹ء میں مجلس احرار اسلام نے انگریز کی فوجی بھرتی کے خلاف تحریک چلائی تو اس میں سرگرمی سے حصہ لینے کی پاداش میں گرفتار ہوئے اور ایک سال راولپنڈی جیل میں قید رہے۔

حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نہایت مخیر اور مہمان نواز بزرگ تھے۔ دینی سرگرمیوں میں قول و عمل سے شریک ہوتے تھے۔ امام ابنِ حزم رحمۃ اللہ علیہ کے خیالات سے متاثر تھے اور مروجہ نظامِ معیشت کو ناپسند کرتے تھے۔ ۱۲ فروری ۱۹۷۲ء/۲۶ ذی الحجہ ۱۳۹۱ھ کو فوت ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اور فیصل آباد میں تدفین ہوئی۔

(تذکرہ علمائے پنجاب)

حضرت مولانا عبدالرشید نسیم طالوت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ یکم فروری ۱۹۰۹ء / ۷ محرم ۱۳۲۷ھ کو ڈیرہ غازی خان کے نواحی گاؤں چوٹی زیریں جمال خان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد مولانا محمد بخش فارسی اور عربی کے فاضل تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم ڈیرہ غازی خان میں حاصل کی۔ پھر دارالعلوم دیوبند جاکر سندِ فضیلت حاصل کی۔ اور پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ آپ فنِ طب میں زبدۃ الحکماء کا درجہ رکھتے تھے۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد محکمہ تعلیم سے وابستہ ہوگئے۔ مختلف تعلیمی اداروں میں کام کیا۔ آخری زمانۂ حیات میں گورنمنٹ نارمل سکول ملتان میں السنہ شرقیہ کے استاد تھے۔

آپ نے خاموش علمی زندگی گزاری۔ بیسیوں مضامین لکھے جو پاک وہند کے معروف اور بلند پایہ رسائل وجرائد مثلاً "خیام" لاہور، "عالمگیر" لاہور۔ "معارف" اعظم گڑھ اور "العزیز" بہاولپور میں شائع ہوئے۔ آپ نے "دیوانِ فریدؒ" کا ایک زبردست مقدمہ بھی لکھا اور "تاریخ ادب عربی" مرتب کی جو آپ کی اہم قلمی یادگاریں ہیں۔

آپ کے اہم کارناموں میں سے ایک علامہ اقبال اور مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے درمیان مفاہمت کرانا ہے۔ آپ نے ان دونوں بزرگوں سے خط و کتابت کی اور دونوں کو ایک دوسرے کے خیالات سے آگاہ کیا۔ اور اس غلط فہمی کا ازالہ ہوگیا جو اِن دونوں حضرات کے درمیان کچھ اخبارات و

جرائد نے پیدا کر دی تھی۔

بہرحال آپ اُردو، فارسی اور عربی کے کامیاب شاعر تھے۔ گاہے نسیم اور گاہے طالوتؔ تخلص کرتے تھے۔ خاص طور سے آپ علامہ طالوتؔ کے نام سے معروف تھے۔ آپ نے ۳۰ر مارچ ۱۹۶۳ء / ۵ر ذی قعد ۱۳۸۲ھ کو وفات پائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ ۔

جناب عاصی کرنالی نے حسبِ ذیل قطعۂ وفات کہا ؎

شعر و سخن کی موت مذاقِ طلب کی موت
طالوتؔ کی وفات ہے علم و ادب کی موت
آج ایک پُرخلوص انسان مر گیا
ملتان کا ایک عظیم تر انسان مر گیا

(تذکرہ علمائے پنجاب)

حضرت مولانا عبدُاللہ بہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

مولانا عبداللہ بن محمد مسلم بن نور محمد یکم رمضان المبارک ۱۳۱۳ھ / ۱۵ر فروری ۱۸۹۶ء کو موضع بہلی تحصیل شجاع آباد میں پیدا ہوئے۔ آپ نے مولانا غلام محمد ساکن جھنڈا سے قرآن مجید حفظ کیا۔ پھر ابتدائی فارسی و عربی مولانا قادر بخش سے پڑھیں۔ ثانوی تعلیم درس نظامی مولانا عبدالرحمٰن، مولانا غلام رسول اور مولانا محمد عظیم سے حاصل کی۔ بعدازاں دارالعلوم دیوبند جا کر عربی کی آخری کتب اور دورۂ حدیث پڑھا۔ غالباً ۱۳۳۵ھ / ۱۹۱۷ء میں فارغ التحصیل ہوئے۔ بعد میں حضرت مولانا حسین علی واں بھچرانوی رح اور حضرت مولانا احمد علی لاہوری رح سے دورۂ تفسیر کیا۔ فراغت کے بعد اپنے علاقے موضع بہلی میں مدرسہ مظہر العلوم میں تدریس شروع کی۔ ۱۳۲۶ھ / ۸م - ۱۹۴۷ء تک تدریسی شغل جاری رکھا۔ بعد میں وعظ و ارشاد کی مصروفیات کے پیشِ نظر تدریس سے ہاتھ اُٹھا لیا۔

آپ نے حضرت مولانا فضل علی قریشی مسکین پوری رح کے ہاتھ پر سلسلۂ نقشبندیہ میں بیعت کی تھی اور اُن کے خلفائے مجازین میں سے تھے۔ ان کے علاوہ بعض دوسرے بزرگوں مولانا حسین علی، مولانا تاج محمود امروٹی رح اور حکیم الاُمت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی روحانی استفادہ کیا۔ آپ نے سات مرتبہ فریضۂ حج ادا کیا اور کئی عمرے کئے۔ اپنی زندگی میں متعدد تصانیف اپنے قلم سے تالیف کیں۔ جن میں تفسیر "فوائد القرآن" "المستدلات الاحناف"۔ "سیرت النبیؐ"۔ "فیض روحانی"۔ "معارف السلوک"۔ "تصفیۃ الاعمال" اور دیگر کتب آپ کی یادگار ہیں۔ آپ نے ۱۳۹۸ھ / ۱۹۷۸ء میں اپنے وطن بہلی شریف میں وفات پائی۔ اناللہ و انا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ درجاتِ عالیہ نصیب فرمائیں۔ آمین!

حضرت مولانا عبدالہادی دین پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ مولانا غلام محمد کے گھر ۵؍ اپریل ۱۹۰۴ء کی درمیانی شب ۲۲ محرم ۱۳۲۱ھ کو دین پور میں پیدا ہوئے۔ قرآن مجید میاں جی خیر محمد مرحوم سے پڑھا۔ پھر درسِ نظامی کی کتب دین پور ہی میں مختلف اساتذہ مولانا عبدالقادر دین پوریؒ، مولانا عبداللہ لغاریؒ، مولانا محمد سلیمانؒ اور مولانا غلام صدیق حاجی پوریؒ سے پڑھیں اور پھر دارالعلوم دیوبند سے سندِ فضیلت حاصل کی۔ پھر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے دورۂ قرآن میں شامل ہو کر معارفِ قرآنی سے ذہن و فکر کو جِلا دی۔

آپ کی تعلیم و تربیت مولانا تاج محمود امروٹیؒ اور مولانا غلام محمد دین پوریؒ کی نگرانی میں ہوئی تھی۔ بعد میں حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے ہاتھ پر بیعت کی اور اُن سے خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ آپ نے وعظ و تبلیغ اور ارشاد، اصلاح و تزکیہ کے ساتھ جہادِ آزادی میں بھی بھرپور حصہ لیا۔ تحریک خلافت میں آپ پیش پیش رہے۔ جمعیت علمائے ہند سے وابستہ تھے۔ اور مولانا عبیداللہ سندھیؒ سے رشتۂ عقیدت و محبت رکھتے تھے۔ آپ کو تبلیغی اجتماعات کے انعقاد میں لذت محسوس ہوتی تھی۔ مولانا غلام محمد دین پوریؒ کے آخری دورِ حیات میں یادگار اور کامیاب اجتماعات اُن ہی کی سعی و جہد کا نتیجہ تھے۔

آپ نے زندگی کے آخری آٹھ نو سال بیماری میں گزارے۔ چلنا پھرنا موقوف ہو گیا تھا۔ وضو اور نماز سب کچھ چارپائی پر ہوتا تھا۔ وقتِ نماز آپ کی چارپائی اُٹھا کر مسجد میں صف کے ساتھ لگا دی جاتی تھی۔ ۷ رمضان ۱۳۹۸ھ/ ۱۲؍ اگست ۱۹۷۸ء کو آپ نے وفات پائی اور دین پور میں دفنائے گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

حضرت مولانا کے بڑے صاحبزادے میاں سراج احمد دین پوری عالم باعمل ہیں۔

حضرت مولانا نصیر الدین غور غشوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ ۱۲۹۵ھ کو مولانا بہاء الدین بن مولانا سعد الدین کے گھر غورغشتی ضلع کیمبلپور میں پیدا ہوئے۔ آپ افغان کے قبیلہ کاکڑ سے تعلق رکھتے تھے۔ ابتدائی تعلیم آپ نے اپنے بھائی مولانا شہاب الدین سے حاصل کی۔ پھر مولانا غلام رسول المعروف انہی والے سے ثانوی تعلیم حاصل کر کے اعلیٰ تعلیم کے لئے آپ چکڑالہ ضلع میانوالی تشریف لے گئے۔ وہاں علامہ قاضی قمر الدین صاحبؒ سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی۔ یہ بزرگ مولانا احمد حسن امروہی رحمۃ اللہ علیہ تلمیذ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہٗ کے شاگرد تھے اور انہیں، مولانا احمد علی محدث سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اجازت حاصل تھی۔

فراغت کے بعد کچھ عرصہ آپ نے رنگون میں تدریس کی۔ اسی دوران حج بیت اللہ کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔ رنگون سے واپسی پر دارالعلوم دیوبند آئے اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ سے ترمذی و بخاری اور چند دیگر کتب میں تلمذ حاصل کیا۔ واپسی پر غورغشتی آئے اور مختلف علوم و فنون کی کتب کا درس دینے لگے۔ پھر کوئی پچاس سال تک تفسیر و حدیث کی تدریس کرتے رہے۔ اسی وجہ سے شیخ الحدیث کے نام سے زیادہ شہرت پائی۔ آپ کے تلامذہ ہزاروں کی تعداد میں ہیں اور مختلف مقامات پر علمی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

تدریسی خدمات کے علاوہ آپ نے کئی تصانیف بھی تالیف کیں جن میں سے ایک مشکوٰۃ شریف کا عربی حاشیہ ہے جو آن کی علمیت کی واضح دلیل ہے۔ آپ حضرت

مولانا حسین علی واں بچھرانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے اور اس سلسلہ کی ترویج و اشاعت میں بھی کوشاں رہتے تھے۔ آپ کے مریدین سینکڑوں کی تعداد میں ہیں۔ آپ نہایت ہی معتدل مزاج، سادہ طبیعت، نیک سیرت، اور یادگارِ سلف تھے۔ آپ نے ساری زندگی اسلام کی خدمت کی اور ہر باطل کے خلاف جہاد کیا۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں لاہور اور ساہی وال کی جیلوں میں قید کاٹی۔ آپ مودودی صاحبؒ کے افکار و نظریات کے بھی سخت مخالف تھے اور ان کی علمی دلائل سے تردید کرتے تھے۔ آخر میں آپ نے دوبارہ حج بیت اللہ کا ارادہ کیا مگر اس کی تکمیل سے قبل ہی ۴ ذی قعدہ ۱۳۸۸ھ / ۲۴ جنوری ۱۹۶۸ء کو وصال فرما گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ ہزاروں افراد نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔

اللہ تعالے درجاتِ عالیہ نصیب فرمائیں۔ آمین!

(مشاہیر علماء جلد ۱)

حضرت مولانا دوست محمد قریشی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

مولانا دوست محمد قریشی بن مولانا علی محمد بن مولوی محمد عبد اللہ قریشی قصبہ ریخ کلاں تحصیل راجن پور ضلع ڈیرہ غازی خاں میں ۱۵ محرم ۱۳۳۹ھ / ۲۹ ستمبر ۱۹۲۰ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کے جدِ امجد مولوی محمد عبد اللہ صوفی صافی بزرگ تھے اور سلسلۂ چشتیہ میں اصحابِ تونسہ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے والدِ ماجد مولانا علی محمد قریشیؒ اپنے علاقے کے معروف خطیب و واعظ تھے۔ اسی طرح آپ کے نانا مولانا امان اللہ عالم باعمل تھے۔

مذکورہ بالا خاندانی پس منظر میں مولانا دوست محمد نے تعلیم و تربیت حاصل کی۔ والدِ ماجد کی نگرانی میں قرآن مجید حفظ کیا اور مقامی سکول میں داخل ہوئے۔ چھٹی جماعت میں پڑھتے تھے کہ دینی تعلیم کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ مولانا شیر محمد ساکن محمد پور دیوان ضلع ڈیرہ غازی خاں سے فارسی درسیات اور قانونچہ شاہ جمال پڑھا۔ صرف کی دیگر کتابیں مولانا محمد عیسٰے ڈیروی سے پڑھیں۔ علم نحو کے لئے مولانا غلام محمد ساکن ریخ کلاں کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔

ابتدائی دینی تعلیم کے بعد مختلف اساتذہ سے اکتسابِ فیض کے لئے سفر کئے۔ بستی بوہڑ ضلع ڈیرہ غازی خاں میں مولانا محمد حیات، کوٹ مٹھن میں مولانا واحد بخش، گمانی ضلع بہاولپور میں مولانا حبیب اللہ گمانوی اور واں بچھراں میں مولانا حسین علی اور مولانا غلام یٰسین سے استفادہ کیا۔ آخر میں جامعہ اسلامیہ ڈابھیل گئے جہاں امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ تعالے علیہ اور حضرت مولانا سید بدر عالم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ جیسے اکابرین سے دورۂ حدیث پڑھ کر ۱۳۵۸ھ / ۱۹۳۹ء میں سندِ فضیلت حاصل کی۔

فارغ التحصیل ہو کر آپ وطن مالوف آئے اور مدرسہ "انوار العلوم" کی بنیاد رکھی۔ کچھ عرصہ بعد بنگلہ بادڑہ نامی بستی میں چلے گئے۔ پھر مدرسہ مفتاح العلوم بستی اللہ بخش، علاقہ جتوئی میں تدریسی فرائض انجام دیئے۔ اس کے بعد مدرسہ معارف القرآن خان گڑھ میں دینی و علمی کام کیا۔ پھر ۱۹۵۰ء / ۱۳۶۹ھ میں آپ نے پہلی بار فریضۂ حج ادا کیا۔

حج سے واپسی پر احمد پور شرقیہ منتقل ہو گئے۔ اس زمانے میں سردار احمد خاں پتافی مرحوم کے جذبۂ اخلاص سے "تنظیم اہل سنّت والجماعت" قائم ہو چکی تھی۔ آپ بھی اس تنظیم میں شامل ہو گئے۔

۱۹۶۴ء کے آخر میں احمد پور شرقیہ سے کوٹ ادو منتقل ہوئے۔ آپ کے عقیدت مندوں نے عظیم الشان نقشبندی مسجد تعمیر کی اور یہاں آپ نے اپنی دلچسپی کے سامان پیدا کر لئے۔ ۱۳۸۹ھ بمطابق ۱۹۶۹ء میں یہاں "دار المبلّغین" کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا۔ جس میں علماء کی تربیت کا انتظام تھا۔

حضرت مولانا دوست محمد قریشی رحمۃ اللہ علیہ سلسلۂ نقشبندیہ میں مولانا عبدالمالک نقشبندیؒ سے بیعت تھے۔ ایک بلند پایہ عالم، مناظر، کامیاب واعظ و مبلغ، شیخ طریقت اور اہل سنّت والجماعت کے مرکزی رہنما تھے۔ آپ نے متعدد کتابیں بھی یادگار چھوڑی ہیں جن میں "اہل سنّت پاکٹ بک" "منہاج التبلیغ عظمتِ صحابہؓ، جلاء الافہام، جلاء الاذہان، رد المطاعن، براہینِ سنّت، "تعارف خلفائے راشدین، مصباح المقررین، مخزن التقادیر، کشف الحقیقت عن مسائل المعرفت والطریقت، التشریح علی التلویح، اور وضاحت النحو" وغیرہم شامل ہیں۔

ان مستقل بالذات کتابوں کے علاوہ تنظیم اہل سنّت کے آرگن ہفت روزہ "دعوت" لاہور میں آپ کے بے شمار مضامین طبع ہوئے ہیں نیز باب الاستفسارات

کے عنوان سے سوالات کے جوابات بھی لکھتے تھے۔

بہر حال ساری زندگی تبلیغِ اسلام میں گزار دی اور اسی سلسلہ میں سفر میں تھے کہ ۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۴ھ / ۲۷ مئی ۱۹۷۴ء کو بھکر ریلوے اسٹیشن پر دورۂ قلب پڑا۔ ریلوے ہسپتال بھکر میں منتقل کئے گئے۔ مگر صحت نہ ہوئی اور وہیں جان، جانِ آفرین کے حوالے کر دی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

اللہ تعالیٰ درجاتِ عالیہ نصیب فرمائیں۔ آمین!

(تذکرہ علمائے پنجاب)

حضرت مولانا عبدالخالق شورکوٹی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

مولانا عبدالخالق بن مولانا احمد دین بن محمد امین بن محمد اسلام ۵ رمئی ۱۸۹۶ء / ۲۳ رذی قعدہ ۱۳۱۳ھ کو بستی ولی محمد جھنڈیہ تحصیل شورکوٹ ضلع جھنگ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے آباؤ اجداد زمرۂ علماء میں شمار ہوتے تھے۔ یہ خاندان اصلاً موضع منکیرہ ضلع میانوالی کا رہنے والا تھا۔ مولانا عبدالخالق کے والد بزرگوار مولانا احمد دین ترکِ سکونت کر کے بستی ولی محمد آ گئے تھے۔ مولانا عبدالخالق نے اپنے برادرِ مکرم مولانا نورالحق اور والدِ ماجد سے درس نظامی کی اکثر کتابیں پڑھیں۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور وہیں سے سندِ فراغ حاصل کی۔ فراغت کے بعد ۱۳۶۳ھ / ۱۹۴۳ء میں دارالعلوم دیوبند میں عربی کے مدرس مقرر ہوئے اور تقسیم ہند تک فرائض منصبی بخوبی انجام دیئے۔

دارالعلوم دیوبند سے وطن آ گئے اور مختلف مدارسِ دینیہ سے وابستہ رہے۔ تین سال جامعہ عباسیہ بہاول پور میں شیخ الحدیث رہے۔ اس کے بعد پانچ سال مدرسہ نعمانیہ ملتان، بارہ سال مدرسہ محمدیہ ترہال، چھ سال مدرسہ قاسم العلوم ملتان اور زندگی کے آخری چند سال دارالعلوم کبیر والا میں درس و تدریس میں صرف کئے۔

مولانا عبدالخالق نے زمانۂ تعلیم میں مولانا ابوالسعد احمد خاں رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی تھی۔ ابھی سلسلۂ نقشبندیہ کے اوراد و اشغال مکمل نہیں ہوئے تھے کہ مولانا ابوالسعد احمد خاں رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا۔ اُن کے جانشین مولانا عبداللہ ہوئے۔ مولانا عبداللہ سے تجدیدِ بیعت کی اور اُن کے

خلیفۂ مجاز ہوئے۔

مولانا عبدالخالق اچھے منتظم، خوش پوش اور ہنس مکھ انسان تھے۔ پوری زندگی تجرد میں گزار دی۔ ۵ ار نومبر ۱۹۶۶ء / یکم شعبان ۱۳۸۶ھ کو نمازِ فجر کے بعد مراقبے کی حالت میں فوت ہوئے اور احاطۂ دارالعلوم کبیر والا میں دفنائے گئے۔

قطعۂ تاریخ وفات یہ ہے:-

بجھی شمعِ محفل جہاں دم بخود ہے ۔۔۔ ہے تاریخ دیں کے نگیں فخرِ دیں کی
ہوا آہ رخصت وہ نُورِ انجوم! ۔۔۔ نوید خلد، شیخ دار العلوم

۱۹۶۶ء

(ماخوذ تذکرہ علمائے پنجاب)

حضرت مولانا قاضی شمس الدین گوجرانوالہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ ۱۹۰۱ء میں پڑی داخلی ناڑا پنڈی گھیپ ضلع اٹک میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی قاضی شیر محمد مرحوم ہے اور قومیت کے لحاظ سے آپ اعوان تھے۔ آپ نے قرآن کریم تو بعد از فراغ علوم پنڈی گھیپ میں تدریس کے زمانہ میں حفظ کیا۔ آپ نے ابتدائی کتب اپنے بھائی حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحبؒ سے پڑھیں اور درس نظامی کی بعض کتب حضرت مولانا غلام رسول صاحب انہی شریف والوں سے پڑھیں اور پھر واں بھچراں ضلع میانوالی میں حضرت مولانا حسین علی صاحب قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تفسیر قرآن سمیت مثنوی مولانا روم اور کچھ مسلم شریف پڑھیں۔

۱۹۲۲ء میں دار العلوم دیوبند میں داخل ہوتے وہاں صحیح بخاری اور جامع ترمذی حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ صدر مدرس دار العلوم دیوبند کے پاس اور صحیح مسلم حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی۔ سنن ابی داؤد حضرت مولانا سید اصغر حسینؒ کے پاس اور تفسیر بیضاوی اور معانی الآثار طحاوی اور شمائل ترمذی حضرت مولانا رسول خان ہزارویؒ کے پاس پڑھیں۔ اسی طرح سے کچھ کتب حضرت مولانا اعزاز علی امروہیؒ سے پڑھیں اور سندِ فراغ حاصل کی۔

بعد از فراغتِ تعلیم آپ ایک سال مدرسہ انوار العلوم جامع مسجد شیرانوالہ باغ گوجرانوالہ میں مدرس رہے اور یہاں آپ نے شرح جامی اور ہدایہ شریف وغیرہ کتب پڑھائیں۔ پھر ۱۹ برس تک مدرسہ خادم الاسلام شرعیہ محلہ دادے والی میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ ۱۹۴۲ء میں اکابر دیوبند کی دعوت پر دار العلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ جہاں ملا حسن، شرح مسلم العلوم، ہدایہ اخیرین، حاشیہ شرح عقائد اور قاضی مبارک وغیرہ کتب زیرِ درس رہیں۔ بعد ازاں ایک سال پنڈی گھیپ میں اور دو سال مدرسہ

اشاعت العلوم جامع مسجد فیصل آباد میں پڑھاتے رہے۔ پھر وہاں سے ۱۹۴۶ء میں گوجرانوالہ تشریف لے آئے اور بارہ تیرہ برس تک مختلف مدارس میں علومِ دینیہ پڑھاتے رہے۔

۱۹۶۰ء میں آپ نے جامعہ صدیقیہ مجاہد پورہ گوجرانوالہ کی بنیاد رکھی اور آخر دم تک بحیثیت شیخ الحدیث والتفسیر حدیثِ رسول ﷺ کے چراغ جلاتے رہے۔ اس دوران تدریس میں ہزاروں طالبانِ علوم حدیث و تفسیر نے آپ سے شرفِ تلمذ حاصل کیا۔ جن میں حضرت مولانا سرفراز خان صفدر، حضرت مولانا عبید اللہ انور، حضرت مولانا صوفی عبد الحمید، حضرت مولانا مفتی عبد الواحد، حضرت مولانا شاہ زمان محدث دیوبند، حضرت مولانا ضیاء اللہ شاہ بخاری، حضرت مولانا قاضی عصمت اللہ، حضرت مولانا احمد سعید خان ملتانی، حضرت مولانا عبد الرحمٰن خان، اور حضرت مولانا نصر احمد خان، ممتاز علماء میں شمار ہوتے ہیں۔

درس و تدریس کے ساتھ ساتھ آپ نے تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی جاری رکھا اور آپ کے قلم فیض رقم سے کئی شاہکار تصانیف منظرِ عام پر آئیں، جن میں قرآن کریم کی تفسیر "تیسیر القرآن" بخاری کی شرح "الہام الباری" مسلم کی شرح "الہام الملہم"، "کشف الودود" "شرح سنن ابی داؤد"، "تسکین الصدور"، "شرح مشکوٰۃ"، "شرح عبد الرسول"، "رسالہ تراویح"، "مسالک العلماء فی حیات الانبیاء"، "انوار البیان فی اسرار القرآن"۔ اور "افاداتِ حسینیہ" وغیرہ وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔

آپ نے اپنی حیاتِ طیبہ، دین اسلام کی اشاعت و تبلیغ، احیائے سنت اور ردِ بدعت کی خاطر علمی و عملی جدوجہد میں گزاری اور اس سلسلے میں حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان مرحوم اور خطیب الاسلام حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری مدظلہ کے ساتھ مل کر جمعیت اشاعت توحید و سنت کے لائحہ عمل کے مطابق توحید و سنت کی اشاعت و تبلیغ میں مصروف رہے۔ اسی اثناء میں مولوی سلطان محمود

پہلوی ضلع میانوالی بریلوی سے اور مولوی محمد عمر اچھروی بریلوی سے مناظرے کئے۔ اور فتح یاب ہوئے۔ اسی طرح مولوی بشیر شیعہ ٹیکسلا والے سے بمقام ڈھیر مونڈ ضلع اٹک میں مناظرہ ہوا۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کو کامیابی عطا کی اور باطل کو شکست فاش ہوئی۔ پنڈی گھیب اور فتح خان میں کچھ مرزائی مبلغین سے مناظرہ ہوا۔ یہاں بھی حق تعالےٰ نے آپ کو سُرخرو کیا اور مقابل کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

الغرض آپ نے ہمیشہ حق و صداقت کا عَلَم بلند رکھا۔ ذاتی غرض و عناد سے نہ صرف اپنی نجی زندگی بلکہ جماعتی زندگی کو بھی پاک رکھا۔ آپ کی جلالتِ علمی تقویٰ و ریاضت کے صرف اپنے ہی نہیں غیر بھی معترف تھے۔ آپ نے حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ واں بھچراں سے سلوک و تصوّف کے منازل طے کئے اور انہی کے ارشادات پر عمل پیرا رہے اور خلیفۂ مجاز ہوئے۔

سینکڑوں افراد نے آپ کے فیضِ علمی و روحانی سے استفادہ کیا اور بالآخر یہ مردِ حق ۲۱ مئی ۱۹۸۵ء / ۱۱ رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ بروز جمعۃ المبارک اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔

نمازِ جنازہ مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری مدظلہ نے پڑھائی اور ہزاروں افراد نے نمازِ جنازہ میں شرکت کی۔ اللہ تعالےٰ درجاتِ عالیہ نصیب فرمائیں۔ آمین!

(مشاہیر علماء جلد ۲ / ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی)

حضرت مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

مولانا لال حسین اختر ضلع گورداسپور کے ایک گاؤں دھرم کوٹ بندھاوا کے رہنے والے تھے۔ تحریکِ خلافت کے زمانے میں اورنٹیل کالج لاہور میں زیرِ تعلیم تھے۔ تحریکِ عدم تعاون کا آغاز ہوا تو کالج کو خیرباد کہہ دیا اور اپنے وطن جا کر دینی و سیاسی سرگرمیوں میں حصّہ لینے لگے۔ پھر خلافت کمیٹی بٹالہ سے منسلک ہو کر سارے ضلع کا دورہ کیا اور قوت سے خلافت کے اغراض و مقاصد کی تبلیغ کی۔ آخر حکومت کے خلاف منافرت پھیلانے کے الزام میں گرفتار ہوئے اور ایک سال کی قید سزا سنا دی گئی۔ یہ قید آپ نے گورداسپور جیل میں کاٹی۔

قید سے رہائی کے بعد شدھی تحریک کے مقابلے میں تبلیغِ اسلام کے کاموں میں مصروف ہو گئے۔ پھر آریہ سماجیوں کے خلاف کام کرتے ہوئے "انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور" سے متعارف ہوئے اور انجمن کی کوششوں سے متاثر ہو کر اس سے وابستہ ہو گئے اور انجمن سے منسلک ہو کر انجمن کے تبلیغی کالج میں داخل ہوئے۔ سنسکرت پڑھی اور ویدوں کا مطالعہ کیا۔ آٹھ سال انجمن احمدیہ سے وابستہ رہنے کے بعد ۱۳۵۰ھ میں انجمن کی ملازمت سے استعفیٰ دے دیا۔ انجمن سے ترکِ تعلق کے بعد آپ نے "ترکِ مرزائیت" کے نام سے ایک رسالہ لکھا جس میں قادیانیت پر سیر حاصل تنقید ہے۔

ترکِ قادیانیت کے بعد آپ نے اہلِ سُنت والجماعت کے مسلک کے مطابق تبلیغ شروع کی اور اس مقصد کے لئے ایک ماہنامہ "تائید الاسلام" لاہور جاری

کیا جو اُن کی ادارت میں کئی سال چلتا رہا۔

قیامِ پاکستان کے بعد آپ کی تمام تر توجہ ردِّ قادیانیت کی طرف رہی اور باقاعدہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلّغ اور مناظر ہوئے۔ پھر ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں آپ نے بڑھ چڑھ کر عملی حصّہ لیا اور پھر آخر دم تک ختم نبوت کا پرچم بلند رکھا۔ مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد آپ "مجلسِ تحفظ ختم نبوت" کے امیر منتخب ہوئے اور اپنی ساری زندگی اسلام کی خدمت کے لئے وقف کر دی اور آپ نے بقیہ حیات دینی خدمات انجام دیتے ہوئے ۹ رجمادی الاولیٰ ۱۳۹۳ھ / ۱۱ رجولائی ۱۹۷۳ء میں وفات پائی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

(ماخوذ از تذکرہ علمائے پنجاب)

حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ ۱۸۹۶ء کو بفہ تحصیل مانسہرہ ضلع ہزارہ میں جناب حکیم سید گل کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ میں حاصل کی۔ پھر اعلیٰ تعلیم کے لئے پہلے مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لیا۔ بعد ازاں ۱۹۱۵ء میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور حضرت شیخ الہندؒ کے فیضانِ صحبت سے فیض یاب ہوئے۔ پھر ۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۹ء میں حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، حضرت مولانا رسول خان ہزارویؒ اور حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند حاصل کی۔

فراغت کے بعد مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی مہتمم دارالعلوم دیوبند کے ارشاد پر بطور معین مدرس دارالعلوم میں تدریس کی۔ پھر جمعیت علماء ہند کی تنظیم کے لئے مولانا محمد یوسف جونپوریؒ کے ہمراہ پورے ہندوستان کا دورہ کیا اور حیدر آباد دکن کی ایک ہندو ریاست میں دو سال تک بطور مبلّغ اسلام تبلیغی خدمات انجام دیں۔ بعد ازاں ۱۹۲۸ء تا ۱۹۳۰ء اپنے ضلع میں تبلیغی کام کرتے رہے۔

۱۹۳۱ء میں ہزارہ میں سیاسی کام کا آغاز کیا اور انگریز کے خلاف نبرد آزما ہوئے اور اس کے نتیجہ میں ۱۹۳۲ء کا پورا سال ایبٹ آباد اور بنوں کی جیلوں میں گزارا۔ رہائی کے بعد ۱۹۳۳ء میں مرزائیت کے خلاف نبرد آزما رہے ۱۹۳۴ء میں مجلس احرارِ اسلام سے وابستہ ہو گئے اور مرزائیت کے خلاف تحریک میں زبردست حصّہ لیا۔ ۱۹۴۰ء میں تحریکِ آزادی میں نمایاں کام کیا۔ پھر ۱۹۴۲ء میں انگریز کی بھرتی کے خلاف احرار کی سول نافرمانی تحریک میں شریک ہو کر پورا سال

قید و بند میں گزارا۔

پھر ۱۹۵۳ء کی تحریک ختمِ نبوت میں نمایاں کردار ادا کیا۔ ۱۹۵۶ء میں جمعیت علماء اسلام کے ناظم اعلیٰ مقرر ہوئے۔ ۱۹۵۸ء میں ایوب خاں کے مارشل لاء اور ۱۹۶۲ء میں عائلی قوانین کے خلاف ڈٹ گئے۔ ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ ۱۹۷۱ء میں عرب ممالک کا دورہ کیا اور ۱۹۷۲ء میں سرکاری حج وفد کے رکن کی حیثیت سے حج و زیارت کی سعادت حاصل کی۔

بہرحال آپ نے ساری زندگی اسلام اور ملتِ اسلامیہ کی خدمت کی اور ہمیشہ حق گوئی و بے باکی کا مظاہرہ کیا۔ جس بات کو حق سمجھا اُس پر ڈٹ جاتے تھے۔[1]

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہٗ فرماتے ہیں کہ :-

"مولانا ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی سیاسی اور مناظرانہ نبرد آزمائی کی زندگی تھی۔ اس سلسلے میں اُن کے طرزِ فکر و عمل سے اختلاف ہو سکتا ہے لیکن ان کی درویشانہ زندگی اس بات کی شاہد ہے کہ ان کے کسی اقدام کے پیچھے ذاتی مفاد کا کوئی جذبہ کار فرما نہیں تھا۔"[2]

آخری ایام میں گوشہ نشینی اختیار کی اور ۴ر فروری ۱۹۸۱ء کو رحلت فرمائی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

اللہ تعالےٰ درجات بلند فرمائے۔ آمین !

[1] مشاہیر علماء جلد ۲ [2] نقوشِ رفتگان۔

حضرت مولانا محمد متین خطیب دیوبندیؒ

آپ کی ولادت دیوبند ضلع سہارنپور یوپی (بھارت) میں ۲۷ر صفر ۱۳۲۶ھ مطابق ۳۱ مارچ ۱۹۰۸ء بروز بدھ بوقت صبح صادق ہوئی۔ دیوبند میں ایک اعلیٰ خاندان شیوخ صدیقی آباد ہے جن کی مستقل آبائی رہائش عالیشان عمارت دیوان نزد دارالعلوم دیوبند میں تھی۔ مغل بادشاہ شاہجہانؒ کے دیوان (وزیر مالیات) دیوان شیخ لطف اللہؒ تھے اور شاہجہان خود دیوبند دیوان لطف اللہ مرحوم کے گھر پر آئے، تو انہوں نے ایک عالیشان حویلی اور عیدگاہ تعمیر کرانے کا حکم دیا گیا اور گاؤں اس خاندان کو عطا کیے تاکہ وہ زندگی بسر کرنے میں تکلیف نہ اٹھائیں۔ عیدگاہ شاہجہانی کی امامت نماز عیدین بھی اسی خاندان کو سپرد کی گئی جو اب تک جاری ہے اس خاندان میں حاجی شیخ عبدالمومن صاحب مرحوم ایک معزز فرد تھے اور دارالعلوم دیوبند کے پہلے مہتمم حاجی عابد حسین صاحبؒ دیوبندی کے مرید خاص تھے، ان کے دو بیٹے مولانا محمد مبین صاحب مرحوم اور مولانا محمد منعم حقانی مرحوم تھے۔ خطابت و امامت عیدگاہ مولانا محمد مبین صاحب خطیب مرحوم کو منتقل ہوئی ہے اور ۲۰۰ دو سو بیگھہ زمین ملی ان کے فرزند ارجمند مولانا محمد متین خطیب ہیں۔ ان کے والد بزرگوار حضرت مولانا محمد مبین صاحب مرحوم نے مظاہر العلوم سہارنپور میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تعلیم حاصل کر کے سند حاصل کی پھر دیوبند میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے شرف تلمذ حاصل کر کے دارالعلوم دیوبند سے سند حاصل کی اور اپنے استاذ محترم حضرت

شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ خدمت دین و غلبۂ اسلام کی تحریک ریشمی رومال میں لگ گئے مطبوعہ کتاب تحریک ریشمی رومال مؤلفہ مولانا محمد میاں صاحب مرحوم میں بار بار متعدد مقامات پر ان کا تذکرہ موجود ہے اور آزاد ہند کے عسکری نظام میں مولانا محمد مبین صاحب خطیب مرحوم کو لفٹیننٹ کا عہدہ دیا جانا بھی اسی کتاب میں موجود ہے۔

یہ تفصیل مولانا محمد متین خطیب کے دادھیالی خاندان کی ہے اسی خاندان سے حضرت مولانا محمد طیب صاحب مدظلہٗ مہتمم دارالعلوم دیوبند کی والدہ ماجدہ تھیں جو مولانا محمد متین خطیب کی پھوپھی ہوتی تھیں جن کی حقیقی بھتیجی مولانا موصوف کی اہلیہ ہوتی ہیں جن کی پرورش اور شادی وغیرہ بھی والدہ مرحومہ حضرت قاری محمد طیب صاحب نے کی تھی مولانا خطیب صاحب کی ننہیال دیوبند کے قضاۃ خاندان سے ہے اور منشی محمد اکرم صاحب مرحوم خلیفہ مجاز حضرت حاجی عابد حسین صاحب دیوبندی مرحوم کی صاحبزادی کنیز فاطمہ مولانا محمد متین صاحب خطیب کی والدہ ماجدہ تھیں خطیب صاحب کے ماموں مولانا محمد مسلم صاحب عثمانی مرحوم تھے۔ جو انبالہ چھاؤنی کے مدرسہ عربیہ معین الاسلام اور لائلپور جامع مسجد کے مدرسہ اشاعت العلوم میں صدر مدرس رہ چکے تھے۔

خطیب صاحب کے والد کا انتقال ۱۴ر جولائی ۱۹۶۹ء کراچی میں ہوا اور ان کی تدفین دارالعلوم کراچی کی عالیشان عمارات کے ساتھ دارالعلوم کے قبرستان میں ہوئی ہے قبلہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس اللہ سرہٗ نے یہ کہہ کر انھیں دفن کیا کہ :-

"دارالعلوم کے قبرستان میں ایک عظیم المرتبت شخصیت اور ہمارے بزرگ عالم کی تدفین ہمارے لئے بڑی سعادت ہوگی"

خطیب صاحب کی والدہ مرحومہ کا انتقال اپنے داماد مولانا محمد زکی صاحب مرحوم مالک ادارہ اسلامیات انار کلی لاہور کے مکان پر ہوا اور ان کی تدفین ۱۹۷۶ء میں

قبرستان حضرت میانی میں مولانا محمد زکی صاحب مرحوم کے قریب ہوئی خطیب صاحب کی ایک ہمشیرہ اور ایک بھائی محمد حسین الدین دیوبند میں اور ایک چھوٹی ہمشیرہ اہلیہ مولانا محمد زکی صاحب لاہور میں آباد ہیں۔

خطیب صاحب کی تعلیم و تربیت دیوبند میں ہوئی ۱۹۰۸ء میں پیدائش کے بعد ۱۹۲۲ء تک حفظ قرآن فارسی کی تکمیل دارالعلوم دیوبند سے ہوئی ۱۹۲۱ء میں شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے دست مبارک سے ختم قرآن کی تقریب ادا ہوئی۔ جس کے ساتھ ہی حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہٗ اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تقریب بیعت بھی ہوئی جو قران السعدین ہے عربی علوم کی تدریس انبالہ چھاؤنی کے مدرسہ عربیہ معین الاسلام میں ہوئی جس کے مہتمم آپ کے والد مولانا محمد مبین صاحب خطیب تھے اور صدر مدرس آپ کے ماموں مولانا محمد مسلم صاحب عثمانی مرحوم تھے۔ بعد میں فراغت کے بعد دوبارہ دورہ حدیث اور فنونات کی تکمیل دارالعلوم دیوبند میں کی آپ کے اساتذہ میں حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحب چاندپوری، حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحبؒ دیوبندی، حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بلیاوی حضرت مولانا رسول خان صاحب اور حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ جیسے بزرگ تھے ۱۹۲۷ء میں فراغت کے بعد شادی ہوئی اور نکاح دارالعلوم دیوبند کی مسجد میں حضرت مولانا حکیم محمد جمیل صاحب دہلویؒ رکن مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند نے پڑھایا۔ تقریب نکاح کے انتظامات حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحبؒ عثمانی مہتمم دارالعلوم نے کیے۔ اور رخصتی جنابہ والدہ صاحبہ مرحومہ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہٗ نے کی۔

۱۹۳۰ء میں خطیب صاحب اپنے والد صاحب کی جگہ پر مدرسہ عربیہ معین الاسلام

انبالہ چھاؤنی میں ملازم ہو گئے اور آپ کے والد صاحب حج پر چلے گئے واپسی پر آپ کے والد صاحب نے مطمئن ہو کر اپنی جگہ پر مولانا محمد متین خطیب کو ہی باقی رکھا اور خود انبالہ شہر چلے گئے۔ جہاں ۱۹۴۷ء تک جامع مسجد انبالہ شہر کے خطیب رہے۔

یکم دسمبر ۱۹۳۰ء سے ۵ اگست ۱۹۴۷ء تک خطیب صاحب مدرسہ عربیہ معین الاسلام صدر بازار انبالہ چھاؤنی میں صدر مدرس اور مہتمم کی حیثیت سے کام کرتے رہے خطیب صاحب کے زمانہ میں درجہ عربی و حفظ قرآن میں ترقی ہوئی۔ اور پرائمری سکول مڈل تک پہنچا۔ خطیب صاحب جامع مسجد صدر میں جمعہ پڑھاتے رہے اور دیوبند میں عیدین کی نماز کے فرائض بھی ادا کرتے رہے، یہ خطابت و امامت شاہجہانی دور کا آغاز تھا جس کی وجہ سے کلکٹر سہارنپور میونسپل کمیٹی دیوبند تحصیل دیوبند منصف صاحب دیوبند کی عدالت اور تھانہ دیوبند کی طرف سے ہر عید کے موقعہ پر ایک ایک پگڑی اور کچھ نذرانہ حکام خود خطیب صاحب کو بعد از خطبہ پیش کرتے تھے جس پر خطیب قبولیت کے لئے ہاتھ رکھ دیتا تھا اور مکبرون کا خاندان یہ پگڑیاں اور نذرانہ لے لیتا تھا یہ اس قدر محبت کا اعزاز تھا کہ اس کی وجہ سے حکام ضلع اور افسران اعلیٰ خطیب صاحب کی عظمت کرتے تھے اس کی وجہ سے دیوبند میں خطیب منزل کے نام سے ایک مکان موسوم ہے۔ اور خطیب کا لقب اس خاندان میں نام کے ساتھ لگا ہوا ہے۔

پاکستان آنے کے بعد ۱۹۴۹ء سے ۱۹۷۸ء تک ناظم آباد عید گاہ میدان میں نماز عیدین پڑھاتے رہے پھر مولانا محمد تقی عثمانی خلف اصغر مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی جگہ مقرر کر کے بوجہ ضعف و کمزوری علیحدگی اختیار کر لی ہے مولانا کے زمانہ میں اس جگہ باقاعدہ عید گاہ تعمیر ہوئی اور کراچی کارپوریشن نے اسے باقاعدہ بنا کر منظوری دے دی جس کی تعمیر چندہ سے کرائی گئی۔ درختوں کا حاشیہ اور گیٹ کارپوریشن نے بنائے، مولانا خطیب صاحب کے زمانہ سے نشتر پارک کے بعد دوسرے نمبر کی کراچی میں نماز عیدین کی جگہ ہے۔ جس میں ایک لاکھ سے زائد نفوس نماز ادا کرتے ہیں اس کی

باضابطہ ایک عید گاہ کمیٹی ہے جس کا تعلق مجلس عمل ہائے ناظم آباد سے ہے جو اس کی دیکھ بھال اور نماز عید کا انتظام کرتی ہے جس کے جنرل سیکرٹری مستفیض احمد صدیقی صاحب ہیں جو ناظم آباد کے مشہور لیڈر ہیں۔

مولانا محمد متین خطیب صاحب انبالہ چھاؤنی مدرسہ عربیہ میں درس نظامی کی کتب اور دورہ حدیث پڑھاتے تھے پاکستان میں اُن کے کئی شاگرد موجود ہیں۔ جن میں سے ممتاز علماء میں مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی صاحب ساہیوال ضلع سرگودھا، مولانا نظام الدین صاحب بہاری رحیم یار خان حکیم مولانا عبدالقادر فیضی دواخانہ لاہور، مولانا محمد علی صاحب خطیب مسجد فیڈرل کیپیٹل کوارٹر کراچی لیاقت آباد ہیں۔

باقی شاگرد بنگلہ دیش اور بھارت میں آباد ہیں، مولانا محمد متین صاحب خطیب تقسیم ہند کے بعد ۴۷ء میں پاکستان آکر ۱۹۵۱ء سے دارالعلوم کراچی کے ساتھ وابستہ ہو گئے اور اب تک وابستہ ہیں۔ آپ دارالعلوم کراچی کے انتظامی امور انجام دیتے ہیں۔ درمیان میں آپ کا تعلق اردو کالج سے ۵۷ء میں قائم ہو گیا۔ جہاں ۱۹۷۳ء تک اسلامی نظریات کا مضمون بی۔ اے بی کام اور سائنس کے طلباء کو پڑھاتے رہے پھر ریٹائر ہو کر کراچی یونیورسٹی میں چار برس کام کرتے رہے کراچی یونیورسٹی نے آپ کے مشورہ سے ہی "اسلامی نظریات" کا مضمون لازمی قرار دیا اور خطیب صاحب نے ایک مختصر کتاب "اسلام کا نظریہ حیات" مرتب کر کے کورس میں شامل کرائی جو آج بھی بطور مطالعہ بہترین شمار ہوتی ہے آج کل ہر جگہ سے علیحدگی اختیار کر لی ہے،

۱۹۵۱ء سے ۱۹۷۶ء تک ریڈیو پاکستان کراچی سے وابستہ رہے اور صبح کی نشریات میں "قرآن حکیم اور ہماری زندگی" کے عنوان سے درس قرآن مجید نشر کراتے رہے جو ملک اور بیرون ملک بہت مقبول ہوا، افریقہ جیسے ملک میں اوقات کے اختلاف کی وجہ سے لوگوں نے یہ انتظام کر رکھا تھا کہ ایک آدمی ٹیپ پہ رات کے آخری حصے میں اس پروگرام کو ریڈیو پاکستان

کراچی سے منتقل کر لیتا اور بعد نماز فجر لوگ مساجد میں اُسے سنتے تھے آج کل خطیب صاحب نے ریڈیو سے بھی اپنا تعلق بوجہ ضعف و کمزوری منقطع کر رکھا ہے لیکن تمام دروس القرآن کی کاپیاں آپ کے پاس محفوظ ہیں جو غیر مرتب ہیں اُن کو مرتب کر کے شائع کرنے کی خواہش ضرور ہے مگر مالی و جسمانی کمزوریوں کی وجہ سے یہ کام نہ ہو سکا۔

مولانا خطیب صاحب شروع سے ہی تحریک مسلم لیگ اور نظریۂ پاکستان کے زبردست حامی تھے چنانچہ قائد اعظم محمد علی جناح مرحوم سے انہیں بڑا لگاؤ ہے۔ علامہ مولانا آزاد سبحانی گورکھپوری کی کوشش سے جب کل ہند جمعیت علمائے اسلام کا کلکتہ میں آغاز ہوا تو آپ اس سے اساسی رکن کی حیثیت سے وابستہ ہو گئے اور شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رح کا خطبہ صدارت کلکتہ لے جا کر خطیب صاحب نے علامہ مرحوم کی نیابت میں بوجہ عدم موجودگی پڑھا۔ اس اجلاس میں حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی صاحب مرحوم علامہ سید ابراہیم سیالکوٹی مرحوم مولانا غلام مرشد صاحب خطیب شاہی مسجد مرحوم، پیر صاحب سرسینا بنگال مولانا راغب احسن صاحب مرحوم مولانا عبد القدوس بہاری، مولانا سید حسن مثنّٰی ندوی صاحب اور دیگر ممتاز علمائے ہند موجود تھے مولانا آزاد سبحانی اس عظیم الشان جلسہ کے بانی تھے جو محمد علی پارک کلکتہ میں ہوا تھا۔ ایس اے حمید صاحب ایس اے لطیف صاحب اور محمد عثمان صاحب میئر کارپوریشن کلکتہ جناب شہید سہروردی خواجہ ناظم الدین صاحب جیسے ممتاز لوگوں نے انتظام اجلاس اور تواضع مہمانان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا، اسی طرح جمعیۃ علمائے اسلام کی بنیاد پڑی جس کے بہت بڑے محرک مولانا ظفر احمد انصاری تھے اور مولانا ظفر احمد انصاری برابر جمعیۃ علمائے اسلام سے وابستہ رہے اس جمعیۃ کے قیام سے تحریک پاکستان کو زبردست حمایت حاصل ہوئی، ہندوستان کے ممتاز علماء نے اس کی سرپرستی فرمائی مثلاً حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی مرحوم علامہ سید سلیمان ندوی صاحب مرحوم مفتی محمد حسن صاحب مرحوم

مولانا خیر محمد صاحب جالندھری مرحوم علامہ میر محمد ابراہیم سیالکوٹی مرحوم مولانا غلام مرشد صاحب مرحوم مفتی اعظم مفتی محمد شفیع صاحب مرحوم پیر جماعت علی شاہ صاحب مرحوم مولانا عبد الواحد صاحب خلف مولانا عبد الماجد صاحب بدایونی مرحوم حضرت مولانا محمد طیب صاحب مدظلہ، مولانا محمد طاہر صاحب مرحوم وغیرھم جیسے ممتاز علماء نے اس جمعیت کا ہمیشہ ساتھ دیا آخری دور میں پاکستان بننے کے بعد مولانا محمد صادق صاحب سندھی مرحوم کراچی حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری مرحوم حضرت مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی مرحوم جیسے اکابرین نے مشرقی پاکستان کے علماء حضرت مولانا اطہر علی صاحب مرحوم حضرت مولانا مفتی دین محمد صاحب ڈھاکہ مرحوم مولانا شمس الحق صاحب فرید پوری مرحوم ڈھاکہ مولانا مصلح الدین صاحب مولانا صدیق احمد صاحب چاٹگام مولانا بدل الرحمٰن صاحب مرحوم مولانا فرید احمد صاحب شہید مرحوم پیر صاحب سرسینا، پیر محسن الدین صاحب جیسے اکابرین نے پاکستان میں جمعیت علمائے اسلام کے ذریعہ اسلامی دستور کی مساعی تیز کرنے کے لئے نظام اسلام پارٹی بنا کر انتخابات میں حصہ لیا۔ جس کے بعد عبد الوہاب صاحب سپیکر مولانا اطہر علی صاحب نور الحق چودھری صاحب مصباح الدین صاحب مولوی فرید احمد ممبر اسمبلی بنے، اس تمام عرصے میں مولانا محمد متین خطیب صاحب برابر شریک رہے بلکہ ناظم کل پاکستان کی حیثیت سے کام کرتے رہے اور کبھی یہ کوشش نہیں کی کہ خود کو نمایاں کر کے کوئی مقام یا منصب حاصل کریں۔ ہمیشہ خادمانہ حیثیت میں کام کرنا پسند کیا اور بھارت (ہند) کے دور میں حیدر آباد دکن مدراس، کلکتہ، بمبئی، لاہور، پشاور، بھوپال، حیدر آباد سندھ، کوئٹہ وغیرہ میں بڑی جمعیت کی کانفرنسوں کا خود جا کر انتظام سنبھالا اور انہیں کامیاب کیا علامہ عثمانی مرحوم نے لاہور کانفرنس کے اپنے خطبہ "ہمارا پاکستان" کے آخر میں فرمایا تھا کہ "برادر عزیز مولوی محمد متین خطیب اگر میرے ساتھ ہر وقت تعاون نہ کرتے تو نہ میں کام کر سکتا تھا۔ اور نہ جمعیت علماء اسلام کو فروغ حاصل ہوتا"

قائداعظم مرحوم قائد ملت مرحوم نواب بہادر یار جنگ مرحوم جیسے سیاسی اکابرین نے بھی اپنے مکتوبات میں خطیب صاحب کی زبردست تعریف و تحسین کی ہے ۔ کراچی میں ۱۹۵۱ء سے مستقل قیام کیا تو کراچی اور سندھ کے علاوہ پنجاب ، سرحد ، بلوچستان میں بھی آپ نے دورے کر کے جمعیت کو قائم کیا اور دن رات اس طرح کام کیا کہ اپنے بچوں کو بھی نظر انداز رکھا ۔ مشرقی پاکستان میں کئی مرتبہ دورے کئے اور بڑے بڑے جلسوں میں تقاریر کیں ۔ کاکس بازار چاٹگام سلہٹ میمن سنگھ چاندپور جیسے دور دراز علاقوں کے دورے کئے ۔ کراچی میں ہزارہا جلسوں میں تقاریر کیں اور یہ تمام مساعی بغیر معاوضہ کے انجام دیں ۔ اب جبکہ ۱۹۸۱ء میں مولانا کی عمر ۷۲ برس کی ہے ان تمام مشاغل سے گوشہ نشین ہو کر صرف دارالعلوم کراچی کی وابستگی پر قناعت کر لی ہے اور یہ گوشہ نشینی بھی ڈاکٹروں کے مشوروں سے اختیار کی ہے اس لئے کہ خطیب صاحب عرصے سے ذیابیطس (شوگر) کے موذی مرض میں مبتلا ہو گئے مولانا خطیب صاحب نے پاکستان میں حکومت سے کچھ نہیں لیا نہ مکان نہ زمین نہ مالی امداد صرف ۲۴۳ گز کا ایک پلاٹ لے کر ناظم آباد نمبر ۴ میں ایک مکان بنایا ۔ جس میں آج کل خود آباد ہیں مولانا کے تین لڑکے ہیں جن میں سے محمد معین صدیقی بڑے لڑکے آپ کے پاس ہیں ، دو لڑکے محمد امین صدیقی محمد ذہین صدیقی نیو یارک امریکہ میں برسر روزگار ہیں اور وہاں مکان بھی بنا لیا ہے پانچ لڑکیاں ہیں جن کی شادیاں ہو گئیں ہیں صرف چھوٹا لڑکا محمد ذہین صدیقی غیر شادی شدہ ہے ۴ پوتیاں ۲ پوتے اور گیارہ نواسے نواسیاں ہیں اور الحمدللہ سب کے سب خوش و خرم ہیں ۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ خطیب صاحب کو صحت و عافیت عطا فرمائیں آمین اور ان کی خدمات کو قبول فرما کر آخرت میں اس کا بہترین صلہ بخشیں ۔ ثم آمین ۔ آپ ۱۰ فروری ۱۹۸۲ء کو کراچی میں رحلت فرما گئے ۔ دارالعلوم کراچی میں تدفین ہوئی ۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔

حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی

قصبہ کاندھلہ یوپی کے ضلع مظفر نگر کا ایک علمی خطہ ہے جہاں بڑے بڑے علماء و صلحاء اور اہل اللہ پیدا ہوئے ہیں حضرت مولانا مفتی الٰہی بخش کاندھلوی ؒ ، حضرت مولانا مظفر حسین کاندھلوی ؒ ، حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی ؒ ، حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی ؒ حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی ؒ ، حضرت محمد یوسف کاندھلوی ؒ ، حضرت مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلوی ؒ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی ؒ ، اسی قصبہ کاندھلہ کے آفتاب و ماہتاب ہیں ۔ ان میں سے ہر شخص اپنی اپنی ذات میں ایک انجمن کی حیثیت رکھتا ہے ۔ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد مالک صاحب کاندھلوی مدظلہم العالی بھی ۱۹۲۵ء میں اسی قصبہ کاندھلہ میں پیدا ہوئے ۔ آپ شیخ المحدثین والمفسرین حضرت مولانا الحاج محمد ادریس کاندھلوی قدس اللہ سرہٗ کے مایۂ ناز فرزند ارجمند ہیں اور اپنے علم و فضل زہد و تقویٰ اور خلوص و للٰہیت میں اپنے والدِ مکرم کا عملی نمونہ ہیں ۔ اور صحیح علمی و روحانی جانشین ہیں ، ابتدائی تعلیم کا آغاز قرآن مجید سے ہوا ۔ والد صاحب ؒ چونکہ حیدر آباد دکن میں مقیم تھے اس لئے وہاں کے زمانۂ قیام میں دس سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا ۔ باضابطہ تعلیم تھانہ بھون میں حکیم الامت مجدد ملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی میں شروع کی تھانہ بھون سے حضرت حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر مکی ؒ رحمۃ اللہ علیہ حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی ؒ اور حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی ؒ کی نسبت سے ایک خاص تعلق تھا ۔ حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ننھیال میں آپ کے رشتہ میں تھے ، تھانہ بھون میں ابتدائی فارسی اور اردو کی

تعلیم حاصل کی، اس کے بعد کاندھلہ چلے آئے اور والد مکرم کی سرپرستی میں قائم کردہ مدرسہ نصرت الاسلام میں مزید تعلیم کے لئے داخل ہوئے تین سال تک اسی مدرسہ میں تعلیم پائی آپ کے اساتذہ میں مولانا حافظ عبد المجید صاحبؒ شامل تھے، جو حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ کے خلفاء میں سے تھے اس کے بعد مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں آئندہ تعلیم کی تکمیل کے لئے داخلہ لیا اپنے نانا مولانا محمد زکریا نانوتوی کے ہمراہ اس کمرے میں قیام رہا جو حضرت اقدس مولانا خلیل احمد سہارنپوری قدس سرہٗ کا کمرہ ہوا کرتا تھا، حضرت مولانا حافظ عبد اللطیف صاحبؒ مہتمم مظاہر العلوم کی خصوصی شفقت اور سرپرستی میں حدیث و تفسیر کے علوم کی تکمیل کی، ۱۳۵۸ھ میں اپنے والد ماجد مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کے حکم پر دار العلوم دیوبند تشریف لے گئے، حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھویؒ ان دنوں دار العلوم دیوبند میں شیخ التفسیر کے عہدۂ جلیلہ پر فائز تھے دار العلوم دیوبند سے حدیث و تفسیر اور معقولات و فلسفہ علم کلام کی تکمیل کی۔ دار العلوم دیوبند میں قیام تقریباً ۲ سال رہا دورہ حدیث بخاری و مسلم شریف شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی اور مجاہد الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے پڑھا، اس کے علاوہ حدیث کے دوسرے اسباق مولانا اعزاز علی صاحبؒ، مولانا عبد السمیع صاحبؒ مولانا محمد شفیع صاحبؒ، مولانا محمد ابراہیم صاحبؒ اور مولانا نافع گل اور مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ سے پڑھے۔ اس کے بعد جب بعض سیاسی اختلافات کی بناء پر علامہ انور شاہ کشمیریؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مفتی محمد شفیع دیوبندی اور مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ جیسے مشاہیر علم و فضل دیوبند سے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل منتقل ہوئے۔ تو دورۂ حدیث کے چالیس سے زائد طالب علم بھی وہاں منتقل ہو گئے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کو دار العلوم دیوبند کی طرز پر علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے قائم کیا تھا۔ ۱۳۶۲ھ میں جامعہ اسلامیہ سے مکرر دورۂ حدیث کی تکمیل کی یہاں کے اساتذہ میں مولانا عبد الرحمٰن امروہیؒ اور مولانا سید بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنیؒ بھی شامل تھے۔ بسند

فراغت تعلیم کے بعد اس خیال سے دار العلوم دیوبند تشریف لے گئے کہ وہ کچھ عرصہ تصنیف و تالیف میں گزاریں گے لیکن ان ایام میں بہاولنگر کے ایک مدرسہ جامع العلوم کے مہتمم دیوبند آئے ہوئے تھے اُن کے اصرار پر والد مکرم مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کی رائے سے بہاولنگر تشریف لے گئے اور اس مدرسہ میں تدریس کا آغاز کیا بعد میں اسی مدرسہ کے لئے وہاں کے لوگوں کے تقاضے پر آپ پر آپ کی کوششوں سے مولانا سید بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنیؒ بھی تشریف لے آئے جامع العلوم میں تدریسی زندگی کا آغاز صحیح مسلم، ابوداؤد، تفسیر جلالین اور ہدایہ سے کیا۔ اس کے علاوہ معقولات میں قاضی مبارک اور میر زاہد جیسی کتابیں بھی پہلے سال پڑھائیں، ۱۳۶۵ھ میں جامع العلوم کے دو سال قیام کے بعد علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے ارشاد پر جامعہ اسلامیہ ڈابھیل منتقل ہوئے اور وہاں استاذ حدیث کی حیثیت سے درس و تدریس کا کام شروع کیا جہاں سے تھوڑا عرصہ قبل دورۂ حدیث کی تکمیل کی تھی۔ اس زمانہ میں جامعہ اسلامیہ میں علامہ شمس الحق افغانی مدظلہٗ شیخ الحدیث تھے اسی دوران قیام پاکستان کی وجہ سے علامہ شمس الحق افغانی پاکستان سے ہندوستان واپس نہ جا سکے تو جامعہ اسلامیہ میں حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کے ہمراہ دورۂ حدیث کی تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔

قیام پاکستان کے بعد علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے اصرار پر آپ کے والد محترم خاندان کے دوسرے افراد کے ہمراہ پاکستان جا چکے تھے۔ علامہ عثمانی مرحوم نے دار العلوم دیوبند کی طرز پر پاکستان میں ایک دار العلوم کے قیام کی تجویز پر کام کیا تھا جسے بعد میں مولانا احتشام الحق تھانویؒ نے مولانا سید بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی کی ہمراہی میں ٹنڈو الہ یار میں پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ ۱۳۶۷ھ میں علامہ سید سلیمان ندویؒ کے ہمراہ دہلی سے لاہور کا سفر کیا حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ خیر المدارس ملتان میں آپ کو استاذ حدیث مقرر کرنا چاہتے تھے لیکن علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی خواہش کے احترام میں آپ نے ٹنڈو الہ یار میں تدریسی خدمات کا آغاز کیا دار العلوم الاسلامیہ ٹنڈو الہ یار میں زندگی کے ۲۵ سال تدریسی خدمات میں گزارے اس

کے بعد والد مکرم حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کے انتقال کے بعد ۱۹۷۴ء میں پاکستان کی مرکزی درسگاہ جامعہ اشرفیہ لاہور میں مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ، مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی اور حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ کی اہلیہ محترمہ کے اصرار پر تشریف لے آئے۔ کیونکہ آپ کے والد مکرم جامعہ اشرفیہ لاہور میں شیخ الحدیث والتفسیر کے عہدہ پر فائز تھے، اس لئے جامعہ کے مہتمم مولانا محمد عبید اللہ صاحب امرتسری اور جملہ اراکین شوریٰ کی خواہش پر اپنے والد محترم کی عظیم مسند پر بطور شیخ الحدیث والتفسیر فائز ہوئے اور آج تک حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چراغ جلا رہے ہیں اور ہزاروں طالبان علم آپ سے کسب فیض کر چکے ہیں۔

آپ کا شمار اس دور کے نامور محقق علماء میں ہوتا ہے اور عرصہ بتیس برس سے دینی علمی اور تدریسی خدمات میں مصروف ہیں تدریسی خدمات کے علاوہ تصنیف و تالیف بھی آپ کا محبوب مشغلہ رہا ہے اور کئی عظیم کتابیں اور رسالے تصنیف کئے ہیں جن میں اردو زبان میں دو جلدوں پر مشتمل "تجرید صحیح مسلم" اصول تفسیر منازل العرفان فی علوم القرآن، پیغام مسیح" تاریخ حرمین، الهدایہ کی جلد ثالث اور رابع کا اردو زبان میں ترجمہ، اسلامی معاشرت پردہ اور مسلمان خاتون اور امت مسلمہ میں عظیم تفرقہ "(ردِ قادیانیت) زیادہ اہم ہیں۔ اس کے علاوہ مختلف موضوعات پر دینی اور تبلیغی رسائل بھی لکھے ہیں، بہرحال آپ موجودہ دور میں ایک عظیم محقق، محدث، مفسر، مدبر، متکلم، ادیب، مصنف اور مایہ ناز خطیب ہیں، اپنے علم و عمل اور تقویٰ و طہارت میں قدیم اسلاف کی عظیم یادگار ہیں۔ نہایت متواضع، منکسر المزاج اور لطیف الروح میں اخلاق و عادات میں اپنے والد محترم کا نمونہ ہیں، اکابرین دیوبند میں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ علامہ انور شاہ کشمیریؒ، مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ مفتی محمد حسن امرتسریؒ اور قدیم اکابر میں مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے زیادہ متاثر ہیں حکیم الامت مولانا

اشرف علی تھانویؒ کی قائم کردہ مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان کے مرکزی نائب صدر اور سواد اعظم اہلسنت پاکستان پنجاب کے امیر اعلیٰ ہیں، شریعت بنچ حکومت پاکستان اور ادارۂ تحقیقات اسلامی پاکستان کے رکن اعلیٰ ہیں، ہمیشہ پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے کوشاں رہے ہیں اور اپنے اکابر شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ، فقیہ الامت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ اور شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ کے مقدس مشن کو زندہ کئے ہوئے ہیں ہر اہم دینی اور قومی مسائل کو سلجھاتے ہیں ارباب حکومت کی طرف سے مدعو کئے جاتے ہیں اور ایک بین الاقوامی شخصیت کے مالک ہیں۔

ایک باوقار، ملنسار شخصیت ہیں اور اللہ تعالیٰ نے حسن ظاہر اور حسن باطن سے خوب نوازا ہے پاکستان بھر آپ کی جامع شخصیت کا معترف ہے اور آپ کی تحریر و تقریر سے اسلاف کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ بڑے جلیل القدر محدث اور قابل فخر محقق ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات کو قبول فرمائے، اور آپ کی عمر میں برکت عطا فرمائے آمین۔

آپ ۸ ربیع الاول ۱۴۰۹ھ / ۲۱ اکتوبر ۱۹۸۸ء کو رحلت فرما گئے۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

حضرت مولانا مفتی محمد خلیل صاحب

آپ ایک دینی و علمی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور آپ کے خاندان کے اکثر افراد قرآن مجید کے حافظ مشہور تھے آپ کے والد محترم جناب حافظ علی محمدؒ صاحب اپنے علاقہ کی مسجد میں امامت کے ساتھ قرآن مجید کی تعلیم دیا کرتے تھے جن سے کافی لوگ فیضیاب ہوئے، آپ ۱۳۳۴ھ مطابق ۱۹۱۶ء میں اپنے گاؤں موضع اوُپی تحصیل بھلوال ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے۔ ہوش سنبھالتے ہی اپنے والد بزرگوار سے قرآن مجید پڑھنا شروع کر دیا اور بہت چھوٹی ہی عمر میں نہایت پختہ کار حافظ ہو گئے۔

حفظِ قرآن کے بعد آپ نے اپنے گاؤں کے قریب چک ۱۹ شمالی میں مولانا شاہ محمدؒ صاحب سے فارسی کتب پڑھنی شروع کر دیں اس کے بعد مُرّولہ والا ضلع سرگودھا میں مولانا خدابخش صاحب کے پاس تشریف لے گئے جو وہاں پیرزادوں کو پڑھاتے تھے آپ نے تقریباً قاضی مبارک اور ہدایہ اخرین تک تمام کتب اُن سے پڑھیں پھر آپ بھوال چلے گئے اور وہاں کے خطیب مولانا محمد اشرف صاحب ہزارویؒ سے مشکوٰۃ شریف اور دیوان متنبی وغیرہ کتب پڑھیں اس کے بعد آپ مشہور بزرگ عالم ربانی حضرت مولانا ولی اللہ صاحب انہی شریف ضلع گجرات کے پاس تشریف لے گئے اور عربی و فارسی کی اکثر کتابیں اُن ہی سے پڑھیں پھر حضرت مولانا شیخ عبداللہ صاحب اور پروفیسر اورینٹل کالج مولانا نجم الدین صاحب سے بھی کچھ اسباق پڑھے اور بالآخر جمادی الاوّل ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۹۳۸ء میں مرکز علوم اسلامیہ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اور بلا امداد دیوان متنبی وغیرہ کتب میں

داخلہ لیا پھر شوال ۱۳۵۸ھ مطابق ۱۹۳۹ء کو دورۂ حدیث میں شرکت کا شرف حاصل ہوا اور مندرجہ ذیل نصاب کی کتابیں احادیث مبارکہ کے درس اکابر اساتذہ سے تکمیل فرمائے، جن اساتذہ سے آپ نے دورۂ حدیث کی تکمیل فرمائی وہ یہ ہیں۔

بخاری شریف و ترمذی شریف:- شیخ الحدیث حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ

مسلم شریف	:- حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بلیاویؒ
ابوداؤد شریف	:- شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب امروہیؒ
ابن ماجہ شریف	:- حضرت مولانا نافع گل صاحبؒ
نسائی شریف	:- حضرت مولانا ریاض الدین صاحبؒ
طحاوی شریف	:- مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ صاحب
موطائین شریفین	:- حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ
قرأت	:- حضرت مولانا قاری عتیق الرحمن صاحبؒ

شروع رمضان المبارک ۱۳۵۹ھ مطابق ۱۹۴۰ء کو بعد فراغت تعلیم بہمراہی حضرت مولانا عبیداللہ صاحب ابن حضرت اقدس مولانا مفتی محمد حسن صاحب بانی جامعہ اشرفیہ لاہور، دیوبند سے واپس امرتسر پہنچے اور ایک دن حضرت اقدس مفتی محمد حسن صاحب کے مکان پر قیام کیا اس روز چونکہ حضرت مفتی صاحبؒ گھر پر موجود نہیں تھے لہذا شرفِ ملاقات حاصل نہ ہو سکا اور دوسرے روز امرتسر سے روانہ ہو کر سیدھے اپنے گاؤں اوُپی پہنچے اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ تقریباً ایک سال تک مختلف طلباء کو تعلیم دیتے رہے پھر مدرسہ عزیزیہ بھیرہ ضلع سرگودھا میں مدرس مقرر ہوئے اور تقریباً دو سال تک تعلیم دی اس کے بعد حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب قدس سرہٗ کے حکم پر فیروز پور چھاؤنی چلے گئے۔ مگر وہاں سے عدم موافقت کی بناء پر جلد ہی واپس گوجرانوالہ تشریف لے آئے اور مولانا محمد چراغ صاحب کی دعوت پر آپ مدرسہ عربیہ بیرون خیالی دروازہ

مسجد آرائیاں گوجرانوالہ میں مدرس مقرر ہو گئے جہاں تقریباً آٹھ نو سال تک تدریسی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ اس کے بعد ۱۹۵۱ء میں حج بیت اللہ شریف اور زیارت روضۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے۔ واپسی کے بعد جب حضرت اقدس مولانا مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کی فراغت کا علم ہوا تو آپ کو جامعہ اشرفیہ لاہور میں مدرسی کی پیش کش فرمائی۔ مگر آپ نے نہایت ادب سے گوجرانوالہ ہی میں قیام رکھنے کے خیال کا اظہار فرمایا جس پر حضرت مفتی صاحبؒ نے پسندیدگی کا اظہار فرمایا اور مئی ۱۹۵۲ء میں زیر سرپرستی حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب قدس سرہٗ مسجد شیخاں اندرون شیخوپورہ دروازہ گوجرانوالہ میں مدرسہ اشرف العلومؒ کے نام سے ایک دینی درسگاہ کی بنیاد رکھی یہ نام بھی حضرت مفتی محمد حسن صاحب نے تجویز فرمایا اور چندہ کی سب سے پہلی رسید بھی حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کے اسم گرامی کی لکھی گئی۔ جو الحمد للہ تعالیٰ کثیرہ برکت کی حامل ثابت ہوئی۔

پھر چند ماہ بعد ۱۹۵۲ء ہی میں مدرسہ ہذا کو چند ناگزیر حالات کی بناء پر مسجد عبد اللہ خونی مسجد بخشے والا میں منتقل کر دیا گیا اس کے بعد ابتداء ۱۹۵۳ء میں محلہ باغبانپورہ حافظ آباد روڈ گوجرانوالہ پر تقریباً چار کنال زمین کا انتظام ہو گیا تو فوری ضروریات کے لئے چہار دیواری اور معمولی چھپروں اور کچی تعمیر کا ہی بندوبست کر کے مدرسہ کو مستقل طور پر یہاں منتقل کر دیا گیا، ان ہی ایام میں تحریک ختم نبوت کے سلسلہ میں آپ کی گرفتاری عمل میں لائی گئی مگر مدرسہ میں تعلیم کا سلسلہ جاری رہا،

رہائی کے بعد آپ نے مدرسہ کی طرف پوری توجہ مبذول فرمائی اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مدرسہ دن بدن ترقی پذیر ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ اس وقت ایک عالیشان وسیع اشرفیہ جامع مسجد اور اس سے ملحقہ متعدد دو منزلہ کمرے تیار ہو چکے ہیں جہاں تعلیم و تدریس مدرسین کرام اور بیرونی طلباء کے قیام و طعام اور دیگر جملہ ضروریات اور سہولیات کا بہترین انتظام کیا گیا ہے، اور الحمد للہ تعالیٰ تمام امورؒ کامیابی کے ساتھ رو بہ ترقی سرانجام دیئے

جارہے ہیں مدرسہ اشرف العلوم میں علاوہ تعلیم درس نظامی کے تبلیغی، اصلاحی، اخلاقی اور روحانی تربیت کا بھی اپنے اکابر کے طریق پر خاطر خواہ انتظام موجود ہے ان جملہ امورؒ کے انتظام کے لئے ایک مجلس شوریٰ موجود ہے جس کے اراکین میں علماء و صلحاء، رؤسا، ڈاکٹر، وکیل اور تاجر وغیرہ ہر نوع کے افراد شامل ہیں جس کے تحت ایک مجلس منتظمہ بھی ہے۔ جو تمام امور کی نگرانی کرتی ہے اور جس کے صدر و مہتمم حضرت مولانا مفتی محمد خلیل صاحب مدظلہٗ ہی ہیں۔

مدرسہ اشرف العلومؒ کا مسلک، عقائد اہلسنت والجماعت اور فقہ حنفی کے مطابق ہے اور اس کا مشرب یعنی طریقہ فکر و عمل حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے مطابق ہے جس کی حفاظت کی ذمہ داری جملہ متعلقین مدرسہ بالخصوص جناب صدر محترم کی ہے۔ آپ کا شروع ہی سے طبعی رجحان فقیری اور اصلاح باطن کی طرف تھا مگر اپنے بزرگوار کے منشاء پر جب علم شریعت باحسن طور پہ حاصل کر لئے اور دوسروں تک پھیلانے کا سلسلہ بھی شروع فرما دیا۔ تو پھر ابتدائی طبعی تقاضا عود کر آیا آپ نے اس تقاضے کو پورا کرنے کے لئے ذکر و اذکار از خود شروع کر دیئے۔

پھر حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ کے مواعظ و ملفوظات پڑھنا شروع کر دیئے جس سے حضرت حکیم الامت تھانویؒ کی طرف میلان اور رغبت پیدا ہو گئی۔ اور ۱۹۴۱ء میں بذریعہ خط و کتابت تعلق قائم کر لیا مگر جلد ہی ۱۹۴۳ء میں حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ وصال فرما گئے۔ جس سے آپ کو بے حد صدمہ ہوا، اور پھر ان کے خلیفۂ ارشد مخدوم الامت حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ نے بذریعہ خط و کتابت اصلاح باطن و تربیت حاصل کرنے کا سلسلہ شروع فرمایا، اور پھر اکثر حضرت اقدس مفتی صاحب علیہ الرحمہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے کے لئے رات کو ۱۱ بجے کی گاڑی سے سوار ہو کر ۵ بجے صبح کے قریب

امرتسر پہنچ جاتے اور مسجد نور چوڑہ منڈی میں قیام فرماتے، صبح کی نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کے درس قرآن مجید میں شرکت فرماتے اور پھر مسجد خیر الدین ہال بازار میں ظہر کے بعد مثنوی شریف کے درس اور ملفوظات شریف کی مجلس میں تشریف رکھتے جو عصر تک قائم رہتی اور فیوض و برکات سے مستفیض ہوتے اور حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ ہی کی نگرانی میں ذکر و اذکار کا التزام فرماتے، ذکر اسم ذات وغیرہ تو قصد السبیل سے دیکھ کر پہلے ہی جاری کر رکھا تھا اور قرآن مجید کی منزل اور مناجات مقبول کا سلسلہ تو عادتِ ثانیہ بن چکی تھی، آپ نے اپنے معمولات حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کو تحریراً پیش فرمائے تو فرمایا کہ:-

"کیا یازدہ تسبیح نہیں پڑھتے اس کو پڑھا کرو"

اس دن سے یازدہ تسبیح کا ورد بھی معمول بن گیا۔

جب حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہٗ ۱۹۴۷ء میں ہجرت کر کے لاہور تشریف لائے۔ تو صرف ایک قمیض شلوار ٹوپی اور ایک چادر میں ملبوس تھے اس کے علاوہ کوئی چیز امرتسر سے ساتھ نہ لا سکے مگر اس کے باوجود قلب مطمئن تھا اور امرتسر چھوڑنے کا کوئی اثر موجود نہ تھا

حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ لاہور آ کر وہاں کے مشہور ڈینٹسٹ ڈاکٹر عزیز احمد جلال الدین کی کوٹھی میں مقیم ہو گئے۔ اور پھر بہت جلد نیلا گنبد کے قریب مول چند بلڈنگ کا ایک حصہ مدرسہ کے لئے حاصل کر کے ستمبر ۱۹۴۷ء میں جامعہ اشرفیہ کی بنیاد رکھی گئی اور آپ نے توکلاً علی اللہ وہاں دینی تعلیم و تربیت کا سلسلہ جاری فرمایا۔

اُسی بلڈنگ کی درمیانی منزل کے ایک حصہ میں خود بھی رہائش پذیر ہو گئے تو حضرت مفتی صاحب کے پاس آپ کا آمد و رفت کا سلسلہ مزید بڑھتا چلا گیا اور حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کے پاس اکثر حاضری دیتے۔ اور اصلاحِ باطن و تربیت حاصل فرماتے رہے اور فیوضات و برکات سے نوازے گئے۔ آخر ۱۹۵۱ء یا ۱۹۵۲ء میں حضرت مخدوم الامت

قبلہ مفتی صاحب قدس سرہٗ نے توکلاً علی اللہ آپ کو بیعت و تلقین کی اجازت مرحمت فرمائی اس کے بعد آپ نے مدرسہ اشرف العلوم کی نگرانی اور تعلیم و تدریس کے ساتھ ساتھ تربیت باطن کا سلسلہ بھی شروع فرما دیا، اب مدرسہ اشرف العلوم علوم شرعیہ کے ساتھ ساتھ اصلاحِ باطن اور افاضہ نسبت مع اللہ کی آماجگاہ بن گیا ہے اور تشنگانِ علم معرفت سیراب شاداب ہو رہے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ حضرت مخدوم الامت قبلہ مفتی صاحبؒ کے دیگر خدام کے ساتھ ساتھ اور انفرادی طور پر بھی تبلیغی اور اصلاحی سلسلہ میں کوئٹہ بلوچستان سندھ کراچی پنجاب اور دیگر مختلف متعدد مقامات پر تشریف لے جاتے اور اپنے مواعظ حسنہ اور مجالس مختلفہ کے ذریعے علمی و اصلاحی رنگ میں مشتاقان کے قلوب کو انوار و برکات سے منور و فیض فرماتے ہیں۔ نیز عام مواعظ و ملفوظات کی مجالس کے علاوہ گوجرانوالہ میں روزانہ درس قرآن مجید کا سلسلہ قائم کیا ہوا ہے جس میں آپ نہایت تحمل مزاجی سے قرآن مجید کا سلیس ترجمہ فرماتے ہیں۔

پھر صلحائے امت کے طرز پر تشریح فرماتے ہیں، الفاظ اور عبارت نہایت آسان اور سادہ انداز سلجھا ہوا ہوتا ہے۔ اکثر مضامین تزکیۂ نفس، اصلاحِ باطن اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ کی محبت سے لبریز، جنت کی نعمتوں کے شوق دلانے اور جہنم کے عذاب سے خوف دلانے پر مشتمل ہوتے ہیں۔ اور ان کو مع تماثیل اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ ساتھ کے ساتھ ہی ذہن نشین ہوتے چلے جاتے ہیں اور سامعین میں سے جو باشعور افراد متوجہ ہو کر سنتے ہیں وہ متاثر ہو کر یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے ہی جملہ باطنی امراض اور ان کے علاج درس کی شکل میں بتائے جا رہے ہیں، نیز طرز بیان کی شیرینی اور چاشنی ایسی ہوتی ہے گویا کہ آپ کے شیخ حضرت مخدوم الامت مفتی صاحب قدس سرہٗ نے سب کچھ آپ کو ورثہ میں عطا فرمایا ہے۔

غرضیکہ آپ ایک جید عالم دین، فقیہ اور شیخ کامل ہیں، اتباعِ سنت کے پیکر ہیں

اور نہایت متواضع، منکسر المزاج اور خوش اخلاق بزرگ ہیں، ہزاروں افراد آپ کے فیض علمی و روحانی سے مستفیض ہو چکے ہیں، کئی خوش نصیبوں کو آپ نے خلعتِ خلافت سے نوازا ہے اور ہزاروں کی اصلاح فرمائی ہے،

آپ کی اولاد صالحہ میں چار صاحبزادے اور چھ صاحبزادیاں ہیں جو الحمد للہ تعالیٰ سب کے سب ضروریات دین اور علم و عمل سے بہرہ ور ہیں۔ جن میں بڑے صاحبزادے مولانا محمد نعیم اللہ صاحب جامعہ اشرفیہ لاہور کے فاضل اور اب مدرسہ اشرف العلوم گوجرانوالہ کے ناظم و مدرس ہیں۔ دوسرے صاحبزادے مولانا قاری معین الدین صاحب ہیں وہ بھی جامعہ اشرفیہ لاہور کے فاضل ہیں اور اس وقت اشرفیہ جامع مسجد گوجرانوالہ کے خطیب اور اشرف العلوم میں مدرس ہیں۔ تیسرے اور چوتھے صاحبزادے حافظ قاری فخر الدین صاحب اور حافظ ظہیر الدین صاحب درسِ نظامی میں زیرِ تعلیم ہیں۔ اور الحمد للہ چاروں صاحبزادے پختہ کار حافظ و قاری ہیں۔

اللہ تعالےٰ اپنے فضل و کرم سے ان سب کو اپنی مخصوص نعمتوں سے نوازیں اور مفتی صاحب مدظلہم کو تادیر سلامت رکھیں۔ آمین "

مفتی صاحب نے ۳ر اپریل ۱۹۸۲ء کو مکہ مکرمہ میں وفات پائی۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن۔
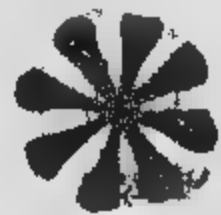
حضرت مولانا عبدالحقؒ صاحب

آپ ۷ر محرم الحرام ۱۳۲۷ھ بروز اتوار مطابق جنوری ۱۹۱۰ء کو جناب حاجی معروف گل صاحب کے گھر اکوڑہ خٹک ضلع پشاور میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم علاقہ میں حاصل کی پھر طورو ضلع مردان کے مولانا عنایت اللہ اور مولانا عبدالجلیل صاحب سے بھی پڑھتے رہے سولہ برس کی عمر میں اس علاقہ میں ملاحسن تک کی کتابیں پڑھتے رہے پھر اعلیٰ تعلیم کے لئے آپ نے ہندوستان کا رُخ کیا، پہلے میرٹھ اور امروہہ کے مدارس میں تعلیم حاصل کی پھر ۱۳۴۷ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ اور ۱۳۵۲ھ میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحؒ سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند حاصل کی۔ آپ کے دوسرے اساتذہ میں حضرت مولانا رسول خان ہزارویؒ، حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ شامل ہیں۔ فراغت تعلیم کے بعد دارالعلوم دیوبند ہی میں مدرس مقرر ہوئے اور ۱۳۶۲ھ سے ۱۳۶۶ھ تک تدریسی خدمات انجام دیں۔ شعبان کی چھٹیوں میں واپس وطن آئے ملک کی تقسیم کی وجہ سے دوبارہ دیوبند نہ جا سکے اور دارالعلوم حقانیہ کی متوکلاً علی اللہ بنیاد رکھی۔ اسی تقسیم والے سال میں وہ طلبہ جو ہندوستان کے دینی مدارس میں زیرِ تعلیم تھے وہ سب دورۂ حدیث کی تکمیل کے لئے آپ کے پاس پہنچ گئے۔ اس طرح رفتہ رفتہ آپ کی محنت رنگ لائی اور دارالعلوم حقانیہ پاکستان کے ممتاز دینی مدارس میں شمار ہونے لگا۔ آج اس دارالعلوم حقانیہ سے تین ہزار کے قریب طلباء سند فراغ حاصل کر چکے ہیں اور ملک کے مختلف علاقوں میں دینی و علمی خدمات میں معروف ہیں۔

آپ ایک جیّد عالم، محدّث، محقق، اور صالح بزرگ ہیں علاقہ کے علماء و عوام آپ کا بے حد احترام کرتے ہیں۔ ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں جمعیت علماء اسلام کے ٹکٹ پر آپ نے الیکشن لڑا جس میں کامیابی حاصل کی اور قومی اسمبلی میں آپ کی تقریریں حق کی ترجمانی کرتی رہیں، آپ نے درس و تدریس اور تبلیغ و وعظ کے ساتھ کئی کتابیں بھی لکھی ہیں جن میں مقامِ صحابہؓ، خلافت راشدہ" دعوات حق" علم کے تقاضے اور اہل علم کی ذمہ داریاں" صیام رمضان اور ناموس رسالت" خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

حضرت علامہ محمد تقی عثمانی ایم۔ اے، آپ کی مشہور تالیف" دعوات حق پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:۔

"شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مدظلہم ملک کی ان گنی چُنی شخصیتوں میں سے ہیں جن سے اس دور میں علم دین کا بھرم قائم ہے، زیر نظر کتاب انہی کے خطباتِ جمعہ کا مجموعہ ہے جسے ان کے لائق و فاضل صاحبزادے مولانا سمیع الحق صاحب مدیر ماہنامہ الحق نے بڑے بڑے سلیقے سے مرتب کیا ہے، حضرت مولانا موصوف کے خطبات جمعہ ماہنامہ الحق میں شائع ہوتے رہتے ہیں اور اس سے قبل دو مختصر مجموعے بھی شائع ہو چکے ہیں اللہ تعالیٰ نے موصوف مولانا کو دلوں پر اثر انداز ہونے کی خاص توفیق عطا فرمائی ہے چنانچہ ان کے مواعظ و خطبات سے قلب میں سوز و گداز، ایمان میں پختگی اور خدا کا خوف اور فکر آخرت پیدا ہوتا ہے، اس کے علاوہ زندگی کے ہر شعبے سے متعلق دین کی تعلیمات و ہدایات اور

اسرار و حکم ان خطبات میں ملتے ہیں۔ اور زیر نظر مجموعہ دعوات حق مولانا موصوف کے خطبات کا جامع ترین مجموعہ ہے۔"

(ماہنامہ البلاغ - کراچی)

جناب مولانا سعید الرحمٰن علوی مدیر ہفت روزہ خدام الدین لاہور لکھتے ہیں کہ:۔

"حضرت مولانا عبدالحق صاحب بانی و مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ان علماء ربانی میں سے ہیں جن کے نقوش پا قوموں کے لئے مشعل راہ ہوا کرتے ہیں۔ مادر علمی دارالعلوم دیوبند کے عظیم فرزند نے امام المجاہدین سید احمد شہید قدس سرہ کی عظیم چھاؤنی اکوڑہ خٹک میں دارالعلوم قائم کر کے ایک بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے یہ دارالعلوم نہ صرف صوبہ سرحد بلکہ پاکستان کا مثالی دارالعلوم ہی نہیں بلکہ پاکستان میں دیوبند کا نقش ثانی ہے اس دارالعلوم سے جو فیض پھیلا اس کا زمانہ معترف ہے۔"

مولانا موصوف مدرسہ کے ساتھ ساتھ قصبہ کی مسجد میں جمعہ اور دوسرے اہم مواقع پر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے ہیں جو علم و روحانیت اور قدیم و جدید معلومات کا ایک خزانہ ہوتا ہے۔ موصوف کے خلف الرشید مولانا سمیع الحق صاحب ایڈیٹر الحق پوری قوم کے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انھوں نے نوادر علمی کے ضبط و ترتیب کا فریضہ سرانجام دے کر ملت کے ہاتھوں اتنا بڑا خزانہ دے دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ صاحبِ خطبات کو ہماری رہنمائی کے لئے صحت و سلامتی کے ساتھ رکھے اور مرتب کو بہترین اجر عطا فرمائے۔ آمین"

آپ ۲۴ محرم الحرام ۱۴۰۹ھ کو خالق حقیقی سے جا ملے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

حضرت مولانا مفتی عبدالحکیم سکھروی

آپ اصلاً ریواڑی ضلع گوڑگانوہ مشرقی پنجاب کے رہنے والے ہیں اور ایک علمی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، آپ کے والد ماجد مولانا عبدالعزیز صاحبؒ ایک متقی پرہیزگار عالم دین تھے اور آپ کے نانا صاحب بھی بڑے جیّد عالم اور ندوۃ العلماء لکھنؤ کے رکن تھے، آپ ۱۵ محرم الحرام سنہ ۱۳۳۲ھ کو پیدا ہوئے۔ مڈل تک اسکول کی تعلیم ریواڑی میں حاصل کی، بچپن ہی سے اپنے نانا کی تربیت میں رہے اور ساتھ ساتھ نانا صاحبؒ کے شاگردوں سے عربی کی تعلیم بھی جاری رکھی، پھر شرح جامی تک کتب پڑھ لینے کے بعد مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لیا وہاں ایک سال پڑھ کر اگلے سال دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ اور تمام علوم و فنون کی مختلف کتابوں کی تکمیل کے بعد دورۂ حدیث شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ سے پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی، آپ کے دوسرے اساتذہ میں مولانا صدیق احمد کشمیریؒ مولانا محمد زکریا قدوسی، مولانا حافظ عبداللطیف سہارنپوریؒ، مولانا قاری محمد طیب قاسمی شیخ الادب مولانا اعزاز علی امروہیؒ، شیخ الحدیث مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ، مفتیٔ اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع دیوبندیؒ، عارف باللہ مولانا سید اصغر حسین دیوبندیؒ اور شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

فراغتِ تعلیم کے بعد آپ نے اپنے وطن میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا اور مختلف علوم و فنون کی کتابیں پڑھاتے رہے، ساتھ ہی ساتھ کچھ تجارت کا مشغلہ بھی جاری رہا، مگر اس سے تدریس میں کوئی فرق نہیں آیا، قیام پاکستان کے بعد پاکستان آگئے اور

سکھر میں قیام کیا، یہاں بھی درس و تدریس اور وعظ و تبلیغ کا سلسلہ جاری فرمایا پھر مدرسہ اشرفیہ کے قیام کے بعد حضرت مولانا محمد احمد تھانویؒ بانی و مہتمم مدرسہ اشرفیہ کی دعوت پر مستقل طور پر درس و تدریس پر مامور ہوگئے یہاں آپ کو تمام درسی کتابیں پڑھانے کا موقع ملا اور اب عرصہ دراز سے حدیث کی کتابیں پڑھا رہے ہیں اس کے ساتھ خدمتِ افتاء بھی جاری ہے اور شعبۂ دارالافتاء کے آج کل آپ صدر ہیں، آپ کے قلم سے ہزاروں فتاویٰ جاری ہوچکے ہیں اور سینکڑوں افراد علمی فیض حاصل کرچکے ہیں، مدرسہ اشرفیہ سکھر کے صدر مدرس اور صدر مفتی ہونے کے علاوہ آپ ایک کامل شیخ بھی ہیں، اور روحانی فیض بھی جاری ہے۔

آپ کا روحانی سلسلہ حضرت حکیم الامت تھانویؒ سے منسلک ہے آپ پہلے حضرت مولانا محمد عیسیٰ صاحبؒ خلیفہ حضرت تھانویؒ سے بیعت ہوئے اور اصلاح باطن کا سلسلہ قائم کیا، پھر اُن کے وصال کے بعد مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب سے رجوع کیا، اور خلافت و اجازت سے نوازے گئے، آپ کا سلسلہ خوب آگے بڑھ رہا ہے۔ اور کئی حضرات کو آپ نے بھی اجازت بیعت عطا فرمائی ہے۔ درس و تدریس اور خدمت افتاء کے علاوہ آپ نے متعدد دینی کتب و رسائل بھی تالیف فرمائے ہیں۔ جو نہایت مفید اور عام فہم ہیں، ان میں "علیکم بسُنّتی"، "شان رسالتؐ" "دین کی باتیں دو جلد" "جنت کے پھول اور دوزخ کے کانٹے"، "کیا خدا ہے" "مکہ مدینہ"، "اعتکاف"، "آخری منزل کے احکام" "مفید و جامع"، "نصیحت برائے آخرت"، "رمضان المبارک"، "رحمت کے مستحق انسان"، "قصیدہ بُردہ کی اردو شرح" اور "حرمین شریفین" زیادہ مشہور تالیفات ہیں۔

آپ کے ایک رسالہ "مکہ مدینہ" کے متعلق آپ کے شیخ و مربی حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ:۔

"مولانا عبدالحکیم صاحب کا رسالہ "مکہ مدینہ" بہت نافع و مفید ہے اور عوام

کے لئے بہت آسانی سے ضروری احکام حج و زیارت معلوم کرنے کا اس میں سامان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے موصوف کو افادۂ خلق کے لئے موفق بنایا ہے۔[1]

آپ ایک جیّد عالم اور فقیہ، محدّث، محقق اور عارف کامل ہیں۔ نہایت سادہ طبیعت کے مالک ہیں۔ اور انکساری و تواضع میں اسلاف کی یادگار ہیں۔ متبع سنت، درحق گو ہیں نہایت ملنسار، خلیق اور قابلِ قدر بزرگ ہیں۔ آپ کی اولاد صالحہ میں چار فرزند ہیں۔ جو سب کے سب حافظ و قاری اور عالم ہیں۔ جن میں بڑے صاحبزادے مولانا عبدالحلیم صاحب جامعہ اشرفیہ لاہور کے فاضل ہیں۔ دوسرے صاحبزادے مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب ہیں جو مدرسہ اشرفیہ سکھر سے فارغ ہیں اور اس وقت دارالعلوم کراچی میں مدرس و معین مفتی ہیں اور حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت کا شرف بھی حاصل ہے۔ اور ایک اچھے عالم فاضل ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے فیوضات کو جاری و ساری رکھے۔ آمین۔

آپ ۲؍رجب ۱۹۸۶ء کو وفات پا گئے۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

★

"نیک کمائی سے نیک صلاحیت پیدا ہوتی ہے جس کی غذا گندی، اس کے ضمیر کی آواز بھی گندگی سے آلودہ ہوگی۔"

(حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ)

---

[1] بحوالہ البلاغ "مفتی اعظم نمبر"۔

حضرت مولانا سیّد نجم الحسن تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی ولادت باسعادت ۴۰-۱۳۳۹ھ میں قصبہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر یوپی بھارت میں ہوئی۔ والدِ ماجد کا اسم گرامی سیّد محمد حسن تھا۔ آپ حکیم الامت مجدّد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کے بڑے بھائی جناب منشی اکبر علی صاحبؒ کے نواسے تھے اور حضرت مولانا شبیر علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے حقیقی ماموں تھے۔ حضرت مولانا احتشام الحق تھانویؒ آپ کے خاص بہنوئی تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم حضرت حکیم الامتؒ کے زیر نگرانی مدرسہ اشرفیہ تھانہ بھون میں حاصل کی۔ پھر متوسط اور اعلیٰ تعلیم کے لئے ہندوستان کی معروف دینی و علمی درس گاہ مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لیا اور تمام مروّجہ دینی علوم کی تکمیل کی اور دورۂ حدیث ۱۳۵۹ھ میں حضرت مولانا عبدالرحمٰن کاملپوریؒ، حضرت مولانا اسعد اللہ رامپوریؒ، حضرت مولانا عبداللطیفؒ اور حضرت شیخ الحدیث، مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ جیسے اکابر اساتذہ سے پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی۔

تھانہ بھون کے زمانہ قیام میں ایک معتد بہ عرصہ تک حضرت حکیم الامت تھانویؒ کی صحبت میں رہنے کا شرف حاصل رہا اور قرابت داری کی بنا پر گھر میں بھی آنا جانا کثرت سے رہا۔ حضرتؒ کی مجالس میں اکثر حاضری رہتی تھی۔ اس لئے حضرتؒ کے خلفاء مجازین سے راہ و رسم بھی پیدا ہو گئے۔ خصوصاً حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ سے خاص عقیدت و محبت کا تعلق پیدا ہو گیا تھا۔ حضرت حکیم الامتؒ کے حوالہ سے حضرت خواجہ صاحبؒ کو بھی مولانا نجم الحسن صاحبؒ اور اُن کے دوسرے دو بھائیوں مولانا شمس الحسن تھانویؒ اور قمر الحسن تھانوی سے لگاؤ ہو گیا تھا۔

حق تعالےٰ نے مولانا نجم الحسن صاحبؒ کو حُسنِ صورت و سیرت کے ساتھ حُسنِ صوت سے بھی نوازا تھا۔ اس لئے حضرت خواجہ صاحبؒ اپنا عارفانہ کلام مولانا نجم الحسن صاحبؒ سے پڑھوا کر سُنتے اور لطف اندوز ہوتے تھے۔ اس طرح آپ کو حضرت خواجہ صاحبؒ کے ساتھ ایک خاص تعلق و محبت پیدا ہو گئی تھی اور آپ دونوں کے درمیان شاعرانہ مزاج کے اعتبار سے بھی کافی مناسبت پیدا ہو گئی تھی۔

چنانچہ اسی مناسبت ہی کا یہ اثر تھا کہ آپ کے لب و لہجہ اور آواز میں حضرت خواجہ صاحبؒ کے عارفانہ کلام کو پڑھنے پر قادر ہو گئے تھے۔ اسی لئے سالانہ اجتماع مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان کے موقع پر سامعین اجتماع کے ذوق و شوق اور ان کے مطالبہ کو دیکھتے ہُوئے ہر سال اجتماع کی ایک نشست محفلِ مجذوبؒ کے نام سے ہی منعقد کی جاتی تھی جس کو حاضرینِ اجتماع نہایت شوق و ذوق سے سُنتے تھے۔ یہ مجلسِ مجذوب تقریبًا دو گھنٹے جاری رہتی تھی۔ مگر اس کے باوجود نہ تو حضرت مولانا کو تھکن محسوس ہوتی تھی اور نہ ہی سامعین کو۔

حضرت خواجہ صاحبؒ کے عارفانہ کلام کو سُننے کے لئے لوگ جوق در جوق شرکت کرتے تھے اور جامعہ اشرفیہ لاہور کے دار الحدیث کا پُورا ہال بھر جاتا تھا اور برآمدے کے اندر بھی لوگوں کا ہجوم ہوتا تھا۔ حضرت حکیم الامت تھانوی علیہ الرحمہ کی قرابت داری کے حوالہ سے ہی سب اکابر علماء آپ سے محبّت و شفقت فرماتے تھے۔ خصوصًا حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحبؒ بانی جامعہ اشرفیہ لاہور، حضرت مولانا ظفر احمد صاحبؒ عثمانی، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ اور حضرت مولانا جلیل احمد شروانیؒ بے حد شفقت فرماتے تھے۔ آپ جب بھی حضرت مفتی محمد حسن صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ باوجود آپ کے شیخ و مربّیؒ نے کے حضرت مفتی صاحبؒ انتہائی احترام فرماتے تھے۔ ہمیشہ اپنے سرہانے بچھی ہوئی کرسی پر بٹھاتے تھے۔ کبھی بھی نیچے نہیں بیٹھنے دیا۔ قیامِ پاکستان کے عرصہ دراز تک حضرت مفتی صاحبؒ نے جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد کی دوسری منزل پر اپنے پاس ہی

رکھا۔ اسی لئے حضرت مولانا کو حضرت مُفتی صاحبؒ سے حد درجہ عشق و محبّت تھی اور حضرت مفتی صاحبؒ سے ہی بیعت ہُوئے تھے اور آخر وقت تک حضرت مفتی صاحبؒ سے ہی روحانی تعلق قائم رکھا۔

مولانا نجم الحسن تھانویؒ، فراغتِ تعلیم کے زمانہ سے ہی دینی و علمی اور تبلیغی و اصلاحی کاموں میں بڑی سرگرمی سے حصّہ لیتے رہے۔ جب حضرت حکیم الامتؒ کی جماعت مجلس صیانۃ المسلمین کی نشاۃ ثانیہ کا آغاز لاہور میں حضرت مفتی محمد حسن صاحبؒ کی سرپرستی میں ہُوا تو آپ حضرت مولانا جلیل احمد شروانیؒ کے دستِ راست کی حیثیت سے شب و روز مجلس کے کاموں میں مصروف ہو گئے اور بفضلہٖ تعالیٰ آپ کی انتھک کوششوں سے بہت جلد مجلس کو ترقی نصیب ہوئی اور آج بحمد اللہ تعالےٰ مجلس صیانۃ المسلمین پورے پاکستان میں مشہور و معروف ہے اور دینی تبلیغی اور اصلاحی جماعت کے طور پر کام کر رہی ہے۔ حضرت مولانا نجم الحسن صاحبؒ مجلس کے آخر وقت تک صدر رہے۔ کراچی سے پشاور تک کے بڑے بڑے دینی مدارس کے اربابِ علم و تقویٰ اس مجلس سے وابستہ اور اس کی شوریٰ کے رُکن رہے ہیں۔

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ، حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھریؒ، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، حضرت قاری محمد طیب صاحب قاسمیؒ حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحبؒ اور حضرت مفتی جمیل احمد تھانویؒ جیسے اکابر مجلس کے سرپرستِ اعلیٰ رہے اور مجلس کے اراکینِ شوریٰ میں حضرت مولانا محمد مالک کاندھلویؒ حضرت مولانا محمد احمد تھانویؒ، حضرت مولانا محمد شریف جالندھری، حضرت مفتی محمد خلیل صاحبؒ حضرت مولانا مفتی ممتاز احمد تھانویؒ جیسے جید علماء شامل رہے ہیں۔ مجلس کے موجودہ صدر مولانا عبید اللہ صاحب مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور ہیں اور مجلس سے وابستہ رجالِ علم و فضل میں حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی، حضرت مولانا نذیر احمد فیصل آبادی حضرت مولانا مفتی محمد وجیہہ صاحب، حضرت مولانا مفتی سیّد عبد الشکور ترمذی، حضرت مولانا سلیم اللہ خاں صاحب کراچوی، حضرت مولانا حسن جان پشاوری، حضرت مولانا حکیم

محمد اختر کراچوی، حضرت مولانا محمد تقی عثمانی، حضرت مولانا محمد اسعد تھانوی اور حضرت
مولانا مشرف علی تھانوی شامل ہیں۔

حضرت مولانا نجم الحسن صاحبؒ نے حضرت مفتی محمد حسین صاحب قدس اللہ سرہٗ
کے بعد حضرت مولانا فقیر محمد پشاوریؒ سے روحانی تعلق قائم کیا اور اُن ہی سے خلافت و
اجازت حاصل ہوئی۔ آپ اپنے اخلاق و اوصاف، زہد و تقویٰ اور خلوص و للّٰہیت میں
اپنے اسلاف کا عین نمونہ تھے۔ نہایت متواضع، منکسر المزاج اور لطیف الروح تھے۔
عبدیت اور فنائیت میں اعلیٰ مقام حاصل تھا۔ تواضع و خاکساری کا یہ عالم تھا کہ احقر
راقم نے آپ سے اُن کے حالات و خدمات سے متعلق معلومات حاصل کرنے کی بارہا
کوشش کی۔ مگر آپ نے یہی جواب تحریر فرمایا:۔

"اکابر علماء دیوبند کی تو بڑی شان ہے۔ یہ عاجز تو اصاغر علماء کی
جوتیاں سیدھی کرنے کے بھی قابل نہیں۔ اس لئے اکابر علماء کے
ذکر میں ایک ایسے شخص کا تذکرہ جس کی زندگی سراسر جہالت و
نادانی اور بے عملی کا ابنار ہے۔ گویا مخمل میں ناپاک قسم کے
ٹاٹ کا پیوند لگانے کے مترادف ہے۔ اس احقر کا نام اس
کتاب میں نہ رکھئے۔"

اللہ اللہ! حضرت مولانا کا مقام عبدیت اور شانِ تواضع کتنی بلند و بالا ہے۔
یہ کسرِ نفسی ہے ورنہ حضرت مولانا کا مقام اس کے برعکس ہے۔ آپ ہمارے جیسے
تہی دامن اور ناکارہ خدام سے بھی بڑی شفقت و محبت فرماتے تھے۔ آپ
نے احقر کی کتابوں کے بارے میں کئی بار فرمایا:

"تمہاری کتابوں کا ایک ایک لفظ سرمایۂ حیات اور غذائے روح
کا درجہ رکھتا ہے۔"

بہرحال آپ ساری زندگی تبلیغی و اصلاحی خدمات سرانجام دیتے ہوئے
یکم ربیع الثانی ۱۴۱۱ھ / ۲۱ اکتوبر ۱۹۹۰ء کی شب تین بجے کراچی میں اپنے

بھانجے اور داماد مولانا قاری تنویر الحق تھانوی کے مکان پر حرکتِ قلب بند
ہونے سے رحلت فرماگئے۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

ہزاروں افراد نے راولپنڈی میں نمازِ جنازہ پڑھی۔ امامت کے فرائض
حضرت مولانا صاحبزادہ عبدالرحمٰن اشرفی نے انجام دیئے۔ آپ راولپنڈی میں
مستقل قیام پذیر تھے اور ادارہ اشرفیہ کے نام سے حضرت حکیم الامت علیہ الرحمہ
کی یاد میں ایک ادارہ کے بانی و مہتمم تھے اور راولپنڈی جامع مسجد میں خطابت کے
فرائض بھی انجام دے رہے تھے۔ اور مجلس صیانۃ المسلمین کے ذریعے تبلیغی و
اصلاحی کاموں میں مصروفِ عمل تھے۔

آپ کی اولادِ صالحہ میں مولانا نظیر الحسن تھانوی اور مولانا صاحبزادہ
فہیم الحسن تھانوی معروف علماء میں شمار ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ درجاتِ عالیہ نصیب فرماویں۔ آمین!

(ماہنامہ "البلاغ" کراچی)

حضرت مولانا سیّد نور الحسن بخاری

آپ پاکستان کے ممتاز عالم دین، تنظیم اہلسنت والجماعت کے سرپرست، متعدد علمی، تاریخی اور ادبی کتب کے مصنف، آتش نوا خطیب ایک بہترین ادیب فاضل دیوبند اور ایک اچھے شاعر و صحافی ہیں، آپ کا پورا نام سیّد نور الحسن بخاری ابن سید شاہ محمد شاہ ہے وطن اصلی ڈیرہ غازیخان پنجاب ہے، تاریخ ولادت ۱۰ جنوری ۱۹۱۱ء ہے، انگریزی تعلیم حاصل کرنے کے بعد سکول ماسٹر رہے ۱۹۲۸ء میں لاہور ایک جلسہ میں حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ، شیخ الاسلام حضرت شبیر احمد عثمانیؒ اور شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ سے شرفِ ملاقات نصیب ہوا، بزرگوں سے تعلقات کی ابتدا ہوئی۔ پھر یہ تعلق اس قدر قوی ہوا کہ حضرت مولانا قاری محمد طیّب صاحب مدظلہ، مہتمم دارالعلوم دیوبند اور مولانا سیّد معظّم علی شاہ صاحب کو دولت خانہ پر ایک تبلیغی جلسہ میں شرکت کی دعوت دی جسے شرفِ قبولیت بخشا گیا۔ یہ امر تعلقات کی مزید پختگی اور دارالعلوم دیوبند کی طرف توجہ کا سبب بنا چنانچہ ۱۳۵۵ھ میں ملازمت سے رخصت لے کر دارالعلوم دیوبند پہنچے، حضرت مولانا قاری محمد طیّب صاحب مدظلہم نے آپ کی ابتدائی تعلیم کے لئے ممتاز طلباء دارالعلوم کو مقرر فرمایا، آپ نے بہت جلد ابتدائی تعلیم مکمل کر لی، موقوف علیہ میں مشکوٰۃ شریف میں اوّل آئے اور ۱۳۵۷ھ کے دورۂ حدیث میں شریک ہوئے، صحیح بخاری اور ترمذی شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ سے صحیح مسلم شریف حضرت علامہ محمد ابراہیم بلیاویؒ سے اور ابو داؤد شریف مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب

دیوبندیؒ سے پڑھ کر دستارِ فضیلت حاصل کی۔

فراغت کے بعد ۱۹۴۵ء میں تنظیم اہلسنت کی تشکیل عمل میں آئی اور اُس وقت سے آج تک اس کے تبلیغی کاموں میں آپ سرگرم عمل ہیں اور شروع سے اس تنظیم کے سربراہ اور سرپرست چلے آرہے ہیں اس کام میں آپ کے ساتھ اور معاونِ خاص حضرت علامہ دوست محمد قریشی مرحوم کا کردار ایک ناقابلِ فراموش کردار ہے وہ شروع سے آخر دم تک اس تنظیم سے وابستہ رہے، شبانہ روز تبلیغ و اشاعتِ دین ہو یا مسلکِ حقہ اہل سنت کی حفاظت کے لئے بحث و مناظرہ، مختلف دینی و مسلکی عنوانات پر تصنیف و تالیف ہو یا باطل مذاہب کی تردید کے لئے نوجوان علماء کی تعلیم و تربیت، جماعت کی مالی خدمت ہو یا دفتر جماعت کی تعمیر ہر اعتبار سے حضرت علامہ دوست محمد قریشیؒ کا مقام پوری جماعت میں اور اعلیٰ تھا۔ حضرت مولانا سید نور الحسن بخاری صاحب مدظلہ اس سلسلہ میں حضرت علامہ قریشی صاحبؒ سے اپنے تعلقات اور تحریک تنظیم اہلسنت سے وابستگی کے متعلق فرماتے ہیں کہ:-

حضرت علامہ دوست محمد قریشی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے میری دوستی کا سلسلہ بہت پرانا ہے ۱۹۲۰ء کے لگ بھگ کی بات کہ میں اپنے وطن سکھانی والہ ضلع ڈیرہ غازیخان میں مدرس تھا اور حضرت قریشی صاحبؒ ابھی طالبعلم تھے کہ انہوں نے مجھے اپنی بستی پیرنخ مشرقی میں وعظ کرنے کی دعوت دی، میں ان دنوں سکول میں مدرس تھا، دینی تعلیم تو ۱۹۳۶ء میں دارالعلوم دیوبند جاکر شروع کی البتہ مطالعہ کی بناء پر دین کی کچھ معلومات تھیں اور میں دوستوں کے محدود حلقے میں کچھ بیان کر لیتا تھا، حضرت قریشی صاحبؒ کی بستی میری بستی سے قریبًا پانچ میل کے فاصلہ پر تھی اور غالبًا میں

نے پہلا بیان حضرت قریشی صاحبؒ کی بستی میں ان کی مسجد کے اندر کیا ، اس تقریب میں حضرت قریشی صاحبؒ سے رفاقت اور دوستی کا تعلق قائم ہوا جو اُن کے آخر وقت تک قائم رہا ، ہماری دوستی کی بنیاد تبلیغ دین پر استوار ہوئی اور قریشی صاحبؒ کو تبلیغ دین سے فطرتی لگاؤ تھا وہ سراپا تبلیغ تھے اللہ رب العزت نے انہیں علم و عمل کی گونا گوں صلاحیتوں سے بہرۂ وافر عطا فرمایا تھا اور انہوں نے وعظ و تبلیغ ، تصنیف و تالیف اور اصلاح نفس کے لئے بہت بڑا کام کیا اور ہزاروں مسلمانوں کی اصلاح و تربیت کی ، اللہ رب العزت سردار احمد خان پتافی کی قبر کو بھی ٹھنڈا اور منور رکھے وہ بہت دنوں سے ملک میں اہلِ سنت کی تنظیم و تبلیغ کی فکر میں تھے میرے دیوبند جانے سے پہلے یہ کام ڈیرہ غازیخان کی حدود تک محدود تھا میرے دارالعلوم سے فارغ ہو کر واپس آنے پر یہ کام پورے ملک میں کرنے کا فیصلہ ہوا اور اوائل ۱۹۴۴ء میں یہ خدمت میرے سپرد کی گئی چنانچہ اپریل ۱۹۴۴ء میں امرتسر کے اندر دفتر قائم کر کے میں نے یہ کام شروع کردیا ۔ مارچ ۱۹۴۵ء میں تحریک تنظیم اہلسنت کا پہلا مرکزی جلسہ لاہور میں ہوا جس میں مشاہیر امت شیخ الاسلام حضرت مولانا مدنیؒ ، مفتیٔ ہند مولانا کفایت اللہ صاحبؒ اور امام اہلسنت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنویؒ نے شرکت فرمائی ، ان حضراتِ اکابر کے قدموں کی برکت سے یہ تحریک تنظیم ملک میں متعارف ہوئی اور ملک کے طول و عرض میں اہل سنت کی تبلیغ و تنظیم کا کام شروع ہوگیا اس وقت حضرت قریشی صاحبؒ ملک میں انفرادی طور پر

تبلیغ دین کا کام انجام دے رہے تھے غالباً ۱۹۴۹ء میں بھکر ضلع میانوالی میں تنظیم اہلسنت کی کانفرنس تھی بانیٔ تنظیم سردار احمد خان صاحبؒ بھی اِس مرکزی اجلاس میں شریک تھے جس میں قریشی صاحبؒ کو بھی دعوت دی گئی تھی اور تنظیمی پلیٹ فارم پر قریشی صاحبؒ کی یہ پہلی تقریر تھی جس سے وہ تنظیمی حلقوں میں متعارف ہوئے اس کے بعد باضابطہ طور پر تنظیم میں شامل ہوگئے اور آخر دم تک تنظیم سے وابستہ رہے اور تبلیغ دین کی اشاعت میں مصروف رہے۔ [1]

بہرحال حضرت بخاری صاحب مدظلہٗ کی دینی و علمی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔ اور آپ تبلیغ دین میں مصروف ہیں ۔ اس وقت محقق علماء میں شمار ہوتے ہیں اور اکابر علماء دیوبند کے مسلکِ حقہ پر قائم و دائم ہیں اپنے اکابر و اساتذہ سے بے حد تعلق رہا ہے ، اپنے اُستاذ محترم مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کو بے حد تعلق تھا ایک دفعہ آپ کراچی تشریف لے گئے تو حضرت مفتیٔ اعظم قدس سرہٗ نے اپنے دارالعلوم میں تقریر کی دعوت دی اور خود باوجود علالت و نقاہت کے پوری تقریر میں تشریف فرما رہے ، آپ کو بھی ہمیشہ حضرت مفتیٔ اعظمؒ سے قلبی تعلق اور عقیدت رہی ، اب بھی آپ حضرت مفتی اعظمؒ کے تبحر علمی کے بے حد قائل تھے اور تفہیم و انداز تدریس کے عاشق ہیں۔
ایک سوال کے جواب میں آپ فرماتے ہیں کہ :-

> آپ حضرت مفتی اعظمؒ کے انداز تدریس کے متعلق دریافت فرماتے ہیں ، میں حیران ہوں کہ اس کا جواب عرض کردوں ، اگر آپ کر سکیں تو ۱۹۵۷ء کے دور کو

---

[1] ماہنامہ الرشید جولائی ۷۷ء

والپس لوٹا لائیگا پھر دارالحدیث دارالعلوم دیوبند ہو اس
میں حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ ابوداؤد کا سبق
پڑھاتے علوم و معارف کے دریا بہا رہے ہوں
اور میں آپ سے عرض کروں کہ دیکھ لیجئے یہ ہے
ہمارے اکابر کا انداز تدریس"۔

اسی طرح حضرت مولانا مدنیؒ، حضرت مولانا عثمانیؒ اور دوسرے اکابر سے بھی بے حد تعلق تھا اور آپ کو تصنیف و تالیف کا ذوق اور شغل اپنے اکابر سے ورثہ میں ملا، چنانچہ آپ دو درجن سے زائد علمی ادبی اور تاریخی کتب کے مؤلف ہیں جن میں درج ذیل کتابیں خاص طور پہ قابل ذکر ہیں۔

(۱) "الاصحاب فی الکتاب" ۱۹۵۳ء میں جب آپ سیفٹی ایکٹ کے تحت پابند سلاسل کر دیئے گئے تو لاہور اور منٹگمری جیل کی آہنی سلاخوں کے پیچھے آپ نے یہ کتاب تالیف فرمائی جو چھ سو سے زائد صفحات پر مشتمل ہے۔

(۲) "سیرت امام مظلوم سیدنا عثمانؓ" (۳) شہادت امام مظلوم،
(۴) توحید اور شرک کی حقیقت (۵) "حضرت امیر معاویہؓ"
(۶) عادلانہ دفاع" (۷) نبی و صدیق
(۸) بشریت النبیؐ وغیرہ وغیرہ۔

آج کل آپ ملتان میں مقیم ہیں اور تبلیغی و اصلاحی خدمات انجام دے رہے ہیں۔
آپ ۳ رضی، جنوری ۱۹۸۴ء کی درمیانی شب میں فوت ہوئے اور ملتان میں تدفین ہوئی۔

حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب

آپ ۱۹۰۹ء کو جناب فیروز خان صاحب کے گھر "دریہ" متصل حضرو ضلع کیمبلپور میں پیدا ہوئے، آپ کے والد صاحب دیندار اور گاؤں کے نمبردار تھے قومیت کے لحاظ سے "اعوان" ہیں، حضرو ہائی سکول سے مڈل کا امتحان پاس کیا پھر دینی طلباء کو دیکھ کر علوم دینیہ کی تکمیل کا شوق پیدا ہوا، پہلا تعلیمی سفر حجہ ضلع راولپنڈی کے لئے کیا، وہاں حضرت مولانا سیف الرحمٰن پشاوری کے شاگرد مولانا احمد دین صاحب سے ابتدائی فارسی اور صرف و نحو کی کتابیں پڑھیں پھر "شاہ محمد" ہری پور ہزارہ میں مولانا سکندر علی صاحب اور ان کے بڑے بھائی مولانا محمد اسماعیل صاحب ساکن کرکل، ہزارہ سے مختلف کتب کا درس لیا، فنون کی کتابیں مولانا عبداللہ چھچھوار اور مولانا محمد دین صاحب سے پڑھیں، پھر انہی ضلع گجرات کے مولانا غلام رسول صاحب اور ان کے داماد مولانا ولی اللہ صاحب سے معقولات کی آخری کتابیں پڑھیں، مشکوٰۃ، جلالین، بیضاوی اور ترجمہ قرآن بھی یہیں پڑھا، بعد ازاں حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ ساکن "واں بھچراں" ضلع میانوالی کی خدمت میں پہنچے، ان سے تفسیر قرآن کا درس لیا اور انہی کے ارشاد پہ دارالعلوم دیوبند کے لئے رخت سفر باندھا، امتحان داخلہ حضرت مولانا رسول خان صاحب ہزارویؒ نے لیا۔ وہاں زیادہ تر علم ادب کی کتابیں پڑھیں۔ پھر ڈابھیل پہنچے اور وہاں ۱۹۲۳ء میں دورۂ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی، پھر حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کے ارشاد پر آپ وہاں ایک سال بطور معین مدرس پڑھاتے رہے، اسی دوران اپنے شیخ حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ کے ارشاد

پھر واپس آ گئے اور مدرسہ "برکات الاسلام" وزیر آباد میں تدریس پر مامور ہوئے اور ایک عرصہ تک معقولات و منقولات کی تدریس کرتے رہے، پھر شیخ عبد الغنی صاحب آپ کو ۱۹۲۹ء میں وزیر آباد سے راولپنڈی لے آئے۔ یہاں پانچ سات ماہ تک ہائی سکول میں کام کیا، اسی دوران لوگوں کی استدعا پر پرانے قلعہ کی مسجد میں مشروط خطابت قبول کی کہ تنخواہ نہیں لوں گا سکول چھوڑ کر مسجد میں درس شروع کر دیا اور مختلف جگہ تقاریر کے علاوہ درس قرآن کا سلسلہ شروع کیا، پہلی مرتبہ جب دورۂ تفسیر شروع کیا تو کل نو طالب علم تھے پھر رفتہ رفتہ حلقہ بڑھتا گیا۔ اور اب تک کئی ہزار طلباء آپ سے پڑھ چکے ہیں، کوئی ۲۵ سال پہلے دار العلوم "تعلیم القرآن" کی بنیاد رکھی جو آج پاکستان کے ممتاز دار العلوم میں شمار ہے۔ آپ حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور انہی کے تعلیم فرمودہ وظائف پر کاربند ہیں۔ آپ مسئلہ توحید کھول کر بیان کرنے میں خصوصیت رکھتے ہیں اور اس سلسلہ میں طرح طرح کی مخالفتوں اور مصیبتوں کا شکار ہوئے مگر پائے ثبات میں لغزش نہیں آئی، آپ ایک نامور جیّد عالم، محقق اور مفسر ہیں "تفسیر جواہر القرآن" کے نام سے ایک تفسیر لکھی اور کئی رسالے بھی تالیف فرمائے جو مقبول عام ہیں اس وقت آپ جمعیت اشاعت توحید و سنّت پاکستان کے ناظم اعلیٰ ہیں جس کے صدر حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری صاحب ہیں جو پاکستان کے ممتاز علماء میں شمار ہوتے ہیں ایک جیّد ترین عالم دین اور شیخ طریقت ہیں ۱۹۷۰ء میں حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی، حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ، اور حضرت مولانا احتشام الحق تھانویؒ کے خاص دست راست رہے اور اسلامی نظام کی جدوجہد کرتے رہے اور مرکزی جمعیت علمائے اسلام پنجاب کے امیر کی حیثیت سے سوشلزم و کمیونزم تحریکات کے خلاف ان حضرات کے ساتھ مل کر کلمۂ حق بلند کرتے رہے، بڑے قابل قدر بزرگ ہیں اور حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب کے خاص معاصرین میں سے ہیں، آج کل گجرات شہر میں قیام پذیر ہیں۔ اور تبلیغی و اصلاحی خدمات میں مصروف ہیں۔

مولانا غلام اللہ خاں ۱۱ رجب المرجب ۱۴۰۰ھ کو وفات پا گئے۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

حضرت مولانا محمد عبد اللہ درخواستی

آپ ماہ محرم بروز جمعہ ۱۳۲۴ھ مطابق ۱۹۰۶ء کو "درخواست" تحصیل خانپور ضلع رحیم یار خان میں جناب مولوی حافظ محمود صاحب کے گھر پیدا ہوئے۔ قرآن مجید ۱۱ سال کی عمر میں اپنے والد صاحبؒ سے حفظ کیا، عربی، فارسی کی تعلیم آپ نے مولانا عبد الغفور حاجی پوریؒ اور مولانا محمد صدیق حاجی پوریؒ خلیفہ حضرت حکیم الامت تھانویؒ سے حاصل کی۔ پھر ۱۸ سال کی عمر میں دورۂ حدیث بھی شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد صدیق صاحبؒ ہی سے پڑھ کر سند فراغ حاصل کی، فراغت علوم کے بعد اپنے والد کے پیر و مرشد حضرت مولانا غلام محمد دین پوریؒ کی خدمت میں پہنچے، ان سے بیعت ہوئے اور تکمیل سلوک کرتے رہے آخر حضرت دین پوریؒ نے اپنی دستار آپ کے سر پر رکھ دی اور قرآن و حدیث کی تدریس و اشاعت کا کام سپرد کر دیا۔ اس کے بعد آپ نے اپنے گاؤں "درخواست" میں عربی مدرسہ "مخزن العلوم" قائم کر کے تدریس کا آغاز کیا۔ اور پندرہ سال تک پڑھاتے رہے پھر چوبیس سال میں ۵ سال یہ مدرسہ رہا، بعد ازاں ۱۳۶۶ھ/۱۹۴۷ء میں شاہی مسجد عید گاہ خانپور میں یہ مدرسہ منتقل ہوا اور اب تک نہایت کامیابی سے تعلیمی خدمات انجام دے رہا ہے، دورۂ حدیث کے علاوہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے طرز پر آپ ہر سال ماہ شعبان و رمضان میں دورۂ تفسیر پڑھاتے ہیں، آپ کے ہزاروں تلامذہ ملک و بیرون ملک میں علمی و تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ آپ کل عالم جمعیت علماء اسلام کے سربراہ بھی ہیں اور متبع سنّت اور صاحب نسبت بزرگ ہیں کافی تعداد میں آپ کے مریدین ہیں، درس و تدریس کے علاوہ کئی رسالے بھی لکھے ہیں جن میں "مقدمۃ القرآن" کے علاوہ کئی تقریریں شائع ہو چکی ہیں۔ آپ کی اولاد میں مولانا فداء الرحمٰن درخواستی اور مولانا مطیع الرحمٰن خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

حضرت مولانا محمد علی صدیقی کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ ۱۹۲۰ء میں قصبہ کاندھلہ ضلع مظفر نگر میں حضرت مولانا حکیم صدیق احمد صاحبؒ کے گھر پیدا ہوئے۔ حفظ قرآن اور ابتدائی کتب اپنے والد سے پڑھ کر دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور اکابر اساتذہ سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند فراغ حاصل کی۔ فراغت کے بعد تبلیغ دین کا سلسلہ شروع کیا اور پھر تحریک آزادی میں بھرپور حصہ لیا۔ اس وقت آپ کا عالم شباب تھا۔ بعدازاں ۱۹۴۵ء میں سیالکوٹ کے نواحی قصبہ چٹی شیخاں میں تبلیغِ دین کے لئے ایک مسجد کو اپنا مسکن بنالیا اور اس طرح شہرِ اقبال آپ کے علوم کی ضیاپاشیوں سے فیض یاب ہوا۔ کچھ عرصہ بعد جب حاجی شہاب الدین مرحوم نے ایک مدرسہ دارالعلوم الشہابیہ کی داغ بیل ڈالی تو آپ کو دارالعلوم کا شیخ الحدیث قرار دیا گیا اور آپ نے آخرِ لمحۂ حیات تک اسی دارالعلوم میں حدیث رسول کے چراغ جلائے۔ سینکڑوں تلامذہ ملک و بیرونِ ملک دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

درس و تدریس کے علاوہ آپ نے لادینی تحریکات کے خلاف بھی علمِ جہاد بلند کیا اور قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ ۱۹۷۳ء میں تحریک ختمِ نبوت میں عملی کردار ادا کیا۔ اور بہت سی مصائب سے دوچار ہوئے۔ پھر ۱۹۷۷ء کی تحریک نظامِ مصطفیٰ میں بھی پیش پیش رہے۔ آپ اپنے اخلاق و اوصاف میں سلف صالحین کا نمونہ تھے۔ فکر و استغنا ر تواضع و انکساری کا پیکر تھے۔ حق گوئی آپ کا شیوہ تھا۔ ہمیشہ حق و صداقت کے علمبردار رہے۔ ساری زندگی اسلام کی خدمت میں گزاری۔ علاوہ ازیں متعدد علمی تصانیف اپنے قلم فیض رقم سے منظرِ عام پر لائے جن میں تفسیر معالم القرآن شہرہ آفاق علمی شاہکار ہے۔ الغرض آپ ایک جید عالمِ دین، مفسرِ قرآن اور عظیم محدث و مدبر تھے۔ آپ نے ۱۹۹۳ء میں سیالکوٹ ہی میں وفات پائی۔ کثیر تعداد میں عوام و خواص نے نمازِ جنازہ میں شرکت کی۔ اللہ تعالےٰ درجات بلند فرمائیں۔ آمین!

حضرت مولانا مفتی بشیر احمد پسروری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ ۱۳۲۴ھ / ۱۹۰۶ء میں مولانا فتح محمد کے گھر موضع ڈیرہ غازیخان میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم فارسی و عربی درسیات اپنے والد سے پڑھیں۔ تیرہ سال کی عمر میں مدرسہ محمودیہ تونسہ شریف میں داخلہ لیا۔ تین سال تک یہاں تعلیم پائی۔ پھر مدرسہ نعمانیہ ملتان منتقل ہوئے اور شیخ الحدیث مولانا غلام محمد تلمیذ مولانا سیف الرحمٰن کابلیؒ سے دورۂ حدیث پڑھ کر ۱۳۴۷ھ مطابق ۱۹۲۸ء میں سندِ فراغ حاصل کی۔ دوسرے اساتذہ میں مولانا محمد دین بڈھویؒ، مولانا فقیر محمد، مولانا گوہر علی قیصرانی اور عبدالسلام سکندر پوری شامل ہیں۔ دورۂ حدیث کے بعد حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے دورۂ قرآن میں شامل ہوئے اور ۱۳۴۹ھ میں تفسیر کا امتحان دیا۔ پھر حضرت لاہوریؒ کے حکم پر پسرور میں سکونت اختیار کی اور انجمن تبلیغ الاسلام قائم کر کے دینی و تبلیغی سرگرمیوں کو منظم کیا۔ اس کے بعد کئی سال تک مدرسہ حنفیہ قادریہ تعلیم القرآن کے ذریعے تدریسی خدمات انجام دیں۔ آپ سیاسی طور پر مجلس احرار اسلام سے وابستہ تھے۔ آپ نے ۱۹۳۱ء کی تحریک کشمیر میں عملی حصہ لیا اور گرفتار ہوئے۔ مقدمہ چلا اور ایک سال قید رہے۔

بعدازاں آپ نے تنظیم اہل سنت والجماعت کے پلیٹ فارم سے مسلک اہلسنت کی تبلیغ و اشاعت کا فریضہ انجام دیا۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختمِ نبوت میں آپ پھر گرفتار ہوئے اور دس ماہ پسِ دیوارِ زنداں رہے۔ آخر میں جمعیت علماء اسلام سے وابستہ ہوئے اور ملکی و ملی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے۔ آپ حضرت لاہوریؒ کے خلیفہ مجاز تھے اور انہی کے مسلک و مشرب پر قائم رہے۔ آپ نے دینی و تبلیغی خدمات کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا کام بھی کیا اور متعدد کتابیں لکھیں جن میں "سوانح حیات امام حسینؓ" انوارِ صحابہؓ، فضائل صحابہؓ، مسائل قربانی، بدعات و رسومات، سوانح امام حسینؓ، ارشاداتِ خاتم الانبیاء، اور خلفائے ثلاثہ و اہلبیت کی آپس میں رشتہ داریاں" قابل ذکر ہیں۔ آپ نے ۱۹۷۴ء کو وفات پائی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

حضرت مولانا مفتی محمود صاحب

آپ ۱۹۰۹ء کو موضع "عبدالخیل" علاقہ پنیالہ، ڈیرہ اسمٰعیل خان میں جناب مولانا محمد صدیق صاحبؒ نقشبندی کے گھر پیدا ہوئے، پنیالہ ہائی سکول میں میٹرک تک تعلیم حاصل کی، ساتھ ہی اپنے والد صاحبؒ سے استفادہ کرتے رہے، اعلیٰ تعلیم کے لئے ہندوستان کا سفر کیا اور وہاں مرادآباد، دہلی، اور دیگر دینی مدارس میں پڑھنے کے بعد ۱۳۶۰ھ مطابق ۱۹۴۱ء میں تمام علوم وفنون سے سندِ فراغت تعلیم حاصل کی۔ فراغت کے بعد وطن واپس آئے۔

اور اپنے گاؤں ہی چار سال تک تدریس کی خدمت انجام دی پھر "عیسیٰ خیل"، ضلع میانوالی میں تین سال تک تدریس کی، ۱۳۷۰ھ میں مدرسہ قاسم العلوم ملتان میں مدرس ہو کر گئے جہاں رفتہ رفتہ صدر مدرس اور شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے، اس عرصہ تدریس میں افتاء کی ذمہ داری بھی آپ کے سپرد رہی اور اس عرصہ میں ہزاروں فتوے آپ کے قلم سے نکل چکے ہیں جن کا مکمل ریکارڈ ہے جو آپ کی فقہی مہارت کا واضح ثبوت ہے۔

آپ نے ملکی سیاسیات میں بہت زیادہ حصّہ لیا ہے آپ پہلے جمعیّت علماء ہند کی مرکزی کونسل کے ممبر بنے پھر تقسیم کے بعد ملتان میں ایک نئی تنظیم جمعیت اسلام کے نام سے قائم کی جس کے ناظم اعلیٰ مولانا غلام غوث ہزاروی مقرر ہوئے۔ اس کے جنرل سیکرٹری آپ منتخب ہوئے یہ تنظیم اصل جمعیت علماء اسلام جو تحریک پاکستان کے حامی علماء پر مشتمل تھی اس سے علیحدہ قائم کی گئی تھی، اب وہ مرکزی جمعیّت علماء اسلام کے نام سے مشہور ہے جس کے قائدین میں حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، حضرت

مولانا محمد ادریس کاندھلوی صاحب، حضرت مولانا خیر محمد جالندھری صاحب اور حضرت مولانا احتشام الحق شامل ہیں۔

بہرحال حضرت مولانا مفتی محمود صاحب کی جمعیّت کے امیر اعلیٰ حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ اور ناظم اعلیٰ مولانا غلام غوث ہزارویؒ منتخب ہوئے بعد میں حضرت مفتی صاحب بھی اس کے مرکزی ناظم اعلیٰ منتخب ہوئے ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوّت میں نمایاں حصّہ لینے پر آپ ایک سال ملتان جیل میں رہے، ۱۹۶۲ء میں ایوبی آئین کے تحت بنیادی جمہوریتوں کے ذریعے جب پہلے انتخابات ہوئے۔ تو آپ نے ان میں انفرادی حیثیت سے حصّہ لیا۔ اور اپنے تمام مخالف امیدواروں کی ضمانتیں ضبط کراتے ہوئے نمایاں کامیابی حاصل کی اور "حزب اختلاف" کا کردار ادا کیا، ۱۹۶۵ء کے انتخابات میں آپ کو اس کی سزا ملی۔ ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں اسی حلقہ سے ذوالفقار علی بھٹو کے مقابلہ میں دس ہزار ووٹ زائد حاصل کئے یکم مئی ۱۹۷۲ء کو صوبہ سرحد کے وزیر اعلیٰ کے عہدے پر فائز ہوئے اور چند ماہ کے بعد احتجاجاً مستعفی ہو گئے۔ اس عرصے میں آپ نے کئی مثالی کام کئے، اس کے علاوہ وفاق المدارس کے آپ ناظم اعلیٰ ہیں۔

سلسلۂ نقشبندیہ میں اپنے والد صاحبؒ سے خلافت حاصل کی ہے اور حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب خلیفہ حضرت مولانا عبدالقادر رائپوریؒ نے بھی چاروں سلسلوں میں آپ کو خلافت عطا کی ہے آپ ایک جید عالم زبردست فقیہ عظیم خطیب اور بہترین شیخ ہیں کئی بار حج کی سعادت حاصل کر چکے ہیں ۱۹۷۴ء میں مجلس عمل کے نائب صدر منتخب ہوئے اور اسی سال تحریک ختم نبوت میں مرزائیوں کو اقلیت قرار دلانے میں نمایاں خدمات انجام دیں، آپ اس وقت "ترجمان اسلام" کے رئیس التحریر اور سرپرست ہیں اور جمعیت علماء اسلام کے قائد بھی ہیں، ایک بلند پایہ سیاستدان اور اسلام کے بیباک ترجمان ہیں۔ اور قوم وملک کی خدمت میں مصروف ہیں،

آپ ۱۴ر اکتوبر ۱۹۸۰ء ر ذی قعدہ ۱۴۰۰ھ کو رحلت فرما گئے۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

❖

حضرت مولانا محمد شریف جالندھری

آپ اُستاذ العلماء و الفضلاء حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے ہیں اور اس وقت آپ کا شمار پاکستان کے ممتاز علماء دین میں ہوتا ہے، آپ ۲ جمادی الثانی ۱۳۲۶ھ کو پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد حضرت اقدس مولانا خیر محمد صاحب قدس سرہٗ نے اپنی ایک یادداشت میں آپ کے یہ تاریخی نام تحریر فرمائے ہیں۔ "مرغوب حلیم" "ظہیر تابع" "خیر اُشکورا" "منظور الکل" وغیرہ۔

آپ نے ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے والد صاحبؒ کے قائم کردہ مدرسہ عربیہ خیر المدارس جالندھر میں پائی، اس کے علاوہ رائے پور گوجراں میں بھی چند ابتدائی فارسی کتب پڑھیں، قرآن پاک بھی خیر المدارس جالندھر (بھارت) میں مکمل کیں پھر شوال المکرم ۱۳۶۰ھ میں آپ نے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لے کر دورۂ حدیث شریف کیا اور ۱۳۶۱ھ میں سند الفراغ حاصل کی، آپ کے دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی امروہیؒ، جامع المعقول حضرت علامہ محمد ابراہیم بلیاویؒ اور مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندیؒ جیسے اکابر اور نادرۂ روزگار ہستیاں شامل ہیں۔

آپ بھی حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ کے سلسلۂ روحانی میں داخل ہیں آپ نے اپنی اصلاح و تربیت کا تعلق اپنے والد محترم حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ کے ایما و اجازت سے حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی صاحب خلیفہ حضرت حکیم الامت

تھانویؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند سے قائم فرمایا۔ وصال سے دو سال قبل ۱۳۸۸ھ میں خود حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ نے بھی آپ کو دست بدست بیعت کی سعادتِ عظمیٰ سے مشرف فرمایا پھر اُن کے وصال کے بعد حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہٗ نے آپ کو اجازت بیعت و تلقین بھی عطا فرما دی۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

آپ کا تدریسی تجربہ تقریباً چالیس برس کے لگ بھگ ہے اور فراغتِ تعلیم کے بعد سے ہی درس و تدریس اور تبلیغ و اصلاح میں مصروف ہیں اس کے ساتھ حضرت مولانا خیر محمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی حیات ہی میں آپ کو مدرسہ خیر المدارس ملتان کا نائب بنا دیا گیا تھا اور حضرتؒ کے وصال سے آٹھ سال پہلے سے ہی خیر المدارس کا اہتمام حضرت قدس سرہٗ کی زیر نگرانی آپ ہی انجام دیتے تھے اور باقاعدہ نائب مہتمم کے عہدہ جلیلہ پر فائز تھے۔ پھر حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ کے وصال کے بعد خیر المدارس جیسے عظیم ترین دینی درسگاہ کے، اہتمام کی مکمل ذمہ داری آپ ہی پر پڑی اور بفضلہ تعالیٰ آپ اسے احسن طریقے سے انجام دے رہے ہیں، آپ کے زمانۂ اہتمام میں مدرسہ خیر المدارس نے تعلیمی ترقی اور تعمیری ترقی خوب کی ہے۔ متعدد کمروں کا اضافہ بھی ہوا ہے اور تعلیمی معیار میں بھی روز افزوں ترقی ہوئی ہے۔ اس سلسلہ میں، چند مشاہیر علماء کی آراء درج کی جاتی ہیں جن سے حضرت مولانا موصوف کے دورِ اہتمام میں مدرسہ نے جو ترقی کی ہے اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

خطیب پاکستان حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی بانی و مہتمم دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈو الٰہ یار خطیب جامع مسجد جیکب لائن کراچی جو مدرسہ عربیہ خیر المدارس کی مجلسِ شوریٰ کے رکن و صدر نشین رہ چکے ہیں اور حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ کے خاص خاص احباب اور معاصرین میں سے تھے۔ حضرت مولانا محمد شریف صاحب جالندھری مدظلہٗ کے دورِ اہتمام میں مدرسہ کا معائنہ کر کے فرماتے ہیں:۔ کہ

حسب معمول مدرسہ خیر المدارس کی انتظامی اور تعلیمی کارکردگی کو

دیکھنے کا موقع ملا، حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ
کی سرپرستی اور اہتمام سے ادارہ کی محرومی ایک ایسا علمی اور
روحانی نقصانِ عظیم ہے جس کی تلافی کسی طرح نہیں ہو سکتی
مگر مولانا محمد شریف جالندھری مہتمم مدرسہ اور مولانا محمد شریف
صاحب کشمیری شیخ الحدیث مدرسہ ہٰذا کے نظم و انصرام اور تدریسی
جدوجہد بلکہ اساتذہ و عملہ کے کاموں کو دیکھ کر ایسا محسوس
ہوا کہ جیسے کوئی فرق ہی نہیں پیدا ہوا، مدرسہ خیر المدارس بالکل
اسی نہج پر چل رہا ہے جس پر حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ
علیہ نے فرمایا تھا۔ اور سمجھتا ہوں کہ یہ بھی حضرت بانی رحمۃ اللہ علیہ
کا روحانی فیض ہے کہ مدرسہ کی تعلیم اور انتظام میں کوئی فرق نہیں
پیدا ہوا، اہلِ ثروت سے بالعموم اور خیر المدارس کے معاونین سے
بالخصوص میری گزارش ہے کہ وہ اپنی مالی سرپرستی اسی طرح
قائم رکھیں جس طرح حضرت بانیٔ مدرسہ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں
تھی، مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اسلاف و اکابر کی اس یادگار
کی حفاظت کرے گا اور مسلمانوں کو اس سے ہمیشہ ہمیشہ روحانی فیض
پہنچتا رہے گا۔" فقط:۔ احتشام الحق تھانوی نزیلِ ملتان ۱۹ر شعبان ۱۳۹۳ھ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی مدظلہ فرماتے ہیں کہ:۔

خیر المدارس کے کوائف و احوال معلوم کر کے اسلامی علوم و فنون کے
اس مرکز کی دل میں بے حد قدر ہوئی نہ صرف یہ کہ خیر المدارس ہی
کے احاطہ میں قرآن و حدیث کی تعلیم و تدریس کا سلسلہ جاری ہے
بلکہ خیر المدارس کی شہر میں قائم کردہ شاخیں تعلیم قرآن کریم کی بہت

بڑی خدمت انجام دے رہی ہیں۔ یہ سب کچھ بانی خیر المدارس
حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاص حسن اور
حسنِ انتظام کا نتیجہ ہے، دعا ہے کہ خداوند کریم اس عظیم درسگاہ
کو دین کی خدمت کے لئے قائم و دائم رکھے اور ترقیات سے نوازے۔"

محقق العصر حضرت علامہ محمد تقی عثمانی صاحب ایم۔اے۔ایل۔ایل بی فرماتے ہیں کہ:۔
یہ دیکھ کر بے حد مسرور و اطمینان نصیب ہوا کہ الحمد للہ مدرسہ
خیر المدارس حضرت مولانا محمد شریف صاحب جالندھری مدظلہم کے
زیرِ اہتمام حسن و خوبی کے ساتھ چل رہا ہے اور اپنی سابقہ روایاتِ
تعلیمی کا محافظ امین ہے۔"

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند جو آپ کے شیخ و مربی بھی
ہیں۔ ان کی رائے عالی درج کی جاتی ہے جو اس امر کی عظیم شہادت ہے، فرماتے ہیں:۔ کہ
آج بتاریخ ۲۴ر جمادی الاولیٰ ۱۳۹۸ھ مدرسہ خیر المدارس ملتان میں حاضری
ہوئی، مقصد حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تعزیت تھی
ضمناً مدرسہ کا عظیم الشان جلسہ بھی رکھا گیا جس میں طلباء کی ایک کثیر
تعداد کی دستار بندی ہوئی، خوشی اس بات کی ہے کہ بانیٔ مدرسہ حضرت
مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد ان کے اخلاف
رشید نے اس علمی کارخانہ کو اسی آب و تاب کے ساتھ قائم رکھا
بلکہ ترقی دی، مولانا محمد شریف صاحب خلف الرشید حضرت مولانا مرحوم
کی سیادت میں بھی مدرسہ بدستور ترقی پذیر ہے۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ
دعا ہے کہ حق تعالیٰ اس صدقہ جاریہ کو قائم و دائم رکھے۔ آمین!"
محمد طیب رئیس جامعہ دارالعلوم دیوبند ۲۴ ۵/۹۸ ھ

بہرحال آپ خیر المدارس کے مہتمم اعلیٰ ہیں اور مدرسہ ترقی کی راہ پر گامزن ہے آپ جامع مسجد خیر المدارس میں خطبۂ جمعہ خود بیان فرماتے ہیں اور حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ کی حیات طیبہ کے آخری دور میں بھی یہ خدمت آپ ہی کے ذمہ تھی، ایک ڈیڑھ گھنٹہ وعظ و نصیحت بڑے سادہ انداز میں بیان فرماتے ہیں الفاظ اتنے سادہ اور سلیس ہوتے ہیں جو دل پر اثر کرتے چلے جاتے ہیں اس کے ساتھ علمی دلائل بھی بیان فرماتے ہیں۔

حضرت مولانا مدظلہم جہاں اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے لگائے ہوئے پودے (خیر المدارس) کی آبیاری فرما رہے ہیں وہاں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اصلاح و تربیت کی جانشینی کا حق بھی ادا فرماتے ہیں، حضرت رحمۃ اللہ کی حیات طیبہ کے زمانے کی طرح اب بھی حضرت مولانا موصوف کی زیر نگرانی حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کے مواعظ و ملفوظات پڑھ کر سننے اور مجلس کرنے کا سلسلہ بھی باقی رکھا ہے۔

اے خدا ایں سلسلہ قائم بدار!

فیض او جاری بود لیل و نہار

دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا موصوف مدظلہم کو حضرت مولانا خیر محمد صاحب قدس سرہٗ کا حقیقی جانشین بنا دیں اور ان کی عمر میں خیر و برکت عطا فرمائیں آمین ثم آمین۔

آپ ۷ ستمبر ۱۹۸۱ء، ۷ ذی قعدہ ۱۴۰۱ھ کو مکہ مکرمہ میں اچانک دل کا دورہ پڑنے سے رحلت فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

حضرت مولانا مفتی عبداللہ ملتانی

آپ کا آبائی وطن ڈیرہ غازیخان تھا۔ ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ کے علماء سے حاصل کی پھر اعلیٰ تعلیم کے لیے برصغیر کی عظیم دینی و علمی درسگاہ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ اور وہاں اپنے وقت کے جید علماء سے استفادہ کے بعد سند الفراغ حاصل کی۔ آپ کے ممتاز اساتذہ میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ، شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی امروہیؒ اور دوسرے اکابر علماء شامل ہیں۔ فراغت کے بعد تقسیم ملک تک مراد آباد (بھارت) ہی میں تعلیمی و تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ قیام پاکستان کے بعد ملتان میں ۱۹۴۶ء مطابق ۱۳۶۵ھ سے جامعہ خیر المدارس اور مدرسہ قاسم العلوم سے اپنا تعلق قائم کیا۔ اور حسبۃً للہ بلا معاوضہ درس حدیث کا آغاز فرمایا۔ جو ان کی وفات سے چند سال پیشتر تک حالات کے تغیر و تبدل، گردش لیل و نہار اور عوارض و موانع کے باوصف کسی انقطاع یا تعطل کے بغیر قائم رہا۔ حدیث کی درس و تدریس کے ساتھ فقہ کے جزئیات پر ان کی وسعت نظر بدرجۂ اتم تھی فتاویٰ کے جوابات آپ کے تبحر علمی، تعمق نظر اور فقہ میں اُن کی نگاہ و دو درس کا شاہکار ہوتے تھے۔

آپ نے تقریباً ۳۲ برس تک اس خدمت کو انجام دیا۔ ایسے متقی اور محتاط فقیہ و محدث اب دور دور تک نظر نہیں آتے، بانی جامعہ خیر المدارس حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری قدس سرہٗ آپ کے کمال علم و عمل بے نفسی و للہیت، ذاتی اخلاق تواضع و انکسار دینی و علمی مناقب اور دین کی راہ میں اُن کے مجاہدانہ اخلاص کی بنا پر

اِن کے ساتھ امتیازی احترام وسلوک فرماتے۔ قیامِ پاکستان کے بعد تقریباً پورا عرصہ التزام رہا کہ جامعہ خیر المدارس میں نمازِ عیدین کے لئے حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ آپ ہی کا انتخاب فرماتے، آپ کے بارے میں حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ سے یہاں تک سُنا گیا کہ جس شخص نے جنتی آدمی کی زیارت کرنی ہو۔ وہ مفتی عبداللہ صاحب کو دیکھ لے "

جن حضرات کو خیر المدارس میں تعلیم وتعلّم کی سعادت حاصل ہوئی ہے وہ حضرت مولانا جالندھریؒ کے منفردانہ حُسنِ اہتمام، مخصوص قواعد وضوابط اور طریق تربیت سے آگاہ ہیں۔ کہ حضرت مولانا جالندھریؒ زمانہ تعلیم میں اساتذہ اور طلباء کی غیر علمی اور غیر تدریسی سرگرمیوں کو قطعاً ناپسند فرماتے تھے، خیر المدارس کے در و دیوار بھی سیاست سے ناآشنا ہیں۔ طلباء اور اساتذہ کو علمی اشتغال وانہماک کے سوا اور کوئی مشغولیت نہیں ہوتی، نہ ہی یہ حضرت بانی قدس سرہٗ کے مزاج کے موافق تھا۔ عملاً ہی نہیں فکری طور پر سیاسی اور غیر تدریسی ذہن رکھنے والے حضرات کو بھی آپ خیر المدارس کے لئے پسند نہ فرماتے تھے۔ مگر حضرت مفتی عبداللہ صاحبؒ اِس کلیّہ سے مستثنیٰ تھے۔ چنانچہ آپ دارالحدیث خیر المدارس کے شیخ الحدیثؒ ہونے کے باوجود اپنے ذاتی مکتبہ صدیقیہ میں "التاجر الصدوق الامین" بھی تھے۔ اور دینی سیاست میں ایک مجاہد اور فعّال رضاکار بھی۔ عزت ومقام کی خواہش اور طلب وجاہ کی مذموم صفات کی پرچھائیں بھی آپ زندگی پر نہ پڑی تھیں۔ حرفِ اسلام کی سربلندی اور اہلِ حق کی آواز کو عامۃ الناس تک پہنچانے کے لئے آپ نے دو مرتبہ جمعیت علماء اسلام کے ٹکٹ پر قومی انتخابات میں حصّہ لیا۔

اِس کے علاوہ تحریک ختم نبوت اور تحریک نظامِ مصطفیٰ میں عملی حصّہ لیا۔ اور اِس سلسلہ میں بعض اوقات قید وبند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ آپ عرصہ دراز تک پاکستان کے دینی مدارس کی تنظیم وفاق المدارس کی مجلس شوریٰ وعاملہ کے رکن اور کین

درخازن رہے۔ بہرحال آپ ایک جیّد عالم دین، مفتی اور عارف تھے۔ صبر ورضا کے پیکر اور اخلاق وللّٰہیت کے مجسّمہ تھے۔ آخر لمحۂ حیات تک صبر وشکر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا اور ۳ر جمادی الاوّل ۱۴۰۵ھ مطابق ۲۵ جنوری ۱۹۸۵ء شب جمعہ کو رحلت فرمائی خیر المدارس کے احاطہ میں ہزاروں افراد نے نمازِ جنازہ پڑھی اور شیخ الحدیث مولانا محمد شریف کشمیری مدظلہٗ نے امامت کے فرائض انجام دیئے۔

اللہ تعالیٰ اِس مردِ حق کو درجاتِ عالیہ نصیب فرمائے آمین "

حضرت مولانا محمد شریف کشمیری

آپ کیرٹ پتن شیر خان تحصیل پلندری ضلع پونچھ میں پیدا ہوئے ۔ والد صاحب کا نام مولانا نصیر الدین ہے ابتدائی اردو تعلیم مقامی سکول میں حاصل کرنے کے بعد چکوال کے مدرسہ اشاعت العلوم میں عربی صرف و نحو کی تعلیم حاصل کی ۔ باقی درسیات جامعہ فتحیہ اچھرہ لاہور میں حضرت مولانا حافظ مہر محمد صاحبؒ سے پڑھیں ۔ تمام معقولات فقہ اور اصول فقہ کی تحصیل کے بعد مدرسہ ہاشمیہ سجاول سندھ کے صدر مدرس حضرت مولانا سید شمس الحق افغانی قدس سرہٗ سے شرح اشارات جملہ فنون ادبیہ ۔ تفسیر کشاف تہافتہ الفلاسفہ الغزالی، احیاء العلوم کا حصہ منجیات و موبقات، تلخیص مقالات ارسطو، مشکوٰۃ شریف اور مکمل دورۂ حدیث پڑھ کر فراغت حاصل کی، اس کے بعد ریاست ٹونک بھارت میں حضرت علامہ حکیم برکات احمد صاحبؒ سے شرح مطالع حاشیہ قدیمہ و جدیدہ پڑھیں ۔ درمیانی عرصہ سے ایک سال دارالعلوم دیوبند میں رہے ۔

جملہ علوم سے فراغت کے بعد دو سال حضرت علامہ شمس الحق افغانی کی نیابت میں قلات میں نائب وزیر معارف رہے ۔ ۱۹۴۲ء تا ۱۹۴۷ء دارالعلوم دیوبند میں تدریسی خدمات انجام دیں ۔ پھر پاکستان بننے کے بعد حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ کے حکم پر جامعہ خیر المدارس ملتان تشریف لائے ۔ اور بطور صدر مدرس شیخ الحدیث تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں ۔ اس عرصہ میں ہزاروں طالبان علم آپ سے استفادہ کر چکے ہیں ۔ اس کے ساتھ ساتھ کئی سال مدرسہ قاسم العلوم ملتان میں بھی درس حدیث دے چکے ہیں ۔

آپ ۱۱ر شوال ۱۴۱۰ھ کو رحلت فرما گئے ۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ۔

حضرت مولانا محمد عبداللہ رائپوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ ۱۳۳۰ھ ۸ر رمضان المبارک کو رائپور ضلع جالندھر میں پیدا ہوئے ۔ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا مفتی فقیر اللہ جالندھری علیہ الرحمہ اپنے وقت کے جید عالم دین تھے، جنہوں نے حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ جیسے نابغہ روزگار علمی شخصیت کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کر کے علم و فضل کے خزانے سے اپنا دامن بھرا ۔ آپ نے ابتدائی تعلیم و تربیت کے بیشتر مراحل مدرسہ رشیدیہ رائپور اور مدرسہ خیر المدارس جالندھر میں طے کئے ۔

آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ، حضرت مولانا مفتی فقیر اللہ حضرت مولانا عبدالعزیز رائپوریؒ اور حضرت مولانا محمد ابراہیم میاں چنوں جیسی علمی شخصیات نمایاں ہیں ۔ آپ نے دورۂ حدیث مدرسہ خیر المدارس جالندھر میں مکمل کر کے حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ سے سندِ اجازت حاصل کی اور بعد میں آپ کے مشفق استاذ حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ آپ کو شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی خدمت میں لے گئے ۔ انہوں نے بھی آپ کو حدیث کی اجازت سے سرفراز فرمایا ۔ اسی طرح شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آپ کو حدیث کی اجازت مرحمت فرمائی تھی ۔

فراغت کے بعد آپ نے اپنے استاذِ محترم حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ کے حکم پر مدرسہ فیض محمدی جالندھر میں مسلسل بیس سال تک کتب درسِ نظامی پڑھائیں ۔

پھر ایک سال رائپور مدرسہ رشیدیہ اور تقسیمِ ملک کے بعد ۲ سال مدرسہ قاسم العلوم فقیروالی میں بھی آپ نے پڑھایا۔

بعدازاں ۱۹۴۹ء میں جب جامعہ رشیدیہ ساہیوال میں تعلیم کا آغاز ہوا تو آپ بطور شیخ الجامعہ تشریف لائے اور پھر تمام زیست اس مسندِ حدیث کو عزت بخشی۔ اس عرصہ میں ایک سال کے لئے اپنے استاذِ مشفق مولانا خیر محمد جالندھریؒ کے حکم پر آپ جامعہ خیر المدارس ملتان تشریف لے گئے۔ حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ کی یہ خواہش تھی کہ آپ مشکوٰۃ شریف پڑھائیں۔ کیونکہ آپ کی مشکوٰۃ شریف کی تعلیم ضرب المثل تھی۔ دورانِ تدریس ہزاروں علماء و طلباء نے آپ سے استفادہ کیا۔ اور آخر دم تک جامعہ رشیدیہ ساہیوال میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریکِ ختم نبوت میں ایک سال آپ میانوالی جیل میں رہے اور مجلس تحفظ ختم نبوت کے آپ مرکزی نائب امیر بھی رہے۔

آپ کا روحانی تعلق حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری سے تھا۔ بعد میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت و اجازت سے نوازا۔ بالآخر ساری عمر درسِ حدیث اور اصلاح و ارشاد میں گزارتے ہوئے ۲ رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ کو آپ نے رحلت فرمائی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

حق تعالیٰ درجاتِ عالیہ نصیب فرمائیں۔ آمین!

(ماخوذ ماہنامہ "الرشید" ساہیوال شوال ۱۴۰۵ھ)

حضرت مولانا قاری رحیم بخش پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ رجب المرجب ۱۳۳۱ھ کو پانی پت میں چوہدری فتح محمد بن حافظ رحم علی کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مولوی محمد اسماعیل پانی پتی سے حاصل کی اور فارسی، عربی، صرف و نحو اور منطق کی تعلیم حضرت مولانا قاری فتح محمد پانی پتیؒ سے حاصل کی۔ بعد ازاں دارالعلوم دیوبند میں ۸ ذی قعدہ ۱۳۵۲ھ میں داخلہ لیا۔ جہاں شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، علامہ محمد ابراہیم بلیاویؒ، مفتی محمد شفیع دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، مولانا عبدالسمیع دیوبندیؒ، اور مولانا مفتی ریاض الدینؒ جیسے اکابر علماء سے فقہ و اصول اور حدیث و تفسیر کی تعلیم حاصل کر کے دورۂ حدیث کی سند شعبان ۱۳۶۴ھ میں حاصل کی۔

قیامِ پاکستان سے قبل آپ مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے ایماء پر ملتان تشریف لائے اور مسجد سراجاں حسین آگاہی ملتان میں مدرسہ محمدیہ کی بنیاد رکھی۔ پھر جامعہ خیر المدارس کی نشاۃ ثانیہ کے بعد آپ حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ کی علمیت و روحانیت اور ہر دلعزیزی کے پیش نظر جامعہ خیر المدارس ملتان سے وابستہ ہوگئے اور پھر تاحیات شعبہ تجوید و قرأت کے صدر رہے۔ اس دوران آپ نے سینکڑوں قراء اور ہزاروں حفاظ پیدا کئے جو نہ صرف پاکستان کے کونے کونے میں پھیلے ہوئے ہیں، بلکہ ایران، افغانستان، برما، بنگلہ دیش، ترکی، متحدہ عرب امارات اور سعودی عرب میں خدمتِ قرآن شریف سرانجام دے رہے ہیں۔

آپ کی چالیس سالہ تدریسی زندگی میں جن نامور تلامذہ نے آپ سے فیضیابی

کا شرف حاصل کیا اُن میں مولانا خان محمد صاحبؒ خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف، مولانا مفتی عبداللہ ملتانی، مولانا قاری احترام الحق تھانوی، مولانا سیّد ابوذر بخاریؒ، مولانا صوفی محمد سرور، مولانا سید عطاء المحسن بخاری، مولانا قاری عبداللہ مدنیؒ اور مولانا قاری محمد حنیف جالندھری جیسے ممتاز علماء شامل ہیں۔

درس و تدریس کی خدمات کے علاوہ آپ نے قرآن مجید و فنِ تجوید و قرأت پر متعدد کتابیں بھی تالیف فرمائیں جن میں قرأت عشرہ پر متعدد رسائل، شرح مقدمہ جزریہ شرح طیبۃ النشر تکمیل الاجر کے علاوہ بہت سی تصانیف ہیں۔ آپ نے تحریک ختم نبوت، اور تحریک نظام اسلام میں بھی بھرپور حصہ لیا۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں چھ ماہ جیل میں رہے۔

آپ نے ۱۳۶۴ھ میں مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی۔ پھر مولانا عبدالقادر رائپوری سے بیعت فرمائی۔ بعدازاں شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہٗ سے خلافت حاصل کی۔ آخر دم تک درس و تدریس، تبلیغ و اشاعت اور ذکر و اذکار میں مشغول رہنے کے بعد ۱۱ر ۱۲ر ذی الحجہ ۱۴۰۲ھ مطابق ۲۹ر ۳۰ر ستمبر ۱۹۸۲ء کی درمیانی شب کو ساڑھے دس بجے رحلت فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ ۔

حق تعالےٰ درجات بلند فرمائیں۔ آمین!

(ماخوذ ماہنامہ "البلاغ" کراچی نومبر ۱۹۸۲ء)

حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھی قدس سرہٗ العزیز

آپ ۱۹۱۱ء میں انڈیا کے شہر میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ کے علماء سے حاصل کی۔ پھر مرکزِ علومِ اسلامیہ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے جہاں تفسیر و حدیث، فقہ و کلام اور منطق و فلسفہ کی تعلیم اکابر علماء سے حاصل کی۔ دورۂ حدیث حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا۔ آپ کے دوسرے اساتذہ میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ، مولانا اعزاز علی امروہیؒ اور علامہ محمد ابراہیم بلیاوی قابلِ ذکر ہیں۔ درسِ نظامی سے فراغت کے بعد آپ دہلی تشریف لے آئے اور مدرسہ امینیہ دہلی میں درس و تدریس اور دارالمصنفین میں تصنیف و تالیف کا کام شروع کیا اور تقسیمِ ملک تک تدریسی و تصنیفی خدمات انجام دیتے رہے۔

قیامِ پاکستان کے بعد کراچی تشریف لے آئے اور علوم عصریہ اور علوم دینیہ کی مشترکہ تعلیم کے لئے ادارہ شرقیہ کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا۔ لیکن فطری ذوق چونکہ اشاعتِ علمِ دین کی طرف تھا۔ اس لئے فطری تقاضہ سے مجبور ہو کر پہلے حضرت مفتیٔ اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قائم کردہ "دارالعلوم کراچی کورنگی" میں تدریس کا سلسلہ شروع فرمایا اور تین چار سال تک تفسیر و حدیث اور علم و ادب کی تعلیمات سے طلباء کو فیضیاب کرتے رہے۔ اسی اثناء میں حضرت علامہ سیّد محمد یوسف بنوریؒ نے جامع مسجد نیوٹاؤن میں مدرسہ اسلامیہ کے نام سے ادارہ قائم کیا، تو آپ مولانا بنوریؒ کی دعوت پر جامعہ اسلامیہ نیوٹاؤن کراچی تشریف لے آئے اور اپنی تمام زندگی اسی جامعہ میں خدمتِ حدیث میں گزار دی۔

یہاں تدریس کے ساتھ ساتھ اشاعت کا کام بھی کرتے رہے اور ماہنامہ "بیّنات" کراچی کے آخری دم تک مدیر مسئول بھی رہے۔ جب علامہ بنوریؒ نے جامعہ اسلامیہ میں تخصص (پی ایچ ڈی) کا شعبہ قائم کیا۔ تو تخصص فی الحدیث کی نگرانی کے لئے اُن کی نگاہِ انتخاب مولانا محمد ادریس میرٹھیؒ پر پڑی۔ آپ کی نگرانی میں بے شمار طلبا ر نے حدیث پر اپنے بہترین تحقیقی مقالے لکھے جو علم حدیث میں بہت بڑا ذخیرہ ہیں۔

اسی طرح جب وفاق المدارس پاکستان کی تنظیم عمل میں آئی تو علامہ بنوریؒ اور دیگر علماء کی نظرِ انتخاب آپ ہی پر پڑی اور آپ کو وفاق المدارس کا ناظم اعلیٰ مقرر کیا گیا اور بعد میں آپ وفاق المدارس کے صدر کے عہدہ پر فائز ہوئے جو آخر وقت تک قائم رہا۔

الغرض آپ نے اپنی زندگی تین کاموں کے لئے وقف کر رکھی تھی۔ درس و تدریس۔ تصنیف و تالیف اور حج و عمرہ کی ادائیگی۔ حق تعالیٰ نے یہ تینوں کام بحسن و خوبی ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور بالآخر ۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۹ھ ۲ فروری ۱۹۸۹ء بروز جمعرات درسِ قرآن و حدیث پڑھانے کے بعد اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

حق تعالےٰ آپ کی لحد پر اپنی رحمتیں نازل فرمائیں۔ آمین!

(روزنامہ جنگ کراچی ۱۰ فروری ۱۹۸۹ء)

حضرت مولانا عبیداللہ انور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ ۲ اگست ۱۹۲۶ء کو شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے گھر پیدا ہوئے۔ قرآن مجید کی تعلیم قاری عبدالکریم دیوبندیؒ سے لاہور ہی میں حاصل کی۔ ابتدائی اور ثانوی تعلیم کے لئے مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لیا۔ جہاں حضرت مولانا اسعداللہ رامپوریؒ، حضرت مولانا عبدالرحمٰن کاملپوری اور حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی اکابر اساتذہ سے استفادہ کیا۔ بعد ازاں دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ اور ۱۹۴۷ء میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی علیہ الرحمہ علامہ محمد ابراہیم بلیاویؒ، مولانا رسول خان ہزارویؒ، مولانا قاضی شمس الدین گوجرانوالہ مولانا مفتی محمد شفیعؒ اور مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ جیسے اکابر سے حدیث و تفسیر اور فقہ و کلام کی تکمیل کر کے سند الفراغ حاصل کی۔

فراغت کے بعد حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو مولانا محمد صادق کراچی کی خواہش پر مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ کراچی تدریس کے لئے بھیج دیا۔ آپ نے کوئی ۵، ۶ سال تک یہاں تدریسی سلسلہ جاری رکھا۔ بعد ازاں والدِ مکرم نے لاہور میں مصری شاہ کے ایک چبوترے پر درس دینے کے لئے حکم دیا۔ آپ نے بخوشی دس سال تک درسِ قرآن دیا۔ قرآن کریم کی برکت سے یہاں ایک شاندار مسجد کی تعمیر بھی ہو گئی۔ ساتھ ہی اچھرہ کی جامع مسجد میں جُمعہ پڑھانے کی خدمت بھی سپرد کر دی گئی۔ یہ سب خدمات اعزازی طور پر تھیں۔

اپنے والدِ ماجد کی رحلت کے بعد آپ "انجمن خدام الدین" لاہور کے صدر منتخب

ہوئے اور ۱۹ر مارچ ۱۹۶۲ء کو بعد از نمازِ فجر علماء کے اجتماع میں حضرت مولانا عبدالہ دین پوریؒ نے جانشینی کی باقاعدہ پگڑی بندھوائی ۔ اس طرح حضرتؒ کی وصیت اور علماء کے فیصلہ کے مطابق آپ جانشین شیخ التفسیر قرار دیئے گئے۔ آپ نے اس جانشینی کا پورا حق ادا کیا۔

آپ کا روحانی سلسلہ اپنے والد ماجد سے منسلک تھا اور اُن ہی سے بیعت وخلافت حاصل تھی ۔ سیاسی لحاظ سے بھی اپنے والدِ مکرم مولانا احمد علی لاہوریؒ کے مسلک سے وابستہ رہے اور ساری عمر اُنہی کے مشن پر کام کرتے رہے ۔ اپنے والدِ محترم کے قائم کردہ مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ دروازہ لاہور کے آخردم تک نگرانِ اعلیٰ رہے اور ہفت روزہ "خدام الدین" کے بھی آپ ہی سرپرستِ اعلیٰ تھے۔ آخر وقت تک جمعیت علماءِ اسلام پاکستان کے نائب امیر بھی رہے اور اہلِ باطل کے نظریات کے خلاف حق گوئی وبے باکی میں بے نظیر رہے ۔

الغرض آپ اپنی ساری زندگی علم وعمل کی پاکیزگی ، نیک نفسی ، اتباعِ سنت تبلیغ وتدریس اور ریاضت ومجاہدہ میں گذارتے ہوئے ، ۲ شعبان ۱۴۰۵ھ مئی ۱۹۸۵ء بروز یک شنبہ کو اپنے حقیقی مالک سے جا ملے ۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔

حق تعالےٰ درجات بلند فرمائے ۔ آمین !

(بحوالہ مشاہیر علماء ماہنامہ "الخیر" ملتان)

حضرت مولانا سیّد حامد میاں رحمۃ اللہ علیہ

آپ دیوبند ضلع سہارنپور کے رہنے والے تھے ۔ خاندانِ سادات سے تعلق رکھتے تھے ۔ آپ کے والدِ ماجد مولانا سیّد محمد میاںؒ ، امام العصر حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کے خاص شاگرد اور خود مشہور عالم ومحقق ومورخ اور کئی کتابوں "علماءِ ہند کا شاندار ماضی" "علماءِ حق" وغیرہ کے مصنف تھے ۔

آپ ۱۳۴۵ھ مطابق ۱۹۲۶ء میں دیوبند میں پیدا ہوئے ۔ والدِ محترم نے تاریخی نام سعید اختر رکھا تھا ۔ آپ نے مولانا قاری اصغر علی مدرس دار العلوم دیوبند سے قاعدہ پڑھا ۔ اس وقت آپ کے والد ماجد مدرسہ شاہی مراد آباد میں مدرس تھے ۔ انہوں نے آپ کو مراد آباد بلا لیا ۔ جہاں آپ نے حفظِ قرآن سمیت درسِ نظامی کی کئی کتب مراد آباد ہی میں پڑھیں ۔ بعد ازاں دار العلوم دیوبند میں داخلہ لے کر دورۂ حدیث کی کتب مولانا عبد السمیع دیوبندیؒ اور مولانا عبد الحق مدنیؒ ، مولانا مفتی محمد شفیعؒ مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ ، مولانا اعزاز علی امروہیؒ اور مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ سے پڑھیں اور سند الفراغ حاصل کی ۔

فراغتِ تعلیم کے بعد آپ حضرت مولانا مدنی قدس سرہٗ سے بیعت ہوئے اور منازلِ سلوک طے کرنے کے بعد خلافت واجازت حاصل کی ۔ قیامِ پاکستان کے بعد ۱۹۵۲ء میں آپ لاہور آ گئے اور مُلک کی مشہور دینی درس گاہ جامعہ اشرفیہ لاہور میں مدرس مقرر ہوئے ۔ بعد ازاں لاہور ہی میں آپ نے ایک مکان میں مدرسہ احیاء العلوم قائم کیا ۔ پھر جلد ہی "جامعہ مدنیہ" کے نام سے ایک بڑی درس گاہ کی

بنیاد رکھی، جہاں درسِ حدیث کا سلسلہ شروع فرمایا اور آخر دم تک شیخ الحدیث و مہتمم اعلیٰ کی حیثیت سے دینی و علمی خدمات انجام دیتے رہے۔

جامعہ مدنیہ لاہور کی طرف سے آپ نے ایک ماہنامہ "انوارِ مدینہ" جاری کیا جو ایک عرصہ تک آپ ہی کی ادارت میں شائع ہوتا رہا۔ آپ نے کئی تصانیف بھی لکھی ہیں جن میں "تسہیل الصرف و نحو"، "ذکرِ جمیل" وغیرہ شائع ہو چکی ہیں۔ آپ اُردو، عربی اور فارسی کے ایک اچھے شاعر بھی تھے اور عربی بول چال کے بڑے ماہر بھی تھے۔ آپ جمعیت علمار اسلام کے ایک عرصہ تک امیر بھی رہے اور عمر بھر باطل نظریات کے خلاف کوشاں رہے۔

تحریکِ نظامِ اسلام اور تحریکِ ختم نبوت میں بھی اہم کردار ادا کیا اور آخر وقت حق و صداقت کا پیغام دیتے رہے اور آخر کار ۲ر مارچ ۱۹۸۸ء ۱۲ر رجب المرجب ۱۴۰۸ھ کو آپ نے وفات پائی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

ہزاروں افراد نے نمازِ جنازہ پڑھی۔ مولانا خان محمد صاحب مدظلہٗ نے امامت فرمائی اور میانی صاحب کے قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔ حق تعالےٰ درجاتِ عالیہ نصیب فرمائیں۔ آمین!

(مشاہیر علمار جلد ۱ مطبوعہ لاہور)

حضرت مولانا صدیق احمد چاٹگامی علیہ الرحمۃ

آپ بریتلی چکرپہ چاٹگام (بنگلہ دیش) کے رہنے والے ہیں۔ آپ نے دار العلوم ہاٹ ہزاری میں تعلیم حاصل کی۔ پھر دار العلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور تمام علومِ مروّجہ کی تکمیل کر کے سند الفراغ حاصل کی۔ دورۂ حدیث شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ محمد ابراہیم بلیاوی رح، شیخ الادب مولانا اعزاز علی امروہی رح مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی اور مولانا محمد ادریس کاندھلوی رح سے پڑھا۔ فراغتِ تعلیم کے بعد دار العلوم معین الاسلام میں مدرسِ اعلےٰ کے طور پر آپ کا تقرر ہوا۔ اور ساتھ ہی وعظ و تقریر کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔

آپ کے وعظ و تقریر سے متاثر ہو کر آپ کو "خطیبِ بنگال" کا خطاب دیا گیا اور آپ کی قابلیت سے متاثر ہو کر آپ کو مشرقی پاکستان اسمبلی کے لئے ایم اپی اے بھی منتخب کیا گیا۔ آپ بڑے ذہین و متین اور حاضر جواب ہیں۔ اعلیٰ درجہ کے مقرر و مناظر بھی ہیں۔ ساری عمر باطل نظریات کے خلاف مصروفِ عمل رہے۔ تحریکِ پاکستان میں شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رح، مفتی محمد شفیع رح، مولانا ظفر احمد عثمانی رح، مولانا اطہر علی رح اور مولانا شمس الحق فرید پوری رح کے سیاسی نظریات کے حامی و علمبردار رہے۔

تحریکِ ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں بھرپور حصہ لیا اور پھر تحریک نظام اسلام میں انہی مذکورہ بالا علماء کے شانہ بشانہ کام کرتے رہے۔ آپ کل پاکستان مرکزی جمعیت علماء اسلام و نظامِ اسلام پارٹی کے مرکزی ناظم اعلیٰ بھی رہے جس کے صدر شیخ الاسلام

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ آپ نے مرکزی جمعیت علماء اسلام کی تحریک جو سوشلزم کے خلاف چلائی گئی تھی، میں بڑی سرگرمی سے عملی حصہ لیا اور پاکستان کے بڑے بڑے شہروں میں ہونے والی عظیم الشان کانفرنسوں میں بنفسِ نفیس شریک ہوتے رہے۔

آپ سابق مشرقی پاکستان (بنگلہ دیش) میں ہمیشہ حق وصداقت کے علمبردار رہے اور متعدد بار قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ حق تعالےٰ شانہٗ نے آپ کو علم وعمل میں ایک بلند مقام عطا فرمایا ہے اور زندگی کے آخری ایام درس و تدریس، اصلاح وارشاد اور خدمتِ اسلام میں بسر کر رہے ہیں اور تادمِ تحریر شیخ الحدیث کی حیثیت سے درسِ حدیث پڑھا رہے ہیں۔ ہزاروں طالبانِ علم آپ سے فیض یاب ہو چکے ہیں۔

(ماخوذ تذکرۂ ضمیر حاشیہ)

حضرت مولانا عبدالحلیم قاسمی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

حضرت مولانا عبدالحلیم قاسمی رحمۃ اللہ علیہ اعوان برادری کے چشم وچراغ تھے۔ اعوان قوم کا شجرۂ نسب محمد بن حنیفہ ابن علی رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ آپ کے والدِ محترم حضرت مولانا عبدالحکیمؒ بن مولانا مہر محمدؒ ایک جید عالم اور صاحبِ نسبت بزرگ تھے۔

آپ وادئ سون سکیسر کے بلند ترین گاؤں موضع انگہ تحصیل خوشاب ضلع سرگودھا میں سنہ ۱۹۲۰ء کے لگ بھگ پیدا ہوئے۔ اس گاؤں کو ہمیشہ یہ شرف رہا کہ یہ گاؤں جید علماء کا مسکن رہا ہے۔ آپ سنہ ۱۹۲۶ء میں جامع مسجد سرگودھا میں ابتدائی تعلیم کے لئے حاضر ہوئے۔ جہاں آپ کے والدِ محترم مولانا عبدالحکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرائضِ خطابت پر فائز المرام تھے۔ حفظِ قرآن اور ابتدائی دینی تعلیم فارسی کتب اور صرف و نحو، نور الایضاح، قدوری، کنز الدقائق وغیرہ کتب آپ کے والدِ ماجد نے خود پڑھائیں۔ ۳۸-۱۹۳۷ء میں ثانوی تعلیم کے لئے مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور یو۔ پی بھارت میں داخلہ لیا۔ تین سال تک آپ نے حضرت مولانا عبدالرحمٰن کاملپوریؒ اور حضرت مولانا عبدالشکور کاملپوری کے زیرِ سایہ مروجہ کتب پڑھیں۔

پھر مرکز علوم اسلامیہ دارالعلوم دیوبند چلے گئے جہاں شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا اعزاز علی امروہیؒ، مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ اور مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ جیسے اکابر علماء سے شرفِ تلمذ حاصل کیا اور سنہ ۱۹۴۰ء میں سند الفراغ حاصل کی۔

سنہ ۱۹۴۱ء میں دیوبند سے واپسی پر حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ واں بھچراں سے ترجمہ قرآن پاک پڑھا اور پھر مولانا ولی اللہ صاحبؒ کی زیرِ نگرانی انتہی شریف

میں تدریس کا آغاز کیا۔ بعدازاں مسجد لال شاہ گوجرانوالہ میں درسِ قرآن کا سلسلہ شروع کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ مدرسہ عربیہ گوجرانوالہ میں حضرت مولانا محمد چراغ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیرِ سرپرستی شرح تہذیب، کنز الدقائق اصول الشاشی اور مسلم شریف پڑھاتے رہے۔

۱۹۴۳ء میں مولانا عبدالحلیم قاسمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے چھوٹے بھائی مولانا عبدالعلیم قاسمیؒ کے ساتھ مل کر لاہور جیسے مرکزی شہر میں ٹمپل روڈ لاہور کی ایک غیر آباد مسجد میں مدرسہ حنفیہ قائم کیا۔ جس کا اعلان روزنامہ "احسان" لاہور میں کیا گیا۔ ۱۹۴۸ء میں مدرسہ حنفیہ واقعہ بہاولپور ہاؤس کا قیام عمل میں آیا جو مولانا عبدالحلیم قاسمی صاحبؒ کے زیرِ اہتمام جاری ہے۔ مارچ ۱۹۵۶ء میں آپ نے ایک اور مدرسہ "جامعہ قاسمیہ" کے نام سے گلبرگ نمبر ۲ لاہور میں قائم کیا جس کا سنگِ بنیاد حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ مبارک سے رکھا گیا۔ بعدازاں جگہ کی قلت کے باعث دارالعلوم حنفیہ گلبرگ نمبر ۳ لاہور کا قیام عمل میں آیا۔ اس کا سنگِ بنیاد مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہٗ کے دستِ مبارک سے رکھا گیا۔ جہاں درسِ نظامی کی تمام کتب پڑھائی جاتی ہیں اور طلباء کی سہولت و آرام کا بہترین انتظام ہے۔ جامعہ کے متصل ایک جامع مسجد حنفیہ تعمیر کی گئی جس کی خطابت مولانا مرحوم کے صاحبزادے مولانا حسین احمد قاسمی کے سپرد ہے۔ ان کے علاوہ مولانا مرحوم نے کئی اور مدارس و مساجد کا اہتمام اپنے ذمہ لیا ہوا تھا جو آخردم تک بحسن و خوبی سرانجام دیتے رہے۔

درس و تدریس اور دوسری دینی و علمی خدمات کے ساتھ ساتھ ایک شعبۂ تالیف و تصنیف بھی آپ نے قائم کیا تھا جس کے ذریعے متعدد دینی کتب و رسائل شائع کئے گئے جن میں "اقامت صلوٰۃ"، "فضائل رمضان"، "مسائل قربانی"، "اسلامی پردہ"، "اسلام کا معاشی نظام"، "اشرف الملفوظات"، "ارشاداتِ رسولؐ"

"تذکرہ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ"، "آخری مجاہد" اور ماہنامہ "حنفیہ" وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔

مولانا قاسمی مرحوم کا سلسلۂ بیعت حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ سے منسلک ہے۔ حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ اور حضرت مفتی محمد حسن امرتسریؒ سے بھی خوب خوب استفادہ کیا تھا۔ دینی و علمی خدمات کے علاوہ سیاسی و ملی کاموں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا۔ سیاسی نظریات میں اپنے استاذ مکرم شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مفتی محمد شفیع صاحبؒ اور مولانا احتشام الحق صاحب تھانویؒ کے حامی تھے۔ تحریکِ ختم نبوت اور تحریک نظام اسلام میں بھی سرگرمی سے حصّہ لیتے رہے۔

آخر دم تک مرکزی جمعیت علمائے اسلام سے وابستہ رہے۔ مرکزی جمعیت علمائے احناف پاکستان کے صدر بھی رہے اور ۲۴ نومبر ۱۹۸۳ء بروز پیر اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون۔

دارالعلوم حنفیہ لبرٹی مارکیٹ گلبرگ نمبر ۳ لاہور جامع مسجد کی محراب کی طرف اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ مدفون ہیں۔ آپ کی اولادِ صالحہ میں مولانا حسین احمد قاسمی اور قاری محمود الحسن قاسمی پختہ عالم اور حافظِ قرآن ہیں جو بحمد اللہ نہایت محنت و کاوش سے دینی و علمی خدمات سرانجام دے رہے ہیں اور اپنے والدِ مکرم کے قائم کردہ مدارس و مساجد کا انتظام و اہتمام بطریقِ احسن چلا رہے ہیں۔

حضرت مولانا سیّد محمد متین ہاشمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ بھارت کے صوبہ یوپی کے شہر غازی پور میں ۵ رجولائی ۱۹۲۷ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ایک متمول گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ اور ایک بہت بڑی وقف جائیداد کے متولی تھے۔ اس جائیداد کے متولی ہونے کے لئے سند یافتہ عالمِ دین ہونا لازمی تھا۔ آپ اپنے بھائیوں میں سے اپنے والد کی اس شرط کو پورا کرتے تھے۔ کیونکہ دوسرے بھائی انگریزی تعلیم حاصل کر کے اپنے اپنے کاموں میں لگے ہوئے تھے۔

آپ نے ابتدائی تعلیم مدرسہ امینیہ غازی پور سے حاصل کی اور اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند چلے گئے۔ دارالعلوم میں آپ نے دورۂ حدیث کی تعلیم شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا اعزاز علی امروہیؒ اور علامہ محمد ابراہیم بلیاویؒ سے حاصل کی اور تفسیرِ قرآن کی تعلیم شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ سے حاصل کی۔ دینی تعلیم سے فراغت کے بعد آپ نے انگریزی تعلیم کی طرف توجہ دی اور بی اے اور ایم اے کی سندات حاصل کیں۔

۱۹۴۷ء میں آپ دہلی چلے گئے اور وہاں اخبار "نئی دنیا" میں بطور جائنٹ ایڈیٹر کام کرنے لگے۔ کانگریس کی پالیسیوں پر آپ نے سخت تنقیدی مضامین لکھے جس کی وجہ سے حکومت اور متعصب ہندو آپ کے خلاف ہو گئے اور آپ کا دہلی میں رہنا مشکل ہو گیا۔ چنانچہ ۱۹۵۰ء میں مشرقی پاکستان ہجرت کر گئے اور وہاں کے شہر سیدپور میں ایک ہائی سکول میں پڑھانا شروع کر دیا۔ آپ نے اپنے احباب کی کوششوں سے اس سکول کو کالج کا درجہ دلوایا اور پھر کالج کو ڈگری کالج بنوایا۔ اس قائدِ اعظم ڈگری کالج

میں آپ ۱۹ برس تک اردو، عربی پڑھاتے رہے۔ اسی دوران آپ نے ایک دینی ادارہ جامعہ عربیہ اسلامیہ سیدپور قائم کیا۔ اس ادارے میں جدید و قدیم دونوں علوم آپ نے جمع کر دیئے۔ ادارے میں دین کی اعلیٰ تعلیم کے ساتھ بی اے اور ایم اے کی سہولت بھی رکھی۔ آپ اس ادارے کے صدر منتخب ہوئے اور ۱۶ سال تک آپ نے علمِ حدیث پڑھایا۔ اس دوران کئی کتابیں بھی تصنیف کیں۔ ان میں "اسلامی حدود" "تذکرہ سید ہجویریؒ"، "روشنی"، "دو قومی نظریہ"، "اسلام کا قانونِ شہادت"۔ "حضرت شاہ ولی اللہ"، "اسلامی نظام عدل"، "فلسفۂ اسلام"، "تفسیر سورۂ یٰسین" "تشریح سنن ابی داؤد" اور "مشکلات اور ان کا حل" قابلِ ذکر ہیں۔

دینی و علمی و تدریسی خدمات کے علاوہ آپ نے سیاسی و ملّی کاموں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ تحریکِ پاکستان میں آپ نے شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، علامہ ظفر احمد عثمانیؒ، مفتی محمد شفیعؒ، مولانا اطہر علیؒ اور مولانا احتشام الحق تھانویؒ کی معیت میں کام کیا اور دو قومی نظریہ پر متعدد مضامین شائع کئے۔ مرکزی جمعیت علماء اسلام و نظام اسلام پارٹی میں باقاعدہ رکن کی حیثیت سے بڑی سرگرمی سے کام کیا۔ پھر عوامی لیگ کے اسلام اور پاکستان دشمن نظریات کی کھلی مخالفت کی اور تحریر و تقریر سے پورے مشرقی پاکستان میں عوامی لیگ کے چھ نکات کے خلاف کلمۂ حق ادا کیا۔ آپ نے ایک انجمن مہاجرین مشرقی پاکستان بنائی جو اردو کی مخالفت کرنے والوں کے لئے ایک بڑی رکاوٹ ثابت ہوئی۔

۱۹۷۰ء کے انتخابات میں آپ نے مرکزی جمعیت علمائے اسلام کے سیاسی بورڈ نظام اسلام پارٹی کی طرف سے الیکشن میں حصہ لیا۔ بعد ازاں عوامی لیگ کی اسلام اور پاکستان دشمنی کے مقابلے میں ڈٹ گئے اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ سقوطِ ڈھاکہ کا المیہ پیش آیا۔ پاکستان ٹوٹا تو آپ کا دل بھی ٹوٹ گیا اور عوامی لیگ کے مخالفین پر جو قیامت ٹوٹ پڑی اس سے سب ہی واقف ہیں۔ بہت سے علماء شہید کر دیئے اور عوامی لیگ

نے آپ کے سر کی قیمت دس ہزار روپے مقرر کی۔ اس صورتِ حال میں آپ کو روپوش ہونا پڑا۔ دو ماہ روپوش رہنے کے بعد آپ بنگلہ دیش سے ہندوستان پہنچ گئے۔ پھر وہاں سے کراچی اور پھر کراچی سے لاہور آ گئے۔ پھر لاہور سے جامعہ محمدی شریف جھنگ میں پرنسپل کی حیثیت سے تین سال دینی و علمی خدمات انجام دیں۔

۱۹۷۳ء میں بطور ریسرچ آفیسر دیال سنگھ لائبریری لاہور آ گئے اور پھر ڈائریکٹر بنے اور ریسرچ سیل کے تحت شائع ہونے والے علمی و تحقیقی مجلہ سہ ماہی "منہاج" کے مدیر بھی رہے۔ تحریکِ نظامِ مصطفےٰ کے نتیجے میں صدر جنرل محمد ضیاء الحق شہیدؒ برسرِ اقتدار آئے تو انہوں نے آپ کو اسلامی نظریاتی کونسل کا رکن نامزد کیا۔ صدر ضیاء الحق مرحوم کی ہدایت پر آپ نے کئی عربی کتب کا اُردو میں ترجمہ کیا اور کئی بلند پایہ کُتب تصنیف کیں اور مختلف موضوعات پر متعدد کتابچے اور مضامین لکھے۔ آپ کی تصنیف کردہ کُتب کی تعداد ۳۵ سے زیادہ ہے جبکہ آپ کے دو سو سے زائد مقالات شائع ہوئے ہیں۔

اگست ۱۹۹۰ء میں آپ پر فالج کا حملہ ہوا۔ چند ماہ تک زیرِ علاج رہے مگر افاقہ نہ ہوا اور ۱۳؍ جنوری ۱۹۹۱ء بروز جمعۃ المبارک تقریباً تین بجے سہ پہر اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ حق تعالیٰ درجات بلند فرمائیں۔ آمین!

(ماہنامہ "الصیانتہ" لاہور)

حضرت مولانا محمد طاہر پنج پیری مردانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ ۱۳۳۵ھ / ۱۹۱۷ء کو پنج پیر تحصیل صوابی ضلع مردان میں غلام نبی خان بن آصف خاں کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم علاقہ کے علماء سے حاصل کی۔ ازاں بعد حضرت مولانا حسین علی صاحب واں بھچراں سے تفسیر و حدیث کا درس لیا۔ پھر انہی کے ارشاد پر حضرت مولانا نصیر الدین غورغشتویؒ سے دورۂ حدیث پڑھا۔ پھر حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ سے صحاح ستہ کے بعض مقامات کا درس لیا اور روحانی تعلیم اور ذکر و اذکار کا طریقہ سیکھا۔ فلسفہ حکمت کی کتب کا درس مولانا غلام رسول انہی شریف والوں سے لیا۔ علمی پیاس بجھانے کے لئے پھر دارالعلوم دیوبند پہنچے اور وہاں کے اساتذہ سے خوب خوب استفادہ کیا اور ۱۹۳۳ء میں دارالعلوم دیوبند سے فراغت پائی۔

تعلیم سے فراغت کے بعد حضرت مولانا اعزاز علی امروہیؒ کے ارشاد پر مدرسہ منبع العلوم گلاؤٹھی ضلع بلند شہر میں ایک سال تدریس کی۔ ۱۹۳۸ء میں حج کی سعادت حاصل کی۔ وہاں حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ سے قرآن مجید، حجۃ اللہ البالغہ اور عبقات کا درس لیا اور پھر ۱۳۵۲ھ سے پنج پیر میں اپنے اساتذہ کے ارشاد پر تفسیر و حدیث کا درس دینے میں مشغول ہو گئے۔ اس کے ساتھ ساتھ ردِّ شرک و بدعت کے لئے تقریر و تحریر کے ذریعے بڑا کام کیا۔ کئی تصانیف منظرِ عام پر لائے اور اہلِ باطل کے ساتھ متعدد مناظرے کئے اور کامیاب ہوئے۔

آپ نے اکابرِ دیوبند کی طرح تحریکِ آزادی اور تحریکِ ختمِ نبوت میں بھی

عملی حصہ لیا اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ آپ نے اپنے علاقے پنج پیر میں ایک عظیم درس گاہ کی بنیاد رکھی جس میں ہزاروں طلباء نے کسب فیض کیا اور آپ کے تلامذہ ملک بھر میں دینی و علمی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

آپ ردِ شرک و بدعت کے لئے جمعیت اشاعتِ توحید و سنت سے وابستہ ہوئے اور ۱۹۸۵ء میں جمعیت کے مرکزی امیر منتخب ہوئے اور آپ کی قیادت میں جمعیت نے بہت ترقی کی۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کو بڑا حافظہ عطا فرمایا تھا جس کتاب کا مطالعہ فرما لیتے وہ سالوں یاد رہتی تھی۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کو حسنِ ظاہر و باطن سے بھی خوب نوازا تھا اور ائمہ اربعہ کی فقہ پر آپ کو پوری دسترس حاصل تھی۔ آپ فقہ حنفی کے پاسبان اور اپنے شیخ و مربی حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ کے عظیم ترجمان تھے۔

آپ نے ۳۱ مارچ ۱۹۸۷ء کو اپنے علاقہ میں وفات پائی اور ہزاروں افراد نے نمازِ جنازہ پڑھی۔ امامت آپ کے صاحبزادے مولانا محمد طیب نے کی اور آبائی قبرستان میں تدفین ہوئی۔

(ماخوذ ماہنامہ تعلیم القرآن جولائی ۱۹۸۷ء)

حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ

آپ ہندوستان کی مشہور ریاست ٹونک میں ۱۹۲۴ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کے والدِ گرامی مفتی انوار الحسن اور آپ کے دادا محترم مفتی محمد حسن اپنے زمانہ کے جید علماء میں شمار ہوتے تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ پھر مولانا حیدر حسن خان ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی خدمت میں رہ کر چار سال تک شرح ہدایۃ الحکمۃ الفیہ اور ملا حسن کے علاوہ دیگر کتب پڑھیں۔ پھر واپس ٹونک میں کچھ عرصہ پڑھنے کے بعد مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں دو سال تک پڑھتے رہے۔ بعد ازاں اعلیٰ تعلیم کے لیے ۱۳۶۲ھ میں دار العلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ اور ۱۳۶۵ھ میں شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور دیگر اساتذہ سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی۔

فراغت کے بعد ٹونک کے مدرسہ میں مفتی مقرر ہوئے۔ افتاء کے ساتھ تدریس بھی کرتے رہے۔ پاکستان آنے کے بعد مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دار العلوم کراچی میں دس سال تک تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ پھر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے اصرار پر جامعۃ العلوم الاسلامیہ نیو ٹاؤن میں مفتی و استاذِ حدیث مقرر ہوگئے۔

ازاں بعد حضرت مولانا بنوریؒ کی رحلت کے بعد جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کے شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے اور آخر دم تک جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کے صدر المدرسین اور شعبۂ افتاء کے رئیس رہے۔ علاوہ ازیں آخر

وقت تک اقرا، اور روضۃ الاطفال ٹرسٹ کے مہتمم و صدر بھی رہے تھے۔
جامعہ اسلامیہ کراچی میں تدریس و افتاء کے علاوہ کئی علمی کتب بھی تصنیف فرمائیں۔
جن میں "تاریخ اصولِ فقہ"، "تذکرۃ الاولیاء"، اور "بیمۂ زندگی کی شرعی حیثیت"
قابلِ ذکر ہیں۔

آپ ایک عظیم فقیہ و محدث ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عارفِ کامل بھی تھے
اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی، مہاجر مدنی کے خلیفہ ارشد تھے۔
۱۹۸۵ء میں آپ کی زیرِ ادارت ماہنامہ "اقرأ ڈائجسٹ" نے حضرت شیخ الحدیث
نمبر شائع کیا جو آپ کا اپنے شیخ سے تعلق و محبت کا بیّن ثبوت ہے۔

آپ کئی سال علیل رہنے کے بعد ۳ فروری ۱۹۹۵ء بمطابق رمضان المبارک
۱۴۱۵ھ بروز جمعۃ المبارک صبح ساڑھے پانچ بجے رحلت فرما گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

بعد نمازِ جمعہ دار العلوم کراچی میں نمازِ جنازہ پڑھی گئی۔ امامت کے فرائض
مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہٗ نے انجام دیئے اور قبرستان دار العلوم کورنگی کراچی
میں تدفین عمل میں آئی۔ اللہ تعالٰی درجات بلند فرمائیں۔ آمین!

(ماہنامہ بینات کراچی و مشاہیر علماء جلد۲)

حضرت مولانا مفتی ممتاز احمد تھانوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ

حضرت مولانا مفتی ممتاز احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت حکیم الامت تھانوی
قدس سرہٗ کے خادمِ خاص حضرت خلیفہ جی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزندِ ارجمند تھے۔ آپ
تقریباً ۱۹۱۷ء / ۱۳۳۶ھ میں تھانہ بھون میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم خانقاہ
اشرفیہ امدادیہ کے مدرسہ اشرفیہ میں حاصل کی۔ پھر حضرت حکیم الامت کے حکم سے
مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخل ہو کر تمام علوم و فنون فقہ و حدیث و تفسیر
منطق و فلسفہ اور علم الکلام کی تکمیل کر کے ۱۹۳۷ء / ۱۳۵۶ھ کو سند الفراغ
حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی، حضرت مولانا حافظ
عبد اللطیف سہارنپوری، حضرت مولانا عبد الرحمٰن کاملپوری اور شیخ الحدیث مولانا
محمد زکریا کاندھلوی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

فراغت کے بعد آپ نے تھانہ بھون ہی میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری
کیا اور حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ کی زیرِ نگرانی تدریس و افتاء کی خدمت
انجام دیتے رہے۔ اس دوران حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ سے فیضِ علمی و
روحانی بھی حاصل کرتے رہے اور خانقاہِ امدادیہ کے اصول و ضوابط کے مطابق
زندگی گزارنے کا بہترین سلیقہ اور اعلیٰ تربیت حاصل کی۔

قیامِ پاکستان کے بعد آپ لاہور تشریف لے آئے اور ملک کی ممتاز ترین
دینی درسگاہ جامعہ اشرفیہ لاہور سے وابستہ ہو گئے۔ پھر آخر دم تک جامعہ
اشرفیہ ہی میں درس و تدریس اور خدمتِ افتاء میں مصروف رہے۔ تاہم آخر عمر میں

حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانویؒ صدر مفتی جامعہ اشرفیہ لاہور کی نیابت میں صرف فتویٰ نویسی کا کام کرتے رہے۔

آپ ایک جید عالمِ دین، بہترین محقق اور بلند پایہ مفتی تھے۔ بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ حسنِ خلق، ہنس مکھ، پیار و محبت، عزت و احترام، شفقت و الفت آپ کی ایسی امتیازی صفات تھیں جو رہتی دُنیا تک یاد رکھی جائیں گی۔ آپ نے ۲۰؍جون ۱۹۸۷ء / شوال ۱۴۰۷ھ بروز ہفتہ رحلت فرمائی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔

مولانا محمد اکرم کاشمیری مدظلہٗ مدیر ماہنامہ "الحسن" لاہور اپنے تعزیتی نوٹ میں لکھتے ہیں کہ :۔

"آپ جامعہ اشرفیہ لاہور کے نائب مفتی، جید عالمِ دین اور خانقاہ اشرفیہ تھانہ بھون کے تربیت یافتہ تھے۔ ان کی رحلت سے جہاں عوام الناس کی ایک کثیر تعداد علمی و فقہی استفادہ سے محروم ہوگئی ہے وہاں جامعہ اشرفیہ بھی ایک نیک سیرت، محنتی اور مخلص استاد اور مفتی سے بھی محروم ہوگیا ہے۔ مفتی صاحب کے انتقال پر جامعہ کی منتظمہ، ممبرانِ شوریٰ اور اساتذہ و طلباء سب ہی نے تعزیت کا اظہار فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔" آمین!

جناب مولانا خلیل احمد تھانویؒ نے آپ کی قرآنی آیات اور اشعار جملوں کی صورت میں تاریخ ہائے وفات نکالیں جو ماہنامہ "الحسن" لاہور، جون ۱۹۸۷ء میں شائع ہوئیں۔

حضرت مولانا مفتی محی الدّین بنگالی علیہ الرحمہ

آپ بنگلہ دیش کے ان اکابر علماء میں سے تھے جن کے ذریعے وہاں علم و دین کے چراغ روشن ہیں۔ آپ ۱۳۴۱ھ کے لگ بھگ پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم بنگلہ دیش میں ہی حاصل کی۔ پھر دارالعلوم دیوبند میں دورۂ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، حضرت مولانا اعزاز علی امروہیؒ، اور حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ قابلِ ذکر ہیں۔

فراغت کے بعد آپ وطن واپس ہوئے اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ پھر حضرت مولانا شمس الحق فریدپوری کے مدرسہ اشرف العلوم ڈھاکہ میں حدیث کی تدریس اور فتوے کی خدمت انجام دینے پر مامور ہوتے اور آخر دم تک اسی مدرسہ اشرف العلوم سے وابستہ رہ کر ہزارہا تشنگانِ علم کو اپنے فیوض سے سیراب کیا۔

قیامِ پاکستان کے موقع پر حضرت شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، علامہ ظفر احمد عثمانیؒ، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا اطہر علی سلہٹی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ علماء کی جدوجہد میں آپ بھی شامل رہے۔ سلہٹ ریفرنڈم میں بھی آپ نے گراں قدر خدمات انجام دیں۔ پھر پاکستان بننے کے بعد اسلامی دستور کی جدوجہد میں بھی بنگال کے علاقے میں بڑی سرگرمی اور جانفشانی کے ساتھ حصہ لیتے رہے۔ مرکزی جمعیت علماء اسلام و نظام اسلام پارٹی جو بنگال

میں حضرت مولانا اطہر علی رحمۃ اللہ علیہ کے زیرِ قیادت کام کر رہی تھی اس میں آپ نے نمایاں حصہ لیا اور سن ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں انتہائی ناساعد حالات میں آپ آخر وقت تک اتحادِ ملّت اور پاکستان کی سالمیّت کے لئے کام کرتے رہے۔

آپ کا روحانی سلسلہ حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرّہٗ سے منسلک تھا۔ آپ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ ارشد تھے اور آخر وقت تک آپ نے ہزاروں افراد کی اصلاح کی اور بالآخر ۲۲ ربیع الثانی سن ۱۴۰۱ھ مطابق ۲۸ فروری سن ۱۹۸۱ء کو کار کے حادثہ میں آپ نے رحلت فرمائی۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

اللہ تعالےٰ درجات بلند فرمائیں۔ آمین!

(ماخوذ: نقوشِ رفتگاں)

حضرت مولانا عبد الغنی جاجروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ ۲۲ مارچ سن ۱۹۲۴ء مطابق ۱۵ شعبان سن ۱۳۴۲ھ کو قریہ حاجیاں واقع برکنارہ ڈھنڈ گاگڑی از مضافات گڑھی اختیار خاں تحصیل خان پور ضلع رحیم یار خاں میں پیدا ہوئے۔ یہ بستی رحیم یار خاں سے تقریباً ۲۵ میل شمال مشرق میں واقع ہے۔ آپ کے والد ماجد کا نام غلام محمد تھا۔ آپ نے مختلف علوم و فنون جن اساتذہ سے پڑھے اُن میں حضرت مولانا احمد علی لاہوری علیہ الرحمہ، حضرت مولانا غلام اللہ خاں راولپنڈی، حضرت مولانا عبد اللہ درخواستی، مولانا عبد الرحیم مدرسہ شمس العلوم اور حضرت مولانا قادر بخش ڈیرہ نواب ضلع بہاولپور شامل ہیں۔

فراغتِ تعلیم کے بعد آپ نے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا اور اس مقصد کے لئے سب سے پہلے بستی مومن تحصیل خان پور ضلع رحیم یار خاں میں مدرسہ مفتاح العلوم کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا۔ کچھ عرصہ بعد آپ مدرسہ عربیہ ترنڈہ مولویاں تحصیل خانپور میں منتقل ہوئے اور تدریسی فرائض انجام دینے لگے۔ پھر مدرسہ شمس العلوم بستی مولویاں میں درس و تدریس کی ذمہ داری سنبھالی۔ بعد ازاں معروف بستی احمد یار چوہان ضلع رحیم یار خاں میں مدرسہ "بدر العلوم" کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا۔ پھر آپ نے مستقل طور پر رحیم یار خاں شہر میں ایک عظیم درس گاہ "جامعہ اسلامیہ بدر العلوم حمادیہ" کے نام سے قائم کی جو سات آٹھ ایکڑ اراضی پر مشتمل ہے۔ اس سے ملحقہ ایک وسیع و عریض جامع مسجد کی تعمیر کرائی اور یکسوئی کے ساتھ آپ اس جامعہ کے شیخ الحدیث کی حیثیت سے درسِ حدیث میں مشغول

ہو گئے اور ہزاروں طلباء کو اپنے فیضِ علمی سے سیراب و شاداب کیا۔ تدریس کے ساتھ تصنیف کا کام بھی آپ نے جاری رکھا اور مختلف موضوعات پر کئی عظیم کتابیں لکھیں جن میں "کتاب التوحید فی التصرف، کتاب التوحید فی العبادت، کتاب التوحید فی العلم، کتاب التوحید کا مقدمہ، المذہب المنصور فی عدم سماع عن فی القبور، شرح الصدر فی احوال القبر، القول المنقی فی فضیلۃ النبی وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔ آپ نے تدریس و تعلیم کے ساتھ ساتھ تبلیغ و اشاعت کا سلسلہ بھی جاری رکھا اور شرک و بدعت کی تردید میں تقریری و تحریری خدمات انجام دیں۔

آپ نے حضرت مولانا حماد اللہ ہالیجی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت و خلافت حاصل کی اور حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس اللہ سرہٗ العزیز سے بھی اصلاحی تعلق قائم رکھا۔ بالآخر ۲۵ نومبر ۱۹۹۰ء / ۸ رجادی الاولیٰ ۱۴۱۱ھ کو وفات پائی۔
اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔

ہزاروں عقیدت مندوں نے نمازِ جنازہ پڑھی اور آبائی قبرستان میں تدفین ہوئی۔

(ماخوذ ماہنامہ نغمۂ توحید گجرات)

حضرت مولانا عبدالشکور دین پوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی ولادت ۱۹۳۱ء میں تاریخ ساز بستی دین پور تحصیل خان پور ضلع رحیم یار خاں میں مولانا محمد عبداللہ کے گھر ہوئی۔ مولانا محمد عبداللہ حضرت مولانا عبدالقادر صاحبؒ دین پوری کے فرزند ارجمند تھے۔ مولانا عبدالقادر صاحب حضرت خلیفہ غلام محمد صاحب دین پوری کے داماد اور متبحر عالم تھے۔ ابتدائی تعلیم آبائی گاؤں میں حاصل کی۔ پھر سندھ کے اہم تاریخی مقامات جو علم و عمل کے مراکز تھے جن میں داد لغاری، میر پور ماتھیلو اور جامعہ قاسم العلوم گھوٹکی میں تعلیم حاصل کی۔ مدرسہ شمس العلوم بستی مولویاں میں بھی زیرِ تعلیم رہے۔ سندِ فراغت ۱۹۵۲ء میں مدرسہ قاسم العلوم گھوٹکی سے حاصل کی۔

۱۹۵۳ء میں تحریکِ ختمِ نبوّت میں سنٹرل جیل سکھر میں اڑھائی ماہ قید رہے۔ مولانا غلام حسین فاضل دیوبند حال پوری آپ کے قید کے ساتھی ہیں۔ ۱۹۵۴ء میں آپ نے حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ سے دورۂ تفسیر قرآن پڑھا۔ پھر چار سال تک اسی جامعہ مخزن العلوم خان پور میں آپ مدرس رہے۔ اسی سال حضرت درخواستی قدس سرہٗ کے چھوٹے بھائی مولانا عبدالرحیم درخواستی کی صاحبزادی سے آپ کا نکاح ہوا۔

۱۹۵۵ء میں آپ نے میدانِ تبلیغ میں قدم رکھا۔ آپ ظریف الطبع، خوش مزاج ہونے کے ساتھ ساتھ حسین ترین مبلغ اور اپنے فنِ خطابت کے خود موجد تھے۔ جمعیت علماءِ اسلام کے ضلعی امیر رہے۔ کچھ عرصہ سکھر جامع مسجد اللہ والی میں خطیب رہے۔ ۱۹۶۳ء سے ۱۹۶۸ء تک آپ جامع مسجد گول چوک اوکاڑہ

میں خطابت کے موتی بکھیرتے رہے۔

۱۹۶۵ء میں پاک بھارت جنگ کے موقع پر جہاد میں حصہ لیا۔ تین ٹرک سامان اور بارہ صد قرآن حکیم کے نسخے تقسیم کئے۔ چالیس تقاریر مختلف مقامات پر فرمائیں۔ حکومتِ آزاد کشمیر نے حسنِ کارکردگی کا سرٹیفکیٹ بھی دیا۔ ۱۹۶۵ء میں پہلی بار حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔ مسجد الحرام مکہ میں چالیس اور حرمِ نبوی میں پچیس تقریریں کیں۔ ۱۹۶۶ء میں تنظیم اہل سنت والجماعت میں شامل ہوئے اور مرکزی نائب صدر رہے۔ مرکزی جامع مسجد فقر تنظیم اہلسنت کے خطیب رہے اور موجودہ فقر تنظیم کی عمارت اور مسجد الحسین آپ ہی کے تعاون کی مرہونِ منت اور سعیٔ تبلیغ کا ثمرۂ جمیل ہے۔

۱۹۷۲ء میں ملتان میں جمعیت علمائے اسلام کے پلیٹ فارم پر انتخابات میں نواب صادق حسین قریشی کے مقابل حصہ لیا۔ ۱۹۷۳ء میں آپ کے والد بزرگوار مولانا محمد عبداللہ کا انتقال ہوا۔ ۱۹۷۴ء میں مجلس تحفظ حقوق اہل سنت کا قیام عمل میں آیا اور آپ اس کے صدر منتخب ہوئے اور ملک کے کونے کونے میں پہنچ کر تبلیغی خدمات انجام دیں۔

۱۹۸۵ء میں عمرہ کی سعادت حاصل ہوئی اور ۱۹۸۶ء میں نئی دہلی میں ہونے والے شیخ الہند سیمینار میں شرکت کی۔ دارالعلوم دیوبند کے دارالحدیث میں علماءِ پاکستان کو استقبالیہ دیا گیا جس میں پاکستانی علماء نے خطاب کیا۔ آپ نے بھی علیل ہونے کے باوجود خطاب کیا اور آخری دعا بھی کرائی۔ ۱۹۸۶ء میں ہی آپ نے جامعہ اسلامیہ مشن بہاولپور کا انتظام و اہتمام سنبھالا اور پھر اسلامی مشن کے جامع مسجد میں خطبۂ جمعہ ارشاد فرماتے رہے۔

۱۹۸۷ء بروز ہفتہ ۱۷؍ جنوری کو اسلامی مشن میں ملک بھر کے علماء کا ایک اجلاس طلب فرمایا جس میں عالمی مجلس تحفظ علماءِ اہل سنت کا قیام عمل میں آیا اور آپ نے خود ہی اس کی قیادت سنبھالی اور مجلس تحفظ علماء اہلسنت کے زیرِ اہتمام ملک بھر میں تبلیغ و اشاعت میں مصروف رہے۔ آپ تقریباً دس سال شوگر کے مریض رہے

مگر ایامِ علالت میں بھی تبلیغی مشن میں رکاوٹ پیدا نہ ہوئی۔ کوئٹہ، ملتان اور مختلف مقامات پر زیرِ علاج رہے۔ آخر میں وکٹوریہ ہسپتال بہاولپور میں داخل ہوئے اور وہیں اچانک حرکتِ قلب بند ہونے سے بروز جمعۃ المبارک ۱۸؍ ذوالحجہ ۱۴۰۷ھ / ۱۴؍ اگست ۱۹۸۷ء کو وصال فرما گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

ہزاروں افراد نے نمازِ جنازہ پڑھی۔ امامت کے فرائض مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ نے ادا کئے اور دین پور شریف کے قبرستان کے احاطۂ خاص میں اکابر کے پہلو میں تدفین ہوئی۔ اللہ تعالیٰ درجاتِ عالیہ نصیب فرمائیں۔

(ماخوذ: خطبات "دین پوری")

خود تدریس کی طرف توجہ زیادہ کردی اور دار الافتاء مفتی احمد الرحمٰن کے سپرد کر دیا۔ حضرت علامہ بنوریؒ کے بعد حضرت مفتی ولی حسن صاحبؒ جامعہ کے شیخ الحدیث منتخب ہوئے اور آپ حضرت بنوریؒ کی وصیت کے مطابق جامعہ کے مہتمم مقرر ہوئے۔ آپ کے دورِ اہتمام میں جامعۃ العلوم الاسلامیہ نے بہت زیادہ ترقی کی۔ تدریس و افتاء، اور جامعہ کے اہتمام کی خدمات کے ساتھ ساتھ آپ نے دوسری دینی و ملی سرگرمیوں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

مجلس تحفظ ختم نبوت میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ علاوہ ازیں وفاق المدارس کی تنظیم اور نظام اسلام کی جدوجہد میں بھی نمایاں خدمات انجام دیں۔

الغرض حضرت علامہ محمد یوسف بنوریؒ نے آپ پر خصوصی اعتماد کیا اور آپ نے حضرت بنوریؒ کے جانشین کی حیثیت سے اُن کے عظیم مشن کو آگے بڑھایا اور آخر وقت تک دینی و علمی خدمات میں مصروف رہے۔ حضرت مولانا فقیر محمد پشاوریؒ خلیفہ حضرت حکیم الامت تھانویؒ کی طرف سے آپ کو خلافت و اجازت حاصل تھی اور زندگی بھر انہی کے بتائے ہوئے اصولوں پر کاربند رہے۔ ۳۰ جنوری ۱۹۹۰ء کو آپ نے وفات پائی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

اللہ تعالیٰ درجاتِ عالیہ نصیب فرمائیں۔ آمین

(ماہنامہ "بینات" کراچی)

حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن کراچوی قدس اللہ سرہٗ

آپ ۱۹۳۹ء میں سہارنپور میں پیدا ہوئے۔ اس وقت آپ کے والدِ ماجد حضرت مولانا عبدالرحمٰن کاملپوری رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں صدر مدرس کے عہدہ پر فائز تھے۔ ابتدائی تعلیم حفظِ قرآن کی سعادت کے حصول کے لئے آپ اکوڑہ خٹک کے دارالعلوم میں حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نگرانی میں داخل ہوئے اور چند ہی سالوں میں قرآن کریم کی تکمیل ہوئی۔ حفظِ قرآن کے بعد ابتدائی درسِ نظامی کی تعلیم اکوڑہ خٹک اور جامعہ خیر المدارس ملتان میں حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ، حضرت مولانا عبدالرحمٰن کاملپوریؒ اور حضرت مولانا عبدالشکور کاملپوریؒ، خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

اس دوران حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ نے کراچی میں "جامعۃ العلوم الاسلامیہ" کے نام سے ایک عظیم الشان ادارہ کی بنیاد رکھی تو جامعۃ العلوم الاسلامیہ" کی امتیازی خصوصیات کا سن کر کراچی تشریف لے گئے تاکہ مزید تعلیم حضرت علامہ بنوریؒ کی نگرانی میں حاصل کریں۔ چنانچہ آپ کو جامعۃ العلوم اسلامیہ کراچی سے درسِ حدیث کے بعد دستارِ فضیلت عطا ہوئی اور ساتھ ہی جامعہ میں مدرسی اور مفتی کے منصب سے بھی سرفراز کیا گیا۔ ابتدائی سالوں میں ہی آپ ترقی کرتے ہوئے اُونچے درجہ کے اساتذہ کی صف میں شامل ہو گئے۔ اِدھر "دار الافتاء" میں حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکیؒ نے آپ کی فقاہت اور فتویٰ نویسی کی صدارت کو دیکھتے ہوئے اعتماد کی سند جاری کی اور آپ مستقل مفتی ہو گئے۔

حضرت مفتی صاحب نے اپنے اس معتمد شاگرد پر اعتماد کا اظہار اس طرح کیا کہ

حضرت مولانا فاضل حبیب اللہ رشیدی رحمۃ اللہ علیہ

آپ ۱۹۱۴ء میں حضرت مولانا مفتی فقیر اللہ کے گھر رائپور ضلع جالندھر میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ رشیدیہ رائپور میں حاصل کی۔ ثانوی تعلیم حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ کے زیر نگرانی جامعہ خیر المدارس جالندھر اور پھر اعلیٰ تعلیم کے لئے دار العلوم دیوبند میں داخل ہوئے۔ جہاں شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، سید اصغر حسین دیوبندیؒ، مولانا مفتی محمد شفیعؒ، مولانا اعزاز علیؒ، قاری محمد طیب قاسمیؒ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ اور علامہ محمد ابراہیم بلیاویؒ سے دورۂ حدیث پڑھ کر ۱۳۵۴ھ میں سند حاصل کی۔ ۱۳۵۵ھ میں حضرت مدنیؒ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور پھر مدرسہ احیاء العلوم جالندھر میں مدرس مقرر ہوئے۔ پھر مدرسہ سبیل الرشد ہوشیار پور میں دو سال کتب پڑھائیں۔ ایک سال مدرسہ اشرف المدارس ابوہر میں تعلیم و تدریس کا کام کیا۔ بعد ازاں تقسیم ملک کے بعد ساہیوال آگئے اور جامعہ رشیدیہ کا قیام عمل میں آیا تو آپ اس کے ناظمِ اعلیٰ مقرر ہوئے۔ اپنے والد حضرت مفتی فقیر اللہ، برادرِ اکبر مولانا عبد اللہ اور قاری لطف اللہ کو فقیر والی سے یہاں لائے اور پورے علاقہ میں تعلیمی و تبلیغی و تدریسی کام شروع فرمایا جو الحمد للہ اظہر من الشمس ہے۔

۱۹۵۳ء میں تحریکِ ختمِ نبوت میں اہم کردار ادا کیا اور ایک سال قید رہے۔ پھر ۱۹۷۷ء میں تحریکِ نظامِ مصطفیٰ کے سلسلہ میں گرفتار ہوئے اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ آپ کئی سال جمعیت علماء اسلام ساہیوال کے امیر رہے اور ملکی و ملی کاموں میں بڑی سرگرمی سے حصہ لیتے رہے۔ آپ نے آٹھ حج اور دو عمرے ادا فرمائے۔ اپنے جامعہ رشیدیہ سے ایک ماہنامہ "الرشید" جاری کیا۔ جس کے "دار العلوم دیوبند نمبر"، "مدنی و اقبال نمبر"، "تاریخ دار العلوم نمبر" اور "فیضان دار العلوم نمبر" آپ کی عظیم محنت اور یادگار ہیں۔ آپ کے ہزاروں تلامذہ ملک و بیرونِ ملک تعلیمی و تبلیغی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ آپ ایک بہترین مقرر، مدبر اور منتظم تھے۔ ساری زندگی تبلیغی و تدریسی خدمات انجام دیں اور ۷ دسمبر ۱۹۸۵ء / ۲۳ ربیع الاول ۱۴۰۶ھ بروز ہفتہ رحلت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ درجاتِ عالیہ نصیب فرمائیں آمین!

(ماخوذ ماہنامہ "الرشید" ساہیوال)

حضرت مولانا سید ابو ذر بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء میں امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے گھر پیدا ہوئے۔ شیخ الحدیث مولانا محمد عبد اللہ رائپوری سے قرآن مجید حفظ کر کے دوسرے اکابر اساتذہ سے مختلف علوم و فنون کی کتابیں پڑھیں اور پھر جامعہ خیر المدارس ملتان میں حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ سے دورۂ حدیث پڑھ کر سندِ الفراغ حاصل کی۔ فراغت کے بعد ملتان میں درس و تدریس اور وعظ و تبلیغ کا سلسلہ جاری کیا جو آخر وقت تک بڑی کامیابی سے جاری رہا۔ حضرت امیر شریعت کی رحلت کے بعد ۱۹۶۱ء میں آپ نے مجلسِ احرارِ اسلام کی دوبارہ تنظیم فرمائی اور ملک بھر میں اسے فعال بنایا۔ اس کے ساتھ ساتھ "مجلس خدام صحابہؓ" کے نام سے ایک دینی تنظیم تشکیل دی جس کے آپ امیرِ اعلیٰ منتخب ہوئے اور ملک کے کونے کونے میں مجلس خدام صحابہؓ کے اجتماعات سے خطاب فرماتے رہے۔ آپ کو خطابت ورثہ میں ملی تھی اور آپ ملک کے بہترین خطیب شمار ہوتے تھے۔

آپ کی سوچ، اندازِ تکلم اور خطابت میں اپنے والد ماجد کی جھلک و دلکشی موجود تھی۔ آپ بلا کے ذہین، حاضر جواب اور وسیع المطالعہ عالم تھے۔ انہوں نے اپنے والدِ گرامی کی طرح فتنۂ قادیانیت کی سرکوبی کے لئے گراں قدر خدمات انجام دیں۔ نیز صحابہ کرامؓ کی ناموس کا تحفظ اور ان اساطینِ اُمت کے خلاف دریدہ دہنی کرنے والوں کی تردید آپ کی زندگی کا خاص مشن تھا اور اپنی جِدّوجُہد میں آپ نے بہت سی صعوبتیں جھیلیں۔ قید و بند کے مراحل سے بھی گزرے لیکن کوئی انہیں اپنے موقف سے متزلزل نہ کر سکا۔

بہرحال آپ نے ساری زندگی خدمتِ اسلام میں بسر کی۔ حضرت مولانا شاہ عبد القادر رائپوری سے آپ کو خلافت حاصل تھی اور آخر وقت تک اصلاح و ارشاد، تبلیغ و اشاعت میں مصروف رہے اور ۲۴ اکتوبر ۱۹۹۵ء / ۱۴۱۶ھ کو رحلت فرمائی۔ اِنّا للہ و اِنّا الیہ راجعون۔

حضرت مولانا قاضی عبیدُاللہ ڈیروی

آپ کی ولادت باسعادت ۸ رشوال ۱۳۲۱ھ کو بمقام کہنہ ڈیرہ غازیخان جناب قاضی غلام یٰسین صاحبؒ بن علاّمہ عبدالرّزاق بن مولانا محمد بن مولانا قاضی عبدالرّحمن کے گھر ہوئی۔ آپ کا سلسلۂ نسب حضرت عباسؓ بن حضرت علی رضی اللہ عنہ، سے جا ملتا ہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ گھر میں چھوٹے بچوں کو قرآن مجید پڑھاتی تھیں۔ تقریباً چار سال کی عمر میں والدہ صاحبہ نے آپ کو دیکھا کر قرآن مجید خود بخود یاد ی پڑھ رہے ہیں۔ پوچھنے پر والدہ کو فرمایا بچوں سے سُن سُن کر مجھے خود بخود قرآن مجید کی سورتیں یاد ہوگئی ہیں۔

جب والدہ نے فرمایا ذرا سناؤ تو سہی تو آپ نے ایک پاؤ پہلے پارہ کا زبانی سنا دیا۔ ابتدائی کتب آپ نے اپنے والد قاضی غلام یٰسین صاحبؒ اور مولانا احمد بخش صاحب سے پڑھیں، صرف و نحو معقول وغیرہ مولانا قادر بخش بکانی، مولانا عبداللہ جکھڑوی، ادب اصُول کی کتب مولانا احمد بخش ساکن قریہ گدائی سے پڑھیں۔ حدیث کی سند آپ نے تین بزرگوں سے حاصل کی۔ محدث حضرت مولانا اللہ داد صاحب ساکن کوٹ موسیٰ ڈیرہ اسمٰعیل خان، مولانا عبدالکریم جامپوری اور حضرت مولانا فضل علی قریشیؒ کے خلیفہ مولانا اللہ ڈتہ شاہ صاحب گیلانی سے اور ان کو مشائخ حجاز سے سند فراغ حاصل تھی۔ فراغت تعلیم کے بعد ۱۳۴۱ھ میں آپ عہدۂ قضاء پر فائز ہوئے۔

ڈیرہ غازیخان شہر میں ایک دینی مدرسہ عبیدیہ نقشبندیہ کی بنیاد رکھی۔ اور باقاعدہ سلسلۂ درس و تدریس جاری کیا اور متوسط کتابوں سے لے کر حدیث کی اعلیٰ کتابوں تک آپ کے زیر درس رہیں۔

بہت سے طالبانِ علم نے فیض علمی حاصل کیا۔ جن میں ممتاز تلامذہ کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ حضرت مولانا مفتی محمد عیسٰی صاحب مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ حضرت مولانا محمد عبدالحیٔ صاحب جامپوری، مولانا عبدالخالق صاحب خطیب جامع مسجد میر صاحب، مولانا اللہ وسایا صاحب چوٹہ والے، صاحبزادہ مولانا قاضی شمس الدین علوی، ہمشیرہ مولانا عبدالقیوم علوی، مولانا محمد امیر صاحب ملتانی اور مولانا عبداللہ نعلانی وغیرہ وغیرہ۔

حضرت مولانا قاضی عبیداللہ صاحبؒ پوری ڈویژن ڈیرہ غازیخان کے مفتی اعظم اور جیّد عالم دین شمار ہوتے تھے۔ اپنے مدرسہ عبیدیہ کے مہتمم، شیخ الحدیث اور صدر مدرس تھے۔ شہر ڈیرہ غازیخان کی سب سے بڑی عید گاہ میں عیدین کی نماز کی امامت کے فرائض آپ ہی سرانجام دیتے تھے۔ سرکاری رؤیت ہلال کمیٹی کے خلاف اپنے شہر کی رؤیت اور شرعی شہادت کی ایک کمیٹی کے فیصلہ کے مطابق عیدین پڑھایا کرتے تھے۔ اِس سلسلہ میں حکّام کی پرواہ نہ کرتے اور اپنے مسلکِ حقہ پر سختی سے پابند رہتے تھے۔

رمضان شریف میں دو مؤذن مقرر فرماتے جو سحری کے لئے اور فجر کی اذان کے لئے علیحدہ علیحدہ اذان دیتے۔ مدرسہ میں بغیر صرف و نحو کے ہر شخص کے لئے ترجمہ قرآن اور حنفی بلوغ المرام لازمی ہوتی تھی۔ نکاح و طلاق، انگریزی فسخ کے بعد شرعی فسخ بذریعہ بعث حکمین اور دیہات میں جواز جمعہ کے فتاویٰ اور دوسرے دینی مسائل میں آپ کے فتاویٰ مشہور تھے۔ بینک کے سود کے جواز کا فتویٰ صادر فرمایا کرتے تھے۔ رمضان شریف میں فرضوں کے بعد فوراً حافظ صاحب کو تراویح کے لئے مصلّے پر کھڑا کر دیتے تھے۔ آپ کے اجتہادی مسائل میں علماء کرام مخالفت کرتے آپ صبر کرتے جب دلائل آپ کے سُنتے تو علماء کرام سے جواب نہ بن سکتا اور اپنی غلطی کا اقرار کر لیتے

بہرحال درس و تدریس اور تبلیغ و اصلاح کے علاوہ مختلف مسائل کے بارے میں آپ نے بہت سی کتب بھی تصنیف فرمائی ہیں۔ جن میں تفسیرات عبیدیہ، المیقات الطالب المشکوٰۃ، مرأۃ التنا قیح المشکوٰۃ المصابیح، حواشی قرآن مجید عربی و ربط آیات اردو فتاویٰ عبیدیہ، ترجمہ قرآن مجید اردو، حواشی بر جمیع کتب صحاح ستہ، مجمع الاثار، رسالہ دراستہ الاصول، تنقید الرجال من الجرح و الاعتدال، مجمع الحسنات فی اسماء کتب الاحناف، رسالہ تحقیق عشر، امام الکلام فی ترک القرأۃ خلف الامام، فقہ بہار دین، رسالہ دعوت اصلاح، حکومت اسلامیہ کا تصور، مسئلہ رؤیت ہلال، رد القادیانی مرزائی دھرم، رسالہ تصوف، شہید کربلا۔ آداب زیارت مزارات، ہندو نصاریٰ کو دعوت اسلام، تبصرہ بر ترجمہ احمد رضا بریلوی، گلدستہ وعظ وغیرہ مشہور ہیں۔ حضرت قاضی صاحبؒ ایک عظیم فقیہہ اور جید عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عارف کامل اور شیخ کامل بھی تھے۔ آپ کے خاندان علوی کے تقریباً سب بزرگ پہلے سلسلہ قادری یا سلسلہ چشتی میں مجاز تھے۔ مثلاً قاضی عبدالرحمٰن کے لعد قاضی عاقل محمد کوٹ مٹھن والوں کو اسی سلسلہ قادری و چشتی سے تعلق تھا۔

یعنی حضرت نور اللہ شاہ قادری سے اور ان کے بھتیجے قاضی محمد حسن کو حضرت خواجہ سلیمان تونسویؒ سے فرید بر آن علوی خاندان کے رشتہ ناطے الٰہی بزرگان سے ہو چکے تھے۔ جیسے قاضی عبدالرحمٰن صاحبؒ کی دو ہمشیرگان کا نکاح حضرت سلطان باہوؒ کے دو پوتوں سے ہوا۔ اور قاضی صاحب موصوف کی ایک دختر مسماۃ غلام فاطمہ کا نکاح شاہ شمس الدین صاحب گنج والہ محلہ بہاولپور سے ہوا۔ اس کے باوجود حضرت قاضی غلام لیٰسینؒ نے اپنے فرزند حضرت قاضی عبیداللہ کے لئے سلسلہ نقشبندیہ کا انتخاب فرمایا۔ اور حضرت قاضی عبیداللہ صاحبؒ کو حضرت سید پیر رکن عالم شاہ کردی والے کے دست پر بیعت کرایا۔ ابھی آپ نے لطیفہ قلب تک

سلوک حاصل کیا تھا کہ بموقعہ عرس حضرت پیر رکن عالمؒ کا وصال ہو گیا۔ ڈیرہ غازیخان کے لوگوں کی خواہش پر حضرت خواجہ سراج الدین نے اپنے خلیفہ سید محمدؒ کو ڈیرہ اسمٰعیل خان سے ڈیرہ غازیخان روانہ کیا۔ اور حضرت قاضی صاحبؒ نے اپنے تمام سلوک انہی سے طے کئے۔ اور خلافت و اجازت حاصل کی۔ انہی ایام میں حضرت مولانا فضل علی قریشی اور حضرت غلام حسن کرد ڑ والے ڈیرہ تشریف لایا کرتے تھے۔

حضرت فضل علی قریشی صاحبؒ نے بھی حضرت قاضی عبیداللہ صاحبؒ کو تبرکاً خلافت عطا فرمائی۔ اس طرح سے آپ سلسلہ نقشبندیہ کے شیخ کامل ثابت ہوئے۔ اور اپنے سلسلہ سے بہت سے حضرات کو مستفیض کیا۔ جن میں مولانا شیخ محمد امین صاحب مہتمم مدرسہ حرث الآخرۃ جامع مسجد تقویٰ ملتان، مولانا عبدالعزیز صاحب ڈبروی اور مولانا بہار دین صاحب پہاڑی وغیرہ حضرات کو آپ نے اپنا مجاز بیعت مقرر فرمایا۔ اور سینکڑوں کی اصلاح کی۔ آپ اتنے بڑے عالم، مفتی، محقق، مصنف اور عارف ہونے کے باوجود نہایت متواضع اور منکسر المزاج تھے۔ متبع سنت اور حق گو عالم دین تھے۔ طبیعت نہایت سادہ اور خاموش تھی۔ ایک سچے عاشق رسولؐ تھے۔

سنہ ۱۳۷۴ھ میں آپ نے حج بیت اللہ اور زیارت روضہ رسول اللہ کی سعادت حاصل کی۔ ہر وقت ذکر الٰہی میں مشغول رہتے اور تبلیغ و ارشاد کا سلسلہ جاری رہتا۔ اس کے علاوہ باطل نظریات کے خلاف تحریر و تقریر کے ذریعے بڑی سرگرمی سے حصّہ لیتے۔ مناظرے کرتے اور باطل فرقوں کو شکست فاش دیتے۔ ۱۲ دسمبر ۱۹۳۸ء میں چودھری تیرتھ داس سینئر جج ڈیرہ غازیخان کی عدالت میں مسلمان عورت کی طرف سے مرزائی خاوند کے خلاف دعویٰ تنسیخ دائر کیا گیا۔ اہل سنت کی جانب سے وکیل مولوی محمد ایوب صاحبؒ (حضرت سہارنپوری کے قریبی عزیز) اور مرزائیوں کی طرف سے وکیل عزیز محمد ملک مقرر ہوا۔ قانونی تنقیحات کے بعد مقدمہ شروع ہوا۔ مدعیہ کے پہلے گواہ حضرت قاضی عبیداللہ صاحبؒ، مفتی اعظم حضرت

مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن چاندپوریؒ مولانا عبداللہ فاضل دیوبند وغیرہ حضرات پیش ہوئے۔ ہر ایک کی شہادت پر ہفتہ صرف ہوا۔ مرزائیوں کی طرف سے چودھری اسعد اللہ خان اور محمد سلیم ناظم مرکز کلکتہ پیش ہوئے۔

حضرت قاضی عبید اللہ صاحبؒ کے دلائل پیش کردہ سُن کر حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوریؒ اور مفتیٔ اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے فرمایا۔ آئندہ ہمیں دیوبند سے بلوانے کی تکلیف نہ دینا۔ ہم سب کی طرف سے واحد نمائندہ قاضی عبید اللہ صاحب مرزائیوں کو کافی رہیں گے۔ چنانچہ اسی طرح کیا گیا۔ بالآخر حضرت قاضی صاحبؒ کی پیروی سے ۲/۳ ۱۴ کو یہ مقدمہ اس طرح ختم ہوا کہ مرزائی حضرت قاضی صاحبؒ کے دلائل سُن کر عدالت کے اندر تائب ہوا۔ اور درخواست پیش کی۔ اب تک میں کافر رہا۔ مقدمہ کی میرے خلاف ڈگری بلا شک کر دی جاوے۔

ایضاً ۱۹۳۶ء میں اللہ دتہ جالندھری مبلغ مرزائی اور محمد شریف نے شہر ڈیرہ غازیخان میں مسلمانوں کو مناظرہ کا چیلنج کیا۔ شہر کے کسی عالم کو مناظرہ کی جرأت نہ ہوئی۔ مناظرہ بھی حیاتِ مسیح پر تھا۔ آپ نے مناظرہ کیا اور چند منٹوں میں یہ مناظرہ جیت لیا۔ اسی طرح شیعہ بریلوی اور اہلِ حدیث سے بھی مختلف مسائل پر علمی مناظرے ہوئے۔ اور آپ نے اللہ کے فضل و کرم سے ہر مناظرہ میں کامیابی حاصل کی۔ غرضیکہ آپ ساری زندگی اسلام کی خدمت میں مصروف رہے ہر باطل کا مقابلہ کیا۔ اور ہمیشہ کلمہ حق بلند کیا۔ اور بالآخر یہ اسلام کا عظیم مبلغ و مجاہد ۴ ذی الحجہ ۱۴۰۵ھ مطابق ۲۲ اگست ۱۹۸۵ء کو اپنے مالک حقیقی سے جا ملا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ o

ہزاروں لوگوں نے آپ کے جنازہ میں شرکت کی۔ اور آپ کے بڑے صاحبزادے مولانا قاضی شمس الدین علوی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اللہ تعالیٰ اس مردِ حق پر رحمتیں نازل فرمائے۔

حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ ۱۹۱۶ء میں قصبہ کاندھلہ ضلع مظفر نگر میں مولانا احتشام الحسن کاندھلویؒ رحمۃ اللہ علیہ کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کاندھلہ ہی میں حاصل کی۔ پھر ۱۳۵۲ھ میں مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لیا اور مولانا عبدالشکور کاملپوریؒ، مولانا قاری سعید احمدؒ، مولانا مفتی جمیل احمد تھانویؒ، مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ مولانا عبداللطیف اور مولانا عبدالرحمٰن کاملپوریؒ سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند حاصل کی۔ حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی کی طرف سے خلافت و اجازت حاصل ہوئی۔

فراغتِ تعلیم کے بعد مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تبلیغی کاموں میں دستِ راست ہوتے اور اُن کی وفات کے بعد ۱۳۸۴ھ میں امیر التبلیغ مقرر ہوئے۔ ۱۳۸۶ھ میں مدرسہ مظاہر العلوم کے سرپرست بنائے گئے اور بستی نظام الدین آکر دعوت و تبلیغ کے ساتھ ساتھ درس و تدریس کا مشغلہ بھی اختیار فرمایا۔ مختلف علوم و فنون کی کتب زیرِ درس رہیں اور آخری سالوں میں بخاری شریف کا درس دیتے رہے۔ اس دوران کئی تصانیف بھی منظرِ عام پر آئیں۔

آپ نے بین الاقوامی طرز پر تبلیغی مراکز قائم کئے اور پوری زندگی آپ نے اسی مقصدِ عظیم کے لئے وقف کر دی۔ آپ نے متعدد بار حج و عمرے ادا کئے اور آخر دم تک تبلیغِ دین اور اصلاح و فلاح کے لئے کام کرتے رہے۔ آپ نہایت متواضع، خوش اخلاق اور متبعِ سُنّت تھے۔ ہزاروں افراد آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوتے اور لاکھوں افراد اجتماعِ رائے ونڈ کے موقع پر آپ کی آخری دُعا میں شرکت کے لئے حاضر ہوتے اور اُسے سعادتِ دُنیوی

دین سمجھتے۔ آخرکار زندگی بھر اسلام کی خدمت کر کے پوری دنیا کو تبلیغِ دین کے کام سے روشناس کرا کر ۱۱؍محرم الحرام ۱۴۱۶ھ / ۱۰؍جون ۱۹۹۵ء بروز ہفتہ رحلت فرما گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔

لاکھوں افراد نے دہلی میں نمازِ جنازہ پڑھی اور مولانا محمد الیاس علیہ الرحمہ اور مولانا محمد یوسف کے پہلو میں بستی نظام الدین، تبلیغی مرکز دہلی میں تدفین ہوئی۔ حق تعالےٰ درجات بلند فرمائیں۔

آمین!

حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی

آپ کا وطنِ مالوف لدھیانہ ہے جو مشرقی پنجاب میں واقع ہے، لدھیانہ علم و فضل کے اعتبار سے ایک تاریخی حیثیت رکھتا ہے بڑے بڑے جبالِ عالم اولیائے کرام کا مرکز رہا ہے اور آپ علمائے لدھیانہ کے مشہور خاندان سے ہیں جو اپنے علم و ذہانت تقویٰ، احوالِ باطنہ، کشف و کرامات، شجاعت، حق گوئی و بیباکی، جسمانی قوت اور جنگ آزادی میں نمایاں کارناموں کی وجہ سے غیر معمولی شہرت رکھتا ہے، آپ کے والد ماجد حضرت مولانا محمد سلیم صاحبؒ جو حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کی صحبتوں سے منجھے ہوئے تھے اور بزمِ اشرف میں صاحب الرؤیا کے لقب سے معروف تھے بسلسلہ زمینداری لدھیانہ سے ضلع لائلپور اور پھر وہاں سے ضلع ملتان تحصیل خانیوال تشریف لائے اور وہاں ایک نو آباد گاؤں چک نمبر ۱۰۱؍۱۵ ایل میں رہائش اختیار کی اور اشرف الاولیاء حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے نام پر اس گاؤں کا نام کوٹ اشرف رکھا، اسی مبارک بستی میں حضرت مفتی صاحب کی ولادت بروز منگل ۳؍صفر المظفر ۱۳۴۱ھ مطابق ۲۶ ستمبر ۱۹۲۲ء میں ہوئی اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ کے نام پر آپ کا نام رکھا گیا، تاریخی نام مسعود اختر (۱۳۴۱ھ) نکالا گیا۔

چونکہ بچپن میں والدین کو آپ سے غیر معمولی محبت تھی اور آپ پر انتہائی شفقت فرماتے تھے۔ انہی شفقتوں نے آپ کو رشیدِ ثانی بنا دیا۔ والدہ محترمہ نے تقریباً پانچ برس کی عمر میں قرآن مجید اور نماز کی تعلیم دینا شروع کی۔ ۱۳۴۸ھ سے ۱۳۵۲ھ تک سرکاری

پرائمری سکول میں چوتھی جماعت تک تعلیم حاصل کی اور خداداد ذہانت کی وجہ سے ہمیشہ اپنی جماعت میں ممتاز رہے، آپ کے بڑے بھائی مولوی محمد نعیم صاحب، مولوی محمد خلیل صاحب اور مولوی محمد جمیل صاحب پہلے سے ملتان کے قریب گھوٹہ شریف میں دینی علوم پڑھ رہے تھے، ۱۳۵۲ھ میں والد صاحبؒ نے آپ کو بھی تحصیل علم دین کے لیے وہاں بھیج دیا۔ گھوٹہ شریف پہنچ کر آپ نے اپنے دوسرے بھائیوں کے ساتھ قیام کیا اور اپنے بڑے بھائی مولوی محمد خلیل صاحب سے فارسی کی ابتدائی کتب پڑھیں پھر ۱۳۵۳ھ میں چاروں بھائی بغرض تعلیم جہانگیر آباد تحصیل خانیوال مولانا سلطان محمود صاحب کی خدمت میں پہنچے، مولوی محمد جمیل صاحب فارسی کی تکمیل کر کے عربی شروع کر رہے تھے تو آپ کو بھی عربی میں اُن کے ساتھ ہی شریک کر دیا گیا، فارسی کی تعلیم بھی ساتھ ساتھ ہوتی رہی غرض درس نظامی کا دوسرا سال ۱۳۵۵-۵۴ھ آپ نے گکھڑ ضلع گوجرانوالہ اور تیسرا سال ۱۳۵۷،۵۶ھ جھنگ میں گذارا۔ ان تینوں سالوں کی کتابیں آپ نے اپنے بہنوئی مولانا محمود احمد صاحب سے پڑھیں، ۱۳۵۷ھ میں آپ کے والد ماجد بسلسلۂ زمینداری نبی پور سندھ میں تشریف لے گئے جس کی وجہ سے صاحبزادگان کی تعلیم کا سلسلہ بھی سندھ کے علاقوں میں شروع ہوا، آپ اور آپ کے بھائی مولوی جمیل احمد صاحب اپنے اُستاذ مولانا محمود احمد صاحب کے ساتھ مدرسہ دار الہدیٰ ٹھیڑھی میں آ گئے، ۱۳۵۸ھ میں آپ کے بھائی مولانا محمد خلیل صاحب ڈابھیل سے فارغ ہو کر تشریف لائے تو وہ اور مولانا محمود احمد صاحب دونوں پیر جھنڈو میں مدرس ہو گئے، آپ بھی ان کے ساتھ تھے، دو تین ماہ بعد بعض وجوہ کی بناء پر مولانا محمود احمد صاحب اور مولانا محمد خلیل صاحب پیر جھنڈو سے درگاہ شریف منتقل ہو گئے اور آپ بھی غالباً محرم ۱۳۵۹ھ میں درگاہ تشریف لے گئے اس سال آپ نے اپنے بھائی مولانا محمد خلیل صاحب سے سلم العلوم، ملا حسن، میبذی شرح عقائد نسفی، خیالی، سبعہ معلقہ اور بیضاوی شریف پڑھیں اس کے علاوہ مطالعہ مذاہب باطلہ، تمرین مناظرہ اور انشاء

عربی کی مشق کی، اگلے تعلیمی سال شوال ۱۳۵۹ھ میں آپ معقولات کی مشہور درسگاہ انہی ضلع گجرات پنجاب تشریف لے گئے جہاں حضرت مولانا ولی اللہ صاحب فنون کی اونچی کتابیں پڑھاتے تھے اس ایک سال میں آپ نے جتنی کتابیں پڑھیں انھیں آج کل کا طالب علم کم از کم تین سال میں پورا کر سکے گا یعنی تیس کتابیں اس سال آپ نے پڑھیں پھر دیگر علوم و فنون کی تکمیل کے بعد آپ دورۂ حدیث پڑھنے کے لیے مشہور زمانہ دینی یونیورسٹی دار العلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ اور شوال ۱۳۶۰ھ میں دار العلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور شعبان ۱۳۶۱ھ میں تمام علوم و فنون سے فارغ ہوئے، اس سال آپ نے مندرجہ ذیل کتب ذیل کے اساتذہ سے پڑھیں۔

(۱) صحیح بخاری شریف اور سُنن ترمذی شریف دونوں کتابیں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے پڑھیں۔

(۲) مسلم شریف:۔ حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بلیاویؒ سے پڑھیں۔

(۳) ابوداؤد شریف اور شمائل ترمذی:۔ حضرت مولانا اعزاز علی صاحب امروہیؒ سے پڑھیں۔

(۴) سُنن ابن ماجہ:۔ حضرت مولانا مفتی ریاض الدین صاحبؒ۔

(۵) سُنن نسائیؒ:۔ حضرت مولانا عبد الحق صاحب نافعؒ

(۶) طحاوی شریف:۔ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ

(۷) موطاء امام محمدؒ:۔ حضرت مولانا ظہور احمد صاحب سے پڑھیں۔

اس سال آپ نے دورۂ حدیث کے ساتھ ساتھ کتب تجوید میں سے فوائدِ مکیہ اور جزری قاری عزیز احمد صاحب اور خلاصۃ البیان جناب قاری حفظ الرحمٰن صاحب صدر القراء سے پڑھیں، نیز اسی سال آپ نے دار العلوم دیوبند میں نبوٹ کا فن بھی سیکھا، مشہور ماہرِ فن استاذ عبد الرحمٰن، عبد الرشید سے لاٹھی، چاقو اور تلوار بازی میں کافی مہارت حاصل کی، چونکہ آپ کے والد ماجد کو اس کا شدت سے احساس تھا کہ علم دین کی تدریس اور نشر و اشاعت پر آپ کی زندگی وقف ہو، چنانچہ آپ کی تدریس کا سلسلہ ۱۳۶۲ھ میں مدرسہ مدینۃ العلوم

ضلع حیدرآباد سندھ سے شروع ہوا، بحیثیت مدرس درجہ علیا آپ کا تقرر ہوا، ۱۳۶۴ھ میں آپ کو صدر مدرس بنا دیا گیا، اور اسی سال بخاری شریف اور دیگر کتب احادیث کی تدریس بھی شروع کی، اس کے ساتھ افتاء کا کام ویسے تو ۱۳۶۲ھ سے شروع ہو چکا تھا لیکن ۱۳۶۶ء سے دارالافتاء کی مکمل ذمہ داری آپ کے کاندھوں پر ڈال گئی اور ۱۳۶۶ھ سے ۱۳۶۹ھ تک آپ بیک وقت شیخ الحدیث، صدر مدرس اور صدر مفتی بنے۔ ۱۳۷۰ھ میں آپ بحیثیت شیخ الحدیث و صدر مفتی مدرسہ دارالہدیٰ ٹھیڑھی تشریف لے گئے یہاں صحیح بخاری شریف و دیگر علوم و فنون کے تقریباً آٹھ اسباق پڑھانے کا معمول تھا اس کے ساتھ ساتھ دارالافتاء کی مکمل ذمہ داریاں بھی سنبھالتے تھے اس کے بعد شوال ۱۳۷۶ھ میں مفتی اعظم پاکستان حضرت اقدس مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی فرمائش پر آپ بحیثیت شیخ الحدیث دارالعلوم کراچی تشریف لائے اور شعبان ۱۳۸۳ھ تک دارالعلوم میں رہے اور ۱۳۶۴ھ سے ۱۳۸۳ھ تک ہر سال آپ نے بخاری شریف پڑھائی، اس حساب سے آپ نے بیس مرتبہ درس بخاری دیا اور بڑے بڑے علماء و فضلاء نے آپ سے شرفِ تلمذ حاصل کیا اور مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے صاحبزادگان مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی اور مولانا محمد تقی عثمانی نے بھی اسی دوران آپ سے دورہ حدیث پڑھا، اور شرفِ تلمذ حاصل کیا، شروع شروع میں دارالعلوم کی طرف سے نظامتِ تعلیم کی ذمہ داری بھی آپ کے سپرد ہوئی۔ مگر کچھ عرصہ بعد آپ نے علمی خدمات میں خلل سمجھ کر ترک کر دیا ویسے تو ۱۳۶۴ھ سے آپ کو فتاویٰ نویسی کے مواقع پیش آتے رہے لیکن ۱۳۶۶ھ سے دارالافتاء کی مکمل ذمہ داری آپ کے سپرد ہوئی، اور ۱۳۷۰ھ تک جو فتاویٰ صادر ہوئے ان کے نقل و ضبط کا کوئی انتظام نہ ہو سکا اس کے باوجود آپ نے اس قلیل عرصہ میں فتاویٰ نویسی، شانِ تحقیق اور تعمق نظر میں اس قدر شہرت حاصل کی کہ بیرون ملک کے علماء بھی مشکل مسائل میں آپ کی طرف رجوع کرنے لگے اور ہر قسم کے فتاویٰ کے لئے مرجع خاص و عام بن گئے۔ علماء بھی پیچیدہ مسائل کے فیصلے کے لئے

یہیں آنے لگے اور آپ نے اس منصب پر فائز ہو کر وہ محنت و جانفشانی کی کہ فتویٰ نویسی کو بجا طور پر آپ پر فخر ہے۔ ۱۳۷۱ھ سے ۱۳۷۶ھ تک آپ نے اپنے تحریر کئے ہوئے اہم مسائل کی نقلیں محفوظ رکھیں اگرچہ کثرتِ مشاغل کی وجہ سے اکثر مسائل آپ سے نقل نہ ہو سکے۔ اس پانچ سال کے عرصہ میں مکمل دو ہزار پچیس فتاویٰ تحریر ہوئے جن میں سے صرف چار سوا کاون فتاویٰ نقل ہو سکے جو "احسن الفتاویٰ کے" نام سے شائع ہو کر عوام خواص میں اس قدر مقبول ہوئے کہ "عیاں راچہ بیاں" اس کے بعد دارالعلوم کراچی میں اگرچہ دارالافتاء کی مستقل ذمہ داری آپ پر نہ تھی تاہم یہاں بھی آپ بڑی لگن اور محنت کے ساتھ فتاویٰ کا کام کرتے رہے، فقیہ اور مفتی تو بہت ہوئے ہیں مگر دارالعلوم دیوبند کے فیض یافتہ مفتیوں اور فقیہوں میں حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانیؒ، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ، حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی، حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانویؒ اور حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی جیسے فقیہ النفس بہت کم ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم فقہ میں اعلیٰ مقام عطا فرمایا ہے اور علم فقہ آپ کے رگ و پے میں اس طرح سمو گیا ہے کہ مسائلِ فقہ آپ کا اوڑھنا بچھونا بن گئے ہیں۔ بہرحال دارالعلوم کراچی میں ۱۳۸۱ھ سے آپ کے زیر تربیت تخصص فی الفقہ کا شعبہ شروع کیا گیا دو سال بعد آپ نے دارالعلوم چھوڑ کر "اشرف المدارس" کی بنیاد رکھی جو ناظم آباد کراچی میں واقع ہے یہ دارالافتاء اپنے شیخ و مربی حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خواہش اور غیبی اشارے پر رمضان المبارک ۱۳۸۴ھ میں قائم ہوا، اس میں اعلیٰ استعداد رکھنے والے فارغ التحصیل علماء کو تمرین افتاء کے لئے داخل کیا جاتا ہے اور اس کے ساتھ فیض باطنی اور تقویٰ، استغناء اور تعلق مع اللہ کی دولت سے بھی مالا مال کیا جاتا ہے اور اس کے نشست و برخاست کا مستقل سبق شریعت محمدی پر چلانا ہے اور ہر آنے والے کے کان میں کچھ نہ کچھ دین کی بات پہنچا کر چھوڑتے ہیں، آپ کی زندگی پوری کی پوری شریعت مقدسہ کی

ایک جیتی جاگتی عملی تصویر ہے اور جمعہ اور اتوار کی شام آپ تلقین و ہدایت کے لئے وقت فارغ کر دیتے ہیں جس میں اطراف و جوانب سے کثیر تعداد میں مرد و خواتین حاضر ہو کر فیضیاب ہوتے ہیں آپ کی تدریسی و فقہی خدمات کے علاوہ تصنیفی خدمات بھی قابل قدر ہیں۔

"احسن الفتاوی" "ارشاد القاری الی صحیح البخاری" "حقیقت شیعہ" "فتنہ انکار حدیث" "ارغام العنید فی میراث الحفید" "ایمان و کفر کا معیار" "مودودی اور تخریب اسلام" "منکرات محرم" "اسلام کا عادلانہ نظام معیشت" "تسہیل المیراث" "تقسیم وراثت کی اہمیت" "حفاظت نظر" "اصلاح معاشرہ" "فضائل جہاد اور تربیت اولاد" آپ کی علمی تصانیف ہیں۔

آپ کی اولاد امجاد میں مولوی حافظ رفیق احمد، اور مولوی خلیق احمد عالم و فاضل ہیں اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب کی خدمات کو شرف قبولیت بخشے۔ آمین۔
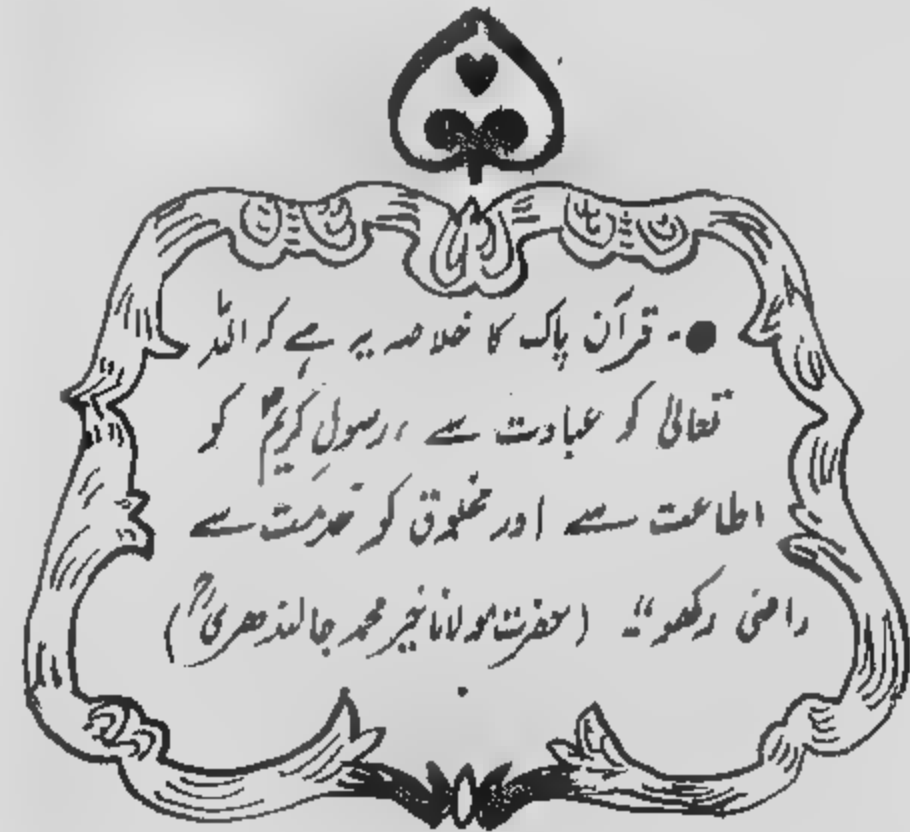
حضرت مولانا قاری محمد سالم قاسمی

آپ برصغیر کی مشہور علمی، مذہبی اور دینی قاسمی خاندان کے چشم و چراغ ہیں اور مشہور محدث، مفسر، مبلغ اور دارالعلوم دیوبند کے مہتمم حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے ہیں۔ آپ کی تعلیم و تربیت دارالعلوم دیوبند میں اکابر دیوبند کی آغوش میں ہوئی۔ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، اعزاز علی امروہیؒ علامہ محمد ابراہیم بلیاویؒ، مفتی محمد شفیعؒ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ اور آپ کے والد گرامی مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ جیسے مشاہیر علماء کے سامنے آپ نے زانوئے ادب تہہ کئے اور دارالعلوم دیوبند سے سند فراغ حاصل کی۔

فراغت تعلیم کے بعد اپنے اکابر و اساتذہ کی نگرانی میں دارالعلوم ہی میں تدریس کا آغاز کیا اور پھر اونچے درجہ کے اساتذہ میں اعلیٰ مقام حاصل کیا۔ اپنے والد گرامی کے دور اہتمام ہی میں دارالعلوم کے نائب مہتمم مقرر ہوئے۔ پھر حضرت حکیم الاسلام کی رحلت کے بعد وقف دارالعلوم دیوبند کے مہتمم اعلیٰ منتخب ہوئے اور تا دم تحریر بڑی خوش اسلوبی سے خدمات انجام دے رہے ہیں۔

حضرت مولانا عبید اللہ صاحب مدظلہٗ مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور فرماتے ہیں:۔

"حق تعالیٰ شانہٗ حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی سے جو دینی خدمات لے رہا ہے یہ پوری ایک جماعت کا کام ہے۔ آپ کی ذات ایک انجمن سے کم نہیں ہے۔ آپ کی ان ہی دینی، مذہبی اور علمی خدمات نے آپ کو حد شہرت تک پہنچایا ہے۔ مگر آپ کی نسبت اس سے بھی عالی ہے۔ حضرت مولانا محمد سالم قاسمی اس وقت وقف دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث بھی

ہیں اور برصغیر کی مشہور تبلیغی و علمی شخصیت بھی ہیں۔ پاک و ہند میں ان کے ہزاروں متوسلین اور مسترشدین ہیں۔ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کے حوالہ اور آپ کی نسبت کی وجہ سے ہر طبقہ میں انتہائی عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند کو اللہ تعالیٰ نے جن عجیب و غریب علوم سے نوازا تھا مولانا محمد سالم قاسمی ان کے امین ہیں۔ مولانا موصوف اپنے والدِ محترم حضرت حکیم الاسلامؒ کی طرح علومِ نانوتوی کی تشریح و تفسیر میں یدِ طولیٰ رکھتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ قاسمی خاندان کی علمی روایات کے بھی علمبردار ہیں۔

مولانا محمد سالم قاسمی نے جس انداز میں دارالعلوم دیوبند کی خدمات انجام دیں یا دے رہے ہیں وہ روزِ روشن کی طرح واضح ہیں۔ جن نامساعد حالات میں مولانا نے وقف دارالعلوم کی سرپرستی فرمائی اور پھر جس خوش اسلوبی سے اس کو نبھایا اور نبھا رہے ہیں یہ بھی حق تعالیٰ کا خاص فضل ہے۔ ورنہ :

ع ایں سعادت بزور بازو نیست

مولانا کی علمی و دینی خدمات کے پیشِ نظر مصر کے صدر جناب حسنی مبارک نے مصر کا سب سے بڑا اعزاز "نوط الامتیاز" عطا فرمایا۔ مولانا کی علمی تبلیغی و دینی خدمات کے اعتراف کے طور پر دیا جانے والا یہ انعام اگرچہ مولانا کی ذات کی لئے کوئی حیثیت نہیں رکھتا، تاہم مولانا کے خدام و متعلقین کے لئے مصری حکومت کی طرف سے یہ بہت بڑا اعزاز ہے، ہم اس اعزاز پر مولانا کو ہدیۂ تبریک و تہنیت پیش کرتے ہیں۔ دعا گو ہیں کہ حق تعالیٰ مولانا کی عمر میں برکت عطا فرمائیں، آمین" !

بہرحال آپ ایک عظیم محقق، محدث، مدبر، منتظم، مبلغ، خطیب، متکلم اور جامع المعقول والمنقول ہیں۔ متعدد کتابوں کے مصنف ہیں اور عالمی شہرت کے حامل جید عالم دین ہیں۔

⁂

حضرت مولانا قاری عبید اللہ امرتسری

آپ مخدوم الامت حضرتِ اقدس مولانا مفتی محمد حسن صاحب امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے بڑے صاحبزادے ہیں اور اس وقت جامعہ اشرفیہ لاہور کے مہتمم اعلیٰ ہیں۔ آپ کو حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کی حیات میں ہی جامعہ اشرفیہ کی انتظامیہ نے بالاتفاق رائے جامعہ کا مہتمم منتخب کر لیا تھا اُس وقت سے آج تک مولانا موصوف اس عہدہ پر ہیں اور انتہائی خوش اسلوبی کے ساتھ اپنے فرائض کی بجاآوری میں مصروف ہیں یوں تو حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کی ساری اولاد گوناگوں خصوصیات کی حامل ہے اور ماشاء اللہ سب کے رگ و ریشے میں دین رچا ہوا ہے لیکن حضرت مولانا عبید اللہ صاحب کو اس لحاظ سے فوقیت حاصل ہے کہ قرآن پاک ختم ہونے پر ابتدائی کتابوں کی بسم اللہ حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے کرائی تھی، بچپن میں مولانا موصوف کو پڑھائی کا کچھ زیادہ شوق نہ تھا آپ کے والد محترم حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ نے اپنے شیخ حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ سے شکایت کی تو انھوں نے اپنی خداداد بصیرت سے یہ پیش گوئی فرمائی کہ :-

"عبید اللہ، انشاءاللہ تعالیٰ بھاگتے بھاگتے ہی عالم ہو جائے گا"

یہ پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہوئی اور آج حضرت مولانا عبید اللہ صاحب کا شمار پاکستان کے بڑے جید علماء دین میں ہوتا ہے۔ آپ ۱۳۴۶ھ کے قریب امرتسر میں پیدا ہوئے جہاں آپ کے والد محترم حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب قدس سرہٗ مدرسہ نعمانیہ کے مہتمم اور صدر مدرس تھے، آپ نے ابتدائی قاعدہ اور حفظ قرآن حضرت قاری کریم بخش سے کیا اور ۹ سال

کی عمر میں آپ نے قرآن مجید حفظ کیا، ابتدائی صرف و نحو اور فارسی کی کتابیں مولوی محمد یوسف صاحب ساکن بھا بھڑا سے پڑھیں، پھر کافیہ سے آخر تک تمام کتابیں اپنے والد ماجد سے پڑھیں۔ بعدازاں اعلیٰ تعلیم کے لئے سنہ ۱۹۴۱ء میں مرکز علوم اسلامیہ دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے بخاری شریف اور ترمذی شریف، حضرت مولانا ابراہیم بلیاویؒ سے مسلم شریف، حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ سے ابوداؤد، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ سے طحاوی شریف اور حضرت مولانا نافع گل صاحب سے ابن ماجہ پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی۔ اس کے بعد سنہ ۱۹۴۲ء میں پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ فراغت کے بعد اپنے والد صاحبؒ کی سرپرستی میں مدرسہ نعمانیہ امرتسر میں درس و تدریس کا آغاز کیا اور تقسیم ملک تک یہ سلسلہ جاری رہا پھر پاکستان آ گئے اور کچھ عرصہ تک حسن ابدال اور پھر راولپنڈی میں کاروبار کرتے رہے۔ پھر حضرت والد صاحبؒ کے حکم پر کاروبار چھوڑ کر سنہ ۱۹۴۹ء میں جامعہ اشرفیہ لاہور میں تدریس پر مامور ہوئے، اور اب تک اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں اور اپنے والد صاحبؒ کے وصال کے بعد باقاعدہ طور پر جامعہ اشرفیہ کے انتظامات کو سنبھالے ہوئے ہیں۔ اور بڑے احسن طریقے سے دینی و علمی و تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ آپ بچپن ہی سے حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ سے بیعت ہو گئے تھے۔ اور ۹ سال کی عمر سے بالغ ہونے تک حضرت حکیم الامتؒ کی خدمت میں تھانہ بھون حاضری کا شرف حاصل رہا۔ حضرت حکیم الامتؒ نے کتب صحاح اول و آخر سے تبرکاً پڑھائیں۔ علاوہ ازیں آپ کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ دیوبند میں جب حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ کے پاس تلاوتِ بخاری شریف ہوتی تھی تو منتخب اور چیدہ طلباء ہی پڑھتے تھے ان گنے چنے منتخب اور چیدہ طلباء میں حضرت مولانا عبیداللہ صاحب بھی شامل تھے۔ آپ نے جن عظیم اساتذہ سے شرفِ تلمذ حاصل کیا۔ وہ بقول آپ کے ہر ایک علم و عمل کے درخشندہ آفتاب تھے۔" آپ اپنے تمام اساتذہ کے منظورِ نظر رہے اور اکابر و اساتذہ کی خصوصی

عنایات و توجہات کا مرکز رہے۔

آپ اِس وقت ایک جید عالم دین، عظیم محقق، مدبر اور مایہ ناز مدرس ہیں، آپ کی قرأت اور انداز تدریس بے مثل ہے، کئی دینی مدارس کی مجلسِ شوریٰ کے رکن اور وفاق المدارس عربیہ پاکستان کے مرکزی نائب صدر ہیں، نہایت متواضع، خوش اخلاق اور خاموش طبیعت کے مالک ہیں۔

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کے خلیفہ مجاز ہیں، اکابر کے بے حد قدردان ہیں۔ آپ کے دوسرے بھائیوں میں حضرت مولانا صاحبزادہ عبدالرحمٰن صاحب نائب مہتمم جامعہ اشرفیہ مسلم ٹاؤن لاہور اور حضرت مولانا صاحبزادہ فضل الرحیم صاحب مہتمم جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد زیادہ معروف ہیں۔ جو اپنے علم و عمل میں اپنے والد مکرم کا عین نمونہ ہیں، صاحبزادہ عبدالرحمٰن صاحب کی دینی، تبلیغی اور تدریسی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں ملک و بیرون ملک مشہور و معروف ہیں ایک عظیم الشان مبلغ، مایۂ ناز خطیب، بہترین محقق اور جید عالم دین ہیں، معقولات و منقولات میں اپنی نظیر آپ ہیں۔

نہایت قابلِ قدر عالم ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان سب حضرات کو طویل عمر عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرت مولانا مفتی عبد الشکور ترمذی

راسُ الاتقیاء حضرت مولانا الحاج مُفتی سیّد عبد الشکور ترمذی مدظلہ مہتمم مدرسہ عربیہ حقانیہ ساہیوال ضلع سرگودھا اس وقت پاکستان کے ممتاز علماء دین میں سے ہیں، اور وقت کے عظیم محدّث، فقیہ، محقق اور عارف ہیں آپ کا تعلق ایک دینی و علمی گھرانے سے ہے آپ کی ولادت باسعادت اپنی ننھیال موضع اردن ریاست پٹیالہ مشرقی پنجاب میں ۱۱ رجب المرجب ۱۳۴۱ھ کو ہوئی، تاریخی نام مرغوبُ النّبی نکالا گیا۔

آپ کے والدِ محترم حضرت مولانا مفتی سیّد عبد الکریم صاحب گمتھلوی رحمۃ اللہ علیہ سلسلۂ اشرفیہ کے معروف و مشہور بزرگ اور صاحب تصانیف و افتاء معروف عالم دین تھے اور عرصۂ دراز تک حضرت حکیم الاُمت مجدد الملّت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کے فیضِ صحبت سے مستفید ہوتے رہے اور ان کے زیرِ سایہ رہ کر تصنیف و تالیف افتاء و تدریس غرضیکہ تعلیمی اور تبلیغی تمام شعبوں میں گرانقدر خدمات انجام دیتے رہے

آپ کے دادا کا نام حکیم محمد غوث اور پردادا مولانا عبد اللہ صاحب ہیں، آباؤ اجداد کی سکونت پنجاب کے علاقہ ضلع سرگودھا میں تھی مگر آپ کے پردادا مولانا عبد اللہ صاحب نے ضلع کرنال کی تحصیل کیتھل کا قصبہ گمتھلہ گڈھو میں سکونت اختیار فرمائی تھی اسی نسبت کے اظہار کے لئے آپ کے والد صاحب اپنے نام کے ساتھ گمتھلوی لکھا کرتے تھے مگر گمتھلہ کے سرکاری کاغذات میں آپ کے جدِ امجد کے نام کے ساتھ ترمذی لکھا ہوا ہے کیونکہ سلطان محمد تغلق کے زمانہ میں ترمذ سے جو سادات کا قافلہ ہندوستان آیا تھا اس میں

آپ کے آباؤ اجداد بھی شامل تھے اسی نسبت سے سرکاری کاغذات میں یہ اظہار کیا گیا ہے۔ آپ کی تعلیم کی ابتداء تھانہ بھون ضلع مظفر نگر کے مدرسہ اور دار العلوم اشرفیہ سے قرآن پاک حفظ و ناظرہ، املاء و حساب، اردو و دینیات بہشتی زیور وغیرہ کی تعلیم سے ہوئی۔ وہاں کے اساتذہ میں حافظ اعجاز احمد صاحب، مولانا عبد القادر صاحب بنگالی اور مولانا سراج احمد صاحب امروہی خلیفہ حضرت تھانویؒ کے اسمائے گرامی شامل ہیں اس کے ساتھ حضرت حکیم الاُمت تھانوی قدس سرہٗ کی بابرکت مجلس عام و خاص میں بھی حاضری کی دولت اور آپ کے ارشاداتِ طیّبات سے استفادہ کا موقع ہمیشہ ہی نصیب ہوتا رہتا تھا۔ فارسی فارسی اور عربی کی ابتدائی اور بعض متوسط کتابیں ہدایہ جلالین وغیرہ اپنے والد صاحبؒ اور مولانا سمیع اللہ خان صاحب، مولانا محمد مبین صاحب، مولانا محمد متین خطیب صاحب اور مولانا ظہور احمد صاحب دیوبندی سے پڑھیں، پھر سہارنپور مدرسہ مظاہر العلوم میں مولانا منظور احمد خان، مولانا محمد زکریا قدوسی مولانا محمد امیر صاحب اور مولانا محمد صدیق صاحب سے استفادہ کے بعد مدرسہ قاسم العلوم فقیروالی میں داخلہ لیا۔ اس کے بعد مرکز علوم اسلامیہ دار العلوم دیوبند میں داخلہ لے کر دو سال تعلیم حاصل کرنے کا شرف حاصل کیا وہاں کے اساتذہ میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، حضرت مولانا فخر الحسن صاحبؒ، حضرت مولانا جلیل احمد کیرانویؒ اور حضرت مولانا عبد الحق صاحب شامل ہیں ان تمام اساتذہ سے فیضِ علمی حاصل کرنے کے بعد دار العلوم دیوبند سے شعبان ۱۳۶۵ھ میں سندِ فراغت حاصل کی،

دورانِ تعلیم ہی ۱۳۵۹ھ میں اپنے والدینؒ کے ہمراہ حج و زیارت کی سعادت بھی نصیب ہوئی اور پھر مزید ایک سال مدینہ منورہ میں قیام بھی رہا اس عرصہ میں آٹھ ماہ ربیع الاوّل سے ذی قعدہ تک مدینہ منورہ کے مدرسہ علومِ شرعیہ میں آپ کے والدِ محترم حضرت مولانا مفتی عبد الکریم صاحبؒ فقہ و حدیث وغیرہ علوم کی تدریسی خدمات انجام دیتے رہے، اس دوران آپ نے

اس مدرسہ میں مزید تعلیم بھی حاصل کی اور تجوید کی بعض کتابیں بھی پڑھیں اور اساتذہ سے مشق قرأت بھی کرتے رہے وہاں کے اساتذہ میں قاری محمد اسعد صاحب اور قاری عبدالعزیز صاحب شامل ہیں نیز وہاں کے استاذ القراء حضرت قاری حسن شاعر سے مقدمہ جزری تجوید میں پڑھا پھر پانی پت ضلع کرنال کے شیخ القراء حضرت مولانا قاری محی الاسلام اور قاری فتح محمد صاحب سے سبعہ و ثلاثہ میں استفادہ کرنے کا موقع بھی حاصل ہوا۔ اور قرأت میں بھی ایک اعلیٰ مقام حاصل کیا۔

فراغت تعلیم کے بعد درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا۔ بلکہ زمانۂ تعلیم ہی سے اپنے والدِ مکرم کی نگرانی میں معین مدرس کی حیثیت سے تدریسی خدمات اور کتب فقہ پڑھانے کا موقع ملتا رہا۔ اور شعبان ۱۳۶۵ھ میں دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہونے کے بعد پہلے مدرسہ عربیہ راجپورہ، ریاست پٹیالہ میں تدریسی خدمات انجام دینے پر مامور ہوئے اس کے بعد مدرسہ حقانیہ شاہ آباد میں درسِ نظامی کی تدریسی خدمات انجام دیتے رہے یہاں تک کہ پاکستان بن گیا اور وہاں کے انتقال آبادی کے بعد ساہیوال ضلع سرگودھا میں قیام پذیر ہوئے اور شہر کی قدیم جامع مسجد میں ایک مدرسہ بنام قاسمیہ جاری کیا اس میں قرآن مجید کے علاوہ فارسی اور عربی کی کتابیں پڑھاتے رہے، ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں تقریباً چار ماہ نظر بندی کے زمانہ میں مدرسہ بند ہو گیا پھر رہائی کے بعد دوبارہ کوشش کر کے آپ نے مستقل مدرسہ کے لیے جگہ حاصل کی اور یکم ربیع الاول ۱۳۷۰ھ سے باقاعدہ مدرسہ کا افتتاح کیا گیا، اس مدرسے کا نام استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ نے مدرسہ حقانیہ شاہ آباد کے نام پر "مدرسہ حقانیہ" رکھا مدرسہ میں قرآن مجید حفظ و ناظرہ، تعلیم الاسلام، بہشتی زیور، املاء، حساب اور درس نظامی ہدایہ اور مشکوٰۃ تک تعلیم دی جاتی ہے، مدرسے کا مسلک و مشرب اکابر و اسلاف کے عین مطابق ہے اور مدرسہ ابتدا ہی سے توکل علی اللہ چل رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی تمام

ضروریات کو پورا فرما دیتے ہیں، مدرسے کے اہتمام کے علاوہ آپ مشکوٰۃ شریف وغیرہ خود پڑھاتے ہیں اور مسائل شرعیہ کے جوابات اور استفتاء پر تحریری اور زبانی فتاویٰ کی ذمہ داری آپ ہی کے سپرد ہے۔ مدرسہ کے علاوہ شہر کی سب سے بڑی مسجد جو اس مدرسہ سے تعلق رکھنے والے احباب نے "جامع مسجد حقانیہ" کے نام سے تعمیر کرائی ہے اس میں خطبۂ جمعہ بھی آپ ہی فرماتے ہیں اور ایک ڈیڑھ گھنٹہ وعظ و نصیحت اور دینی مسائل پر بیان فرماتے ہیں۔ اس طرح سے الحمدللہ مدرسے کے ساتھ تبلیغ و ارشاد کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ جس سے پورے شہر اور اس کے مضافات میں دینی رجحانات میں قابل قدر اضافہ ہو رہا ہے، بہت سے بچے قرآن پاک حفظ و ناظرہ پڑھنے کے بعد درسِ نظامی کی کتابیں بھی پڑھ کر فارغ ہو چکے ہیں اور تعلیمی و تدریسی خدمات میں مصروف ہیں اس کے علاوہ ہزاروں افراد آپ کے فیضِ علمی و روحانی سے سیراب و شاداب ہو چکے ہیں۔ آپ کا روحانی سلسلہ حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ سے منسلک ہے اور بچپن میں حضرت حکیم الامتؒ سے بیعت کا شرف حاصل ہوا، پھر شیخ الاسلام حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی قدس سرہ سے تھانہ بھون کے تعلیمی زمانہ ہی سے گہرا تعلق رہا ہے اور حضرت مولانا عثمانی قدس سرہ ہمیشہ آپ کو شفقت و محبت سے نوازتے رہے۔ حضرت مولانا عثمانی قدس سرہ سے اپنے تعلق کا تذکرہ خود حضرت مولانا ترمذی صاحب مدظلہ اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ:۔

"شیخ الاسلام حضرت مولانا عثمانی قدس سرہ شروع سے آخر عمر تک اس ناکارہ پر احسانات عظیمہ فرماتے رہے۔ میرے تھانہ بھون کے زمانۂ تعلیم میں حضرت مولانا عثمانی مرحوم اپنی مشہور اور مایہ ناز علمی تصنیف "اعلاء السنن" کی تالیف میں مشغول تھے حضرت مولانا سے ہر وقت

نیازمندی کا شرف حاصل رہتا تھا ابتداء بچپن میں اس ناکارہ کو حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ سے بیعت متبرک کا شرف حاصل ہوا، حضرت کی رحلت کے بعد حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ اور حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوریؒ سے تربیت کا تعلق قائم رہا ان دونوں بزرگوں کی وفات کے بعد حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھریؒ کے حسب ایماء حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی قدس سرہٗ سے تربیتی تعلق قائم ہوا۔ حضرت مولانا کے ارشاد پر ٹنڈوالٰہیار حاضری کا موقع ملا۔ اور اس حاضری میں واپسی پر ۱۱ محرم الحرام ۱۳۸۰ھ بعد مغرب دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈوالٰہیار کی جامع مسجد میں اس ناکارہ کو اجازت بیعت سے نوازا گیا، حضرت مولانا عثمانی مرحوم اس ناکارہ سے بہت محبت فرماتے تھے ایک والا نامہ میں فرماتے ہیں۔ کہ:۔

"عزیزمن سلمہٗ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ، بعد سلام دعا کے واضح ہو کہ تمہارے خط سے خوشی ہوئی، تم کو معلوم ہے کہ تمہارے والد صاحب سے میرے تعلقات تھے اس لئے تم سے بھی دل کو خاص لگاؤ ہے تمہارے خط سے دل کو فرحت ہوتی ہے اور تمہارے والد مرحوم کی یاد تازہ ہو جاتی ہے"۔ حضرت مولانا عثمانی کے جذبات محبت کے اظہار کے لئے یہ اقتباس کافی ہے۔ حضرت مولانا عثمانی مرحوم اپنے ایک پیغام میں الفاظ ذیل کے ساتھ اپنے تاثرات کا اظہار فرماتے ہیں وہ الفاظ یہ ہیں:"

"مدرسہ حقانیہ کے مہتمم مولانا سید عبدالشکور صاحب ماشاءاللہ عالم باعمل اور فاضل صالح ہیں، اللہ تعالیٰ اُن کے علوم و فیوض سے مسلمانوں کو مستفید فرمائیں"

حضرت مفتی اعظمؒ سے تعلق کے بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ:۔

"اسی طرح مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی قدس سرہٗ سے بھی ہمیشہ بچپن ہی سے تعلق رہا ہے، حضرت مفتی صاحبؒ دیوبند سے ہر مہینہ کئی مرتبہ تھانہ بھون تشریف لایا کرتے حضرت والد صاحبؒ کے ساتھ بہت گہرا برادرانہ تعلق تھا اس ناکارہ پر بھی اپنی اولاد کی طرح شفقت فرماتے تھے پھر بزمانہ دو سالہ قیام دارالعلوم دیوبند میں بھی حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کی خدمت اقدس میں حاضری اور استفادہ کا موقع ملا رہا۔ حضرت مفتی صاحبؒ تعلیمی اور تربیتی مشوروں اور اصلاحات سے ہمیشہ مستفید فرماتے رہے، حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی قدس سرہٗ کی وفات کے بعد باضابطہ تربیتی اور اصلاحی تعلق حضرت مفتی صاحب سے قائم ہوا۔ حضرت مفتی صاحبؒ جب اپنے آخری سفر لاہور میں تشریف لائے، تو یہ ناکارہ مع اہل و عیال زیارت کے لئے حاضر ہوا۔ اور ایک ہفتہ کے اس قیام لاہور میں حضرت مفتی صاحبؒ نے گوں ناگوں شفقتوں کا اظہار فرمایا اور بہت سی خصوصیات سے نوازا اور اس سفر میں تجدید بیعت کی بھی دولت میسر آئی اس سفر سے واپسی پر کراچی پہنچ کر حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ نے ۲۷ ربیع الثانی ۱۳۹۵ھ کو ایک والا نامہ ارقام فرمایا۔ جس میں ازراہ ذرہ نوازی اس ناچیز کو اجازت بیعت و تلقین سے معزز فرمایا گیا۔ والا نامہ کی نقل حسب ذیل ہے۔

عزیز محترم مولوی عبدالشکور صاحب ترمذی سلمہٗ اللہ تعالیٰ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

اس وقت بیساختہ قلب پر وارد ہوا کہ بنام خدا تعالیٰ آپ کو بیعت و تلقین کی اجازت دے دی جائے آپ اپنی اصلاح

کی نیّت سے اصلاح تعلق کی خدمت شروع کردیں، تربیت السالک، تعلیم الدین وغیرہ کتب کو مطالعہ میں رکھیں، اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائیں، اپنے احباب سے اس اجازت کا ذکر بھی کر دیں۔

والسّلام بندہ محمد شفیع عفی عنہ"۔

حضرت مفتی صاحبؒ ہمیشہ اس ناکارہ کی ہمت افزائی فرماتے تھے اور معمولی معمولی دینی خدمات پر اظہار خوشنودی فرماتے تھے، ایک کرامت نامہ میں اس طرح ہمت افزائی فرمائی گئی کہ "عزیزم مولانا عبدالشکور صاحب سلمہٗ!

احقر کے نام کے ساتھ خطاب میں مولانا لکھنا حضرت مفتی صاحبؒ کے معمول کے خلاف تھا اس لئے اس کی وجہ میں ارقام فرماتے ہیں۔ کہ:۔

"آپ کے ساتھ جس طرح کا تعلق ہے اس کا تقاضا تو برخوردار عبدالشکور سلمہٗ لکھنے کا تھا مگر اس وقت آپ کے علمی کمالات مقتضاء حال بن گئے اس لئے مولانا عبدالشکور لکھ دیا، سبب یہ پیش آیا کہ کبیر والا سے مولانا محمد سرور سلمہٗ کا خط آیا اس میں آپ کا لکھا ہوا ایک فتویٰ متعلقہ سہو مقتدی بغرض تصدیق بھیجدیا اس فتویٰ کو دیکھ کر بے حد خوشی ہوئی کہ تحریر میں آپ کے والد صاحبؒ کی جھلک نظر آئی اور ماشاء اللہ جواب صحیح وصواب طرز تحقیق بہت مناسب تھا فتویٰ پر تصدیق کر کے بھیجدیا ساتھ یہ خیال آیا کہ آپ کو اپنی اس خوشی کی اطلاع کردوں"۔

غرض یہ کہ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ اس ناکارہ سے بہت ہی محبت فرماتے تھے۔" (مکتوب گرامی بنام احقر بخاری غفرلہٗ)

بہرحال حضرت مولانا مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی مدظلہم کی دینی، تدریسی، تبلیغی

اور اصلاحی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔

درس وتدریس اور تبلیغ وارشاد کے علاوہ تصنیف وتالیف بھی آپ کا محبوب مشغلہ ہے اور آپ کے قلم فیض رقم سے متعدد کتابیں رسائل شائع ہوچکے ہیں بہت سے علمی واصلاحی مقالات مختلف دینی رسائل البلاغ، الحق، بیّنات، والرشید وغیرہ میں چھپ چکے ہیں اور چھپتے رہتے ہیں، آپ کی متعدد تصانیف مختلف موضوعات پر چھپ چکی ہیں جن پر تمام اکابر علماء کو مکمل اعتماد ہے اور قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں، آپ کے قلم سے اس وقت تک ساٹھ سے زائد تصانیف تالیف ہو چکی ہیں۔ جن میں "ہدایۃ الحیران فی جواہر القرآن" "عقائد علماء دیوبند" "السعی الشکور فی احکام العاشور" "فیض روحانی از اولیاء ربانی" "مودودی کے نظریات پر ایک نظر" "اسلام میں ارتداد کی سزا" "اسلام میں معاشی حالات کا اخلاقی حل" "دعوت وتبلیغ کی شرعی حیثیت" اور حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کے حالات وکمالات پر مفصل تالیف "تذکرۃ الظفر" علمی شاہکار ہیں۔

ان کے علاوہ متعدد تالیف ومقالات طبع ہوچکے ہیں جن کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں ہے آپ اس دور کے عظیم محدث، مفسر، اور زبردست فقیہ ہیں۔ اس کے ساتھ عالم باعمل اور شیخ کامل ہیں اور علمی تدریسی فقہی خدمات کے ساتھ ساتھ تبلیغی اور اصلاحی خدمات بھی انجام دے رہے ہیں، فقہ میں مکمل دسترس حاصل ہے اور آپ کے فتاویٰ کو عوام وخواص میں مقبولیت حاصل ہے، اللہ تعالیٰ آپ کے فیض علمی وروحانی کو تاقیامت جاری وساری رکھے اور اللہ عزوجل آپ کی عمر میں برکت دے آمین

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر

آپ سنہ ۱۹۱۴ء کو جناب نور احمد خان بن گل احمد خان کے گھر تحصیل مانسہرہ ضلع ہزارہ میں پیدا ہوئے، قومیت کے لحاظ سواتی پٹھان ہیں، ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ میں حاصل کی، پھر سیالکوٹ اور ملتان کے علماء سے استفادہ کیا بعد ازاں مدرسہ انوار العلوم گوجرانوالہ کے صدر مدرس مولانا عبد القدیر صاحب سے پڑھتے رہے، اعلیٰ تعلیم کے لئے اپنے چھوٹے بھائی مولانا صوفی عبد الحمید صاحب کے ہمراہ دار العلوم دیوبند پہنچے اور سنہ ۱۳۶۱ھ مطابق سنہ ۱۹۴۱ء میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند حاصل کی آپ کے دوسرے اساتذہ میں حضرت مولانا اعزاز علی صاحب، حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ صاحب اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ شامل ہیں۔

فراغت کے بعد چوہدری فخر الدین اور ماسٹر کرم دین کی دعوت پر گکھڑ گوجرانوالہ تشریف لائے اور جامع مسجد کی خطابت کے ساتھ تدریس کا آغاز کیا، اس دوران ہمیشہ بیس پچیس طلباء آپ سے پڑھتے رہے، سنہ ۱۳۷۴ھ کو نصرت العلوم گوجرانوالہ میں آپ کا تقرر ہوا، اور اب کئی سال سے دورۂ حدیث پڑھا رہے ہیں۔

سنہ ۱۹۴۳ء سے آپ گورنمنٹ ٹریننگ سکول گکھڑ میں درس قرآن دیتے ہیں سنہ ۱۹۶۹ء میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو حج کی سعادت بخشی، درس و وعظ کا سلسلہ بھی جاری ہے اور ملک کے بہت سے جلسوں میں وعظ فرما چکے ہیں، تدریسی و تبلیغی خدمات کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو لکھنے کی اعلیٰ صلاحیتوں سے نوازا ہے اور بہت سی تالیفات آپ کے قلم سے منصۂ شہود پر آچکی ہیں جن

میں "احسن الکلام" "راہ سنت" "علم غیب" "صرف ایک اسلام" "چراغ کی روشنی" "گلدستۂ توحید" "راہِ ہدایت" "آنکھوں کی ٹھنڈک" "مسئلہ قربانی" "آئینہ محمدی" "مقام حضرت امام ابو حنیفہؒ" "باب جنت" "دل کا سرور" "تبلیغ اسلام" "انکارِ حدیث کے نتائج" "عیسائیت کا پس منظر" "بانی دار العلوم دیوبند" "تحقیق الدعا بعد نماز جنازہ" "چالیس دعائیں" "مرزائی کا جنازہ اور مسلمان" "درود شریف پڑھنے کا شرعی طریقہ" "نماز مسنون مع اذکار و ادعیہ" "الکلام الحاوی علی الطحاوی" "شوقِ حدیث" "مسئلہ طلاق ثلاثہ" "مسئلہ حیات النبیؐ" "عباراتِ اکابر" اور "طائفہ منصورہ" خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

آپ کے صاحبزادوں میں بڑے صاحبزادے مولانا زاہد الراشدی ہیں جنہوں نے "احسن الکلام" کا خلاصہ "طیب الکلام" کے نام سے کیا ہے۔

بہرحال آپ ایک جید عالم، محقق، محدث اور مایۂ ناز مصنف ہیں اور ممتاز علماء دیوبند میں سے ہیں۔ اللہ تعالےٰ عمر میں برکت عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب

آپ ہندوستان کے صوبہ یوپی کے ضلع پرتاب گڑھ کے ایک قصبہ اٹھیہہ میں پیدا ہوئے۔ مڈل تک تعلیم سکول میں حاصل کی پھر ابتدائی دینی تعلیم مولانا قاری محمد صدیق صاحبؒ سے حاصل کی اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لئے مدرسہ بیت العلوم سرائے میر اعظم گڑھ یوپی میں داخلہ لیا، جو حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوریؒ خلیفہ حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ کا قائم کردہ مدرسہ تھا، وہاں مشکوٰۃ شریف اور جلالین شریف حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب فاضل دیوبند سے پڑھی جو حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کے خلیفہ حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحبؒ کے صاحبزادے تھے اور مدرسہ بیت العلوم میں استاذ حدیث تھے، مسلم شریف حضرت مولانا محمد مسلم صاحب جونپوریؒ سے پڑھی جو حضرت مولانا ماجد علی صاحب جونپوریؒ کے شاگرد تھے اور مولانا ماجد علی صاحب حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ کے شاگرد تھے اور بخاری شریف حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی، زمانہ تعلیم ہی سے حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ کا ایک وعظ راحت القلوب آپ کے ہاتھ لگا اس کے مطالعہ نے بقول خود آپ کے صحیح دین کی راہ دکھا دی اور حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ سے آپ نے بیعت ہونے کے لئے سلسلۂ مکاتبت شروع کر دیا مگر افسوس یہ کہ حضرت حکیم الامتؒ ان دنوں علیل تھے اور زندگی کے آخری ایام گزار رہے تھے، حضرت مولانا شبیر علی تھانویؒ نے آپ کو لکھا کہ خلفاء میں سے کسی مصلح کا انتخاب کر لیا جاوے، چنانچہ آپ نے حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق قائم کیا اور پھر حضرت پھولپوریؒ کے آخری لمحۂ حیات تک خادم خاص رہے اور فیض

علمی و روحانی سے خوب خوب مالا مال ہوئے، حضرت پھولپوریؒ نے آخر وقت میں ارشاد فرمایا کہ

"اختر! میں تمہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں اور تم مجھے اللہ کے سپرد کر دو۔"

حضرت پھولپوری قدس سرہٗ کے وصال کے بعد آپ نے حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب مدظلہم سے تعلق قائم کیا، خلافت سے نوازے گئے، ان دونوں بزرگوں کی صحبت و عنایت نے آپ کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا اور آج خود بھی ایک کامل شیخ کا مقام حاصل کئے ہوئے ہیں۔ آپ کے بارے میں مولانا محمد رضوان القاسمی صاحب فاضل دیوبند فرماتے ہیں کہ :

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ بڑی خوبیوں اور کمالات کے بزرگ ہیں، ایک عرصہ ہوا ترک ہند کر کے پاکستان (کراچی) کی اقامت انھوں نے اختیار فرمائی ہے پہلے اصلاحی تعلق حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوریؒ سے قائم فرمایا، ان کے وصال کے بعد حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کی طرف رجوع ہوئے اس کے کچھ ہی دنوں بعد بارگاہِ ابراری سے سندِ خلافت عطا ہوئی، معارف مثنوی، معارف شمس تبریز، دنیا کی حقیقت، مجالس ابرار، حضرت حکیم صاحب مدظلہ کی گرانقدر تالیفات ہیں، جو علمی اور دینی حلقوں میں قدر کی نگاہوں سے دیکھی گئیں اور شوق کے ہاتھوں لی گئی ہیں، اپنے مرشد اول کی کتاب معرفت الٰہیہ کے مرتب بھی، حضرت موصوف ہی ہیں، حضرت حکیم صاحب کا نام سن رکھا تھا کتابیں بھی ان کی مطالعہ میں آئی تھیں، دید کی حسرت دل میں تھی جو اب پوری ہوئی، وعظ کی مجلسوں میں بھی شرکت کی سعادت نصیب میں آئی، بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ "دید" نے شنید سے بڑھ

کر پایا اور اس کا اندازہ ہوا کہ "اختر" (ستارہ) آسمان ہی پر نہیں زمین پر بھی ہیں جیسا کہ ایک شاعر نے اپنے اس مصرعہ میں اس طرف اشارہ فرمایا ہے ؎

کچھ زمین پر بھی چاند تارے ہیں

حضرت حکیم صاحب کی مجلس بڑی پُرکیف اور معلومات افزا ہوتی ہے جس میں کہیں سے کسی تصنع اور تکلف کا احساس نہیں ہوتا یہ عام واعظوں کی طرح اپنے سامعین کو اُن کے خیالات کی وادی میں بھٹکتا ہُوا چھوڑ کر خود بڑھتے ہوئے نہیں چلے جاتے ہیں بلکہ شروع سے آخر تک اپنی دلرُبا مسکراہٹ اور مُؤثر واقعات دلوں کو چھو لینے والے اشعار اور قرآن و حدیث کی دلنشین تشریح و توضیح کے ساتھ انہیں اپنا شریک سفر بنائے رکھتے ہیں یہ اپنی مجلس میں مولانا رُوم کے باغ مثنوی کی سیر جی بھر کر کراتے ہیں جس سے دل کو تازگی اور رُوح کو بالیدگی ملتی ہے اور غفلت دُور ہو کر حضوری کی کیفیت ہوتی ہے۔" (مذاکراتِ دکن)

بہر حال حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہم ایک عالم باعمل، مایۂ ناز مصنف، بہترین محقق اور صاحب نسبت بزرگ ہیں، ایک اچھے شاعر، مدبر، صاحبِ علم، صاحب قلم اور صاحب دل ہیں، آپ کا حلقۂ احباب بہت وسیع ہے اور اپنے اخلاق و عادات میں اسلاف کی یادگار ہیں۔ جہاں آپ نے ہزاروں لوگوں کو اپنے وعظوں اور تقریروں سے سیراب و شاداب کیا وہاں آپکی تصانیف نے بھی بڑا کام کیا آپکی تصانیف میں "معارف مثنوی" "معارف شمس تبریز" "دنیا کی حقیقت" "روح کی بیماریاں" "اصلاح نفس کا آسان نسخہ" "صدائے غیب، نوائے غیب" "مجالس ابرار اور مذاکرات دکن" وغیرہ تالیفات ہند و پاک اور عرب و عجم میں مشہور و معروف ہیں، دیوبند پر شیخ الاسلام حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی مفتی

اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ، حضرت مولانا محمد احمد پرتاب گڑھیؒ، حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ، حضرت مولانا محمد منظور نعمانی، حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب، حضرت مولانا ڈاکٹر عبد الحئی صاحب عارفی اور حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی جیسے اکابر علماء نے اپنی گرانقدر تقاریظ ثبت کی ہیں ذیل میں صرف دو حضرات اکابر کی آرا گرامی درج کی جاتی ہیں۔ جن سے حضرت حکیم صاحب مدظلہ، کے مقامِ علمی و روحانی کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی مدظلہ، فرماتے ہیں کہ:۔

"عنایت فرمائے مولانا حکیم محمد اختر صاحب سلمہ، کی دو کتابیں معارف مثنوی اور دنیا کی حقیقت پہنچ کر موجب منت ہوئیں، اس سے بہت مسرت ہوئی کہ آپ کا تعلق اولاً حضرت مولانا پھولپوریؒ اور آخراً مولانا ابرار الحق صاحب سے ہے اللہ تعالیٰ دونوں کے فیوضات و برکات سے مالا مال فرمائے، اللہ تعالیٰ آپ کو اس ہدیہ سنیہ کا دونوں جہان میں بہترین بدلہ عطا فرمائے۔ یہ دونوں کتابیں سُنی بھی ہیں، مضامین ماشاء اللہ بہت اچھے ہیں دل پر اثر کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مساعی کو قبول فرمائے، اور صدقۂ جاریہ بنائے، ذریعہ آخرت بنائے اور اپنے وقت پر حُسنِ خاتمہ کی دولت سے نوازے۔ آمین"

محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ اپنے تاثرات میں فرماتے ہیں کہ:۔

"برادر محترم جناب مولانا حکیم محمد اختر صاحب کی "تالیفِ لطیف،

معارف مثنوی پڑھ کر موصوف سے اتنی عقیدت ہوئی جس کا مجھے تصوّر بھی نہ ہو سکتا تھا، فارسی اُردو میں قدرتِ شعر، حُسنِ ذوق، پاکیزگیٔ خیالات، دردِ دل کا بہترین مُرقّع ہے، اب موصوف نے دیوان شمس تبریز جو عارف رومی متکلم کے شیخ ہیں۔ ان کے حقائق و معارف کا انتخاب و تشریح و بیان لکھ کر اپنے حسنِ ذوق، لطافتِ طبع اور سلامتِ فکر کا ایک اور شاہد عدل پیش کیا۔ اللہ تعالےٰ اربابِ ذوق کو ان کے شگفتہ تالیفات و انتخابات سے مزید مستفید فرمائے۔

(آمین)

(**نوٹ**) حضرت حکیم صاحب مدظلہٗ کے مفصّل حالات اور ان کی تالیفات پر اکابر علماء کی آراء گرامی دیکھنے کے لئے "مذکرات دکن" اور "ترجمۃ المصنّف" ملاحظہ فرمایئے۔

کسی انسان کی حق تلفی کا تدارک پوری زندگی کی عبادتوں سے بھی ممکن نہیں ہے پارسائی کے اس اعلیٰ معیار کی بنا پر اسلام کا یہ مشہور ضابطہ ہے کہ حقوق اللہ سے حقوق العباد مقدم اور زیادہ اہم ہیں۔ اللہ کی مخلوق اللہ کو ایسی پیاری ہے جیسے باپ کی نظر میں اولاد پیاری ہوتی ہے۔

پس اللہ کے نزدیک وہ شخص سب سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ جو اللہ کی مخلوق کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے"

(حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی ؒ)

حضرت مولانا عاشق الٰہی بلند شہری

آپ کا وطن بلند شہر صوبہ یُوپی تھا۔ آپ صوفی محمد صدیق صاحب ؒ کے گھر پیدا ہوئے جو نیک بزرگ تھے۔ آپ نے مولانا محمد صادق صاحب پنجابی ثم سنبھالی سے قرآن مجید حفظ کر کے موصوف سے ہی فارسی اور صرف نحو کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد مدرسہ امدادیہ مراد آباد میں داخلہ لے کر دو سال میں یہ کتب پڑھیں۔ شرح وقایہ، قدوری، کنز الدقائق اصول الشاشی، شرح تہذیب، نور الانوار، نفحۃ الیمن، شرح جامی وغیرہ۔

پھر شوال ۱۳۵۸ھ میں مدرسہ خلافت جامع مسجد علی گڑھ میں داخل ہوئے۔ اور مولانا فیض الدین بلخی ؒ سے مختصر المعانی، سراجی وغیرہ پڑھیں اور دیگر مدرسین کے پاس یہ کتابیں پڑھیں۔ ہدایہ اوّلین، حسامی، مسلم العلوم، شرح عقائد، مقامات یہاں سے پڑھ کر مدرسہ مظاہر العلوم ؒ میں چلے آئے۔ اور ہدایہ ثالث، دیوان متنبّی، حماسہ، توضیح اور ملّا حسن سے اپنی تعلیم کا آغاز فرمایا۔ مظاہر العلوم میں داخلہ شوال سنہ ۱۳۶۰ھ فراغت ۱۳۶۳ھ۔

بخاری شریف جلد اوّل حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی ؒ سے اور جلد دوم حضرت مولانا حافظ عبد اللطیف صاحب ؒ کے پاس مسلم شریف حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب ؒ سے ترمذی، شمائل ترمذی، طحاوی شریف حضرت مولانا عبد الرحمٰن کامل پوری ؒ سے نسائی ابن ماجہ موطا امام مالک و امام محمد مولانا منظور احمد خان صاحب ؒ سے پڑھیں، فراغت کے بعد مدرسہ آثار رولی (قائم کردہ مولانا ولی محمد بٹالوی) اور پھر مدرسہ اسلامیہ

کھٹور ضلع میرٹھ میں سال بھر سے زیادہ قیام کے بعد مدرسہ حافظ الاسلام فیروز پور جھرکہ ضلع گوڑگانوہ میں ایک سال تک پڑھایا۔ اس کے بعد ۱۳۷۳ھ میں کلکتہ چلے آئے۔ اور ۱۳۸۱ھ تک یہیں قیام فرمایا۔ یہاں متعدد مدارس میں پڑھایا۔ کئی جدید مدرسے قائم کیے۔ شوال ۱۳۸۱ھ میں حج کے لئے گئے۔ اور فارغ ہو کر حضرت مولانا محمد حیات صاحب کے حکم پر مدرسہ حیات العلوم میں آ گئے۔ اور مدرسہ میں نائب ناظم کے عہدہ پر متمکن ہوئے۔ یہ کتب زیر درس رہیں، بیضاوی شریف، مسلم شریف، ابوداؤد شریف طحاوی شریف، موطا امام مالک، موطا امام محمد وغیرہ۔

رمضان ۱۳۸۴ھ میں مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے فرمان پر دارالعلوم کراچی چلے گئے۔ اور تفسیر و حدیث کے اسباق کے ساتھ ساتھ دارالافتاء کی خدمات بھی آپ کو سونپی گئیں، یہاں آپ نے ہزاروں افراد کو اپنے فیض علمی سے سیراب و شاداب کیا، درپھر مدینہ منورہ ہجرت فرما گئے، جہاں ابھی تک آپ کا فیض علمی و روحانی جاری وساری ہے۔ آپ نے درس و تدریس اور افتاء کی خدمت کے علاوہ بہت سی کتابیں تالیف فرمائی ہیں۔ جو مختلف موضوعات پر اصلاحی و علمی انداز سے لکھی گئی ہیں۔ ذیل میں آپ کی تصانیف کے اسماء لکھے جاتے ہیں۔

(۱) مجانی الاثمار من شرح معانی الآثار عربی (۲) تبهیج الرادی تخریج احادیث الطحاوی عربی۔

(۳) زاد الطالبین من کلام رسول رب العلمین عربی۔

(۴) الفوائد السنیہ فی شرح الاربعین النوویہ۔ (۵) تفسیر سورۃ فاتحہ۔

(۶) التحفۃ المرضیہ شرح مقدمۃ الجزریہ۔ (۷) حضرت ابوذر غفاری رضؓ۔

(۸) حضرت سلمان فارسی رضؓ (۹) حضرت معاذ بن جبل رضؓ۔

(۱۰) حضرت ابوالدرداء رضؓ (۱۱) حضرت بلال حبشی رضؓ

(۱۲) حضرت ابن ام کلثوم رضؓ (۱۳) حضرت ابوہریرہ رضؓ

(۱۴) امت مسلمہ کی مائیں (۱۵) رسول اللہ کی صاحبزادیاں

(۱۶) صحابہ کرام کی جانبازی (۱۷) تذکرہ اصحاب صفہ (۱۸) پچاس قصے (۱۹) چھ باتیں

(۲۰) مسنون دعائیں۔ (۲۱) خدا کا ذکر (۲۲) اکرام المسلمین (۲۳) اخلاص نیت

(۲۴) شرعی پردہ (۲۵) فضائل علمی (۲۶) مصیبتوں کے اسباب اور ان کا علاج۔

(۲۷) اخلاقی چہل حدیث (۲۸) اصلاحی چہل حدیث (۲۹) گلشن حدیث۔

(۳۰) اوصاف مومن (۳۱) کسب حلال اور ادائے حقوق (۳۲) نصائح رسولؐ۔

(۳۳) مرنے کے بعد کیا ہوگا۔ (۳۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحتیں۔

(۳۵) فضائل امت محمدیہ (۳۶) فضائل درود شریف۔ (۳۷) آئینہ نماز

(۳۸) بچوں کے لئے آسان نماز (۳۹) تحفہ خواتین۔ (۴۰) مسلم خواتین کے لئے بیس سبق

(۴۱) وصایا امام اعظم۔ (۴۲) شاہ ولی اللہ کی خوابی چہل حدیث۔ (۴۳) جانوروں کے حقوق

(۴۴) خواتین اسلام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں۔ (۴۵) اسلامی نام۔

(۴۶) چھ باتیں۔ (۴۷) عربی کا آسان قاعدہ (۴۸) القادیانہ ماہی وغیرہ۔

حضرت مولانا مفتی محمد وجیہہ صاحب

آپ قصبہ ٹانڈہ بادلی ریاست رامپور میں حضرت مولانا محمد بلبیہ صاحبؒ کے گھر ۲۴ محرم الحرام ۱۳۴۳ھ کو پیدا ہوئے۔ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ نے نام محمد وجیہہ رکھا۔ اور دعاؤں سے نوازا۔ آپ کے والد گرامی حضرت مولانا محمد بلبیہ صاحبؒ حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے خلیفہ ارشد تھے۔ اور ایک جید عالم دین اور صاحب نسبت بزرگ تھے۔ پہلے حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائپوری سے بیعت ہوئے پھر اُن کے انتقال کے بعد حضرت حکیم الامت تھانویؒ سے رجوع کیا۔ اور بہت جلد خلافت و اجازت سے نوازے گئے۔ آپ کی والدہ محترمہ بھی حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ سے بیعت تھیں۔ جو آخری دم تک حضرت حکیم الامتؒ کے بتائے ہوئے وظائف پر سختی سے عمل پیرا رہیں اور ہر چیز میں دین کو دنیا پر ترجیح دیتی رہیں پوری بستی میں دینداری اور پردہ وغیرہ میں بہت مشہور تھیں۔ اور ایک عابدہ زاہدہ خاتون تھیں۔

آپ نے ناظرہ قرآن پاک قاری عبداللہ صاحب بھیرٹری والوں سے پڑھا پھر کتابوں کا ابتدائی سلسلہ شروع ہوا۔ اردو املاء، حساب اور فارسی کی تعلیم مدرسہ اسلامیہ ٹانڈہ بادلی میں حاصل کی بخصوصیت سے فارسی کی تعلیم مولانا محمد علی دیوبندی سے حاصل کی جو مولانا محمد میاں صاحب کے بھائی تھے پھر عربی کی ابتدائی کتب کافیہ تک مولانا محمد صابر صاحب امروہیؒ خلیفہ حضرت تھانویؒ سے حاصل کی۔

کچھ زمانہ مولانا موصوف کے ساتھ امروہہ میں رہے۔ مدرسہ اسلامیہ ٹانڈہ میں جن اساتذہ سے تعلیم حاصل کی اُن میں مولانا شبیر احمد فیض آبادی اور مولانا سجاد احمد جونپوری شامل ہیں۔ اس کے بعد شوال ۱۳۶۱ھ میں آپ نے مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لیا۔

اور یہاں کے قیام کے زمانہ میں آپ تھانہ بھون حضرت حکیم الامت تھانوی کی خدمت اقدس میں بھی حاضری دیتے رہے اور اسی اثناء میں حضرت تھانویؒ سے شرف بیعت بھی حاصل کیا۔ اصلاحی تعلق حضرت مولانا عبدالرحمٰن کاملپوریؒ صدر المدرسین مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور سے قائم کیا۔ اور سلوک و تصوف کے منازل طے کرتے رہے اور ان سے فیض علمی کے ساتھ ساتھ فیض رُوحانی بھی خوب خوب حاصل کیا۔ آپ نے تمام علوم و فنون کی تکمیل مظاہر العلوم میں رہ کر ہی کی۔ اور یہاں کے اکابر اساتذہ حضرت مولانا عبدالرحمٰن کاملپوریؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ اور حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ سے شرف تلمذ حاصل کرنے کے بعد ۱۳۶۳ھ میں دورۂ حدیث سے فراغت حاصل کی جس میں سب سے اعلیٰ نمبروں میں کامیابی ہوئی۔ اور مدرسہ سے اعلیٰ نمبر کا خصوصی انعام حاصل کیا۔ پھر ۱۳۶۴ھ و ۱۳۶۵ھ دو سال میں فنون کی بقیہ کتب منطق و فلسفہ اصول فقہ علم حساب علم ہیئت اقلیدس و ادب وغیرہ کی تکمیل کی پھر اسی سال آپ حضرت مولانا عبدالرحمٰن کاملپوریؒ کی وساطت سے مدرسہ خانقاہ اشرفیہ تھانہ بھون میں مدرس مقرر ہوئے۔ ایک سال تک تدریس کی خدمت انجام دیتے رہے۔ اس کے ساتھ آپ نے دس پارے بھی قرآن مجید کے حفظ کیے۔ اس کے بعد رمضان کی تعطیل میں آپ ٹانڈہ پہنچے تو اسی دوران تقسیم ملک ہو گئی۔ جس کے نتیجے میں خونریزی ہوئی۔ اور راستے خطرناک بن گئے۔

مولانا شبیر علی تھانویؒ مہتمم خانقاہ اشرفیہ نے سفر کو قطعی طور پر منع فرما دیا۔ لہٰذا مجبوراً آپ گھر پر مقیم رہے۔ آپ نے فرصت کو مغتنم سمجھ کر قرآن مجید کے بقیہ پاروں کو حفظ کرنے کا ارادہ فرمایا۔ اور صرف آٹھ ماہ میں مکمل قرآن پاک حفظ کر لیا۔ اور اسی سال تراویح میں قرآن سنانے کی سعادت حاصل کی۔ اس کے بعد ایک سال مزید ٹانڈہ میں قیام کیا جس میں تجارت کا مشغلہ رہا۔

شوال ۶۸ھ میں حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب مدظلہ نے اپنے مدرسہ اشرف المدارس ہردوئی میں تدریس کے لئے دعوت دی آپ نے ایک سال ہردوئی میں تدریسی خدمات انجام دیں پھر شوال ۶۹ھ میں حضرت مولانا مسیح اللہ خانصاحب مدظلہ کی جانب سے جلال آباد مفتاح العلوم میں تدریس کی دعوت ملی۔ تو آپ بمشاہرہ ۲۵ روپیہ جلال آباد چلے گئے جبکہ ہردوئی میں مشاہرہ ۵۵ روپیہ تھا مگر آپ نے ہردوئی کی دعوت کو اس شرط پر منظور کیا تھا۔ کہ اگر یہاں سے بڑی کتابیں پڑھانے کی اور جگہ سے دعوت آئی تو اس جگہ کو ترجیح دی جائے گی۔ نہ کہ تنخواہ کی زیادتی کی وجہ سے ہردوئی کے مدرسہ اشرف المدارس میں چونکہ ہدایۃ النحو تک تعلیم دی جاتی تھی۔ جبکہ مفتاح العلوم جلال آباد میں علمی ترقی اور اونچی کتب کی تدریس کا موقع فراہم تھا۔

چنانچہ اسی شرط کے موافق آپ نے حضرت مولانا ابرار الحق صاحب سے رخصت طلب کی حضرت مولانا نے اجازت مرحمت فرمائی۔ اور آپ نے جلال آباد میں پانچ سال مقیم رہ کر تدریسی خدمات انجام دیں۔ یہاں ہر طرح کی کتب حتیٰ کہ مسلم شریف پڑھانے کا بھی موقع ملا۔ اسی اثناء میں مشاہرہ میں اضافہ ہوا۔ جو ساٹھ روپیہ تک پہنچا۔ ۱۳۷۴ھ میں مولانا احتشام الحق مہتمم دار العلوم اسلامیہ ٹنڈو الہ یار اور مولانا سلیم اللہ خان صاحب نے پاکستان آنے کی دعوت دی آپ نے یہ دعوت قبول کی اور دار العلوم ٹنڈو الہ یار میں تدریسی خدمات انجام دینے لگے۔

۷۵ھ میں اپنی والدہ صاحبہ کے ساتھ حج کی سعادت حاصل کی۔ الغرض ۷۴ھ سے دار العلوم ٹنڈو الہ یار میں آپ تدریسی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ یہاں پر ہر طرح کی کتب کی تدریس کا موقع نصیب ہوا ہے، ۸۰ھ میں نسائی شریف وغیرہ اور ۸۱ھ سے ابوداؤد شریف مسلسل آپ کے پاس ۹۴ھ تک رہی۔ اس مدت میں شیخ الاسلام حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی قدس سرہ کی زیر نگرانی فتاوی کی خدمات بھی انجام دیتے رہے تقریباً ۱۷ سال تک پھر آپ کی زیر نگرانی دوسرے حضرات نے یہ خدمت انجام دی۔ اور اب تک یہ سلسلہ جاری ہے۔ ۱۳۹۴ھ میں حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی قدس سرہ کی رحلت کے بعد آپ کو بخاری شریف دی گئی۔ اور ۹۴ھ سے بخاری شریف اور ترمذی شریف کی مسلسل تدریس کی خدمات حضرت مفتی صاحب انجام دے رہے ہیں۔ اور بطور شیخ الحدیث دار العلوم ٹنڈو الہ یار درس حدیث کے چراغ جلا رہے ہیں۔ آپ کے ممتاز تلامذہ مولانا شفیع اللہ صاحب مولانا محمد لیبین صاحب جلال آباد، مولانا نصیر احمد صاحب مفتی جلال آباد، مولانا عقیل الرحمٰن استاذ الحدیث، مولانا یار احمد صاحب۔ مولانا غلام قادر صاحب، مدرس دار العلوم ٹنڈو الہ یار، مولانا عبد الحیٔ مدرسہ نواب شاہ اور مولانا محمد قاسم صاحب جو سعودیہ کی طرف سے دیگر ممالک میں مبلغ ہیں وغیرہم جو سب کے سب دینی علمی و تدریسی خدمات میں مصروف ہیں۔ ان کے علاوہ سینکڑوں طالبان علم نے آپ سے فیض علمی حاصل کیا ہے۔

اصلاحی تعلق جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے۔ اپنے استاذ شفیق مولانا عبد الرحمٰن کاملپوری سے مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں قیام کے دوران قائم کیا۔ بیعت کا شرف حضرت حکیم الامت تھانوی سے بھی حاصل کیا ہے۔ حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب کے انتقال کے چند سال بعد مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ سے تعلق قائم کیا۔ حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ۲۷ ربیع الثانی ۱۳۹۵ھ میں آپ کو خلافت و اجازت سے نوازا، ان کے علاوہ آپ نے حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب مدظلہ سے بھی روحانی تعلق قائم فرمایا ویسے حضرت مولانا مدظلہ سے تعلق عقیدت تو ان کے مدرسہ جلال آباد کے قیام سے ہی تھا۔ لیکن اس خصوصی تعلق کے بعد حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب نے بھی اجازت بیعت مرحمت فرمادی۔ اجازت نامہ بیعت کی تاریخ ۱۳ جمادی الاول ۱۳۹۶ھ ہے۔

بہرحال آپ ایک جید عالم دین عظیم مفتی، محقق اور عارف ہیں۔ نہایت متواضع منکسر المزاج اور خندہ جبیں بزرگ ہیں۔ اخلاق و عادات میں اپنے اکابر کا نمونہ ہیں نہایت سادہ ملنسار اور خوش اخلاق ہیں۔ حضرت تھانوی رحؒ کے مسلک و مشرب پر سختی سے قائم ہیں۔ دار العلوم اسلامیہ ٹنڈو الٰہ یار میں شیخ الحدیث کی حیثیت سے نہایت خاموشی سے خدمت انجام دے رہے ہیں۔ آپ کے قلم سے جو فتاویٰ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی قدس سرہٗ کی نگرانی میں درج رجسٹر ہوئے ان کی تعداد بارہ ہزار ہے اور بیشمار فتاویٰ درج نہیں ہو سکے۔ مولانا عثمانی کی حیات کے بعد فتاویٰ کی تعداد علیحدہ ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کی عمر میں برکت عطا فرمائیں۔ آمین۔

حضرت مولانا مفتی زین العابدین فیصل آبادی

مفتی زین العابدین بن محمد عابد قریشی میانوالی میں جنوری ۱۹۱۷ء میں پیدا ہوئے۔ اپنے علاقہ اور پھر لاہور و ملتان کے علماء سے تعلیم حاصل کی۔ بعد ازاں جامعہ اسلامیہ ڈابھیل سورت میں داخلہ لیا۔ بخاری شریف شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحؒ سے مسلم شریف مولانا حافظ عبدالرحمٰن سے، ابوداؤد مولانا محمد یوسف بنوری رحؒ سے اور ترمذی مولانا بدر عالم میرٹھی رحؒ مہاجر مدنی سے پڑھیں اور ۱۳۵۸ھ میں فراغت حاصل کی۔

تعلیمی فراغت کے بعد اشرف المدارس امرتسر میں ۱۹۴۱ء سے ۱۹۴۵ء تک تدریس کی۔ اسی دوران ۱۹۴۲ء میں بانی تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحؒ سے ملاقات ہوئی اور ان سے بہت متاثر ہوئے۔ کچھ وقت تبلیغ و دعوت میں لگایا۔ پھر حضرت مولانا کی خدمت میں کچھ عرصہ رہنے کے بعد حرمین شریفین کا سفر کیا اور ۱۹۴۸-۴۹ء وہاں رہے۔ پھر مصر، لبنان، شام، فلسطین، اردن، عراق، بحرین کے تبلیغی دورے کئے اور ۱۹۵۰ء میں واپس آئے۔ پھر اسی سال دوبارہ حرمین شریفین حاضری دی۔ وہاں سے بلادِ عربیہ اور ترکیہ جانا ہوا اور ۳ دسمبر ۱۹۵۰ء کو واپسی ہوئی۔ بعد ازاں ۱۹۵۲ء میں جامع مسجد فیصل آباد کے مفتی و خطیب مقرر ہوئے۔ اور وہاں "دار العلوم اشرف المدارس" قائم کیا جس میں سینکڑوں طلباء ہر سال زیر تعلیم رہتے ہیں۔ اللہ کے دین کی دعوت و تبلیغ میں آپ نے پچاسیوں مرتبہ سعودی عرب، افریقہ، لندن، مشرق وسطیٰ، ملائیشیا، سنگاپور اور دیگر ممالک کے دورے کئے اور تبلیغ دین کا حق ادا کیا۔

آپ نے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحؒ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور ۱۹۵۲ء میں ان سے خلافت عطا ہوئی پھر آگے سلسلہ جاری ہے اور آپ سے بھی بہت سے حضرات تربیت پا رہے ہیں۔ آپ ایک نہایت متقی پرہیزگار، متبع سنت، خلیق اور اسلاف کی یادگار ہیں۔ حق تعالیٰ عمر میں برکت عطا فرمائیں۔ آمین!

("خدام الدین" "شیخ الحدیث نمبر")

❋

حضرت مولانا سیّد عنایت اللہ شاہ بخاری

حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری عہدِ حاضر کے اکابر علماء میں سے ہیں۔ ابتدائی تعلیم آپ نے اپنے علاقہ کے ممتاز علماء سے حاصل کی۔ پھر اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ جہاں اکابر علماء سے علم و ادب کی کتابیں پڑھیں۔ بعدازاں جامعہ اسلامیہ ڈابھیل سورت پہنچے اور امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیری علیہ الرحمہ اور شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ سے دورۂ حدیث پڑھ کر سندالفراغ حاصل کی۔ آپ کو جن دوسرے اکابر اساتذہ سے شرفِ تلمذ حاصل ہوا، ان میں شیخ الادب مولانا اعزاز علی امروہیؒ، علامہ محمد ابراہیم بلیاویؒ، مفتی کفایت اللہ دہلویؒ اور مولانا مفتی مہدی حسن شاہجہان پوری قدس اللہ سرہٗ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

فراغت کے بعد آپ حضرت مولانا حسین علی واں بھچراں کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُن سے دورۂ تفسیر قرآن کے ساتھ ساتھ سلوک و تصوّف کی تعلیم بھی حاصل کی اور خلافت و اجازت سے نوازے گئے۔ برصغیر کی تقسیم سے قبل مجلس احرارِ اسلام کے ساتھ وابستہ رہے اور بڑی سرگرمی سے کام کرتے رہے۔ پھر تنظیم اہل سنّت والجماعت پاکستان کے صدر منتخب ہوئے اور ناموسِ صحابہؓ کے تحفظ کے لئے گراں قدر خدمات انجام دیں۔

اس کے بعد حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحبؒ، حضرت قاضی نور محمد صاحبؒ اور حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحبؒ کے ساتھ مل کر اہلِ بدعت کے خلاف ایک تنظیم ایک تحریک ۱۹۵۷ء میں "جمعیت اشاعت توحید و سنّت پاکستان" کے

نام سے تشکیل دی، جس کے پہلے صدر قاضی نور محمد صاحبؒ اور آپ نائب صدر منتخب ہوئے۔ قاضی صاحبؒ کی وفات کے بعد آپ جمعیت کے صدر منتخب ہوئے اور ناظمِ اعلیٰ مولانا غلام اللہ خان مقرر ہوئے۔ اس کے ساتھ ساتھ کم و بیش کوئی چالیس برس سے آپ جامع مسجد فصیل گیٹ گجرات کے خطیب چلے آرہے ہیں۔ عالمِ شباب میں پورے ملک میں آپ کی خطابت کا طوطی بولتا تھا اور اہلِ بدعت کے ایوانوں میں آپ کی ولولہ انگیز خطابت سے زلزلہ آجاتا تھا۔

آپ ایک عظیم خطیب، ذہین مقرر، اعلیٰ مدبّر اور شیخ طریقت ہیں "جامعہ ضیاء العلوم گجرات" کے بانی ہیں۔ سیاسی نظریات میں شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ حضرت علامہ ظفر احمد عثمانیؒ، حضرت مفتی محمد شفیعؒ اور حضرت مولانا احتشام الحق تھانویؒ کے ہم خیال رہے ہیں۔ ۱۹۷۰ء میں مرکزی جمعیت علمائے اسلام پنجاب کے امیر منتخب ہوئے اور سوشلزم کے خلاف مرکزی جمعیت کی کانفرنسوں میں ملک کے بڑے بڑے شہروں میں ان حضراتِ اکابر کے ساتھ شریکِ سفر رہے اور اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے قابلِ قدر خدمات انجام دیتے رہے۔

۱۹۷۳ء میں آپ نظامِ اسلام پارٹی کے نائب صدر منتخب ہوئے جس کے صدر مولانا احتشام الحق تھانویؒ تھے۔ الغرض آپ نے ساری زندگی اہلِ بدعت اور اہلِ باطل کے خلاف جنگ لڑی ہے اور باطل کو ہر میدان میں شکست دی ہے۔ تحریک ختمِ نبوت ہو، تحریک بحالیٔ جمہوریت ہو یا لادینی عناصر کے خلاف تحریک ہو، آپ ہر میدان میں صفِ اوّل میں نظر آئے۔ اللہ تعالےٰ آپ کی عمر میں برکت عطا فرمائیں۔ آمین!

(ماخوذ مشاہیر علماء جلد ۴، فیوضاتِ حسینی)

حضرت مولانا سلیم اللہ خاں کراچوی

آپ ۱۹۲۸ء کو حسن پور لوہاری ضلع منظفر نگر یوپی میں پیدا ہوئے۔ والد صاحب کا نام عبدالعلیم خان ہے۔ قومیت کے لحاظ سے پٹھان ہیں۔ ابتدائی تعلیم وطن میں حاصل کی۔ اس کے بعد مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد ضلع منظفر نگر یوپی میں عربی کی تعلیم کے لئے حضرت مولانا مسیح اللہ خان شروانی صاحب کی خدمت میں پہنچے اور دو سال ان کی خدمت میں رہے۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے ۱۹۴۲ء میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور وہاں پانچ سال رہ کر تمام علوم و فنون اور دورۂ حدیث کی تکمیل کی اور ۱۹۴۷ء میں سندِ الفراغ حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں مولانا محمد شریف کشمیری مولانا عبدالحق اکوڑویؒ، مولانا عبدالخالق ملتانی، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، مولانا اعزاز علی امروہیؒ اور شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

فراغت کے بعد مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد میں عہدۂ صدر مدرس و ناظم اعلیٰ ۸ سال تک خدمات انجام دیں۔ اسی دوران فنون کی آخری کتابیں اور دورۂ حدیث پڑھانے کی سعادت حاصل ہوئی۔ پھر دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈوالہ یار میں تین سال تدریسی خدمات انجام دیں۔ ازاں بعد دارالعلوم کراچی میں دس سال تک جملہ علوم و فنون کی کتابوں کا درس دیا۔ اس عرصے میں ترمذی شریف، مشکوٰۃ اور بخاری شریف بھی پڑھائیں۔ اسی دوران علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ کی خواہش پر جامعہ اسلامیہ نیوٹاؤن میں بھی درس دیتے رہے۔ اس کے بعد آپ نے ایک دینی مدرسہ جامعہ فاروقیہ کے نام سے کراچی میں قائم کیا۔ جہاں ملک و بیرونِ ملک کے طلباء علمِ حدیث و فقہ و تفسیر حاصل کر رہے ہیں۔

آپ نے مختلف موضوعات پر مختلف تصانیف بھی لکھی ہیں۔ ہزاروں طالبانِ علم آپ سے کسبِ فیض حاصل کر چکے ہیں۔ آپ حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحبؒ کے خلیفہ ارشد ہیں اور دینی علمی، تدریسی اور تبلیغی خدمات میں مصروف ہیں۔ حق تعالیٰ عمر دراز فرمائیں۔ آمین!

⁂

حضرت مولانا خان محمد کندیاں شریف

آپ ۱۹۳۰ء کو موضع ڈھنگ ضلع میانوالی میں ملک خواجہ عمر راجپوت کے گھر پیدا ہوئے۔ بچپن میں آپ کے چچا حضرت مولانا احمد خاں صاحبؒ نے آپ کو آپ کے والد ماجد سے مانگ لیا اور آپ خانقاہ میں آگئے۔ وہاں مولانا سید عبداللطیف شاہ صاحبؒ سے قرآن مجید پڑھا۔ پھر فارسی نظم و نثر اور علم صرف و نحو کی کتابیں مولانا عبداللہ صاحبؒ سے پڑھیں۔ ازاں بعد دارالعلوم عزیزیہ بھیرہ میں داخل ہو کر متوسطات عربیہ کی تحصیل کی۔ پھر جامعہ اسلامیہ ڈابھیل سورت میں داخلہ لیا اور وہاں مولانا حافظ عبدالرحمٰن امروہیؒ، مولانا بدر عالم مہاجر مدنیؒ مولانا محمد یوسف بنوریؒ اور مولانا عبدالعزیز کیمبلپوریؒ سے مختلف علوم و فنون کی کتب پڑھیں۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۳۶۲ھ میں دورۂ حدیث پڑھ کر سندالفراغ حاصل کی۔ واپس خانقاہِ سراجیہ میں آکر مولانا محمد عبداللہ صاحبؒ سے کئی کتابیں سبقاً سبقاً پڑھیں۔ بعد فراغتِ تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا اور آپ نے کئی سال اپنے شیخ کی نگرانی میں تعلیم و تدریس میں گزارے اور ان کی خدمت کی۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختمِ نبوت میں نمایاں حصہ لیا اور قید و بند کی صعوبتیں خندہ پیشانی سے برداشت کیں۔ حضرت مولانا عبداللہ صاحبؒ کے وصال کے بعد آپ اُن کے جانشین مقرر ہوئے اور پھر سلسلہ کی اشاعت و ترویج میں دن رات لگے رہتے ہیں۔ کئی عربی مدارس کے آپ سرپرست ہیں اور کئی تنظیموں کے شوریٰ کے ممبر بھی ہیں۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے موجودہ صدر آپ ہی ہیں اور عالمی سطح پر مجلس کی ترقی کے لئے کوشاں ہیں۔ نہایت قابلِ قدر بزرگ ہیں اور آپ تبلیغِ دین اور اشاعتِ دین میں سرگرمی سے مصروفِ عمل ہیں۔

حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی

آپ کٹہ جبل تحصیل وضلع ڈیرہ اسماعیل خاں میں ۱۹۳۵ء میں پیدا ہوئے۔ سید احمد روحانی کی اولاد سے ہیں۔ ابتدائی تعلیم علاقہ کے علماء سے حاصل کی۔ پھر دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پشاور میں دو سال تک مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھیں۔ بعد ازاں آپ نے مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر میں داخلہ لیا۔ اور ۱۳۷۳ھ میں دورۂ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی۔ تفسیر قرآن کی سند شیخ القرآن غلام اللہ خان صاحبؒ سے دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی سے حاصل کی۔

فراغت کے بعد کچھ عرصہ قاسم العلوم میں درس وافتاء کا کام کرنے کے بعد حضرت مولانا عرض محمد کے مدرسہ مطلع العلوم کوئٹہ میں بطور صدر مدرس آپ کا تقرر ہوا۔ تین سال کے بعد وہاں سے منڈی بوریوالہ کے مدرسہ میں ایک سال تدریس کی۔ پھر مدرسہ قاسم العلوم ملتان میں بطور صدر مدرس تشریف لائے اور چند سال تدریسی خدمات انجام دیں۔ ۱۹۷۰ء میں جامعہ اشرفیہ لاہور میں برائے تدریس بلائے گئے اور اس وقت بطور شیخ التفسیر جامعہ اشرفیہ لاہور میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اس کے ساتھ جامعہ پنجاب کی جامع مسجد میں خطابت کے فرائض بھی انجام دینے میں مصروف ہیں۔

آپ اردو، عربی، فارسی اور پشتو زبان کے ایک اچھے ادیب وشاعر ہیں۔ تدریس کے ساتھ ساتھ آپ نے کوئی ساٹھ ستر کتابیں بھی تصنیف کی ہیں جو مختلف دینی علوم وفنون پر مشتمل ہیں۔ آپ کے ہزاروں تلامذہ ملک وبیرونِ ملک دینی وعلمی خدمات میں مصروف ہیں۔

حضرت مولانا سبحان محمود کراچوی

آپ کی ولادت ۱۳۴۵ھ میں ہوئی۔ ۱۳۵۵ھ میں حفظ قرآن سے فراغت حاصل کی۔ ۱۳۵۷ھ میں فارسی کی تعلیم مکمل کر کے درس نظامی کی کتب شروع کیں۔ ۱۳۶۴ھ میں مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں ہدایہ اولین میں داخلہ لیا اور یہیں موقوف علیہ بھی پڑھا۔ دوسرے سال ۱۳۶۶ھ میں ملک تقسیم ہوا اور پاکستان وجود میں آیا۔ آپ نے پاکستان ہجرت کی اور ۱۳۶۸ھ میں جامعہ خیر المدارس ملتان میں حضرت مولانا خیر محمد جالندھری، مولانا عبدالرحمٰن کاملپوریؒ، مفتی عبداللہ اور مولانا عبدالشکور کاملپوریؒ سے دورۂ حدیث پڑھ کر فراغت حاصل کی۔ پھر ۱۳۷۰ھ میں علامہ سید سلیمان ندویؒ کے ایک مدرسے میں بحیثیت صدر مدرس تقرر ہوا لیکن کچھ عرصے کے بعد آپ استعفیٰ دے کر ذی قعدہ ۱۳۷۱ھ میں دارالعلوم کراچی میں بحیثیت عربی استاذ تشریف لے گئے۔ اس وقت دارالعلوم کو قائم ہوئے صرف ایک سال ہی گزرا تھا۔ یہیں آپ نے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ سے درساً شرح عقود رسم المفتی پڑھی اور دیگر علوم وفنون میں بھی استفادہ کیا۔

آپ کو حضرت مولانا عبدالرحمٰن امروہیؒ اور شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ سے کتب حدیث کی اجازت حاصل ہے۔ آپ اس وقت دارالعلوم کراچی میں بطور شیخ الحدیث والتفسیر تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ آپ اعلیٰ درجے کے مدرس اور قابلِ رشک حافظے کے مالک ہیں۔ اعلیٰ علمی استعداد کے ساتھ تفسیر وحدیث اور فتویٰ نویسی میں خاص امتیاز رکھتے ہیں۔ کوئی تیس سال سے دارالعلوم میں درس بخاری دے رہے ہیں اور دورۂ تفسیر بھی پڑھاتے ہیں۔ حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی اور حضرت علامہ محمد تقی عثمانی اور دیگر اساتذۂ دارالعلوم آپ کے تلامذہ میں سے ہیں۔ چند سال آپ دارالعلوم کراچی کے ناظم بھی رہے ہیں۔

حضرت مولانا عابد الرحمٰن صدیقی

آپ حضرت مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلوی علیہ الرحمہ کے صاحبزادے ہیں۔ آپ ۱۳۵۸ھ مطابق ۱۹۳۹ء میں قصبہ کاندھلہ ضلع مظفر نگر یوپی انڈیا میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم جامعہ احمدیہ بھوپال میں حاصل کی۔ پھر تقسیمِ ملک کے بعد اپنے والدِ محترم کے ساتھ پاکستان آگئے اور آپ کے والد حضرت مولانا اشفاق الرحمٰن صاحب کاندھلویؒ دار العلوم الاسلامیہ ٹنڈو الہ یار میں اُستاذ الحدیث مقرر ہوئے تو مستقل قیام ٹنڈو الہ یار میں رہا۔ اس دوران دار العلوم الاسلامیہ اشرف آباد ٹنڈو الہ یار سندھ میں آپ نے ثانوی اور اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ دورۂ حدیث حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ سے پڑھا۔ دیگر اساتذہ میں والدِ مکرم مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلوی، مولانا عبد الرحمٰن کاملپوریؒ، مولانا بدر عالم میرٹھیؒ، مولانا محمد یوسف بنوریؒ اور مولانا محمد مالک کاندھلویؒ شامل ہیں۔

فراغتِ تعلیم کے بعد آپ دار العلوم ہی میں تدریسی خدمات انجام دینے لگے اور بہت جلد استاذ الحدیث مقرر ہوئے۔ پھر نائب شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے۔ بعد ازاں تا دمِ تحریر شیخ الحدیث کی حیثیت سے دار العلوم اسلامیہ ٹنڈو الہ یار میں حدیثِ رسولؐ کے چراغ جلائے ہوئے ہیں۔ ہزاروں طلباء استفادہ کر چکے ہیں۔ آپ نے تدریس کے ساتھ تصنیف کا کام بھی کیا ہے اور مختلف موضوعات پر متعدد تالیفات منظرِ عام پر آئی ہیں جن میں حضرت شاہ ولی اللہؒ کی کتابوں کا ترجمہ "البلاغ المبین"، "فیوض الحرمین"، "منہاج العابدین" امام غزالیؒ کا ترجمہ اردو وغیرہ۔ علمِ حدیث میں ترجمہ اردو صحیح مسلم شریف، ترجمہ ریاض الصالحین الجامع الصحیح مسلم قابلِ ذکر ہیں۔ آپ کے دوسرے دو بھائی مولانا پروفیسر حامد الرحمٰن صدیقی اور مولانا حبیب الرحمٰن صدیقی بھی تدریسی، علمی اور تصنیفی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

✻

حضرت مولانا عبد الستار تونسوی

آپ تحصیل تونسہ ضلع ڈیرہ غازی خاں کے رہنے والے ہیں۔ ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد مرکزِ علوم الاسلامیہ دار العلوم دیوبند گئے۔ جہاں سے آپ نے قرآن و حدیث، فقہ و کلام، منطق و فلسفہ کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد دورۂ حدیث حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے پڑھا۔ دیگر اساتذہ میں حضرت مولانا اعزاز علی امروہیؒ، علامہ محمد ابراہیم بلیاویؒ مفتی محمد شفیع دیوبندی اور مولانا عبد السمیع وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔ دار العلوم دیوبند سے تحصیل علم کرنے کے بعد آپ حضرت مولانا عبد الشکور لکھنویؒ کی خدمت میں پہنچے جہاں سے علم مناظرہ و تحقیق میں قابلِ رشک دسترس اور عبور حاصل کیا۔

فراغتِ تعلیم کے بعد آپ نے مذاہبِ باطلہ کے تعاقب اور سدِباب کے لئے علومِ اسلامیہ پر تحقیق کا کام شروع کیا۔ یہ کام اس حسین انداز میں کیا کہ علومِ دینیہ کے تمام شعبہ جات پر مکمل دسترس کے ساتھ ساتھ مذاہب باطلہ پر بھی مکمل تحقیقی عبور حاصل کیا۔ اس تحقیقی سفر میں آپ نے دار العلوم دیوبند، لکھنؤ، دہلی اور پاکستان کے تمام مرکزی دینی اداروں کی لائبریریاں چھان پھٹک ڈالیں اور بعد ازاں ایران، تہران، نجف عراق، شام، مصر، سعودی عربیہ، بنگلہ دیش، متحدہ عرب امارات، اور دیگر اسلامی ممالک کی لائبریریوں اور کتب خانوں سے بھرپور تحقیقی استفادہ کیا اور مذکورہ ممالک سے قدیم اور نایاب ترین کتب جو آج تک بھی نایاب و نادستیاب ہیں۔ آپ نے ایک ذخیرہ جمع کر کے مصنفین علماء پر احسانِ عظیم کیا ہے۔ آپ کی ایک عظیم الشان عربی کتاب حکومتِ سعودیہ کی طرف سے طبع ہوئی۔ جس کی افادیت کے پیشِ نظر حکومت نے اسے مدینہ یونیورسٹی کے نصاب میں شامل کیا ہے اور اس طرح عالمِ اسلام کے علماء اس کتاب سے استفادہ کر رہے ہیں۔

پوری دنیا سے تحقیقی مواد اکٹھا کرنے کے بعد حضرت علامہ تونسوی نے ملتان

میں ایک تحقیقی مرکز کی بنیاد رکھی جس کو دارالمبلغین کا نام دیا گیا ہے۔ اس طرح سے ہزاروں علماء استفادہ کر چکے ہیں۔ آپ کی علومِ دینیہ پر تحقیق و مطالعہ، علماء محققین کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیتا ہے۔ آپ کے تلامذہ اشاعتِ دین اور مذاہب باطلہ کی تردید اور اسلام کی حقانیت پر اپنی صلاحیت صرف کئے ہوئے ہیں۔ پاکستان میں تو کئی دینی جماعتوں کے بانی و سربراہ آپ کے شاگردوں میں سے ہیں جو تسلسل کے ساتھ اپنی جگہ اشاعتِ دین کا فریضہ احسن طریقہ سے سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ اس وقت ایک دینی جماعت "تنظیم اہلسنت والجماعت پاکستان" کے صدر ہیں جسے ۱۴ر اپریل ۱۹۴۴ء میں برصغیر کے مسلمانوں کی مذہبی نمائندگی کے لئے سردار احمد خاں پتافی مرحوم کی سرپرستی میں حضرت مولانا سید نورالحسن بخاریؒ، علامہ دوست محمد قریشیؒ اور علامہ ڈاکٹر خالد محمود جیسے بزرگوں نے تشکیل دیا تھا۔ اس تنظیم کا صدر دفتر نواں شہر ملتان میں ہے۔ اور علامہ تونسوی اس تنظیم کے صدر کی حیثیت سے اپنی تحقیقی، تحریری اور تقریری تمام تر صلاحیتوں کی بدولت جماعت کا حق ادا کر رہے ہیں۔

آپ نے مسلمانوں خصوصاً اہل سنت کی تبلیغ و اشاعت اور مذاہب باطلہ کی طرف سے دینِ حق کے خلاف سازشوں کا تعاقب اور اس کا مؤثر سدِباب کرنے اور مسلمانوں میں تحریک احیاءِ دین کو جاری و ساری رکھنے کی بھرپور سعی فرمائی ہے۔

تنظیم اہلسنت کا تبلیغی مسلک اعتدال ہے اشتعال نہیں۔ آپ اور آپ کی تنظیم کے مبلغین نے تبلیغ ہمیشہ مثبت انداز میں کی ہے۔ ہنگامے نہیں کرائے۔ صحابہ کرام اور اہلبیت میں ہمیشہ جوڑ کی بات کی ہے توڑ کی نہیں۔ آپ نے ہمیشہ اپنی تقریروں اور تحریروں میں اصلاحی رنگ اختیار کیا ہے اور قرآن و حدیث کی روشنی میں، ہمیشہ دلیل کے ساتھ حق بات کا اظہار کیا ہے۔ حق تعالےٰ آپ کو دیر تک سلامت رکھے۔ آمین!

(ماخوذ تحریک تنظیم اہلسنت ملتان)

❖

حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود سیالکوٹی

آپ پاکستان کے ممتاز ترین علمائے دین میں بلند مقام رکھتے ہیں۔ آپ کا تعلق سیالکوٹ سے ہے۔ آپ نے علامہ سید سلیمان ندوی، مفتی محمد حسن امرتسریؒ مولانا خیر محمد جالندھریؒ، مفتی محمد شفیعؒ اور مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے اکابر علماء سے فیوضاتِ علمی و روحانی حاصل کئے ہیں۔ آپ مختلف دینی مدارس اور کالجز میں بحیثیت ایک عظیم محقق، استاذ الحدیث اور پروفیسر کی حیثیت سے تدریسی و علمی خدمات انجام دے چکے ہیں۔ ابتداء میں مرے کالج سیالکوٹ میں پروفیسر رہے۔ پھر تنظیم اہل سنت والجماعت سے وابستہ ہو کر آپ تحفظ ناموس صحابہؓ کے اُفق پر آفتاب بن کر چمکے۔

تنظیم کی طرف سے ایک رسالہ "دعوت" جاری کیا جس نے آپ کی زیرِ ادارت رفض والحاد کے سیلاب میں دفاعِ صحابہؓ کے محاذ پر بھرپور تعمیری کام کیا۔ اس سلسلہ میں علمی اور مالی مشکلات برداشت کیں اور پاکستان کے شہر شہر اور قریہ قریہ میں عظمتِ صحابہ رضی اللہ عنہ کے وہ چراغ روشن کئے جن کی تابانی کی جھلک "دعوت" کے صفحات میں ملے گی۔

آپ نے تحریک تنظیم اہل سنت کے قائد کی حیثیت سے ملک کے طول و عرض میں مقامِ صحابہؓ کا بھرپور دفاع کیا اور جلسوں، کانفرنسوں، مناظروں، تحریروں اور تقریروں کے ذریعے ہر محاذ پر رفض و الحاد کو للکارا۔ بعد ازاں دارالمبلغین تنظیم قائم کر کے ایسے مبلغ اور شاگرد تیار کئے جنہوں نے شہر شہر اور بستی بستی عظمتِ صحابہؓ کے چراغ جلائے۔ ۱۹۶۶ء میں آپ انگلستان چلے گئے اور وہیں

کاہو کر رہ گئے۔ آپ نے وہاں بھی اصحابِ رسول کے دفاع کا کام جاری رکھا۔ اور باقاعدہ ایک اسلامک اکیڈمی مانچسٹر میں قائم کی جس کے آپ ڈائریکٹر منتخب ہوئے۔

آپ نے ایک عظیم محقق اور مبلغ اسلام کی حیثیت سے پورے انگلستان میں عظمتِ اسلام کی صدائیں بلند کیں اور مرکزِ اسلامک اکیڈمی مانچسٹر کے ذریعے تبلیغِ دین اور اشاعتِ حق کا فریضہ سرانجام دیا۔

آپ نے ردِّ مذہب باطلہ میں متعدد تصانیف و مقالات تالیف کئے۔ جن میں "آثار الحدیث" "خلفائے راشدین"۔ "مطالعۂ بریلویت" علمی و تحقیقی تصانیف ہیں۔ آپ بین الاقوامی شہرت کے مالک ہیں اور مایہ ناز عالم و فاضل ہیں۔

حضرت مولانا عبدُالرحمٰن اشرفی

حضرت مولانا صاحبزادہ عبدالرحمٰن اشرفی کا شمار پاکستان کے ممتاز علمائے دین میں ہوتا ہے۔ آپ مخدوم الامت حضرت اقدس مولانا مفتی محمد حسن صاحب امرتسری رحمۃ اللہ علیہ بانی جامعہ اشرفیہ لاہور کے صاحبزادے ہیں۔ آپ ۱۳۵۵ھ کے لگ بھگ امرتسر میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ نعمانیہ میں اپنے والدگرامی سے حاصل کی۔ پھر تمام علوم و فنون کی کتابیں جامعہ اشرفیہ لاہور میں پڑھیں۔ آپ نے جن مشاہیر علماء کے سامنے زانوئے ادب تہہ کئے۔ اُن میں حضرتِ اقدس مفتی محمد حسن امرتسری رح، حضرت مولانا رسول خان ہزاروی رح، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رح، اور حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ قابلِ ذکر ہیں۔

فراغتِ تعلیم کے بعد ۱۹۵۲ء ہی سے آپ نے جامعہ اشرفیہ میں درس و تدریس کا کام شروع کر دیا اور آپ نے ابتداء ہی سے مشکوٰۃ اور مسلم شریف پڑھانے کی سعادت حاصل کی۔ والدِ محترم کے زمانہ ہی سے جامعہ اشرفیہ کی جامع مسجد الحسن میں خطبۂ جمعہ آپ ہی دیتے ہیں۔ لاہور کے بڑے بڑے عالم جو خود جمعہ کہیں نہیں پڑھاتے وہ آپ ہی کی اقتداء میں جمعہ پڑھتے ہیں۔ مولانا مودودی رح مرحوم آخر وقت تک نمازِ جمعہ کے لئے جامعہ اشرفیہ پہنچتے رہے۔ اور مولانا امین احسن اصلاحی اب تک نمازِ جمعہ یہیں ادا کرتے ہیں۔ اس اعتبار سے آپ نہ صرف عوام بلکہ علمائے کرام کے لئے بھی قابلِ اعتماد ہیں۔

حضرتِ اقدس مفتی محمد حسن صاحب علیہ الرحمہ کی رحلت کے بعد آپ کے بڑے

بھائی حضرت مولانا عبید اللہ صاحب مدظلہٗ جامعہ اشرفیہ کے مہتمم منتخب ہوئے اور آپ جامعہ کے نائب مہتمم مقرر ہوئے اور تادمِ تحریر اس عہدے پر فائز ہیں اور تدریسِ حدیث کے ساتھ ساتھ جامعہ کے انتظامی امور کو بھی اپنے بھائی کی قیادت میں بڑے احسن طریقے سے سنبھالے ہوئے ہیں۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد آپ ہی جامعہ اشرفیہ کے شیخ الحدیث منتخب ہوئے ہیں اور بخاری شریف کی اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ہزاروں طلباءِ علمِ حدیث و تفسیر آپ سے استفادہ کر چکے ہیں۔ آپ ایک بلند پایہ عالمِ دین، عظیم محدث و مفسر، محقق و مدبر، عارفِ کامل اور روشن خیال بزرگ ہیں۔ اکابر کے محب و محبوب ہیں۔ والدِ مکرم حضرت اقدس مفتی محمد حسن صاحبؒ کے زمانہ ہی سے جامعہ اشرفیہ نہ صرف عوام بلکہ خواص کا بھی مرجع رہا ہے۔ حضرتؒ کے زمانۂ حیات میں اکابر علماء و مشائخ کا ایک جھمگھٹا ہوتا تھا۔ حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ، حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ، حضرت علامہ ظفر احمد عثمانیؒ، حضرت قاری محمد طیب قاسمیؒ، حضرت مولانا رسول خان صاحب، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ، حضرت مولانا عبدالباری ندویؒ، حضرت علامہ شمس الحق افغانیؒ، حضرت مفتی جمیل احمد تھانویؒ اور حضرت مولانا احتشام الحق تھانویؒ، کثرت سے تشریف لاتے تھے۔ ان سب کی خدمت و مدارات مولانا عبدالرحمٰن اشرفی اور مولانا عبدالرحیم مرحوم ہی کے ذمہ تھی۔ یہ تمام حضراتِ اکابر آپ سے خصوصی محبت و شفقت فرماتے تھے اور ان سب اکابر علماء کے آپ ہمیشہ سے منظورِ نظر اور ان کی خصوصی عنایات و توجہات کا مرکز رہے۔

آپ نے شروع میں حضرت مولانا رسول خان صاحب شیخ المحدثین جامعہ اشرفیہ لاہور سے روحانی سلسلہ قائم کیا اور خلافت سے نوازے گئے۔ ان کی رحلت کے بعد حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ سے خلافت و

اجازت حاصل کی۔ بعد ازاں حضرت مولانا فقیر محمد پشاوریؒ سے اصلاح و تربیت کا تعلق جوڑا تو وہاں سے بھی آپ کو خلافت عطا ہوئی۔ اس طرح آپ نے بزرگوں سے خوب فیض حاصل کیا ہے اور آپ خود بھی اس وقت ایک شیخ کامل ہیں۔ اور ہزاروں کی اصلاح و فلاح کا ذریعہ بن چکے ہیں۔

آپ نہایت ذہین و ذکی، جامع المعقول والمنقول اور خطیبِ بے مثل ہیں۔ آپ کا درسِ قرآن و حدیث اتنا جامع اور مدلل ہوتا ہے کہ سامعین آپ کی علمی بصیرت کے قائل ہو جاتے ہیں۔ آپ جب بھی وعظ و تقریر کرتے ہیں تو ڈیڑھ دو گھنٹے تو تمہید بیان کرنے میں لگ جاتے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا علم کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا ایک بحرِ ذخار ہے جس کو زبردستی بند باندھ کر روکا جا رہا ہے۔

تدریسِ حدیث کے علاوہ کئی عظیم الشان تالیفات بھی آپ نے تصنیف کی ہیں۔ جن میں "تفسیر نکات القرآن" کئی جلدوں میں، ایک علمی شاہکار ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی

آپ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی نور اللہ مرقدہٗ کے قابل فرزند رشید ہیں، اس وقت دارالعلوم کراچی کے مہتمم، استاذ حدیث، مفتی اور خطیب ہیں، ایک جید عالم دین، فقیہ، محدث، محقق، مدبر، اور متعدد مفید علمی کتب و رسائل کے مؤلف و مصنف ہیں، دارالعلوم کراچی کے ممتاز ترین فضلاء میں سے ہیں، فتاویٰ نویسی میں خاص مہارت اور امتیاز رکھتے ہیں اور اس میں حضرت مفتیٔ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین ہیں۔

آپ شب جمعہ ۲ یا ۳ رجمادی الاوّل ۱۳۵۵ھ میں بمقام دیوبند ضلع سہارنپور (یو۔پی انڈیا) میں پیدا ہوئے، خوبی قسمت سے حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے ایک سجع میں آپ کا نام "محمد رفیع" تجویز فرمایا" ز جملہ خلائق محمد رفیع" حسن اتفاق سے حضرت مفتی اعظمؒ کا سجع" بروز قیامت محمد شفیع" سے دونوں سجعوں کا وزن اور قافیہ برابر ہونے کی بناء پر شعر مکمل ہوگیا جو آپ کے حق میں فال نیک ہے۔

بروز قیامت محمد شفیع ز جملہ خلائق محمد رفیع

اپنے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ سے قاعدہ بغدادی پڑھ کر پانچ سال کی عمر میں دارالعلوم دیوبند کے شعبۂ حفظ میں داخل ہوئے، پندرہ پارے حفظ کئے تھے کہ پاکستان آنا ہوگیا، چنانچہ حفظ کی تکمیل کراچی میں ہوئی، ختم قرآن مفتیٔ اعظم فلسطین سید امین الحسینیؒ نے کرایا پھر دارالعلوم کراچی میں اردو فارسی کی ابتدائی تعلیم کے بعد ۱۳۷۲ھ

مطابق ۱۹۵۲ء میں درس نظامی کی تعلیم کا باقاعدہ آغاز ہوا، اور اپنے وقت کے ممتاز علماء و محدثین سے کسب علم کرنے کے بعد ۱۳۷۹ھ مطابق ۱۹۵۹ء میں فراغت حاصل کی، زمانہ طالب علمی ہی میں ۱۹۵۸ء میں پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان بھی پاس کیا، آپ کو حضرت مفتی اعظمؒ سے مندرجہ ذیل کتب و رسائل پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی، موطاء امام مالکؒ، شمائل ترمذی، درمختار، شرح عقود رسم المفتی، نیز فراغت کے بعد حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ سے فتاویٰ نویسی کی مشق بھی کی اور آپ کی نگرانی میں ہزار سے زائد فتاویٰ تحریر فرمائے۔

آپ کو حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ کے علاوہ شیخ الاسلام علامہ محمد ظفر احمد عثمانی، شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب قاسمی، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی اور شیخ محمد حسن بن المشاط مالکی جیسے اجلہ علماء و محدثین سے بھی اجازت روایت حدیث حاصل ہے،

دارالعلوم کراچی حضرت مفتی اعظمؒ کے علاوہ آپ کو ذیل کے ممتاز علماء سے کسب فیض کا موقع ملا، حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی بانی و مہتمم مدرسہ اشرف المدارس کراچی، مولانا سلیم اللہ خان بانی و مہتمم جامعہ فاروقیہ کراچی، مولانا اکبر علی سہارنپوریؒ، سابق استاذ حدیث و تفسیر دارالعلوم کراچی و مظاہر العلوم سہارنپور مولانا سبحان محمود صاحب، شیخ الحدیث و ناظم دارالعلوم کورنگی، مولانا شمس الحق صاحب استاد حدیث دارالعلوم کراچی، ۱۳۹۲ھ میں آپ کو دارالعلوم میں نائب مفتی نامزد کیا گیا اور ۱۳۹۳ھ میں حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ نے آپ کو باقاعدہ سند افتاء عطا فرمائی، درس نظامی سے فراغت کے بعد آپ نے دارالعلوم ہی میں تدریسی سلسلہ بھی شروع کر دیا تھا، اب تقریباً دس بارہ سال سے آپ کو دورہ حدیث کے اسباق پڑھانے کی سعادت حاصل ہے اور بفضلہ تعالیٰ آپ کے تلامذہ بھی استاذ الاستاذ ہو چکے ہیں۔

جمادی الاوّل ۱۳۹۵ھ میں آپ نائب مفتی کے ساتھ دارالعلوم کراچی کے نائب صدر نامزد کئے گئے اور اب حضرت مفتی اعظم قدس سرہ کی وفات کے بعد سے دارالعلوم کراچی کے اہتمام

کی تمام ذمہ داریاں آپ کے سپرد ہیں اور آپ ان ذمہ داریوں کو بطریق احسن حضرت مفتی اعظم قدس سرہ کے مزاج و مذاق کے مطابق انجام دے رہے ہیں، اس سلسلہ میں حضرتؒ کے نقوش قدم کو آپ نے اپنے لیے مشعلِ راہ بنا رکھا ہے۔ واللہ الموفق والمعین۔

یہ سب حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کے خلیفۂ خاص عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحیی صاحب مدظلہم العالی کی نیک صحبتوں اور مجالس کا فیض ہے کہ آپ نے ان کا دامن تھام رکھا ہے، آپ تقریباً آٹھ سال قبل حضرت مفتی صاحبؒ کے حکم سے اُن سے بیعت ہوئے۔ جب سے باقاعدہ ان کی خدمت میں حاضری ہو رہی ہے۔ اللہ پاک اس سلسلہ کو قائم دائم رکھے۔

آپ کی یہ خوش نصیبی ہے آپ کو سفر و حضر میں بکثرت حضرت مفتی صاحبؒ کی خدمت میں رہنے اور طویل عرصے تک استفادہ کرنے کا موقع ملا، افریقہ کے سفر اور رابطۂ عالم اسلامی کی کانفرنسوں میں حضرت مفتی صاحب قدس سرہ نے آپ کو اپنا رفیق سفر بنایا، اگرچہ تدریس و افتاء اور اہتمام کی ذمہ داریوں کی بناء پر تصنیف و تالیف کی طرف توجہ دینے کا آپ کو بہت کم وقت مل سکا۔ لیکن آپ کے علمی و تحقیقی ذوق نے اس کے باوجود مندرجہ ذیل گرانقدر تصانیف جملہ مصروفیات کے باوصف لکھوالیں۔

(۱) ترجمہ علم الصیغہ اُردو" ترجمہ کے علاوہ متعلقہ ضروری حواشی بھی ساتھ ہیں، اس میں آپ نے علم صرف سے متعلق ایک بصیرت افروز مقدمہ بھی تحریر فرمایا ہے۔

(۲) علاماتِ قیامت اور نزولِ مسیح۔ (۳) احکام زکوٰۃ

(۴) پرائیویڈنٹ فنڈ پر سود اور زکوٰۃ کے مسائل۔

(۵) حاشیہ شرح عقود رسم المفتی"۔ (۶) حاشیہ تسہیل الوصول۔

(۷) سوانح حضرت مفتی اعظم جو امداد المفتیین کے ساتھ شائع ہو رہی ہے۔

(۸) سوشلزم کا منفرد پس منظر۔ (۹) پارٹی سیشن فنڈ پر سود اور زکوٰۃ کے مسائل۔

(۱۰) رفیق حج۔

(۱۱) اسلامی قانون میں طبی رپورٹ کی عدالتی حیثیت۔

(۱۲) فقہ، فتویٰ اور تصوف، یہ اپنے موضوع پر غالباً پہلی تالیف ہے۔

(۱۳) تحریر و کتابت عہد رسالت میں۔

(۱۴) فقہ میں اجماع کا مقام۔

ان کے علاوہ البلاغ اور دوسرے اخبارات و رسائل میں آپ کے علمی و اصلاحی مضامین اور اہم فتاویٰ بکثرت شائع ہوتے رہتے ہیں۔

آپ کے چھوٹے بھائی حضرت علامہ محمد تقی عثمانی صاحب ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل بی ہیں، جو حضرت مفتی اعظم قدس سرہ کے سب سے چھوٹے مایہ ناز فرزند اور ان کے علوم کے امین ہیں، غیر معمولی ذہانت و فطانت کے مالک ہیں، تحریر و تقریر کا اچھا ملکہ رکھنے کے ساتھ بہترین ادیب اور شاعر بھی ہیں۔ ایک مایہ ناز محقق، محدث، مفسر، مدبر، متکلم، خطیب ادیب اور ایک جید عالم دین ہیں،

اس وقت پاکستان کی وفاقی شرعی عدالت کے فاضل جج، ماہنامہ البلاغ کے مدیر اعلیٰ دارالعلوم کراچی کے نائب مہتمم، استاذ حدیث، شعبۂ تصنیف و تالیف کے نگرانِ اعلیٰ اور جامعۃ الملک عبدالعزیز، مکہ مکرمہ کے زیر اہتمام ہونے والی پہلی عالمی اسلامی تعلیمی کانفرنس کے رکن ہیں۔ آپ کے بارے میں صرف دو اکابر علماء کے ارشادات نقل کئے جاتے ہیں۔ جن سے آپ کا علمی مقام واضح ہو جاتا ہے،

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی مدظلہ فرماتے ہیں کہ:۔

جہاں حضرت مفتی اعظم مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنے ترکہ میں ایک بڑا علم چھوڑا جو ان کی کثیر تصانیف میں محفوظ ہے وہیں الحمد للہ قابل اولاد بھی چھوڑی، جس سے بھرپور توقع ہے کہ اُن کے آثار

اور باقیات الصالحات کو من وعن باقی رکھیں گے بالخصوص
عزیز مولوی محمد تقی عثمانی سلمہٗ سے ہماری امیدیں زیادہ
وابستہ ہیں اب انہیں یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ مفتی محمدؒ
شفیع ہیں حق تعالیٰ ان آرزوؤں کو پورا فرمائے آمین۔"

حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی صاحب ناظم ندوۃ المصنفین دہلی فرماتے ہیں کہ:۔

"حضرت مفتی اعظمؒ آج دنیا میں نہیں ہیں لیکن ان کی
خدمات ہمیشہ یاد رہیں گی وہ پاکستان میں علماءِ دیوبند کی
آبرو تھے۔ الحمد للہ ان کی اولاد نے ان کے تمام علمی و
اصلاحی کاموں کو قابلیت اور سلیقہ سے سنبھال لیا ہے
اور ان کی تمام ہی اولاد ماشاء اللہ ذی علم ہے اور صحیح
راستہ پر قائم ہیں۔ خاص طور پر عزیزم مولوی محمد تقی عثمانی
صاحب کی قلم کی روانی کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے، یہ
عرصۂ دراز سے حضرت مفتی صاحب کی نگرانی میں اہم علمی
کام کر رہے تھے۔ "بائیبل سے قرآن تک" تین ضخیم جلدوں
میں مولانا محمدؐ تقی عثمانی کی علمی اور تحقیقی کاوش پر شاہدِ عدل
کتاب ہے۔ ہمارے خاندان میں نوجوانوں میں دو لکھنے والے
عجیب و غریب ہوئے ہیں، ایک عامر میاں عثمانی مرحوم
دوسرے مولانا محمد تقی عثمانی، ان دونوں کے قلم کی
جولانیاں قابلِ دید ہیں، مولانا محمد تقی صاحب میں یہ خصوصیت
بھی آگئی ہے کہ وہ حضرت مفتی صاحبؒ جیسے فاضلِ وقت
اور مقدس بزرگ کی صحبت سے فیض یاب ہوئے ہیں

مولانا محمد رفیع عثمانی صاحب دارالعلوم میں مفتی و استاذ
حدیث ہیں، وہ بھی متعدد کتب کے مصنف ہیں اور بالغ
نظر عالم ہیں اور مولانا محمدؐ زکی کیفی مرحوم کے بڑے
لڑکے یعنی حضرت مفتی صاحبؒ کے پوتے مولوی محمود اشرف
عثمانی جامعہ اشرفیہ لاہور میں استاذ ہیں اور ادارہ اسلامیات
کے نام سے دینی کتب کے بہت بڑے ادارے کے
مالک ہیں گے اللہ تعالےٰ مزید دینی خدمات کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

شاد باش و شاد زی اے سرزمین دیوبند
ہند میں تو نے کیا اسلام کا جھنڈا بلند
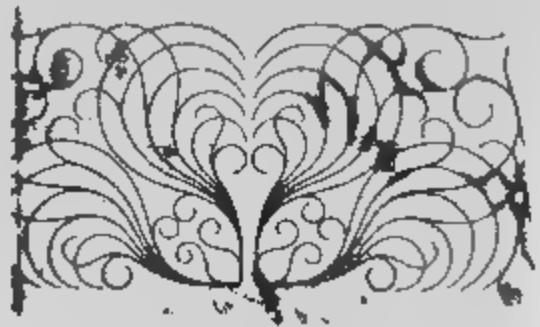
حضرت مولانا عبدالحئی جامپوری

آپ ۵ ر رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ کو موضع بستی باقی علاقہ کوٹ چھٹہ ضلع ڈیرہ غازی خاں میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والدِ ماجد کا نام نامی مولانا حکیم الحاج عبدالغفور صاحب عرف ملک جنڈوڈہ تھا۔ آپ نے سنہ ۱۳۶۱ھ میں دارالعلوم دیوبند سے سندِ فضیلت حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں علامہ شبیر احمد عثمانی رح، مولانا سید حسین احمد مدنی رح، مولانا اعزاز علی امروہی رح، مولانا محمد ابراہیم بلیاوی رح، مفتی محمد شفیع صاحب رح اور قاری محمد طیب قاسمی رح شامل ہیں۔

تعلیم سے فراغت کے بعد آپ سب سے پہلے مدرسہ اسلامیہ ڈیرہ غازی خان میں مدرس عربی رہے جس کے صدر مدرس و مہتمم مولانا عبدالغفور صاحب رح تھے۔ اس کے بعد آپ نے پانچ سال تک مدرسہ "معین الاسلام" ورائیں ضلع ملتان میں صدارتِ تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ پھر جامعہ محمودیہ چوٹی زیریں ضلع ڈیرہ غازی خان میں صدر مدرس کی حیثیت سے چھ سال کام کیا۔ آج کل آپ جام پور شہر میں جامع مسجد محمدیہ کے خطیب اور مدرسہ فیض القرآن کے مہتمم ہیں۔

آپ سنہ ۱۳۶۱ھ سے آج تک بڑی جانفشانی اور صلاحیت کے ساتھ دینی اور علمی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اس عرصہ میں آپ نے مروّجہ درسِ نظامی کی تقریباً ساری کتابیں پڑھائی ہیں اور سینکڑوں تلامذہ اطراف میں پھیلے ہوئے ہیں۔ آپ حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ سے بیعت ہیں اور اصلاح و تربیت کا تعلق حضرت مولانا عبداللہ صاحب تھجاعبادی

سے قائم ہے۔

آپ نے حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ سے تردیدِ شیعیت اور فنِ مناظرہ کی بھی تربیت حاصل کی ہے۔ اور آپ مُلک کے اطراف میں دینی مدارس میں مسلکِ اہلِ سُنّت والجماعت کی حقانیت پر خصوصی خطاب فرماتے رہتے ہیں اور طلباء کو مناظرہ پڑھاتے ہیں۔

کئی چھوٹی بڑی کتابوں کے مصنف بھی ہیں اور دینی جرائد میں آپ کے مقالات شائع ہوتے رہتے ہیں۔

حضرت مولانا مفتی عبدالستار ملتانی

آپ پاکستان کے ممتاز علماء میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ ۱۳۷۰ھ سے جامعہ خیرالمدارس ملتان کے دارالافتاء سے منسلک ہیں اور ۱۳۹۵ھ سے صدارتِ افتاء کا منصب آپ کے پاس ہے۔ قرآن پاک کے حفظ کے بعد ۱۹۴۷ء میں مدرسہ اشاعت العلوم جامع مسجد فیصل آباد میں ایک سال میں ابتدائی کتابیں کافیہ، کنز اور اصول الشاشی تک پڑھیں۔ دوسرے سال ہدایہ، مختصر المعانی، دیوانِ حماسہ اور منتہی وغیرہ کتب ختم کیں۔ تیسرے سال جامعہ خیرالمدارس ملتان میں درجہ مشکوٰۃ شریف میں داخلہ لیا۔ چوتھے سال مدرسہ دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈو الہ یار سندھ سے دورۂ حدیث شریف کیا۔ ۴ سالہ قلیل مدت میں درسِ نظامی کی تمام کتب بالاستیعاب پڑھ لینا آپ کی ذکاوت وجودتِ طبع اور خداداد حفظ و صلاحیت کی دلیل ہے۔

۱۳۷۰ھ میں واپس آکر تکمیل خیرالمدارس میں کی۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت اقدس مولانا خیر محمد جالندھری رح، حضرت مولانا عبدالرحمٰن کاملپوری رح، حضرت علامہ محمد یوسف بنوری رح، مولانا سید بدر عالم میرٹھی رح، مولانا مفتی عبداللہ ملتانی رح اور حضرت مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اسمائے گرامی آتے ہیں۔ ابتداءً مفتی عبداللہ صاحبؒ کے ادارہ نشر و اشاعت اسلامیات میں کام کیا۔ بعدازاں جامعہ خیرالمدارس کے جزوقتی اور پھر مکمل مدرس مقرر ہوئے۔

خیرالمدارس میں ابتدائی اسباق سے بخاری شریف تک بتدریج تعلیمی ترقی نصیب ہوئی۔ آپ کا اندازِ تعلیم و تفہیم نہایت دلنشیں، عمدہ اور قابلِ تقلید ہے۔ تقریر میں روانی سلاست اور متانت نمایاں ہوتی ہے۔ آپ تقریباً چالیس برس سے خدمتِ

افتاء سے وابستہ ہیں۔ اس دوران سینکڑوں فتاویٰ آپ کے قلم سے نکل چکے ہیں۔ آپ کے فتاویٰ علم و تحقیق میں پورے ملک میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ آپ اپنے علم و عمل، اصلاح و تقویٰ اور زہد و عبادت میں سلف کا نمونہ ہیں۔ تقریر کے ساتھ تحریر میں بھی کامل دستگاہ رکھتے ہیں۔ پاکستان کے معروف دینی مجلّہ "الخیر" میں آپ کے وقیع، علمی و تحقیقی مضامین بکثرت شائع ہوتے رہتے ہیں۔ ان تمام صفات کے ساتھ تواضع اور کسرِ نفسی آپ کی نمایاں خصوصیت ہے۔ اپنے چھوٹوں اور شاگردوں کے ساتھ بھی فروتنی اور انکسار کا معاملہ فرماتے ہیں۔ عصرِ حاضر میں نمود و شہرت اور خودنمائی کے مروج حیلوں اور طریقوں سے ناآشنا ہیں۔

آپ کا اصلاحی تعلق حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ، حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحبؒ، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ، حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلوی صاحبؒ، حضرت مولانا عبدالعزیز صاحبؒ چک ۱۱۱ سے رہا۔ حضرت مولانا قاری فتح محمد پانی پتی رح حضرت صوفی محمد اقبال مدنی اور حضرت مولانا علی مرتضیٰ صاحب علیہ الرحمہ ڈیرہ غازیخان کی طرف سے مجازِ بیعت بھی ہیں۔ آپ کے اصلاحی مواعظ و نصائح طلباء کے لئے نہایت مفید اور نافع ہوتے ہیں اور آپ تدریسی و فقہی خدمات میں ہمہ وقت مصروف ہیں۔

حضرت مولانا نذیر احمد فیصل آبادی

آپ جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد کے مہتمم و شیخ الحدیث ہیں۔ آپ اُن خوش نصیب اہلِ علم میں سے ہیں جنہیں حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحؒ، حضرت مولانا عبدالرحمٰن کاملپوریؒ اور حضرت مولانا عبدالشکور کاملپوری جیسی عظیم علمی شخصیات سے استفادہ کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپ نے جامعہ خیر المدارس ملتان میں انہی عظیم ہستیوں سے دورۂ حدیث پڑھا اور سند الفراغ حاصل کی تحصیلِ علم کے بعد آپ کی پوری زندگی علومِ دینیہ کی تعلیم و اشاعت میں بسر ہو رہی ہے اور شب و روز قال اللہ و قال الرسول میں مصروف ہیں۔ جامعہ خیر المدارس سے سندِ فضیلت حاصل کرنے کے بعد آپ عرصہ تک خیر المدارس ہی میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ اسی دورانِ تدریس آپ نے اپنے اُستاذِ مکرم حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ سے اصلاحی تعلق قائم کیا اور منازلِ سلوک طے کرنے کے بعد آپ نے حضرت جالندھریؒ کی طرف سے مجازِ بیعت ہونے کا شرف حاصل کیا۔ حضرتِ اقدس مولانا خیر محمد صاحبؒ کی رحلت کے بعد آپ نے حضرتِ اقدس ڈاکٹر عبدالحئی عارفی صاحبؒ سے روحانی تعلق قائم کیا اور ان کی طرف سے بھی آپ خلیفۂ مجاز مقرر ہوئے۔ بعد ازاں آپ نے اپنے شیخ عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحئیؒ کی صدارت و سرپرستی میں اہل اللہ کے چند متوسلین کی قائم کردہ انجمن امداد الاسلام رجسٹرڈ کے ماتحت رمضان ۱۴۰۳ھ میں حبیب شہید کالونی فیصل آباد میں کرایہ کی عمارت حاصل کر کے "جامعہ اسلامیہ امدادیہ" کے نام سے ایک دینی درسگاہ کا اجراء کیا جو الحمد للہ بہت قلیل مدت میں تعلیمی ترقی کر کے آج ایک بلند پایہ دینی و علمی ادارہ بن چکا ہے اور آپ کے خلوص و برکت سے یہ جامعہ روز افزوں ترقی کی منازل طے کر رہا ہے۔ آج یہ جامعہ فیصل آباد جیسے مرکزی شہر میں اعلیٰ تعلیم اور حُسنِ کارکردگی کا واضح نشان ہے۔ آپ مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان کے مرکزی نائب صدر ہیں اور یہ جامع مرکزِ اصلاح و فلاح ہے جہاں سے فیضِ علمی و روحانی جاری و ساری ہے۔

حضرت علامہ مُفتی محمد تقی عُثمانی

آپ ۵ شوال المکرم ۱۳۶۲ھ / ۱۹۴۳ء بروز شنبہ دیوبند ضلع سہارنپور میں پیدا ہوئے۔ آپ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہٗ کے فرزند ارجمند ہیں۔ تعلیم کی بسم اللہ وہیں دیوبند میں ہوئی۔ رجب ۱۳۶۷ھ / مئی ۱۹۴۸ء کو والدِ محترم کے ساتھ پاکستان ہجرت کی۔ ابتدائی تعلیم کراچی میں مختلف اساتذہ سے حاصل کی۔ پھر ۱۳۷۰ھ / ۱۹۵۱ء میں جب آپ کے والدِ مکرم نے دارالعلوم کراچی کی بنیاد رکھی تو آپ نے اسی دارالعلوم میں پورے درسِ نظامی کی تکمیل کی۔ شعبان ۱۳۷۹ھ میں بعمر سترہ سال دورۂ حدیث سے فراغت ہوئی۔ اور دورۂ حدیث میں اوّل آئے۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ، حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی، حضرت مولانا اکبر علی صاحبؒ، حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب، حضرت مولانا قاری رعائت اللہ صاحب اور حضرت مولانا عبدالسبحان محمود صاحب قابلِ ذکر ہیں۔

سولہ سال کی عمر میں پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان پہلی پوزیشن میں پاس کیا۔ پھر دارالعلوم ہی کے شعبۂ تخصص فی الافتاء میں داخلہ لے کر باقاعدہ دو سال میں فتویٰ کی تربیت حاصل کی۔ بعد ازاں پنجاب بورڈ سے میٹرک، جامعہ کراچی سے بی اے، سندھ مسلم کالج سے ایل ایل بی اور جامعہ پنجاب سے ایم اے عربی کے امتحانات امتیاز سے پاس کئے۔ لاء کے امتحان میں دوسری پوزیشن حاصل کی۔

تدریس کا آغاز ۱۳۸۰ھ میں دارالعلوم کراچی ہی میں ابتدائی عربی کتب سے

کیا۔ پھر مختلف علوم و فنون کی تقریباً ساری کتب زیرِ درس رہیں۔ فقہ و حدیث و تفسیر کا درس آپ کا شب و روز کا مشغلہ ہے۔ درسِ ترمذی و بخاری بہت مقبولِ عام ہُوا ہے۔

آپ نے دارالعلوم کراچی سے ایک رسالہ "ماہنامہ البلاغ" حضرت مفتیٔ اعظم قدس سرہٗ کی زیرِ سرپرستی ۱۹۶۷ء میں جاری کیا جس کے تاحال آپ مدیرِ اعلیٰ ہیں۔ اسی طرح "البلاغ" انٹرنیشنل انگریزی زبان میں ۱۹۸۹ء میں جاری کیا۔ حضرت مفتیٔ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کے بعد آپ کے برادرِ مکرم حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہ دارالعلوم کراچی کے مہتمم اور آپ ۱۹۷۶ء میں نائب مہتمم منتخب ہوئے۔ اس وقت آپ دارالعلوم کے شعبۂ تصنیف و تالیف کے نگرانِ اعلیٰ اور شریعت بنچ سپریم کورٹ آف پاکستان کے جج ہیں۔ اسی طرح "مجمع الفقہ السلامی" جدہ کے ممبر اور اسلامی ممالک کے بنکوں میں شریعت نگرانی بورڈ کے ممبر بھی ہیں۔ علاوہ ازیں ممبر آف سنڈیکیٹ کراچی یونیورسٹی اور پاکستان کے ممتاز دینی مدارسِ عربیہ کے شوریٰ کے رکن بھی ہیں اور وفاق المدارس تنظیم کے بھی رکنِ اعلیٰ ہیں۔

آپ ایک بین الاقوامی مذہبی اسکالر کی حیثیت سے ملک و بیرونِ ملک میں ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ موجودہ دور کے عظیم محقق، مدبّر و مفسّر، محدّث و مفکّر ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کو علم و فضل کے لحاظ سے پُورے مُلک کے علماء کی صف میں ایک بلند مقام پر فائز کیا ہے اور پُوری ملّتِ اسلامیہ آپ کو عزّت و احترام کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔

آپ اپنے اخلاقِ عالیہ، سادہ مزاجی، زہد و تقویٰ اور تواضع میں اپنے اکابر و اسلاف کا عین نمونہ ہیں۔ عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحب عارفی قدس سرہٗ کے ممتاز خلفاء میں آپ کا شمار ہوتا ہے اور حضرت مولانا مسیح اللہ خان شروانی قدس سرہٗ کی طرف سے بھی آپ کو خلافت و اجازت حاصل ہے۔ آپ تمام اکابر علماء کے لئے محبوب شخصیت ہیں۔ آپ نے درس و افتاء اور دیگر خدماتِ

جلیلہ کے علاوہ بہت سی تصانیف بھی تالیف فرمائی ہیں۔

جن میں "درسِ ترمذی" (۳ جلد) "عیسائیت کیا ہے؟" "بائیبل سے قرآن تک" ۳ جلد "ردِّ عیسائیت" "تقلید کی شرعی حیثیت" "بائیبل کیا ہے؟" "اصلاحی خطبات ۳ جلد" "تراشے" "اصلاحِ معاشرہ" "اسلام اور جدّت پسندی" "اسلام اور سیاستِ حاضرہ" "حجّتِ حدیث" "حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق" "حکیم الاُمّت کے سیاسی افکار" "جہانِ دیدہ" "علوم القرآن" "عدالتی فیصلے" "مآثر حضرت عارفی" "نقوشِ رفتگاں" "عائلی مسائل" "ہمارا معاشی نظام" اور "تکملہ مع الملہم شرح صحیح مسلم ۴ جلدیں" قابلِ ذکر ہیں۔

ان کے علاوہ انگریزی، عربی اور دیگر زبانوں میں بے شمار تالیفات و مقالات شائع ہو چکے ہیں۔

حق تعالےٰ عمر میں برکت و رحمت عطا فرمائیں۔ آمین!

حضرت مولانا مشرّف علی تھانوی

آپ فقیہہ العصر حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی علیہ الرحمہ کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ آپ نے ابتداء سے لے کر دورۂ حدیث تک جامعہ اشرفیہ لاہور میں تعلیم حاصل کی اور جامعہ کے اکابر اساتذہ سے استفادہ کیا۔ آپ کو جن مشاہیرِ علم وفضل سے شرفِ تلمذ حاصل ہُوا اُن میں استاذالاساتذہ حضرت مولانا رسول خان ہزارویؒ، حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ اور حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانویؒ قابلِ ذکر ہیں۔

فراغت کے بعد آپ جامعہ اشرفیہ ہی میں مدرس مقرر ہُوئے اور پھر جلد ہی اعلیٰ کُتب کے استاذانِ حدیث کی صف میں شامل ہُوئے۔ جامعہ اشرفیہ ہی میں حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی کی صاحبزادی سے آپ کا عقدِ نکاح ہُوا اور ماشاء اللہ کئی بچے آپ کے زیرِ تعلیم ہیں۔ تدریس کے ساتھ ساتھ آپ واپڈا کالونی میں ایک جامع مسجد کے خطیب بھی رہے ہیں اور کئی سال تک وہاں اپنے اصلاحی خطیبانہ انداز میں تبلیغِ دین کا حق ادا کرتے رہے ہیں۔

آپ مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان کے ناظمِ اعلیٰ بھی ہیں جو حضرت حکیم الامت تھانویؒ کی قائم کردہ جماعت ہے اور جس کا واحد مقصد صرف اور صرف اللہ کے دین کی سربلندی اور اعلائے کلمۃ الحق ہے اور یہ مجلس مسلمانوں کو قرآن وسُنّت کے مطابق زندگی بسر کرنے کی دعوت دیتی ہے۔

آپ نے عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارفی سے روحانی سلسلہ قائم کیا اور اُنہی کے خلیفۂ راشد ہیں۔ اس وقت آپ دارالعلوم اسلامیہ کامران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور کے مہتمم اور شیخ الحدیث ہیں۔ یہ دینی ادارہ روز بروز ترقی کی منازل طے کر رہا

ہے اور آپ کے اہتمام میں بڑے احسن طریق پر تعلیمی وتدریسی کام ہو رہا ہے۔ دارالعلوم میں ایک شعبہ اشرف التحقیق کے نام سے قائم کیا گیا ہے۔

بہر حال آپ ایک جیّد عالمِ دین، شیخ الحدیث اور عظیم مفتی ہیں اور بہترین ادیب وشاعر بھی ہیں۔ آپ کی عربی، اردو اور فارسی نظمیں، نعتیں، مرثیے اور تاریخی قطعات مختلف جرائد میں شائع ہو چکے ہیں۔ آپ بااخلاق، ملنسار، خندہ جبیں اور لطیف الروح ہیں۔ اللہ تعالیٰ عمر میں برکت عطا فرمائے۔ آمین!

جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ کے تعارف میں لکھا گیا ہے کہ:-

"حضرت مولانا مشرف علی تھانوی مدظلہ کے زیرِ اہتمام جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ لاہور شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے ایماء پر قاری سراج احمد صاحبؒ کی قائم کردہ دین کی وہ عظیم درسگاہ ہے جو ۱۹۴۸ء سے مصروفِ خدمت ہے۔ الحمدللہ اب یہاں تجوید وقرأت کے ساتھ دورۂ حدیث تک وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے نصاب کے مطابق تعلیم ہو رہی ہے۔ ہر ماہ جامعہ دارالعلوم سے دینی معلومات پر مشتمل حکیم الامت تھانویؒ کا ایک وعظ یا علماءِ دیوبند کا کوئی ایک کتابچہ شائع کر کے مُفت تقسیم کیا جاتا ہے۔

ادارہ اشرف التحقیق میں حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانویؒ، حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی مدظلہ اور ان کے ہمراہ چار ماہر علماء "احکام القرآن" کی تدوین کا کام مکمل کر چکے ہیں اور حضرت مفتی جمیل احمد صاحبؒ کے وصال کے بعد سے تین علماء "جمیل الفتاویٰ" اور بعض دوسرے تحقیقی مسائل کی تدوین وترتیب میں مصروف ہیں۔

الحمدللہ مولانا مشرّف علی تھانوی مدظلہ کے زیرِ اہتمام دارالعلوم الاسلامیہ تعلیمی، تحقیقی اور تبلیغی خدمات میں روز افزوں ترقی کر رہا ہے۔ اس وقت جامعہ دارالعلوم چار مختلف جگہ خدمات انجام دے رہا ہے۔ یہ سب مولانا موصوف کی مدبّرانہ قیادت کا نتیجہ ہے۔ حق تعالیٰ اس جامعہ دارالعلوم کو ہمیشہ قائم ودائم اور روز افزوں ترقی عطا فرمائے۔ آمین!

⁂

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی

آپ ۱۳۵۱ھ / ۱۹۳۳ء میں بستی عیسیٰ پور ضلع لدھیانہ مشرقی پنجاب میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد چوہدری اللہ بخش مرحوم حضرت مولانا عبدالقادر رائپوری ؒ سے بیعت تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ میں حاصل کر کے ۱۹۴۵ء میں مدرسہ محمودیہ لدھیانہ میں داخل ہوئے۔ پھر مدرسہ انواریہ میں داخلہ لیا جو مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی ؒ کے زیر اہتمام تھا۔ دو سال یہاں مولانا انیس الرحمٰن لدھیانوی ؒ اور قاری لطف اللہ جالندھری اور دیگر اساتذہ سے عربی کی ابتدائی کتب پڑھیں۔

قیام پاکستان کے بعد آپ چک ۳۳۵ ڈبلیو بی ضلع ملتان میں قیام پذیر ہوئے اور تعلیم کا سلسلہ شروع کیا۔ ایک سال مدرسہ قاسم العلوم فقیر والی ضلع بہاولنگر میں مولانا عبداللہ رائپوری ؒ، مولانا لطف اللہ اور مفتی عبداللطیف سے متوسط کتب کی تعلیم حاصل کی۔ بعدازاں اعلیٰ تعلیم کے لئے جامعہ خیر المدارس ملتان میں داخلہ لیا۔ اور ۱۳۷۵ھ میں دورۂ حدیث کی کتب پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی۔ اساتذہ میں حضرت مولانا خیر محمد جالندھری ؒ، مولانا عبدالشکور کاملپوری ؒ، مولانا مفتی عبداللہ ملتانی اور مولانا محمد شریف کشمیری ؒ جیسے اکابر شامل ہیں۔

فراغت کے بعد حضرت مولانا خیر محمد صاحب ؒ سے سلسلۂ اشرفیہ امدادیہ میں بیعت کی اور روحانی فیوض و برکات سے مالا مال ہوئے۔ پھر تدریس کے لئے فیصل آباد گئے۔ اور مشکوٰۃ تک تمام کتابیں پڑھائیں۔ پھر فاضل حبیب اللہ رشیدی کے اصرار پر جامعہ رشیدیہ ساہیوال میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ اس کے بعد حضرت علامہ محمد یوسف بنوری علیہ الرحمۃ کے حکم پر ماہنامہ "بینات" کراچی سے وابستہ ہوئے اور مدیر مسئول مقرر ہوئے۔ ۱۹۷۴ء میں حضرت بنوری ؒ کے حکم پر دفتر "مجلس تحفظ ختم نبوت" ملتان

کے ناظم مقرر ہوئے اور مجلس میں گراں قدر خدمات انجام دیں۔ حضرت بنوری ؒ کی رحلت کے بعد مستقل کراچی چلے گئے اور ۱۹۶۶ء سے تادم تحریر ماہنامہ "بینات" کراچی کے مدیر اعلیٰ کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے ہیں۔

آپ نے متعدد کتب اور سینکڑوں مقالات بھی لکھے جن میں "سیرت عمر بن عبدالعزیز" "سوانح حیات حضرت شیخ الحدیث" "اختلاف امت اور صراط مستقیم" "عصر حاضر کے آئینہ میں" "قادیانیوں کو دعوت اسلام" "قادیانی مباہلہ" "حیات عیسیٰ علیہ السلام" اردو ترجمہ خاتم النبیین اور مشاہدات و تاثرات وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

حضرت مولانا خیر محمد صاحب ؒ کی وفات کے بعد آپ نے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی ؒ سے رجوع کیا اور خلافت و اجازت سے سرفراز ہوئے۔ بعدازاں حضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارفی قدس سرہٗ نے بھی خلافت و اجازت عطا فرمائی۔ آپ اس وقت جید عالم دین، بہترین محقق، مدبر، ادیب و مصنف اور زاہد و عابد شیخ ہیں اور اصلاح عوام و خواص میں مصروف ہیں۔

حضرت مولانا عبدالقادر آزاد

آپ ۲۵ فروری ۱۹۳۸ء / ۱۳۵۶ھ کو گوہانہ ضلع روہتک مشرقی پنجاب انڈیا میں بعد نمازِ فجر پیدا ہوئے۔ آپ کے والدِ گرامی کا نام مولانا محمد سعید نقشبندی تھا۔ آپ بچپن ہی سے بڑے ذہین و فطین واقع ہوئے ہیں۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والدِ ماجد سے حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے آپ نے دُور دراز کے سفر کئے۔ پُرانے علماء سے استفادہ کیا۔ پھر ایک عرصہ تک آپ مدرسہ قاسم العلوم ملتان میں زیرِ تعلیم رہے اور وہیں سے سند الفراغ حاصل کی۔ بعدازاں حضرت مولانا مفتی محمودؒ، شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان، علامہ شمس الحق افغانیؒ، علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ، قاری محمد طیب قاسمیؒ اور مولانا خیر محمد جالندھری رحؒ جیسے اکابر علماء سے بھی خُوب استفادہ کیا اور مختلف مدارس اور جامعات سے سندات حاصل کیں۔ ان میں سندِ تفسیر حضرت مولانا عبداللہ درخواستی علیہ الرحمہ کے مدرسہ مخزن العلوم خانپور، سندِ فراغت وفاق المدارس پاکستان اور سندِ تبلیغ و مناظرہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی شامل ہیں۔

فراغت کے بعد آپ نے ۱۹۶۰ء سے ۱۹۶۹ء تک دارالمبلغین ملتان میں علماء کو تقابل ادیان کا مضمون پڑھایا۔ پھر علماء اکیڈمی بہاولپور، لاہور اور جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں لیکچر ز دیئے۔ اسی عرصے میں بحیثیت سیکرٹری جنرل اسلامی مشن، مشرقی (بنگلہ دیش) اور مغربی پاکستان میں کئی تبلیغی اجتماعات سے خطاب کیا جس کے اثر سے چھ ہزار عیسائیوں نے اسلام قبول کیا۔ پھر دو سال تنظیم اہلِ سُنت

کے نائب صدر رہے۔

۷۱ - ۱۹۶۵ء کی جنگوں میں کشمیر کے مہاجرین اور شہداء کے ورثاء میں لاکھوں روپے چندہ جمع کر کے تقسیم کئے۔ ۷۲ - ۷۳ - ۱۹۷۴ء کے پاکستانی حج وفد کی قیادت کرتے ہوئے سعودی عرب کا دَورہ کیا اور شاہ فیصل مرحوم سے ملاقات کا شرف حاصل ہُوا۔ پھر ۱۹۷۴ء کی اسلامی سربراہ کانفرنس میں ایک عظیم الشان خطبہ دیا جس کو ممالکِ اسلامیہ کے سربراہوں نے سراہا۔

بعدازاں آپ نے ایشیا بھر کا دَورہ کیا۔ پھر ۱۹۷۵ء میں رابطہ عالم اسلامی مکّہ مکرّمہ کی کانفرنس میں شرکت کی۔ ۱۹۷۸ء میں دیوبندی مسلک کے تحفظ کے لئے آپ نے مولانا فضل الرحیم صاحب کے ساتھ مل کر مرکزی مجلس العلماء کی بنیاد ڈالی۔ اور آپ اس کے صدر منتخب ہُوئے۔ آپ عرصہ دراز سے بادشاہی مسجد لاہور کے خطیب اور اوقاف کے شعبۂ تبلیغ کے سربراہ بھی ہیں اور دینی و تبلیغی خدمات میں معروف ہیں۔

حضرت مولانا ضیاءُ القاسمی

آپ ۱۹۳۷ء کو ریاست مالیر کوٹلہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والدِ محترم مولانا عبدالرحیم صاحبؒ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد، علم وعمل میں یکتائے روزگار اور صاحبِ نسبت بزرگ تھے۔ وہ ریاست مالیر کوٹلہ میں خطیب و امام تھے پھر بستی کنگروڑ ضلع جالندھر میں رہائش پذیر ہوئے۔ آپ نے تقسیمِ ہند تک سکول میں چار جماعتیں پڑھی تھیں کہ والدِ گرامی کے ساتھ فیصل آباد آ گئے۔ یہاں دینی تعلیم کے لئے مدرسہ اشاعت العلوم فیصل آباد میں داخل ہوئے اور تمام کتابیں درسِ نظامی اسی مدرسہ میں رہ کر نو سال تک پڑھیں۔ پھر ایک سال جامعہ رشیدیہ ساہیوال میں رہ کر تمام نصابی کُتب مکمل کیں اور اوّل پوزیشن حاصل کی۔ دورۂ حدیث مدرسہ قاسم العلوم ملتان میں پڑھا۔ اساتذہ میں حضرت مولانا عبدالخالق شور کوٹیؒ، حضرت علامہ محمد شریف کشمیریؒ اور حضرت مولانا مفتی محمود احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قابلِ ذکر ہیں۔

دورۂ حدیث ۱۹۵۶ء میں پڑھ کر آپ دیو بند گئے اور حضرت مولانا حسین احمد مدنی قدس سرّہٗ سے بیعت ہوئے۔ واپسی پر آپ دینی وتبلیغی خدمات میں مصروف ہو گئے۔ منکرینِ ختمِ نبوت، منکرینِ حدیث اور عائلی قوانین کے خلاف تحریکات میں آپ نے سرگرمی سے حصّہ لیا اور ایوبی دورِ حکومت میں چھ ماہ نظر بند رہے۔ بعد ازاں شورش کاشمیریؒ، مولانا غلام اللہ خاں اور دیگر زعماء کی رہائی کے سلسلہ میں زبردست تحریک چلائی گئی تو آپ پیش پیش تھے اور اس جُرم میں کئی مرتبہ قید وبند

کی صعوبتیں برداشت کرتے رہے۔

اسی طرح اہلِ بدعت کی طرف سے شرک وبدعت کا طوفان کھڑا کیا گیا تو اس کی سرکوبی کے لئے آپ نے مولانا غلام اللہ خاں، مولانا محمد علی جالندھری، حضرت مولانا احتشام الحق تھانویؒ، مولانا لال حسین اختر، سیّد نور الحسن بخاری اور شورش کاشمیری جیسے زعماءِ اسلام کی حمایت سے ایک زبردست تحریک چلائی۔ اہلِ بدعت کو شکست فاش ہوئی اور آپ کی تحریک کامیاب رہی۔

آپ چند سال جمعیت علماء اسلام سے بھی وابستہ رہے۔ اسی طرح تنظیم اہلِ سُنّت کے ناظمِ اعلیٰ بھی رہے۔ پھر تحریک تحفظ ختم نبوت اور تحریک نظام مصطفےٰ میں بھی بھرپور حصّہ لیا۔ آخر میں سپاہِ صحابہؓ کے سرپرستِ منتخب ہوتے ہیں اور جامعہ قاسمیہ فیصل آباد کے آپ مہتمم ہیں۔ انٹرنیشنل اکیڈمی ختم نبوت کے مدیرِ اعلےٰ اور جامع مسجد غلام آباد کالونی فیصل آباد کے خطیب ہیں جو توحید وسُنّت کا مرکز ہے۔ اس وقت سپریم کونسل سپاہ صحابہ کے چیئرمین بھی ہیں اور زندگی کے تمام لمحات تحفظِ ناموسِ رسولؐ وصحابہؓ کے لئے وقف کئے ہوئے ہیں اور یہی اُن کی زندگی کا اصل مشن ہے۔ متعدد کتب بھی آپ نے تصنیف کی ہیں جن میں "خطباتِ قاسمی" علمی شاہکار ہے۔

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین چکوالی

آپ پاکستان میں ممتاز فضلاءِ دیوبند میں سے ہیں۔ ابتدائی تعلیم پنجاب کے مختلف مدارس عربیہ سے حاصل کی۔ پھر دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ امتحانِ داخلہ شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی امروہیؒ نے ۱۳۵۶ھ میں لیا۔ پہلے سال ۱۳۵۷ھ میں شرح عقائد حضرت مولانا نافع گل صاحبؒ کے پاس اور مختصر المعانی اور مشکوٰۃ شریف حضرت مولانا عبدالسمیع صاحبؒ سے پڑھیں اور متنبی شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ سے پڑھی۔ دوسرے سال ۱۳۵۸ھ میں دورۂ حدیث کی تکمیل ہوئی۔ بخاری شریف اور ترمذی شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے پڑھیں۔ شمائل ترمذی حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ نے پڑھائی۔ مسلم شریف حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ کے پاس اور ابوداؤد شریف شروع میں حضرت مولانا میاں سید اصغر حسین صاحبؒ نے پڑھائی اور اس کی تکمیل حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے فرمائی۔ طحاوی شریف حضرت مولانا شمس الحق افغانیؒ سے پڑھی۔

فراغتِ تعلیم کے بعد وطن واپس آکر تعلیمی و تدریسی خدمات میں مصروف ہو گئے۔ اپنے شہر چکوال میں ایک دینی مدرسہ "اظہار الاسلام" کے نام سے قائم کیا اور ایک جامع مسجد مدنی چکوال شہر میں تعمیر کرائی جس میں آپ خطابت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں اور مدرسے کا نظم و نسق بھی احسن طریق پر چلا رہے ہیں۔ تدریس کے ساتھ تصنیف کا بھی مشغلہ جاری ہے اور ایک ماہنامہ باقاعدہ مدرسہ کی طرف سے شائع ہو رہا ہے۔ اس وقت مجلس خدام اہلسنت پاکستان کے امیر ہیں اور باطل نظریات کے خلاف جہاد میں مصروف ہیں۔

سلوک و تصوف میں بھی اعلیٰ مقام پر فائز ہیں۔ آپ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے خلیفہ ارشد ہیں اور موجودہ دور میں ایک عظیم محقق، مدبر، مصنف، مناظر، مدرس، خطیب اور عارفِ کامل ہیں اور معروف علمی شخصیات میں شمار ہوتے ہیں۔

حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ

آپ پاکستان کے ممتاز عالمِ دین اور جامعہ خیر المدارس ملتان کے فاضل ہیں۔ گذشتہ چالیس برس سے قادیانیوں کے فریب کا پردہ چاک کر رہے ہیں۔ انہوں نے اپنی تمام تر صلاحیتیں ردِّ قادیانیت کے لئے وقف کر دی ہیں۔ اس سلسلہ میں کئی بار آن پر قاتلانہ حملہ بھی ہوا ہے۔ مگر وہ مسلسل اس محاذ پر سرگرم عمل ہیں۔ آپ نے چنیوٹ شہر میں ایک دینی مدرسہ "جامعہ عربیہ چنیوٹ" قائم کیا ہوا ہے اور اس کے ساتھ ہی ادارہ مرکزیہ دعوت وارشاد بھی کام کر رہا ہے جہاں سے عالمی سطح پر قادیانیت کا مقابلہ کیا جاتا ہے۔ اس ادارے کا کام اس قدر مؤثر ہے کہ لندن میں بیٹھا ہوا قادیانیوں کا چوتھا خلیفہ اپنی ہر تقریر میں مولانا چنیوٹیؒ کا ذکر کئے بغیر نہیں رہتا۔

حال ہی میں آپ نے چنیوٹ میں انٹرنیشنل ختم نبوت یونیورسٹی قائم کی ہے جس میں دنیا بھر کے مسلمان طلباء کو ختم نبوت پر تخصص کرایا جائے گا کہ وہ جگہ جگہ پھیلے ہوئے قادیانیوں کی ارتدادی سرگرمیوں کا توڑ کر سکیں۔

علاوہ ازیں آپ نے ملک و بیرونِ ملک کے دینی اداروں کے طلبا کیلئے ردِّ قادیانیت کا ایک شارٹ کورس بھی تیار کیا ہے جس کے مطابق تقریباً ملک بھر کے دینی اداروں میں طلبہ کو تیار کیا جا رہا ہے۔ آپ نے بذاتِ خود بھی دارالعلوم دیوبند، مدینہ یونیورسٹی اور ڈھاکہ یونیورسٹی میں جا کر یہ کورس پڑھایا ہے اور اسے کتابی شکل میں شائع کر کے عالمِ اسلام کے تمام دینی اداروں میں پہنچا دیا گیا ہے۔ آپ کئی بار صوبائی اسمبلی کے ممبر بھی منتخب ہوتے ہیں۔ اور اسمبلی میں بھی آپ نے اپنے اس عظیم مشن کو بارہا پیش کیا ہے۔

الغرض آپ کی ساری زندگی قادیانیت و مرزائیت کے خلاف جہاد میں گزر رہی ہے اور اس مقصد کے لئے شب و روز تحریر و تقریر کے ذریعے مصروفِ عمل ہیں۔ حق تعالیٰ آپ کی عمر میں برکت عطا فرمائیں۔ آمین!

اظہارِ تشکر

اللہ رب العزت جل شانہٗ کا لاکھ لاکھ شکر اور احسان ہے کہ جس نے بندہ ناچیز کو اپنے اکابرین کا تذکرہ مرتب کرنے کی توفیق عطا فرمائی دلی تمنا اور دعا ہے کہ اللہ جل شانہٗ اپنے فضل و کرم سے تاحیات ان ہی قدسی صفات بزرگوں کے مسلک اور مشرب پر قائم و دائم رکھے اور میدان حشر میں ان ہی اصحاب تذکرہ کے ساتھ بندہ ناچیز کا بھی حشر کرے۔ آمین ثم آمین

اللہ جل شانہٗ کی حمد و ثنا کے بعد ان تمام اکابر اور احباب کا تہہ دل سے ممنون اور مشکور ہوں کہ جنہوں نے بندۂ ناچیز کی اس تالیف کی ترتیب و تدوین میں معاونت فرمائی خصوصاً برادر مکرم جناب مولانا محمود اشرف عثمانی صاحب مالک "ادارہ اسلامیات لاہور" کا جنہوں نے اس تالیف کو اپنے ادارہ سے شائع کرنے کی ذمہ داری قبول فرمائی اور آج یہ عظیم الشان تالیف آپ حضراتِ قارئین کے ہاتھوں میں ہے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

دعا ہے کہ اللہ عز و جل بندۂ ناچیز کی اس کوشش کو شرف قبولیت بخشیں اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اس سے فائدہ پہنچائیں۔ آمین

طالبِ دعا۔ بندۂ ناچیز، محمد اکبر شاہ بخاری عفی عنہ

وکذلک جعلناکم امۃ وسطا

اور ہم نے تم کو ایک ایسی جماعت بنادیا ہے جو نہایت اعتدال پر ہے

البقرۃ : ۱۴۳

علماءِ دیوبند رحمہم اللہ تعالیٰ

کا

دینی رُخ اور مسلکی مزاج

آخری تصنیف

حکیم الاسلام حضرۃ مولانا قاری محمد طیب قدس سرہٗ

(مہتمم دارالعلوم دیوبند)

ادارۂ اسلامیات

۱۹۰۔ انارکلی ○ لاہور

اِسْتَوْصُوا بِالنِّسَآءِ خَيْرًا (الحدیث)

عورتوں کے ساتھ اچھے برتاؤ کی نصیحت قبول کرو

مُصنّفہ

حضرت مولانا مفتی

سیّد احمد علی سعید

۷۲۲۲۲۶۸۵ - ۷۲۳۳۹۹۱ - ۷۳۲۲۳۳۱۲ - ۷۳۵۳۲۵۵

۲۳۷، اشرف منزل چوک لسبیلہ، گارڈن ایسٹ کراچی - ۷۲۲۳۶۸